ويفيض العلم منه الى سائر البلاد في المشرق والمغرب

فضیلتوں کے نمونے

(امامت اور ائمہ معصومین علیہم السلام)

مؤلف :

آیۃ اللہ ابراہیم امینی

مترجم:

سید حمید الحسن زیدی

فضیلتوں کے نمونے

المنظمة العالمية للحوزات والمدارس الاسلامية

Models of Virtue

(Imamate and Imam)

by:
Ebrahim Amini

المنظمة العالمية للحوزات والمدارس الاسلامية

ایران-قم-صندوق پستی ۳۳۱۱
I.R.IRAN-Qom- P.O. Box:3311
E_mail: madares@icde.net

بسم الله الرحمن الرحیم

فضیلتوں کے نمونے

(امامت اور ائمہ معصومین علیہم السلام)

مؤلف

آیۃ اللہ ابراہیم امینی

WWW.IBRAHIMAMINI.IR

مترجم

سید حمید الحسن زیدی

سرشناسه: امینی، ابراهیم، ۱۳۰٤.
عنوان قراردادی: الگوهای فضیلت (اردو).
عنوان پدیدآور: فضیلتون کی نمونی (امامت اورا ائمه معصومین علیهم السلام)، مؤلف: ابراهیم امینی، مترجم: حمیدالحسن زیدی.
مشخصات نشر: قم: سازمان حوزه‌ها و مدارس علمیهٔ خارج از کشور، ۱۳۸۵.
مشخصات ظاهری: ٤٤٦ ص.
قیمت و شابک: ۲۷۰۰۰ ریال. ۵ ـ ۵۳ ـ ۵۹۱۳ ـ ۹٦٤ .
یادداشت کلی: فیپا.
موضوع: چهارده معصوم علیهم السلام ـ اخلاق. **موضوع:** چهارده معصوم علیهم السلام ـ فضایل.
شناسه افزوده: زیدی، سید حمیدالحسن. (مترجم)
شناسه افزوده: سازمان حوزه‌ها و مدارس علمیهٔ خارج از کشور
رده‌بندی کنگره: ۱۳۸۵ ۸۰٤٦ الف ٦۸۲ الف/ ۳٦ BP
رده‌بندی دیویی: ۲۹۷/۹۵
شماره کتابخانه ملی: ٤٤٤٧٦ ـ ۸۵م

سازمان حوزه‌ها و مدارس علمیه خارج از کشور

فضیلتوں کے نمونے

مؤلف:......................آیۃ اللہ ابراھیم امینی
مترجم:......................سید حمید الحسن زیدی
ناشر:......................سازمان حوزہا و مدارس علمیہ خارج از کشور
تعداد:......................۱۰۰۰
طبع:......................اول
تاریخ طبع:......................۱۴۲۷ھ (۲۰۰۷)
مطبعۃ:......................باقری
سائز، تعداد صفحات:......................وزیری/۴۴۶
قیمت:......................۲۷۰۰۰ ریال
شابک (ISBN):...................... ۹۶۴_۵۹۱۳_۵۳_۵

ناشر کے لئے تمام حقوق محفوظ ہیں

فہرست

پیش لفظ...۱۷

پہلا حصہ

امامت کی معرفت

(صفحہ:۲۳-۸۸)

امامت کے لغوی معنی...۲۵
امامت کی تعریف..۲۶
خلافت...۲۶
صاحب الامر...۲۷
امامت شیعوں کی نظر میں...۲۸
امام کی ضرورت...۲۹
نتیجہ..۳۲
امام کی ضرورت اور اس کی دلیل..................................۳۴
اسلام میں امامت کی اہمیت...۳۷
امامت کے شرائط اور امام کے صفات..............................۳۹
عصمت..۳۹
عصمت کے حدود...۴۰

عصمت کا راز..۴۱
عصمت معصومینؑ پر عقلی دلیل..۴۲
امامت اور عصمت، قرآن کی نظر میں..۴۴
عصمت، احادیث معصومینؑ کی روشنی میں..۴۸
علم امام..۵۰
علم امام عقل کی روشنی میں..۵۰
علم امام حدیث کی روشنی میں..۵۱
علم امام کی حدیں..۵۳
علم کے منابع (جہاں سے علم حاصل ہوتا ہے)..۵۵
۱۔ سنت اور احادیث رسولؐ..۵۵
مولائے کائنات کے علمی کمال پر رسول اسلام کی تائید..۶۱
کتابت اور علوم کی تدوین..۶۲
کتابوں کا دوسرے ائمہؑ کی طرف منتقل ہونا..۶۳
خلاصہ اور نتیجہ..۶۸
ان کتابوں کے بارے میں مختصر بحث..۷۰
۲۔ قرآن کریم..۷۱
۳۔ عقل..۷۷
ائمہ معصومینؑ کے سب سے بہتر علوم..۸۰

دوسرا حصہ

امامت کو پہچنوانے کے لئے ماحول سازی

(صفحہ: ۸۹-۱۷۲)

امام کا انتخاب یا انتصاب..۹۱

۱۔آیۂ تطہیر کے ذریعہ امامت کے لئے راہ ہموار کرنا............۹۳
آیت کی شان نزول............۹۴
چشم دید گواہ............۹۶
مزید تاکید............۹۸
اہل بیتؑ کے مصادیق............۹۹
ایک اعتراض کا جواب............۱۰۱
آیت تطہیر کی تفسیر............۱۰۳
رجس کے لغوی معنی............۱۰۳
رجس قرآن مجید کی نظر میں............۱۰۳
آیۂ تطہیر میں رجس کے معنی............۱۰۴
آیت میں ارادہ سے مراد کیا ہے؟............۱۰۵
۲۔اہل بیتؑ کا اتباع............۱۰۸
۳۔اہل بیتؑ کی محبت............۱۰۹
۴۔قرابت داروں کی محبت............۱۰۹
پہلے امام کی امامت اور خلافت کا اعلان............۱۱۰
پہلا مرحلہ: ماحول سازی............۱۱۰
دعوت ذوالعشیرہ............۱۱۰
مولائے کائناتؑ کے بارے میں ہدایت............۱۱۱
دوسرا مرحلہ: باقاعدہ تعیین............۱۱۶
الوداعی حج............۱۱۶
غدیر خم............۱۱۷
حدیث غدیر............۱۱۸
راویان حدیث غدیر............۱۲۰

حدیث کی سند.......... ۱۲۰
امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کا سوال.......... ۱۲۲
احتجاجات.......... ۱۲۴
حدیث کا مطلب.......... ۱۲۵
قرآن مجید.......... ۱۲۶
عترت پیغمبرؐ اور ان کا علمی مقام.......... ۱۲۶
مولا کی تفسیر.......... ۱۲۷
مدینہ روانگی.......... ۱۳۵
سازشوں کا پردہ فاش ہونا.......... ۱۳۶
تحریر جو لکھی نہ جاسکی.......... ۱۳۶
فتنوں کی ابتدا.......... ۱۳۹
حضرت علیؑ کو الگ رکھنے کا بہانہ.......... ۱۴۵
واقعہ سقیفہ کے سنگین نتائج.......... ۱۴۷
شیعہ اور سنی مذہب کی ابتدا.......... ۱۴۸
فرقۂ اثنا عشری.......... ۱۵۰
امامت کے دلائل اور ائمہ کی پہچان.......... ۱۵۱
۱۔ احادیث پیغمبرؐ.......... ۱۵۱
بارہ افراد اور سب قریش کے.......... ۱۵۱
بارہ کا عدد.......... ۱۵۳
بارہ امام اور ان کے اسمائے گرامی.......... ۱۵۴
بارہ اور معصوم.......... ۱۵۹
۲۔ قرآن و عترت سے وابستگی ضروری ہے.......... ۱۶۱
۳۔ اہل بیتؑ کا قیامت تک باقی رہنا.......... ۱۶۲

۴۔معجزات ۱۶۳
۵۔پہلے والے امام کے ذریعہ پہچنوایا جانا ۱۶۳
ائمہ معصومینؑ کے بارے میں ہمارا عقیدہ ۱۶۴
ائمہ معصومینؑ پر دو اہم ذمہ داریاں ۱۶۴
حقیقی شیعوں کی علامتیں ۱۶۶

تیسرا حصہ

ائمہ معصومینؑ کی مختصر سوانح حیات

(صفحہ:۱۷۳ - ۴۴۶)

پہلے امام امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام

حضرت علیؑ پیغمبر اسلامؐ کے زمانے میں ۱۷۵
حضرت علیؑ پیغمبر اسلامؐ کے بعد ۱۷۷
دلائل امامت ۱۷۹
مولائے کائناتؑ کے فضائل وکمالات ۱۷۹
حضرت علیؑ کا علم ۱۸۱
تمام علوم کا سرچشمہ ۱۸۴
حضرت علی علیہ السلام کی عبادت ۱۸۶
حضرت علیؑ کا زہد ۱۸۹
زاہد حکمراں ۱۹۱
مالدار زاہد ۱۹۲
حضرت علیؑ اور مال غنیمت کی تقسیم ۱۹۳
عمومی اموال کو ذاتی زندگی میں نہ خرچ کرنا ۱۹۸

بیت المال میں آپ کی اولاد اور رشتہ داروں کا حصہ......۱۹۹
کھل کر حق کا دفاع......۲۰۴
قانون کے سامنے سب برابر......۲۰۶

دوسرے امام، امام حسن مجتبیٰ ؑ

پیغمبر اسلام کی محبت......۲۱۰
امامت کی دلیلیں......۲۱۱
عبادت و بندگی......۲۱۴
عطا و بخشش اور حسن سلوک......۲۱۶
امام حسنؑ اپنے والد کے بعد......۲۱۸
معاویہ کے ساتھ صلح......۲۲۰

تیسرے امام، امام حسینؑ

امامت کی دلیلیں......۲۲۴
امام حسینؑ کے فضائل......۲۲۵
امام حسینؑ کی عبادت و بندگی......۲۲۶
حسن سلوک اور راہ خدا میں خرچ کرنا......۲۲۷
امام حسینؑ آپنے بھائی کے بعد......۲۳۰
واقعہ عاشورا......۲۳۲
امام حسینؑ کو دارالامارہ میں بلایا جانا......۲۳۲
امامؑ کی وصیت اور مدینہ سے نکلنا......۲۳۳
امامؑ کو اہل کوفہ کی دعوت......۲۳۵
کوفہ والوں کے خط کا جواب اور کوفہ کی طرف جناب مسلم کا سفر......۲۳۶

جناب مسلم کا خط امام حسینؑ کے نام.......... ۲۳۷
عبید اللہ ابن زیاد کی کوفہ آمد.......... ۲۳۷
جناب مسلم کا قیام اور ان کی شہادت.......... ۲۳۸
امام حسینؑ کا عراق کے سفر کا ارادہ.......... ۲۴۰
عراق کی طرف سفر.......... ۲۴۲
حر سے ملاقات.......... ۲۴۴
امام حسینؑ کربلا میں.......... ۲۴۵
ابن زیاد کو حر کا خط.......... ۲۴۷
عمر سعد کو ابن زیاد کا خط.......... ۲۵۰
نو محرم.......... ۲۵۱
فوج کو تیاری کا حکم.......... ۲۵۲
۱۔ اپنے اصحاب و انصار کا امتحان.......... ۲۵۲
۲۔ پناہ گاہ کی تشکیل.......... ۲۵۴
۳۔ فوج کو منظم کرنا.......... ۲۵۵
عاشور کا دن.......... ۲۵۶
دونوں طرف کے فوجوں کے سربراہ.......... ۲۵۶
دونوں طرف کے سربراہوں کے مقاصد.......... ۲۶۱
دونوں طرف کی فوجوں میں موازنہ.......... ۲۶۳
امام حسینؑ کے مقاصد اور ان کے حصول کے ذرائع.......... ۲۶۷
پہلا مرحلہ: مدینہ سے ہجرت.......... ۲۶۸
دوسرا مرحلہ: مکہ میں قیام.......... ۲۶۸
تیسرا مرحلہ: کوفہ کی طرف روانگی.......... ۲۶۹
چوتھا مرحلہ: شہادت مسلم کی خبر.......... ۲۷۰

پانچواں مرحلہ: حر کے لشکر کا سامنا.......................................۲۷۱
چھٹا مرحلہ: کربلا کی زمین پر اترنا.......................................۲۷۱

چوتھے امام، امام زین العابدینؑ

امامت کی دلیلیں.......................................۲۷۵
فضائل اور اخلاقی کمالات.......................................۲۷۷
آپ کی عبادت اور شب زندہ داری.......................................۲۷۸
فقراء و مساکین کے ساتھ حسن سلوک.......................................۲۸۱
آپ کی تواضع اور انکساری.......................................۲۸۳
عفو و احسان.......................................۲۸۳
امام زین العابدینؑ کی حیات بابرکت.......................................۲۸۵
ولادت سے امامت تک.......................................۲۸۶
آپ کی امامت کا دور.......................................۲۸۶
امام زین العابدینؑ مدینہ میں.......................................۲۸۸
آپ کی دعائیں.......................................۲۹۰

پانچویں امام، امام محمد باقرؑ

امامت کی دلیلیں.......................................۲۹۳
فضائل و کمالات.......................................۲۹۵
علم و حکمت.......................................۲۹۷
امام محمد باقرؑ کے علوم کے ذرائع.......................................۳۰۰
عبادت اور بندگی.......................................۳۰۰
حسن سلوک اور راہ خدا میں انفاق.......................................۳۰۳

چھٹے امام، امام جعفر صادقؑ

امام جعفر صادقؑ کی شخصیت........۳۰۵
امامت کی دلیلیں........۳۰۹
علم و حکمت........۳۱۳
عبادت اور بندگی........۳۱۶
حلال روزی کمانا........۳۱۸
حسن سلوک اور راہ خدا میں خرچ کرنا........۳۱۹
انصاف اور انسان دوستی........۳۲۴
مومنین کو شاد کرنے کی تاکید........۳۲۵
مصیبت پر صبر........۳۲۷

ساتویں امام، امام موسیٰ کاظمؑ

امامت کی دلیلیں........۳۳۰
فضائل و کمالات........۳۳۵
علم و حکمت........۳۳۷
عبادت اور بندگی........۳۳۸
راہ خدا میں انفاق اور حسن سلوک........۳۴۱

آٹھویں امام، امام علی بن موسی الرضاؑ

امامت کی دلیلیں........۳۴۵
آپ کے فضائل اور سماجی حیثیت........۳۵۱
علم و حکمت........۳۵۳
عبادت اور بندگی........۳۵۶

راہ خدا میں خرچ اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک..........۳۶۰
ولی عہدی..........۳۶۳

نویں امام، امام محمد تقیؑ

آپ کی امامت کی دلیلیں..........۳۶۸
فضائل و کمالات..........۳۷۱
عبادت اور اخلاق..........۳۷۹

دسویں امام، امام علی نقیؑ

امامت کی دلیلیں..........۳۸۵
فضائل و کمالات..........۳۹۰
آپ کا علم..........۳۹۳

گیارہویں امام، امام حسن عسکریؑ

امامت کی دلیلیں..........۳۹۵
فضائل و کمالات..........۴۰۱
آپ کا علم..........۴۰۷

بارہویں امام، حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ

جن لوگوں نے بچپنے میں آپ کی زیارت کی ہے..........۴۰۹
امامت کی دلیلیں..........۴۱۱
دوسری دلیلیں..........۴۱۵
امام قائم کے وجود سے متعلق مسلسل روایات..........۴۱۹
غیبت کے بارے میں پیشین گوئیاں..........۴۲۵

فضائل وکمالات.. ۴۲۸
غیبت صغری اور کبری.. ۴۲۹
غیبت کیوں؟.. ۴۳۱
امام غائب کے آثار اور فائدے.. ۴۳۴
اہل سنت کی کتابوں میں امام مہدیؑ سے متعلق احادیث.. ۴۳۸
امام مہدیؑ اور طول عمر.. ۴۴۰
امام زمانہؑ کے ظہور کا وقت.. ۴۴۲
امام مہدیؑ کے ظہور کی علامتیں اور شرائط.. ۴۴۳
امام زمانہؑ کی حکومت کے منصوبہ اور خصوصیات.. ۴۴۳
دنیا کی موجودہ صورتحال.. ۴۴۴
کامیابی کے شرائط.. ۴۴۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

امامت، عقیدہ سے متعلق صرف ایک نظریاتی مسئلہ نہیں ہے جس کا عام انسان کی زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو۔ مسئلہ امامت اسلام کے بنیادی مسائل میں سے ہے جس کا اثر انسان کی زندگی کے تمام شعبوں میں محسوس ہوتا ہے۔ اسی لئے امام کی معرفت کو واجب قرار دیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں امام کی معرفت نہ رکھنے کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: جو شخص بغیر امام کے مرجائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔(۱)

اسی طرح آپ نے فرمایا: جو شخص امام کی معرفت کے بغیر مرجائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔(۲)

ابن ابی یعفور کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پیغمبر اسلامؐ کے اس قول "**من مات ولیس له امام فمیتته میتة الجاهلیة**" کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا اس موت سے مراد کفر کی حالت میں مرنا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ایسی موت گمراہی کی حالت میں ہوگی۔

میں نے عرض کیا: پس جو شخص آج مرے اور اس کا کوئی امام نہ ہو تو کیا اس کی موت بھی جاہلیت کی موت ہوگی؟ امام نے فرمایا: ہاں۔(۳)

....

(۱) مسند احمد، ج۴، ص۹۶: قال رسول اللّٰہؐ: "من مات بغیر امام مات میتة جاهلیة۔"

(۲) بحار الانوار، ج۲۳، ص۶۷: قال رسول اللّٰہؐ: "من مات و هو لا یعرف امامه مات میتة جاهلیة"

(۳) اصول کافی، ج۱، ص۳۷۶: ابن ابی یعفور، قال: سألت ابا عبد اللّٰه علیه السلام، عن قول رسول اللّٰہؐ: "من مات و لیس له امام فمیتته میتة جاهلیة"۔ قال: "قلت فمیتته کفر؟" قال: "میتة ضلال"۔ قلت: فمن مات الیوم و لیس له امام فمیتته میتة جاهلیة "فقال: "نعم"

فضیل ابن یسار کا کہنا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک دن خود بخود فرمایا کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے: جو شخص اس حالت میں دنیا سے جائے کہ اس کا کوئی امام نہ ہو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا: پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں خدا کی قسم۔ میں نے عرض کیا: اگر کسی کا امام نہ ہو اور اسے موت آ جائے اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔(۱)

اس حدیث اور اس طرح کی دسیوں متواتر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو پہچاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امام کو پہچاننے سے مراد کیا ہے؟ اور امام کو پہچاننے کا مقصد کیا ہے؟

یہاں پر ضروری ہے کہ پہلے امامت کے معانی خود ائمہ معصومین علیہم السلام سے معلوم کئے جائیں۔

امام رضا علیہ السلام نے ایک مفصل حدیث میں ارشاد فرمایا: امامت دینی قیادت، امت مسلمہ کے امور کی ذمہ داری اور دنیا و آخرت میں مومنین کے لئے خیر و سعادت کی ضمانت کا نام ہے. امامت اسلام کا ایک مستحکم ستون ہے۔

امام کے ذریعہ نماز اور زکوٰۃ ادا ہوتی ہے، روزے بجالائے جاتے ہیں، فریضۂ حج قائم ہوتا ہے اور جہاد کیا جاتا ہے۔

امام ہی کے ذریعہ رقوم شرعیہ وصول کر کے انھیں صحیح راہ پر خرچ کیا جاتا ہے، حدود شرعی جاری ہوتے ہیں، احکام اسلامی پر عمل کیا جاتا ہے اور اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔

امام خدا کی طرف سے حلال اور حرام کی گئی چیزوں سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہے اور ان کا پابند بناتا ہے حدود الٰہی کو قائم کرتا ہے خدا کے دین کا دفاع کرتا ہے اور دلیل و برہان کے ساتھ انہیں موعظہ اور نصیحت کر کے حق کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہے۔

امام دنیا میں خدا کی امانت، اس کے بندوں پر حجت اور اس کا خلیفہ ہے لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہے اور حرمت الٰہی کی پاسبانی کرتا ہے۔

امام، گناہوں سے پاکیزہ، ہر عیب و نقص سے منزہ، علم الٰہی کا خصوصی وارث، صاحب حلم،

(۱) اصول کافی، ج۱، ص۳۷۶: فضیل بن یسار قال: قال ابتدائًا ابو عبد اللّٰہ علیه السلام: "من مات و لیس له امام فمیتة جاهلیة" قل "قال ذلك سول اللّٰہ" فقال: ای! و اللّٰہ! قد قال"۔ قلت: "فكل من مات و لیس له امام فمیتتة میتة جاهلیة؟" قال: "نعم"

مسلمانوں کے لئے عزت اور کفار ومنافقین کے لئے ہلاکت کا سامان ہوتا ہے۔

امام اپنے زمانے میں فضائل وکمالات کی اس منزل پر ہوتا ہے جس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا اس کے فضائل وکمالات میں کوئی اس کی برابری نہیں کرسکتا۔ یہ تمام فضائل وکمالات امام کی ذات میں پائے جاتے ہیں اوراسے ان کے حصول کی راہ میں کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی یہ کمالات اسے خدا کی طرف سے خصوصی طور پرعطا ہوتے ہیں''۔(۱)

اس حدیث اوراس جیسی دوسری متعدد احادیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱) امام کے ذاتی خصوصیات

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص میں منصب امامت حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

الف: ہر طرح کے گناہ، غلطی اور خطا سے مکمل طور پر محفوظ اور معصوم ہونا۔

ب: دنیا وآخرت کے امور میں دین سے متعلق تمام احکام وقوانین کا عالم ہونا البتہ یہ علم کسبی نہ ہو بلکہ وحی کے سرچشمہ سے سیرابی کا نتیجہ ہو۔

ج: اس کی ذات میں تمام انسانی خوبیاں پائی جاتی ہوں۔

---

(۱)اصول کافی، ج۱،ص۱۹۸:عبد العزیز بن مسلم،قال:کنا مع الرضاعلیه السلام بمرو۔فاجتمعنا فی الجامع یوم الجمعة فی بدء مقدمنا فأداروا امر الامامة و ذکروا اختلاف الناس فیها۔فدخلت علی سیدي علیه السلام فأعلمته خوض الناس فیها۔فتبسم،ثم قال:"...ان الامامة زمام الدین،و نظام المسلمین،و صلاح الدین،و عزالمؤمنین.

ان الامامة اسّ الاسلام النامي وفرعه السامي۔بالامام تمام الصلاة والزکوٰة والصیام و الحج و الجهاد وتوفیر الفیء والصدقات و امضاء الحدود والاحکام و منع الصغور والاطراف.

الامام یحل حلال اللّٰه و یحرم حرام اللّٰه و یقیم حدود اللّٰه و یذبّ عن دین اللّٰه و یدعو الیٰ سبیل اللّٰه بالحکمة والموعظة الحسنة والحجة البالغة...الامام أمین اللّٰه فی خلقه و حجته علی عباده و خلیفته فی بلاده والداعی الی اللّٰه والذاب عن حرم اللّٰه۔الامام المطهر من الذنوب والمبرأعن العیوب،المخصوص بالعلم،الموسوم بالحلم۔نظام الدین و عز المسلمین و غیظ المنافقین و بوار الکافرین

الامام واحد دهره،لایدانیه احد ولا یعادله عالم،ولا یوجد منه بدل ولا له مثل ولا نظیر، مخصوص بالفضل کله من غیر طلب منه ولا اکتساب،بل اختصاص من المفضل الوهاب"

لہٰذا امام ایک ایسا مکمل اور صاحب فضیلت انسان ہوتا ہے کہ اس کے زمانے میں اس جیسا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

۲) امام کی ذمہ داریاں

خداوند عالم کی طرف سے ائمہ معصومینؑ پر کچھ خاص ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں جن میں سے بعض اہم ذمہ داریاں یہ ہیں:

ا۔ دین سے مربوط تمام احکام وقوانین کی حفاظت جو وحی کے ذریعہ پیغمبر اسلامؐ پر نازل ہوئے ہیں اور پھر ائمہ معصومین علیہم السلام تک پہونچے ہیں۔

۲۔لوگوں کے درمیان دینی احکام وقوانین اور شریعت کے حلال وحرام کو بیان کرنا اور ان کو دلیل وبرہان، موعظہ حسنہ اور بہترین انداز میں مناظرہ کے ذریعہ خدا کی طرف بلانا۔

۳۔واجبات شریعت نماز، روزہ، حج وغیرہ کو کما حقہ قائم کرنا۔

۴۔ملکی نظام سے متعلق حکومتی امور انجام دینا جیسے قضاوت، حدود کا جاری کرنا، لوگوں کی جان مال، عزت آبرو کی حفاظت کرنا، ملکی امور کے لئے رقوم شرعیہ وصول کر کے بیت المال قائم کرنا اور اسے بجا طور پر خرچ کرنا، جہاد اور دفاع کے لئے فوج تشکیل دینا اور اسے مضبوط بنانا، اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنا، اسلامی تمدن رائج کرنا، برائیوں کے خلاف مہم چلانا اور لوگوں کے اقتصادیات کو بہتر بنانا وغیرہ۔

۳) امام کے سلسلہ میں لوگوں کی ذمہ داریاں

ائمہ معصومین علیہم السلام کے سلسلہ میں عام لوگوں پر چند ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

ا۔ دین سے متعلق احکام وقوانین صرف امام سے حاصل کریں اس لئے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام علوم نبوت کا خزانہ ہیں اور اسلام کی حقیقی تعلیمات انھیں کے پاس سے مل سکتی ہیں۔ اگر وہ زندہ ہوں تو ان سے براہ راست معلوم کیا جائے اور اگر دنیا میں موجود نہ ہوں تو ان سے مروی روایات پر عمل کیا جائے۔

پیغمبر اسلامؐ نے حدیث ثقلین اور بہت سی دوسری روایات میں لوگوں کو صرف انھیں سے تعلیمات حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔

۲۔ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کو امام اور پیشوا مانیں اور ان کے اخلاق اور سیرت سے سبق لیں اور ان کا اتباع کریں. پیغمبر اسلاؐم نے لوگوں کو بارہا اس کام کی طرف متوجہ کیا ہے۔

۳۔ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے ائمہ معصومین علیہم السلام کی اطاعت کریں اور ان کے امر ونہی کا اتباع کریں اس لئے کہ وہ اولوالامر کے مصداق ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:"**اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم**"(۱) بہت سی دیگر احادیث میں اس کی تاکید کی گئی ہے۔

حسین ابن ابوالعلاء کا بیان ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا انبیاء کے اوصیاء کی اطاعت واجب ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں، ان کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے: "**اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم**" اسی طرح فرمایا ہے:"**انما ولیکم اللّٰہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاۃ و یوتون الزکوٰۃ و ہم راکعون**" (۲)

۴۔ امام کے سلسلہ میں لوگوں کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ امام کی حکومت کے قیام کی بھرپور کوشش کریں اور ان کی حکومت کا دفاع کریں تاکہ وہ احکام اسلامی کی روشنی میں بہترین انداز میں اسلامی مملکت کے امور انجام دے سکیں اور امت کے سلسلہ میں اپنے خدائی منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکیں۔

اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ:"امامت صرف ایک خشک تاریخی موضوع ہے جو صدر اسلام میں مسلمانوں کے اختلافات کے نتیجہ میں ظاہر ہوا آج کے زمانہ میں اس کا کوئی عملی فائدہ نہیں ہے اور اس کے بارے میں بحث کرنا بے کار ہے، اب اس موضوع کو نظر انداز کر دینا چاہئے تاکہ مسلمانوں میں اتحاد قائم رہ سکے"۔

---

(۱) سورہ نساء، آیت ۵۹

(۲) اصول کافی، ج۱، ص۱۸۹: حسین بن ابی العلاء، قال: قلت لابی عبداللّٰہ علیہ السلام: "الاوصیاء طاعتہم مفترضۃ؟" قال: "نعم! ہم الذین قال اللّٰہ عز و جل: "اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" و ہم الذین قال اللّٰہ عز و جل:" انما ولیکم اللّٰہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاۃ و یؤتون الزکوٰۃ و ہم راکعون"

امامت اسلامی حکومت اور معصوم قیادت کا نام ہے جس کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے، بشرطیکہ اس کی صحیح معرفت حاصل ہو اور اس سے صحیح طریقہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔اسی لئے امامت کو پہچاننے کی ضرورت ہے اور اس کے مصادیق کے بارے میں پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے بہت سی احادیث مروی ہیں جن میں اس موضوع کی تاکید کی گئی ہے۔

دنیائے اسلام کی سب سے بڑی مشکل یہی ہے کہ اس نے اس اہم اور بنیادی مسئلہ کو وہ اہمیت نہیں دی جو اس کا حق تھا۔اگر تمام مسلمان اس امامت کی صحیح معرفت حاصل کر کے اس کے حصول کی راہ میں اپنی ذمہ داریوں پر عمل کرتے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے تو آج دنیائے اسلام کا نقشہ ہی بدلا ہوتا۔

افسوس کہ خود شیعوں کے درمیان بھی اس موضوع کو اس کا حق نہیں دیا جاتا اور اس سے بھر پور فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔

تشیع کے معنی پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی پیروی اور اطاعت کے ہیں۔اس کو صرف زبانی دعوائے محبت، نوحہ، مجلس، محفل اور اس طرح کے دیگر امور میں منحصر نہیں کیا جاسکتا۔

البتہ مجلس، ماتم، عزاداری، زیارت قبور ائمہؑ وغیرہ یہ تمام چیزیں اگر امام کی معرفت کا ذریعہ قرار پائیں تو ان کی بہت اہمیت ہے اور اسی لئے ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کے ثواب کے سلسلہ میں وارد ہونے والی روایات میں ”عارفاً بحقه“ کا لفظ موجود ہے اگر ایسا نہ ہو تو یہ بھی امامت کی راہ سے بھٹک جانا ہی قرار دیا جائے گا۔

یہ کتاب اس مقصد کے لئے تحریر کی گئی ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی معرفت کے حصول کی راہ میں مددگار ثابت ہو اس کتاب کے تین حصے ہیں:

پہلا حصہ: امامت کی معرفت

دوسرا حصہ: ائمہ کو پہچاننے کے لئے ماحول سازی

تیسرا حصہ: ائمہ معصومین علیہم السلام کی مختصر سوانح حیات اور ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ تا کہ یہ ذوات مقدسہ مسلمانوں کے لئے نمونۂ عمل بن سکے۔

ابراہیم امینی

پہلا حصہ

امامت کی معرفت

امامت کے لغوی معنی

امامت کے لغوی معنی پیشوائی اور قیادت ہیں اور امام اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی طرف لوگوں کی ایک جماعت متوجہ ہو اور اس کے قول و فعل میں اس کا اتباع کرتی ہو۔

مشہور لغوی، راغب اصفہانی، تحریر کرتے ہیں کہ امام اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی طرف لوگوں کی ایک جماعت متوجہ ہو اور اس کے اعمال اور اقوال کا اتباع کرتی ہو، اسی طرح جس کتاب کا بھی لوگ اتباع کریں اس کو بھی امام کہا جاتا ہے. امام، حق کا رہبر بھی ہوسکتا ہے جو لوگوں کو خیر اور نیکی کی دعوت دیتا ہو اور باطل کی طرف لیجانے والا امام بھی ہوسکتا ہے جو لوگوں کو برائیوں میں مبتلا کرتا ہو جیسا کہ قرآن کریم میں لفظ امامت ان دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے: ﴿**وجعلنا منهم أئمةً يهدون بامرنا لما صبروا و كانوا بآياتنا يوقنون**﴾ (۱) ﴿**و جعلناهم ائمةً يدعون الى النار و يوم القيامة لاينصرون**﴾ (۲)

امام جماعت کو بھی اسی لئے امام کہا جاتا ہے کہ نمازی، نماز کے افعال اور اذکار میں اس کی اقتدا کرتے ہیں۔

امام کبھی صرف مسجد کا امام ہوتا ہے اور کبھی پورے شہر کا، کبھی ایک ملک کا امام ہوتا ہے تو کبھی ایک عظیم قوم کا سربراہ، امام اخلاقی اور معنوی مسائل نیز سلوک الی اللہ کی منزل میں بھی ہوسکتا ہے اور سیاسی یا سماجی مسائل میں بھی لیکن مصداق امامت کے تعین کے لئے عملی اتباع ضروری ہے۔

....

(۱) سورۂ سجدہ، آیت ۲۴

(۲) سورۂ قصص، آیت ۴۱

امام اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جو کچھ وہ کہے اس کا عقیدہ رکھتا ہو اور اپنے قول و عمل سے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہو۔

امامت کی تعریف

علماء امامیہ (شیعہ) نے امامت کی تعریف اس طرح بیان کی ہے:

۱۔امامت دین اور دنیا کے امور میں پیغمبر اسلام کے جانشین کے طور پر ایک شخص کی عمومی ریاست اور سربراہی کا نام ہے۔

۲۔امامت یعنی دین و مذہب کی حفاظت اور قوم کو زندہ رکھنے کے لئے کسی شخص کا پیغمبر اسلامؐ کا جانشین ہونا.اس طرح کہ تمام لوگوں پر اس کا اتباع واجب ہو۔

۳۔شیخ طبرسی نے امامت کی تعریف میں اس طرح تحریر کیا ہے کہ لفظ امام سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں:

۱۔اعمال و اقوال میں اس کا اتباع کیا جائے۔

۲۔امت کے امور کی تدبیر اس کی ذمہ داری ہو۔

معاشرہ کی اصلاح اور اس کی دیکھ بھال کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں امام ان کو انجام دیتا ہو جیسے مجرموں کو سزا دینا، حاکموں اور گورنروں کو معین کرنا، حدود الٰہی کو جاری کرنا یا دشمنوں سے جہاد کا فیصلہ کرنا وغیرہ اہل سنت نے بھی امامت کی یہی تعریف کی ہے۔

خلافت

امام کو خلیفہ بھی کہا جاتا ہے لغت میں خلافت کے معنی جانشین کے ہیں جو شخص کسی کی عدم موجودگی میں یا اس کے بعد اس کے امور کی انجام دہی کی ذمہ داری سنبھالے اس کو خلیفہ کہا جاتا ہے اسی لئے جن افراد نے پیغمبر اسلامؐ کی رحلت کے بعد مسلمانوں کے امور کی ذمہ داری سنبھالی ان کو خلیفۂ رسول اللہؐ کہا جاتا ہے جیسے ابو بکر، عمر، عثمان اور حضرت علی علیہ السلام۔

سقیفہ کے واقعہ میں اوراس کے بعد خلفاء کے دور میں لفظ امام کا استعمال بھی دکھائی دیتا ہے اور لفظ خلیفہ کا استعمال بھی لیکن مولائے کائناتؑ سے پہلے کے حکام نے اپنے کو زیادہ تر خلیفۂ رسول اللہؐ کے طور پر پہچنوایا ہے اور امام کا لفظ کم استعمال کیا ہے مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے اس کے برعکس زیادہ تر اپنے کو امام کے عنوان سے پہچنوایا ہے اور آپ کے شیعوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

اس کا راز شاید یہ ہو کہ امام کے لفظ میں ایک طرح کا تقدس پایا جاتا ہے لفظ خلیفہ میں جس کا پایا جانا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ امام کے معنی مقتدا اور پیشوا کے ہیں یعنی امام کو ایسا ہونا چاہئے جس کا لوگ اتباع کریں. مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ذات بابرکت ایسی ہی تھی یہاں تک کہ جب آپ کو رسمی طور پر خلیفہ کے عنوان سے نہیں چُنا گیا تھا اس وقت بھی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد زہد، عبادت، اخلاص، ایثار اور دوسرے کمالات میں آپ کا اتباع کرتی تھی۔

صاحب الامر

امام کے لئے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں سے ایک لفظ صاحب الامر ہے. محمد بن اسحٰق سے نقل ہوا ہے کہ تمام مہاجر اور اکثر انصار کو اس بات میں کوئی شک وشبہہ تک نہیں تھا کہ رسول اسلام کے بعد حضرت علی علیہ السلام صاحب الامر ہیں۔(۱)

امامت سے مربوط مسائل میں لفظ امر بہت استعمال ہوا ہے امر کے معنی حکومت کے ہیں امام اور حاکم کو اسی لئے صاحب الامر یا اولوا الامر کہا جاتا ہے کہ ایسے اشخاص کو حکومت اور امر و نہی کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں بھی اولوا الامر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے. ﴿**یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم**﴾(۲) تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں اولوا الامر یا ولی امر کا لفظ بہت استعمال ہوا ہے پیغمبر اسلام کے بعد خلفاء اور اس کے بعد کے حکام اپنے کو ولی امر

(۱) شرح ابن ابی الحدید، ج۶ ص۲۱
(۲) سورۂ نساء، آیت ۵۹

قرار دیتے تھے اور اسی عنوان سے لوگوں کے سامنے اپنا تعارف کراتے تھے اگر چہ خلیفہ کا لفظ زیادہ استعمال کرتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے: ''یامعاشر المهاجرین لنحن احق بهذا الامر منکم''(۱)

''اے جماعت مہاجرین ہم اس امر (حکومت) کے تم سے زیادہ حقدار ہیں۔''

امارت یا امیر جیسے الفاظ بھی امر ہی سے نکلے ہیں اسی لئے خلفاء کو امیر المومنین کہا جاتا تھا.

امارت، یعنی حکومت اور امیر المومنین یعنی جو مومنین کا حاکم اور ان کو امر و نہی کرنے کا حقدار ہو۔

یاد رہے کہ اگر چہ خلیفہ، صاحب الامر یا امیر المومنین جیسے الفاظ امام کے لئے استعمال ہوتے ہیں لیکن ان تمام الفاظ میں صرف حکومتی پہلو پیش نظر ہے جبکہ امام کے لفظ میں ان کے مقابلہ میں ایک طرح کا تقدس اور وسعت پائی جاتی ہے اس لئے کہ اس میں دنیاوی حکمرانی کے علاوہ ایک باطنی اور معنوی قیادت بھی پیش نظر ہوتی ہے۔

امامت شیعوں کی نظر میں

امامت کو شیعہ صرف ایک دنیاوی منصب حکومت نہیں سمجھتے بلکہ اس کو ایک عظیم الٰہی منصب قرار دیتے ہیں ان کی نظر میں امام تمام انسانی کمالات کا حامل اور تمام نقائص سے پاک ہوتا ہے وہ اخلاقی خوبیوں کے اعتبار سے تمام انسانوں سے نمایاں ہوتا ہے، خدا قیامت اور نبوت پر ایمان کی منزل میں یقین اور شہود کی منزل پر فائز ہوتا ہے، تمام دینی حقائق کو اپنے دل کی گہرائیوں سے قبول کرتا ہے اور عمل کی منزل میں دین و مذہب کا ایک مکمل نمونہ ہوتا ہے وہ دینداروں کے لئے نمونۂ عمل ہوتا ہے اور اس کے اقوال و اعمال کا اتباع کیا جاتا ہے۔

امام کی اہم ترین خصوصیات جو اس کو دوسرے انسانوں سے ممتاز کرتی ہیں دو چیزیں ہیں ایک عصمت اور دوسرے علم۔

امام خطا اور نسیان سے محفوظ ہوتا ہے اس کے یہاں گناہ اور احکام الٰہی سے سرتابی کا تصور بھی

(۱) شرح ابن ابی الحدید، ج۶، ص۱۲

نہیں پایا جاتا ہے اسی طرح امام، نبوت کے جملہ علوم کا خزانہ اوراس کے رازوں سے واقف ہوتا ہے۔دین کے تمام احکام وقوانین اوران سے متعلق علوم اس کے اختیار میں ہوتے ہیں اور وہ ان تمام امور کی حفاظت کرتا ہے۔

ایسے امتیازات کا حامل انسان خدا کی طرف سے امامت کے لئے منتخب کیا جاتا ہے اور دینی امور کی قیادت کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرہ میں شرعی احکام وقوانین کا نفاذ اور معاشرہ کی دیکھ بھال اس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

ایسا انسان رسول خداؐ کا حقیقی جانشین ہوتا ہے اس کا اتباع کرنا، اس کی اطاعت کرنا اوراس کی حکومت کے لئے ماحول فراہم کرنا سب کے لئے ضروری ہے تا کہ اسلامی معاشرہ کی صراط مستقیم کی طرف ہدایت ہو سکے اور لوگوں کے لئے دنیاوآخرت دونوں میں خوشبختی اور سعادت کا ذریعہ فراہم ہو سکے اگر لوگ امام معصوم کو پیغمبر اسلامؐ کے جانشین کے طور پر منتخب نہ کریں تو اس سے امام کی امامت اوران کی قیادت کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اسی طرح اگر لوگ کسی غیر معصوم کو منصب خلافت پر بٹھادیں تو وہ حقیقت میں امام یارسول اسلامؐ کا سچا جانشین نہیں ہو جائے گا۔

امام کی ضرورت

اثنا عشری شیعہ، ہر انسان کے لئے امام کا وجود ضروری سمجھتے ہیں جس کو ثابت کرنے کے لئے انھوں نے بعض آیات اور روایات کے ذریعہ دلیلیں پیش کی ہیں۔

لیکن سب سے اہم دلیل عقلی دلیل ہے جس کو علم کلام کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے شیعوں کا کہنا ہے کہ جس دلیل سے یہ ثابت ہے کہ پیغمبر کا وجود ضروری ہے اسی دلیل کے ذریعہ امام کا ہونا بھی ثابت ہے یعنی انسان کو ہدایت کے لئے جس طرح نبی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح نبی کے بعد امام کا وجود بھی ضروری ہے۔

نبوت اور امامت علم کلام کے دواہم ترین مسئلے ہیں جن کے بارے میں علم کلام کی کتابوں میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے اس کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی طور پر جائزہ لیا گیا ہے ہم اپنی اس مختصر تحریر میں ان تمام مطالب کو تفصیل سے بیان نہیں کر سکتے لیکن مقدمہ کے طور پر نبیؐ کے وجود کی ضرورت پر مختصر بحث کریں گے۔

نبوت عامہ: یعنی اصل نبوت کی ضرورت پر مختلف برہان قائم کئے گئے ہیں ان میں سے ایک مشہور برہان، برہان لطف ہے اس دلیل کو علم کلام کی کتابوں میں مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے مگر ہم یہاں مذکورہ مطالب کی روشنی میں اس کو ایک نئے انداز میں بیان کریں گے۔

سب سے پہلے مقدمہ کے طور پر چند اہم مطالب (جو اپنی جگہ پر ثابت ہو چکے ہیں) کی طرف اشارہ کریں گے اس کے بعد اس کا نتیجہ ذکر کریں گے۔

ا۔ انسان اور کائنات کی خلقت عبث اور بے مقصد نہیں ہے انسان دنیا میں صرف اس لئے نہیں آیا ہے کہ چند روز خوشحالی یا بدحالی کی زندگی بسر کرے، کھائے پیئے، دنیا کی لذتوں سے لطف اندوز ہو، اپنی نسل بڑھائے اور اس کے بعد دنیا سے چلا جائے، اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نابود ہو جائے یعنی دنیا کی یہ زندگی کوئی کھیل نہیں ہے۔

موت اس زندگی کا اختتام اور آخرت نئی زندگی کا آغاز ہے دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور انسان کو اپنے اچھے یا برے اعمال کا جواب دینا ہے انسان کی خلقت کا مقصد نفس کی تربیت اور اس کو منزل کمال تک پہونچا کر دنیا اور آخرت میں سعادت حاصل کرنا ہے انسان مرنے کے بعد ایک دوسری دنیا (آخرت) میں قدم رکھے گا اور اس کو ایک ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی عطا کی جائے گی اگر اس نے دنیا میں نیک کام انجام دئے ہوں گے تو اس کو بہترین جزا ملے گی اور اگر برائیاں کی ہوں گی تو اس کو سزا بھگتنا پڑے گی۔

۲۔ فلسفہ میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ انسان ایک مادی جسم اور ایک ملکوتی روح کا مجموعہ ہے روح کا تعلق عالم ملکوت سے ہے لہٰذا اگر سے دیکھا جائے تو انسان کے وجود کے دو ہیں ایک ادنیٰ اور دوسرا اعلیٰ، ادنیٰ مرحلہ میں انسان مادی کام انجام دیتا ہے جب کہ اس کا اعلیٰ مرتبہ مجردات سے مربوط ہے اور انسان اس میں مجردات سے سروکار رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود انسان کی حقیقت ایک ہے اور اس کے یہ دونوں وجودی مراتب ایک دوسرے سے متحد ہیں۔

انسان کی روح کے مجرد ہونے کے باوجود چونکہ اس کا تعلق مادہ سے بھی ہے لہٰذا انسان کے لئے ترقی اور کمال کا حصول ممکن ہے اور وہ اپنے عقائد، اخلاق اور کردار کے ذریعہ اپنی تربیت کر کے ایک انسان کامل بن سکتا ہے اور مرنے کے بعد ایک ابدی زندگی کے لئے آمادہ ہو سکتا ہے۔

۳۔اسی طرح انسان چونکہ جسم اورروح دونوں سے مرکب ہےلہٰذااس کی زندگی بھی دوطرح کی زندگی ہے ایک دنیاوی زندگی،جس کاتعلق اس کے جسم سے ہےاور دوسری باطنی اور روحانی زندگی جس کاتعلق اس کے نفس اورروح سے ہےاوران دونوں ہی زندگیوں میں اس کے لئے سعادتمنداور خوشبخت یابد بخت اور شقی ہونے کا امکان ہےیعنی وہ اپنی باطنی زندگی میں کمال اورسعادت کی طرف قدم بڑھاتا ہےیا شقاوت اور بدبختی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

یہ دونوں راستے حق یاباطل عقاید،بہترین یابدترین اخلاق اور نیک یابداعمال کے نتیجہ میں اسی دنیامیں طے ہوتے ہیں۔

۴۔جس طرح انسان کےجسم اوراس کی روح میں گہراتعلق ہےاسی طرح اس کی دنیاوی اور باطنی حیات میں بھی شدیدرابطہ ہےاس کی باطنی اورروحانی زندگی اس کے دنیاوی اعمال وافعال کےنتیجہ میں وجودمیں آتی ہےصحیح عقائد،اچھااخلاق،اوربہترین اعمال انسان کی روح کوکامل اورنورانی کردیتے ہیں اور باطل عقائد، برااخلاق اور نامناسب اعمال اس کی روح کے سامنے اندھیرے پیدا کردیتے ہیں لہٰذا کمال اورسعادت کاطالب انسان اپنے دنیاوی اعمال وکردار سے لاپرواہ نہیں رہ سکتا۔

۵۔فلسفہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کی شخصیت اوراس کی اہمیت بلکہ اس کی انسانیت دراصل اس کی روح مجرد کی وجہ سے ہےلہٰذاانسان کی تخلیق کارازاوراس کی غرض خلقت اس کی روح کی تربیت کرکےاسے منزل کمال تک پہونچانااوراس کی باطنی زندگی کوآراستہ کرنا ہے۔

جس خدائے حکیم نے انسان کوخلق کرکےاس کے اندرکمال کےحصول کی صلاحیت ودیعت کی ہےوہ اس کی معنوی اور باطنی زندگی سے غافل نہیں رہ سکتااورایسانہیں ہوسکتا کہ اس کے لئے کمال کےحصول اورغرض خلقت تک پہونچنے کاراستہ ہموارنہ کرے۔

۶۔انسان ایک اجتماعی مخلوق کانام ہے جوکسی نہ کسی سماج میں زندگی بسرکرتا ہےلہٰذااس کی زندگی میں دوسروں کےساتھ ٹکراؤاور دوسروں کےحقوق کی پامالی کاامکان پایاجاتا ہےاوراکثرلوگوں کیلئے یہ چیزیں بالکل عام ہوگئی ہیں ایسی صورت میں اس کیلئے قانون اورحکومت کی ضرورت ہے تاکہ ہر انسان خصوصاًمعاشرہ کےکمزوراورمستضعف افراد کےحقوق کادفاع کیاجاسکےاوردوسروں کےساتھ زیادتی اوران کےحقوق کی پامالی کوروک کرمعاشرہ میں امن وامان قائم کیاجاسکے۔

نتیجہ

گزشتہ مطالب میں یہ بیان کیا گیا کہ انسان کو اپنی اجتماعی (سماجی) بلکہ انفرادی زندگی میں بھی قانون کی ضرورت ہے۔ اور اس کے بغیر وہ خوشبخت نہیں ہوسکتا تو کیا ہر طرح کا قانون اس کی دنیاوی اور معنوی زندگی کی سعادت اور خوشبختی کا ضامن بن سکتا ہے یا اس قانون کے لئے کچھ خاص امتیازات ضروری ہیں؟

گزشتہ مطالب کی روشنی میں یہ واضح ہوگیا کہ انسان کو سعادت اور خوشبختی کی منزلوں سے ہمکنار کرنے والے قانون کے اندر مندرجہ ذیل خصوصیات اور شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ اس قانون کی تشکیل میں انسان کی حقیقی مصلحتوں کو پیش نظر رکھا گیا ہو صرف حیوانی خواہشات مدنظر نہ ہوں۔

۲۔ اس قانون کو بنانے میں تمام انسانوں کی حقیقی مصلحتوں پر نظر رکھی جائے اور کسی کا حق پامال نہ کیا جائے. بے جا ترجیحات اور پارٹی بازی سے اجتناب کیا جائے. کمزور، مستضعف اور بے سہارا لوگوں کے حقوق کی پاسبانی کو سرفہرست رکھا جائے۔

۳۔ وہ قانون اس طرح بنایا جائے کہ انسان کی روحانی اور معنوی زندگی کو کوئی نقصان نہ پہونچے بلکہ دنیاوی زندگی کو آخرت کی زندگی میں سعادت اور خوشبختی کا سہارا قرار دیا جائے اور معاشرہ کی فضا کو اخلاقی برائیوں سے محفوظ رکھ کر اس میں اخلاقی خوبیوں کے رواج پر توجہ دی جائے۔

۴۔ انسان کی اہم ترین ضروریات اس کی روحانی اور اخروی زندگی سے مربوط ہیں اس لئے کہ انسان کی غرض خلقت اور اس کی اصلی زندگی وہی روحانی اور اخروی زندگی ہی ہے انسان کی خلقت کا اصلی مقصد تھا کہ وہ انسانیت کی صراط مستقیم پر سیر وسلوک کی منزلیں طے کرے، خداوند عالم کا تقرب حاصل کرے اور ان بلند مراتب تک پہونچ سکے جو اس کے لئے پہلے سے معین ہیں۔

انسان کے لئے سب سے اہم چیز آخرت کی سعادت اور خوشبختی ہے دنیاوی زندگی وقتی اور جلد ہی گذر جانے والی ہے لہٰذا اصل اہمیت اس روحانی اور معنوی زندگی کی ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

اس زندگی میں انسان کو ایسے لائحہ عمل کی شدید ضرورت ہے جو اس کو صراط مستقیم پر گامزن رکھ کر تقرب پروردگار کی منزلوں تک پہونچا سکے اور گمراہی اور حیوانیت کی ہولناک وادی میں گرنے سے محفوظ رکھے۔

گذشتہ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیوں کے لئے لائحہ عمل کی ضرورت ہے اور کوئی ایسا قانون یا لائحہ عمل جو انسان کی دونوں جہان کی سعادت اور خوشبختی کی ضمانت ہو انسان کے بس کی بات نہیں ہے اگر چہ انسان اپنی عقل اور تجربہ کی روشنی میں اپنے سماج کے لئے قانون بنا سکتا ہے لیکن اس کے بنائے ہوئے قوانین میں دو مشکلیں ہوں گی:

پہلی مشکل یہ کہ انسان کے بنائے ہوئے قانون میں اس بات کا امکان رہتا ہے کہ قانون سازی میں اپنے ذاتی مفادات کا خیال رکھا گیا ہے یا اپنے قبیلہ اور اپنی پارٹی کی مصلحتوں کو دوسروں پر ترجیح دی گئی ہے۔

دوسری مشکل یہ ہے کہ چونکہ قانون ساز حضرات، انسان کی دنیاوی اور اخروی زندگی کے درمیان گہرے رابطہ سے بے خبر ہوتے ہیں لہٰذا ان کے بنائے ہوئے قوانین کے بارے میں یہ امکان بہرحال رہتا ہے کہ وہ انسان کی نفسانی اور باطنی زندگی سے ٹکراتے ہوں۔ عام طور پر دنیا کے قانون ساز قانون بناتے وقت انسان کی باطنی اور نفسانی زندگی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

صرف اس کائنات اور اس میں موجود انسانوں کا پیدا کرنے والا ہی وہ ہے جو اس کے وجود کے تمام رموز سے واقف ہے لہٰذا وہی انسان کے لئے ایک ہمہ گیر قانون اور جامع لائحہ عمل مرتب کرسکتا ہے۔

اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ خداوند عالم کے لطف و کرم کا تقاضا ہے کہ وہ ضرورتمند انسانوں کو ایسی عظیم رہنمائی سے محروم نہ رکھے بلکہ نیک اور صالح بندوں کا انتخاب کر کے انسانی زندگی سے متعلق احکام وقوانین کو وحی کے ذریعہ ان کے حوالے کردے اور ان کو اپنے نبی یا رسول کی صورت میں لوگوں کے درمیان بھیجے تاکہ وہ نیک اور صالح بندے لوگوں کی ہدایت اور ان کو خدا تک پہونچانے کی راہ میں سعی کریں اور ان کے لئے سیر وسلوک کی منزلیں طے کر کے خداوند عالم تک پہونچنے کا راستہ ہموار کریں۔

البتہ خداوند عالم کا یہ مقصد اس وقت پورا ہوگا اور انسانوں پر اس کی حجت اس وقت تمام ہوگی جب وہ نیک اور صالح بندے، ہر قسم کے گناہ، خطا اور نسیان سے پاک ہوں یعنی معصوم ہوں جیسا کہ بعد میں بیان کیا جائے گا۔

امام کی ضرورت اوراس کی دلیل

اب تک ذکر کئے گئے مطالب سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ انسان کے لئے اپنی دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیوں کو منظّم کرنے کے لئے پیغمبر کے وجوداوراس کی رہبری کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبی کے بعدان کی عدم موجودگی میں بالکل اسی طرح امام کی ضرورت بھی ہوتی ہے جس طرح نبی کی ضرورت تھی اس کی مزید وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل مطالب پر توجہ فرمائیں:

الف: حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور دین اسلام ایک ابدی دین ہے اسلام کے نورانی احکام صرف پیغمبر اسلامؐ کی مختصر سی ۲۳ سالہ تبلیغی زندگی کے لئے نہیں تھے بلکہ یہ احکام قیامت تک، انسانوں کی ہدایت کے لئے باقی رہنے والے ہیں یہ مسئلہ اسلام کے ضروریات اور ناقابل انکار عقائد میں سے ہے جس کو علم کلام میں انتہائی واضح دلیلوں کے ذریعہ ثابت کیا جاچکا ہے: ﴿ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین ﴾(۱) ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

﴿ان الدین عند اللّٰہ الاسلام﴾(۲) خدا کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے۔

﴿من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه فهو فی الآخرة من الخا سرین ﴾ جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین حاصل کرے گا اس کا دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔(۳)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا ہے:

''حتی جاء محمد فجاء بالقرآن و بشر بعینه و منها جه فحلال محمد حلال

(۱)سورۂ احزاب، آیت ۴۰
(۲)سورۂ آل عمران، آیت ۱۹
(۳)سورۂ آل عمران، آیت ۸۵

الیٰ یو م القیامة وحرامه حرام الیٰ یوم القیامة''(۱)

''یہاں تک کہ محمد مصطفیؐ آئے وہ قرآن وشریعت اور کامیابی کا راستہ لیکر آئے لہٰذا ان کا حلال کیا ہوا قیامت تک حلال رہے گا اور ان کا حرام کیا ہوا قیامت تک حرام رہے گا''

ب: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دین اسلام صرف اسی صورت میں زندہ اور کارگر رہ سکتا ہے جب کچھ ایسے معتبر افراد ہوں جو دین کی حمایت اور حفاظت کی ذمہ داری سنبھالیں اور اس کی راہ میں سعی وکوشش کریں۔

پیغمبر اسلامؐ کی ذمہ داریوں کو چند چیزوں میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے:

۱۔وحی کے ذریعہ خداوند عالم کی جانب سے علوم ومعارف اور احکام وقوانین کو حاصل کرنا ﴿وانا اخترتک فاستمع لما یوحیٰ﴾ میں نے تمھیں (نبوت کے لئے) منتخب کیا ہے لہٰذا تمہاری طرف جو وحی کی جائے اسے غور سے سنو''

۲۔احکام وقوانین کی حفاظت: جس سے وہ لوگوں تک پہونچ سکیں اور وقت ضرورت ان کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

﴿فاستمسک با لذی اوحیٰ الیک انک علی صراط مستقیم﴾ (۲) جو تمہاری طرف وحی ہو چکی ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو بیشک تم صراط مستقیم پر ہو۔

۳۔احکام وقوانین کو لوگوں تک پہونچانا اوران کو عذاب سے ڈرانا ﴿وأُوحِیَ الیَّ ھٰذا القرآن لا نذرکم به ومن بلغ﴾ یہ قرآن میرے اوپر وحی ہوا ہے تاکہ تم کو اور جس شخص تک یہ قرآن پہونچے اس کو ڈراؤں''(۳)

﴿یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک﴾ (۴)''اے رسول جو خدا کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اس کو لوگوں تک پہونچا دو''

(۱) کافی، ج۲،ص۱۷

(۲) سورۂ زخرف، آیت۴۳

(۳) سورۂ انعام، آیت۱۹

(۴) سورۂ مائدہ، آیت۶۷

۴۔لوگوں کو کفر وشرک اور گمراہی کے اندھیروں سے باہر نکالنا اور توحید الٰہی کی طرف ان کی ہدایت کرنا، ﴿کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور﴾(۱)

۵۔لوگوں کے درمیان فیصلہ اور قضاوت کرنا ﴿انا انزلناہ الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس﴾(۲)''ہم نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں''

۶۔احکام شریعت پر عمل کرنے میں لوگوں کے لئے نمونہ ہونا ﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ﴾(۳)''پیغمبر اسلام تمہارے لئے بہترین نمونہ تھے''

۷۔دین اسلام کو وسعت اور دوسرے تمام مذاہب پر غلبہ دینا ﴿ھو الذی ارسل رسولہ با لھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ﴾ (۴)''وہ خدا جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرسکیں''

۸۔پیغمبر اسلام کو لوگوں پر مکمل ولایت اور حکومت کا حق تھا اور آپ ان کے نفوس پر خود ان سے زیادہ تصرف کا حق رکھتے تھے ﴿النبی اولیٰ با لمو منین من أ نفسھم﴾(۵) نبیؐ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں۔

۹۔اسلام کے سیاسی اور سماجی احکام اور قوانین جیسے جہاد، دفاع، حدود، دیات کے احکام جاری کرنا زکات وصول کرکے اسے مستحقین تک پہونچانا، مال غنیمت کو لوگوں کے درمیان تقسیم کرنا اور حکومت سے مربوط دوسرے اسلامی احکام کا نفاذ کرنا پیغمبر اسلامؐ کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے تھا پیغمبر اسلام پر مذکورہ بالا ذمہ داریاں عائد تھیں اور آپ ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے سلسلہ میں ہر طرح کے گناہ، غلطی، خطا یہاں تک کہ سہو اور نسیان سے بھی معصوم اور محفوظ تھے۔

پیغمبر اسلامؐ کے بعد اگرچہ وحی کا سلسلہ رک گیا لیکن آپ کی دوسری ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے بہرحال کسی معصوم کی ضرورت باقی رہ گئی اور وہ معصوم صرف امام ہے جو ان ذمہ داریوں کو

---

(۱)سورۂ ابراہیم، آیت ۱

(۲)سورۂ نساء، آیت ۱۰۵

(۳)سورۂ احزاب، آیت ۲۱

(۴)سورۂ توبہ، آیت ۳۳

(۵)سورۂ احزاب، آیت ۳۶

پورا کرسکتا ہے اگر امام معصوم نہ ہوتو حقیقی اور خالص اسلام زندہ نہیں رہ سکتا ہے لہٰذا حقیقی اسلام کی بقا اوراس کی حفاظت کے لئے ایک امام معصوم کا ہونا ضروری ہے۔

جس طرح پیغمبر اسلامؐ کا وجوداور رسولوں کو بھیجنا خداوند عالم کے لطف وکرم کا تقاضا تھا اسی طرح امام کا وجوداوراس کو رسولؐ کا قائم مقام قرار دینا بھی خداوند عالم کے لطف وکرم کا تقاضا ہے اور اس طرح گویا اس کے لطف وکرم کا سلسلہ جاری ہے۔

اسلام میں امامت کی اہمیت

توحید، قیامت اور نبوت کے بعد اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت عقیدۂ امامت کی ہے شیعہ مسلک کی بنیاد پر امامت کو اصول دین میں شمار کیا جاتا ہے امامت صرف ایک دنیاوی منصب نہیں ہے اوراس کو صرف دنیاوی حکومت اور قیادت میں محدود نہیں کیا جاسکتا۔

بلکہ یہ نبوت کی طرح ایک عظیم الٰہی منصب ہے امام کوئی معمولی انسان نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک انسان کامل ہوتا ہے جس میں تمام انسانی کمالات بروقت موجود ہوتے ہیں وہ ہرعیب ونقص سے پاک ہوتا ہے خدا، قیامت اور نبوت پر ایمان کی منزل میں شہود باطنی کی منزل میں ہوتا ہے وہ یقین کے درجہ پر فائز ہوتا ہے، دین کی حقیقتوں کواپنی ذات کی گہرائیوں سے محسوس کرتا ہے اوراپنے پورے وجود سے ان کوقبول کرتا ہے دینی حقائق اس کے وجود میں مجسم ہوتے ہیں اور وہ دینداروں کے لئے نمونہ ہوتا ہے ایسا انسان رسول اسلامؐ کا حقیقی جانشین ہوسکتا ہے جوان کی عدم موجودگی میں ان کی ذمہ داریوں کو پورا کرسکےاوراسلامی امت کو دین کی صراط مستقیم پرگامزن رکھ کر سیروسلوک کی منزل میں قرب پروردگار تک پہونچاسکے۔

ایسے منفرداور باکمال انسان کی اطاعت خدا و رسول کی اطاعت کے ہم پلہ قرار پاسکتی ہے:

﴿یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعواالرسول واولی الامرمنکم﴾ ''اے ایمان والو! خدا، رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کروصاحبان امر سے مراد، ائمہ معصومینؑ ہیں. ہرکس و ناکس جس کی زندگی میں غلطیوں کا امکان پایا جاتا ہواس کا اہل نہیں ہوسکتا۔(۱)

ایسا باکمال انسان دین اوراس کی حقیقتوں کومحفوظ رکھ سکتا ہے پیغمبر اسلامؐ کے مقاصد کوآگے بڑھا سکتا ہے اوران کی رسالت کوآفاقی رسالت کےطور پرزندہ رکھ سکتا ہے۔

(۱)سورۂ نساء، آیت ۵۹

امامت کے شرائط اور امام کے صفات

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ امام کوئی معمولی انسان نہیں ہوتا بلکہ اس پر کچھ مخصوص ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان ذمہ داریوں کی روشنی میں اس کی ذات میں کچھ مخصوص صفات اور شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جن میں سب سے اہم یہ تین صفات ہیں:

۱)عصمت

۲)تمام احکام شریعت کا مکمل علم

۳)انسانی کمالات میں سب سے افضل ہونا. ہم یہاں ان تینوں صفات پر روشنی ڈالیں گے۔

عصمت

لغت میں عصمت کے معنی حفاظت اور منع کرنا ہے اور معصوم اس شخص کو کہا جاتا ہے جو خداوند عالم کے خاص لطف وکرم کی وجہ سے گناہوں اور غلطیوں سے محفوظ ہو۔

صاحب مجمع البحرین نے تحریر کیا ہے: ''عصمة الله للعبد''یعنی خدا کا بندہ کو گناہ سے بچانا. معصوم اس شخص کو کہا جاتا ہے جو خداوند عالم کی جانب سے حرام کی ہوئی چیزوں سے بچے۔(۱)

راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ انبیاء کی عصمت کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم ان کے وجود میں کچھ خصوصیات عطا کر کے ان کو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے جن میں سب سے پہلے باطنی پاکیزگی

---

(۱)مجمع البحرین، مادۂ ''ع ص م''

ہے اس کے بعد ان کے روحانی اور جسمانی کمالات پھر ثابت قدمی اور اس کے بعد اطمینان قلب. ان چیزوں کے ذریعہ خداوند عالم ان کے دلوں کی حفاظت کرتا ہے اور ان کو توفیقات عطا کرتا ہے۔(۱)

احادیث میں بھی عصمت کی یہی تعریف کی گئی ہے:

ہشام بیان کرتے ہیں کہ:''قلت لابی عبد اللّٰہ علیہ السلام :''ما معنی قولکم :انّ الامام لا یکون الّا معصوماً؟''فقال علیہ السلام :''المعصوم ھو الممتنع با للّٰہ من جمیع محا رم اللّٰہ ''(۲)

میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کے اس قول کے کیا معنی ہیں کہ امام، معصوم کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: معصوم وہ ہے جو خداوند عالم کی مدد سے اس کی حرام کی ہوئی تمام چیزوں سے بچتا ہو۔

عصمت کے حدود

معصوم مختلف اعتبار سے محفوظ ہوتا ہے مثلاً:

۱۔اس کے دل میں باطل عقائد کا گذر نہیں ہوتا۔

۲۔حقائق شریعت کے حصول میں کسی طرح کی خطا یا غلطی نہیں کرتا۔

۳۔اس کی زندگی میں دینی احکام وقوانین اور علوم ومعارف کی حفاظت میں کسی طرح کی غلطی یا بھول چوک کا امکان نہیں ہوتا۔

۴۔دین کی تبلیغ اور اس کے احکام وقوانین کے پہونچانے میں کسی طرح کی غلطی کا مرتکب نہیں ہوتا۔

۵۔عمل کی منزل میں دینی ذمہ داریوں پر مکمل عمل کرتا ہے اور عمداً یا سہواً کسی طرح کے گناہ یا غلطی کا ارتکاب نہیں کرتا۔

---

(۱)المفردات، مادہ ''ع ص م''

(۲)معانی الاخبار صفحہ ۱۳۲

عصمت کا راز

انبیاؑ یا ائمہ طاہرینؑ کی عصمت کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان کی زندگی میں گناہ کے اسباب نہیں پا ئے جاتے اور وہ گناہ کرنے پر قادر نہیں ہوتے یا خداوند عالم ان سے گناہ کا اختیار چھین لیتا ہے اور وہ اس کے انجام نہ دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں بلکہ دوسرے تمام انسانوں کی طرح ان میں بھی خواہشات پائی جاتی ہیں ان کے وجود میں بھی غضب اور غصہ پایا جاتا ہے لیکن وہ اپنے علم وارادہ اور اختیار سے ان خواہشات اور غیظ وغضب پر کنٹرول رکھتے ہیں اور گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں ان کی عصمت کا راز ان کا مضبوط ایمان، کامل یقین اور غیب کے حقائق سے واقف ہونا ہے معصومین علیہم السلام خدا ، قیامت، جنت و دوزخ، حساب وکتاب پر ایمان کی منزل میں شہود اور یقین کے مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں گناہوں کی گندگی ، اور دنیا وآخرت میں ان کے سنگین نتائج کا اپنی چشم بصیرت سے مشاہدہ کرتے ہیں اسی وجہ سے اپنے ارادہ واختیار سے گناہ کے ارتکاب سے پرہیز کرتے ہیں ان کی یہی باطنی قوت ان کو گناہوں سے محفوظ رکھتی ہے اور گناہوں کے اسباب کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔

معصومینؑ کی عصمت کے راز کی بحث میں خطا،غلطی اور سہو ونسیان کے بارے میں بھی بحث کی جاسکتی ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے علوم کسبی ہوتے ہیں جو حواس پنجگانہ (آنکھ،کان،ناک،ہاتھ اور زبان) کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں اور ان احساسات میں غلطی کا امکان پایا جاتا ہے لیکن معصومین علیہم السلام کے علوم ومعارف حضوری اور شہودی ہوتے ہیں وہ غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کو ہمیشہ تائید الٰہی حاصل رہتی ہے اور وہ باطن کی نگاہوں سے دینی حقائق اور علوم ومعارف کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اسی لئے ہر طرح کی غلطی اور خطا سے محفوظ رہتے ہیں اس کے علاوہ جسمانی ساخت اور دماغی صلاحیت کے اعتبار سے بھی وہ ہم انسانوں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں اور ہمیشہ خداوند عالم کی تائید اور اس کا لطف وکرم ان کے شامل حال رہتا ہے کیا حرج ہے کہ خداوند عالم کچھ ایسے صاحب امتیاز انسان خلق کرے جو غلطی اور خطا سے پاک ہوں خداوند عالم کے دین کا پیغام پہونچانے کے لئے ایسے عظیم اور باکمال انسانوں کا وجود ضروری ہوتا ہے۔

عصمت معصومینؑ پر عقلی دلیل

انبیاءؑ کی عصمت پر قائم کی جانے والی دلیل سے امام کی عصمت کو بھی ثابت کیا جا سکتا ہے انبیاءؑ کی عصمت پر سب سے اہم دلیل برہان لطف تھی جس کا بیان پہلے گذر چکا ہے۔

اس برہان میں یہ بیان کیا گیا کہ خداوند عالم کے لطف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہدایت کے ضرورتمند انسانوں کو اپنی رہنمائی سے محروم نہ کرے اسی لئے اس نے بندوں کی زندگی سے متعلق احکام وقوانین دے کر انبیاء کو بھیجا تا کہ وہ انھیں ان قوانین کے ذریعہ ان ضرورتمند انسانوں کو صراط مستقیم اور سلوک الی اللہ کی منزل میں گامزن رکھ سکیں۔

اسی طرح یہ بھی بیان کیا گیا کہ خداوند عالم کا یہ مقصد اسی وقت پورا ہوگا جب اس کی طرف سے بھیجے جانے والے انبیاء ہر قسم کی غلطی اور خطا سے محفوظ ہوں تا کہ لوگوں تک دین کے حقیقی احکام وقوانین پہونچ سکیں اور ان کے اوپر حجت تمام ہو سکے۔

بالکل یہی برہان اور یہی دلیل امام کے وجود اور اس کی عصمت پر بھی قائم کی جا سکتی ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب پیغمبر زندہ نہ رہیں تو ان کی جگہ پر اسلامی قوانین کی حفاظت اور ان کو دینداروں تک پہونچانے کے لئے امام کی ضرورت ہوتی ہے جو لوگوں تک اسلامی احکام پہونچائے، قرآن وسنت کے متشابہات کی تفسیر کرے اور اسلامی احکام وقوانین کے نفاذ کی راہ میں سعی کرتا رہے اسلامی عدالت کے مطابق حکومت قائم کرے یا کم سے کم اس کے قیام کے لئے ماحول سازگار کرے۔

اس کا یہ مقصد بھی صرف اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جب امام بھی ہر قسم کی خطا، غلطی اور گناہ سے پاک ہو، اس کے یہاں الٰہی قوانین کی مخالفت کا تصور بھی نہ پایا جاتا ہو اور وہ واقعاً معصوم ہو۔

خداوند عالم کے لطف کا تقاضا ہے کہ وہ ایسے صاحب امتیاز اور لائق انسانوں کو منتخب کرے اور ان سے پیغمبر اکرمؐ کو آگاہ کرے تا کہ وہ لوگوں کے سامنے ان کو پہچنوا سکیں اور پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد وہ منتخب افراد پیغمبر اسلامؐ کی راہ کو جاری رکھ سکیں اور ان کے مقاصد کو پورا کر سکیں اگر ایسا نہ ہو تو پیغمبر اسلام کا وجود ابتر اور بے نتیجہ ثابت ہوگا اور کوئی انسان ان کے بلند مقاصد تک رسائی حاصل نہ کر سکے گا۔ کیا دین اسلام دوسرے ادیان پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے نہیں آیا؟

﴿هو الذی أرسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله و لو کره المشرکون ﴾ (۱)وہ خدا جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا تا کہ اسکا دین تمام ادیان پر غالب آسکے چاہے مشرکین نہ چاہتے ہوں۔

پیغمبر اسلام ﷺ کو یہ حکم تھا کہ جب تک فتنہ برطرف نہ ہو جائے کفار کے ساتھ جنگ و جہاد کرتے رہیں:

﴿وقاتلوهم حتی لاتکون فتنه ویکون الدین لله... ﴾ (۲) فتنہ ختم ہونے کی آخری حد تک کفار سے جنگ کرو تا کہ صرف خدا کے دین کا بول بالا ہو جائے۔

تمام انبیاءؑ اور پیغمبر اکرمؐ پر خداوند عالم کی طرف سے یہ ذمہ داری تھی کہ دنیا میں عدل وانصاف قائم کریں اور انسانوں کے اندر عدالت پسندی کا جذبہ پیدا کریں:

﴿لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط﴾ (۱) ہم نے واضح دلیلوں کے ساتھ رسول بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا تا کہ لوگ عدل وانصاف پر عمل کریں؟

یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے: کیا پیغمبر اسلامؐ نے اپنے ۲۳ سالہ دور تبلیغ میں اس عظیم مقصد کو حاصل کرلیا تھا یا کیا انھوں نے حقیقت میں ان مقاصد کو بیان ہی نہیں کیا تھا یا ان کو حاصل کرنے کا ارادہ ترک کردیا تھا؟ یا کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنے ان مقاصد کے حصول کی ذمہ داری اپنے بعد برسر اقتدار آجانے والے معاویہ جیسے خلفاء کے حوالہ کردی تھی کہ وہ مستقبل میں ان مقاصد کے حصول کی راہ میں سعی کر کے ان کو عملی جامہ پہنائیں۔

یقینی طور پر دین اسلام، پیغمبر اسلامؐ کی ۲۳ سالہ زندگی میں پوری دنیا میں نہیں پھیل سکا اور اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے ان مقاصد کے حصول کی ذمہ داری معاویہ جیسے افراد کے اوپر ہرگز نہیں چھوڑی لہٰذا صرف وہ صحیح اور اطمینان بخش راستہ جس پر پیغمبر اسلامؐ کو اعتماد اور اطمینان ہو سکتا تھا

(۱) سورۂ صف، آیت ۹

(۲) سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۳

(۳) سورۂ حدید، آیت ۲۵

معصومینؑ کی امامت کا راستہ تھا امامت کا دین اسلام کے اصول میں سے ہونا اور اسی طرح نبوت کی تکمیل اور اس کے استمرار کا ذریعہ ہونا پیغمبر اسلامؐ کے لئے اطمینان کا سبب تھا اور امامت کی وجہ سے آپ کو یقین تھا کہ آپ کی زحمتیں بے نتیجہ ثابت نہ ہوں گی اور آپ کی رحلت کے بعد آپ کے عظیم مقاصد بغیر کسی ذمہ دار کے نہ رہیں گے بلکہ ائمۂ معصومینؑ کے ذریعہ ان کو آگے بڑھایا جاتا رہے گا۔

اگر پیغمبر اسلامؐ کی رحلت کے بعد امامت کو اس کی اصلی منزل مل گئی ہوتی اور امامت اور قیادت اس کے اہل کے حوالہ رہتی تو آج اسلام اور مسلمانوں کی یہ افسوسناک حالت نہ ہوتی لیکن

افسوس کہ ایسا نہیں ہوا جس کے نتیجہ میں امت مسلمہ جن ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہے اس سے ہم سب واقف ہیں۔

امامت اور عصمت، قرآن کی نظر میں

لفظ امام قرآن مجید میں متعدد جگہ استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ اس کے معنی پیشوا اور رہبر کے ہی ہیں یہ پیشوا، رہبر یا امام، نیک اور صالح افراد کا بھی ہوسکتا ہے اور بدکردار اور فاسق افراد کا بھی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿**و جعلنا هم ائمة يهدون بامرنا و اوحينا اليهم فعل الخيرات و اقام الصلاة و ايتاء الزكوٰة و كانوا لنا عابدين**﴾(۱) ہم نے ان کو امام بنایا وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ نیک کام انجام دیں، نماز قائم کریں، زکات ادا کریں اور ہماری عبادت کرنے والے بنیں۔

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے: ﴿**والذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا و ذرياتنا قرة اعين و اجعلنا للمتقين اماماً**﴾(۲) وہ لوگ جو کہتے ہیں بارالٰہا! میری ازواج اور میری اولاد کو میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دے اور ہمیں متقین کا امام بنادے۔

اسی طرح مندرجہ ذیل آیات میں برے اور ناصالح افراد کے اماموں کا تذکرہ ہے:

(۱) سورۂ انبیاء، آیت ۷۳

(۲) سورۂ فرقان، آیت ۷۴

﴿وجعلنا هم ائمه يدعون الى النار و يوم القيامة لاينصرون ﴾(۱) ہم نے ان کوامام اور رہبر بنایا جولوگوں کودوزخ کی آگ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔

﴿فقاتلوا ائمة الكفر انهم لا ايمان لهم لعلهم ينتهون ﴾(۲) پس کفر کے اماموں سے جنگ کرواس لئے کہ ان کا کوئی ایمان نہیں ہوتا شاید وہ اپنے (برے کردار) سے باز آجائیں۔

قرآن مجید پر نظر ڈالنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اس دنیا کے تمام لوگ چاہے اچھے ہوں یا برے حق پر ہوں یا ناحق نیک کردار والے ہوں یا بدکردار سب کا کوئی نہ کوئی امام اور پیشوا ضرور ہوتا ہے اور وہ قیامت میں اسی کے ساتھ محشور کئے جائیں گے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿يوم ندعوا كل اناس بامامهم فمن اوتى كتابه بيمينه فاؤلئك يقرؤون كتابهم و لايظلمون فتيلاً و من كان فى هذه اعمى فهو فى الآخرة اعمى و اضل سبيلاً﴾(۳) اس دن ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے پس جن کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ جب پڑھیں گے تو دیکھیں گے کہ خرمے کی گٹھلی میں تاگے جیسی چیز کے برابر بھی ان پر ظلم نہیں ہوا ہے اور جو اس دنیا میں (حقائق کے سلسلہ میں) نابینا ہے وہ آخرت میں بھی نابینا بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ہوگا۔

تاریخ میں انبیاء علیہم السلام ہمیشہ صالحین کے امام رہے ہیں اور اپنے کو بڑا سمجھنے والے، کافرو مشرک حکمران کافروں اور مستکبروں کے رہبر اور پیشوا بنے ہیں قرآن مجید کے مطابق صالحین کی امامت ایک عہد الٰہی ہے جو ظالمین کو نہیں مل سکتی۔

﴿و اذ ابتلىٰ ابراهيم ربه بكلمات فاتمهن قال انى جاعلك للناس اماماً قال و من ذريتى قال لاينال عهدى الظالمين﴾(۴) جب خداوندعالم نے ابراہیم کا امتحان کچھ کلمات

---

(۱) سورۂ قصص، آیت ۴۱

(۲) سورۂ توبہ، آیت ۱۲

(۳) سورۂ اسراء، آیت ۷۱، ۷۲

(۴) سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۴

کے ذریعہ لیا اور جناب ابراہیم اس امتحان میں کامیاب ہوگئے تو خدا نے ان سے فرمایا کہ میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا ابراہیم نے عرض کیا میری اولاد میں بھی یہ منصب رہے گا تو خداوند عالم نے جواب میں فرمایا میرا عہدہ (امامت) ظالمین کو نہیں مل سکتا۔

اس آیت سے چند اہم باتیں سمجھ میں آتی ہیں:

الف: ہرکس و ناکس دینی قیادت اور امامت کا اہل نہیں بن سکتا بلکہ اس عظیم منصب کے لئے ذاتی صلاحیت اور باطنی نورانیت کی ضرورت ہوتی ہے امام کو اطاعت الٰہی کی منزل میں ثابت قدم ہونا چاہئے یہی وجہ ہے کہ جب جناب ابراہیمؑ نے اپنی چشم بصیرت سے ملکوتیت کا مشاہدہ کرلیا اور یقین کی منزل پر فائز ہوگئے، بت پرستی کے خلاف مہم چلا چکے، آتش نمرود اور ذبح اسماعیلؑ کے امتحانات میں کامیابی حاصل کر چکے تو خداوند عالم نے آپ کو اس عظیم منصب کا اہل قرار دیا اور ان کو وحی فرمائی کہ ہم منصب امامت عطا کر کے تمہارے مرتبہ میں اضافہ کریں گے۔

ب: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب ابراہیمؑ کی امامت آپ کی نبوت کے علاوہ اور اس سے بلند درجہ کی حامل تھی اس لئے کہ خداوند عالم کا ان سے یہ خطاب ان کی عمر کے آخری دور کا ہے جب کہ منصب نبوت پہلے ہی سے آپ کو عطا کیا جا چکا تھا اس کے بعد جب آپ نے امتحان کی منزلیں سر کرلیں تو خداوند عالم نے آپ کو ترقی دیکر امامت کا عہدہ عطا کیا۔

البتہ یہ یاد رہے کہ اس آیت سے صرف یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ جناب ابراہیمؑ کی امامت ان کی نبوت سے افضل تھی لہذا ہر امامت کا ہر نبوت سے افضل ہونا اس آیت سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

ج: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت نبوت کے ساتھ بیک وقت عطا کی جاسکتی ہے ایک شخص پیغمبر بھی ہوسکتا ہے یعنی خداوند عالم کی جانب سے وحی کے ذریعہ حقائق شریعت کو بھی حاصل کرسکتا ہے اور ساتھ ساتھ امامت کے عظیم منصب پر بھی فائز ہوسکتا ہے۔

آیت کے دوسرے حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت کی ایک بنیادی اور لازمی شرط عصمت ہے اور غیر معصوم اس عظیم منصب کو جو ایک عہد الٰہی ہے حاصل نہیں کرسکتا۔

اس کی وضاحت کے لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ خداوند عالم نے جناب ابراہیمؑ کے اس

سوال کے جواب میں کہ کیا یہ عظیم منصب میری اولاد کو بھی ملے گا ؟ صاف طور پر فرمادیا کہ میرا عہدہ ظالمین کو نہیں مل سکتا۔

قرآن کریم میں لفظ ظالمین کیونکہ مطلق استعمال ہوا ہے لہٰذا اس کی روشنی میں ہم ظلم کو تین قسموں پر تقسیم کرسکتے ہیں:

۱۔انسان کا خداوند عالم کے سلسلہ میں ظالم ہونا. یہ ظلم، کفر، نفاق اور شرک کی صورت میں ہوتا ہے اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے ﴿ان الشرک لظلم عظیم ﴾شرک سب سے بڑا ظلم ہے(۱)اور اسی طرح ارشاد فرماتا ہے:﴿فمن افتری علی اللّٰہ الکذب من بعد ذالک فأولئک ھم الظالمون﴾(۲)اس کے بعد بھی جو خدا پر جھوٹا الزام لگائے وہ ظالم ہے۔

۲۔انسان کا دوسرے انسان پر ظلم کرنا، قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے﴿انما السبیل علی الذین یظلمون الناس یبغون فی الارض بغیر الحق اولئک لھم عذاب الیم ﴾سزا کا راستہ ان لوگوں کے لئے ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین پر ناحق زیادتیاں پھیلاتے ہیں انھیں کے لئے دردناک عذاب ہے۔(۳)

۳۔انسان کا خود اپنے نفس پر ظلم کرنا. خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے﴿فمنھم ظالم لنفسہ و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات ﴾بعض انسان خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں بعض اعتدال کی راہ پر گامزن ہیں اور ان میں سے بعض نیک کاموں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔(۴)

خداوند عالم نے انسان کو خوشبختی، سعادت اور اپنی قربت کے حصول کے لئے پیدا کیا ہے اور اس مقصد کے حصول کے اسباب بھی فراہم کئے ہیں لہٰذا جو شخص دین کی صراط مستقیم سے کنارہ کشی کرے گا اور حدود الٰہی کو پامال کرے گا وہ حقیقت میں اپنے نفس پر ظلم کرے گا۔

---

(۱) سورۂ لقمان، آیت ۱۳
(۲) سورۂ آل عمران، آیت ۹۴
(۳) سورۂ شوریٰ، آیت ۴۲
(۴) سورۂ فاطر، آیت ۳۲

قرآن مجید کا کہنا ہے: ﴿من یتعد حدود اللّٰہ فقد ظلم نفسہ﴾ جو حدود الٰہی سے آگے بڑھے گا اوران کو پامال کرے گا وہ اپنے نفس پرظلم کرنے والا ہے۔(۱)

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے: ﴿و من یتعد حدود اللّٰہ فاولئک ھم الظالمون﴾ جو حدود الٰہی سے تجاوز کرے گا وہ ظلم کرنے والا ہوگا۔(۲)

قرآن کریم میں انھیں تین مواقع پرظلم کا اطلاق ہوا ہے لیکن اگرتھوڑی سی تحقیقی نظر کی جائے تو اندازہ ہوگا کہ ان میں سے پہلی اوردوسری صورت میں بھی ظلم خود اپنے ہی نفس پر ہے۔

تمام انسانوں کی چارقسمیں ہیں:

۱۔وہ جوشروع سے آخرتک پوری زندگی کافریا منافق رہتے ہیں یا مستقل گناہ کرتے رہتے ہیں۔

۲۔شروع میں گناہ کرتے ہیں لیکن آخری عمر میں گناہ کوترک کردیتے ہیں۔

۳۔وہ لوگ جوابتدامیں تو گناہ نہیں کرتے لیکن آخرمیں گناہ کرنے لگتے ہیں۔

۴۔وہ افراد جو پوری زندگی گناہ نہیں کرتے۔

ان میں سے پہلے تین گروہ قرآن مجید کے واضح اعلان کے مطابق اپنے نفس پرظلم کرنے والے ہیں لہٰذا امامت کے حقدار نہیں بن سکتے صرف چوتھا گروہ وہ ہے جس نے کبھی گناہ نہیں کیا اور معصوم ہے.امام بننے کاحق صرف اسی کوحاصل ہے۔

عصمت، احادیث معصومینؑ کی روشنی میں

ائمۂ معصومینؑ کی عصمت پر احادیث کے ذریعہ بھی دلیل قائم کی گئی ہے جن میں سے ایک مندرجہ ذیل حدیث بھی ہے:

امام رضاؑ نے ایک مفصل حدیث میں فرمایا:

"الامام المطھر من الذنوب و المبری من العیوب المخصوص بالعلم الموسوم بالحلم نظام الدین و عز المسلمین و غیظ المنافقین و بوار الکافرین"

(۱) سورۂ طلاق، آیت ا

(۲) سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۹

امام گناہوں سے پاک اور عیوب سے منزہ ہوتا ہے اس کی ذات علم سے مخصوص ہوتی ہے وہ بردباری کی علامت دین کا نظام اور مسلمانوں کی عزت منافقین کے لئے غیظ وغضب اور کفار کے لئے ہلاکت ہوتا ہے۔(۱)

اسی حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

"و ان العبد اذا اختاره اللّٰه عز و جل لامور عباده شرح صدره لذالک و اودع قلبه ينابيع المودة و الهمه العلم الهاما فلم يعي بعده بجواب و لا يحير فيه عن الصواب، فهو معصوم مؤيد موفق مسدّد. قد أمن من الخطايا و الزلل و العثار، يخصه اللّٰه بذالک ليكون حجته لعباده و شاهده على خلقه و ذالک فضل الله يؤتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم.(۲)

جب خداوند عالم اپنے بندہ کو اپنے دوسرے بندوں کے امور کے لئے منتخب فرماتا ہے تو اس کام کے لئے اس کے سینہ کو گشادہ کردیتا ہے اور اس کے دل میں حکمت کے چشمے جاری کردیتا ہے اور اس کو ضروری علوم کا الہام کرتا ہے جس کے بعد وہ کسی سوال کا صحیح جواب دینے سے نہ عاجز ہوتا ہے اور نہ حیران اور سرگردان۔ پس امام معصوم ہوتا ہے اور خداوند عالم کی طرف سے اس کی تائید ہوتی ہے اس کو توفیقات عطا ہوتی ہیں اور اس کو استقامت بخشی جاتی ہے وہ خطاؤں، لغزشوں اور گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے خداوند عالم اس کو ان مخصوص صفات سے اس طرح نوازتا ہے کہ وہ خدا کے بندوں پر حجت اور اس کی مخلوق کے اعمال پر شاہد ہوسکے اور یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور وہ بہت عظیم فضل وکمال کا مالک ہے۔

امام جعفر صادقؑ ایک تفصیلی حدیث میں امام کی توصیف میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:

"و صفوة من عترة محمدٌ لم يزل مرعياً بعين الله يحفظه و يكلؤه بستره، مطروداً عنه حبائل ابليس و جنوده، مصروفاً عنه قوارف السوء، مبرءاً من العاهات، محجوباً عن الآفات، معصوماً من الزلات، مصوناً عن الفواحش كلها"(۳)

---

(۱) کافی، ج۱،ص۲۰۰

(۱) کافی، ج۱،ص۲۰۲

(۳) کافی، ج۱،۲۰۴

امام آل محمدؐ میں سے منتخب فرد ہوتا ہے جو ہمیشہ خداوند عالم کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے خداوند عالم اس کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے شیطان اور اس کے سپاہیوں کے جال اس سے دور رہتے ہیں بری تہمتیں اس کے نزدیک نہیں آتیں وہ نفرت انگیز امراض سے بری ہوتا ہے آفتیں اس کے قریب نہیں جاسکتیں وہ لغزشوں سے معصوم اور ہر طرح کی برائی سے محفوظ ہوتا ہے۔

علم امام

امام کی دوسری خصوصیت اس کا تمام علوم میں ماہر ہونا ہے امام ان تمام علوم و معارف اور احکام شریعت سے بخوبی واقف ہوتا ہے جو وحی کے ذریعہ پیغمبر اسلامؐ پر نازل کئے گئے ہیں اور انسانوں کو اپنی دنیا و آخرت کی خوشبختی کے لئے ان کی ضرورت پڑتی ہے۔

علم امام عقل کی روشنی میں

اس سے پہلے امام کے وجود کی ضرورت کے بیان میں کہا گیا ہے کہ دین کے جو احکام وقوانین پیغمبر اسلامؐ پر نازل ہوئے ہیں وہ آپ کی رسالت کے دور تک محدود نہیں تھے بلکہ ان کو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنا تھا تا کہ ہر دور کے انسان ان سے فائدہ اٹھا سکیں اسی وجہ سے پیغمبر اسلامؐ کی عدم موجودگی میں امام کا ہونا ضروری ہوتا ہے جو دین کے احکام وقوانین اپنے پاس محفوظ رکھ سکے ان کی تبلیغ میں کوشاں رہے اور بدعتوں اور گمراہیوں کو روکے۔

امام دین کے احکام کا محافظ اور علوم شریعت کا پاسبان ہوتا ہے اور حدیث کے الفاظ میں امام نبوت کے علوم کا مخزن ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ دین، مرحلۂ کمال تک نہ پہونچتا اور الطاف الٰہی کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوتا۔

اس کے علاوہ پیغمبر اسلامؐ پر دین کے سیاسی اور سماجی احکام وقوانین کے نفاذ کی بھی ذمہ داری تھی اور اس طرح آپ ایک اسلامی حکومت کے سربراہ بھی تھے جو لوگوں کے مسائل اور مشکلات حل کرتے تھے پیغمبر اسلامؐ کے بعد یہ عظیم ذمہ داری امامت کے کاندھوں پر آتی ہے لہٰذا امامؑ کا اسلام کے ہر طرح کے سیاسی، سماجی، اقتصادی، ثقافتی اور عدالتی قوانین سے واقف ہونا ضروری ہے تا کہ ان پر عمل پیرا ہو کر معاشرہ کی ضرورت کے مطابق ہر طرح کی مشکلات اور مسائل کا جواب دے سکے۔

اگر اسلامی حاکم اور امام اسلام کے حقیقی احکام وقوانین سے واقف نہ ہوتو ممکن ہے حکومتی امور میں غیر اسلامی احکام اور قوانین کا سہارا لینا پڑے اس صورت میں ایسی حکومت کو اسلامی شریعت سے ہماہنگ مکمل اسلامی حکومت نہیں کہا جاسکتا اور اس طرح امت مسلمہ اسلام کی عادل حکومت سے محروم ہو جائے گی جیسا کہ پوری اسلامی تاریخ میں اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

علم امام حدیث کی روشنی میں

بہت سی احادیث میں امامت کی ضروری شرطوں میں ایک شرط امام کا شریعت کے احکام و قوانین سے واقف ہونا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ فرماتے ہیں:

"قد علمتم انه لاینبغی ان یکون الوالی علی الفروج و الدماء و المغانم و الاحکام و امامة المسلمین البخیل فتکون فی أموالهم نهمته، و لا الجاهل فیضلهم بجهله و لا الجافی فیقطعهم بجفائه، و لا الخائف للدول فیتخذ قوماً دون قوم، و لا المرتشی فی الحکم فیذهب بالحقوق و یقف بها دون المقاطع، و لا المعطل للسنة فیهلک الامة"(۱)

تم جانتے ہو کہ مندرجہ ذیل افراد لوگوں کی عزت، آبرو (ناموس) جان، مال ان کے احکام اور مسلمانوں کی امامت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے ہیں:

۱۔ بخیل: اس لئے کہ بخیل ان کا مال غصب کرنے کی فکر میں رہے گا۔

۲۔ جاہل: اپنے جہل کی وجہ سے لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

۳۔ سخت مزاج اور جفا کرنے والا: ایسا شخص سب سے کٹ کر رہ جائے گا۔

۴۔ بیت المال کی تقسیم میں عدالت کی رعایت نہ کرنے والا، ایسا شخص ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دے گا۔

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۳۱

۵۔ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا، اس لئے کہ وہ حقوق کو پامال کرے گا اوران کی ادائیگی میں توقف سے کام لے گا۔

۶۔ سنت کو معطل کرنے والا ان پر عمل کرنے کو اہمیت نہ دینے والا، ایسا شخص امت کو ہلاکت میں مبتلا کردے گا۔

امام رضا علیہ السلام نے ایک مفصل حدیث میں فرمایا:

"ان الانبیاء و الائمه صلوات اللّٰه علیهم یوفقهم اللّٰه و یوتیهم ما لا یوتیه غیرهم فیکون علمهم فوق علم اهل الزمان... و ان العبد اذا اختاره اللّٰه عز و جل لأمور عباده، شرح صدره لذالک و اودع قلبه ینابیع الحکمة و ألهمه العلم الهاماً فلم یعی بعده بجواب و لا یحیر فیه عن الصواب.(۱)

خداوند عالم انبیاءؑ اور ائمہ علیہم السلام کو کچھ ایسی توفیقات عطا کرتا ہے جو ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیتا ان کا علم ان کے زمانے کے تمام افراد سے زیادہ ہوتا ہے... جب خداوند عالم اپنے کسی بندے کو دوسرے بندوں کے امور کے لئے منتخب کرتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ کردیتا ہے اس کے دل میں حکمت کے چشمے جاری کردیتا ہے اس کو تمام علوم کا الہام کرتا ہے جس کے بعد وہ کسی سوال کا صحیح جواب دینے سے عاجز اور اس کے سلسلہ میں حق بات کہنے سے پریشان اور سرگرداں نہیں ہوتا۔

مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا:

"ایها الناس ان احق الناس بهذا الامر اقواهم علیه و اعلمهم بامر اللّٰه فیه فان شغب شاغب استعتب فان ابیٰ قوتل"(۲)

اے لوگو! اس امر (امامت) کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو اس کے سلسلہ میں سب سے زیادہ قوی ہو اور اس کے بارے میں امر پروردگار سے سب سے زیادہ واقف ہو اگر بیعت کے بعد

(۱) کافی، ج۱، ص۲۰۲

(۲) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۳

کوئی شخص فتنہ پر آمادہ ہو جائے تو پہلے اس سے کہا جائے گا کہ اس فتنہ سے باز آ جائے اگر وہ انکار کرے تو پھر اس سے جنگ کی جائے گی۔

علم امام کی حدیں

یہاں پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ امام کا علم محدود ہے یا لامحدود؟ اور اگر محدود ہے تو اس کی حدیں کیا ہیں؟

اس کا جواب اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ امام ایک انسان اور ممکن الوجود ہونے کے اعتبار سے اپنے علوم و معارف میں خداوند عالم کی عطا کا محتاج ہے لہٰذا طبیعتاً محدود ہے البتہ اس کی حد کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ امام کے وجود اور اس کے علم پر عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام کے علم کی یقینی مقدار کم سے کم دین سے متعلق ان تمام احکام و قوانین کا علم ہے جن کے ذریعہ انسان دونوں جہان میں سعادت اور خوشبختی سے ہمکنار ہوسکتا ہے اور جن کو وحی کے ذریعہ پیغمبر اسلامؐ پر نازل کیا گیا ہے تا کہ وہ امامت سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو بہتر طریقہ سے انجام دے سکے جیسا کہ بیان کیا گیا امام، پیغمبر اسلامؐ کے پروگرام اور آپ کی ذمہ داریوں کو آگے بڑھانے والا ہوتا ہے اور یہ اس وقت ممکن ہوگا جب امام دین سے متعلق تمام احکام و قوانین سے واقف ہو۔

امام کے لئے ضروری علوم مندرجہ ذیل عنوانات میں خلاصہ کئے جاسکتے ہیں:

۱۔عبادات، واجبات اور مستحبات سے مربوط امور، جن میں قصد قربت کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲۔خداوند عالم کی طرف سے حرام کی ہوئی چیزوں کا علم جیسے نشہ آور شے کی حرمت ذبیحہ کے بغیر حیوان کا گوشت اور نجس اشیاء کے کھانے کی حرمت یہ اسلامی شریعت کے قوانین ہیں اور ان کو قبول کرنا بندگی کا تقاضا ہے۔

۳۔نجاسات، جیسے انسان اور حرام گوشت حیوانات کا پیشاب، پاخانہ، انسان اور خون جھندہ رکھنے والے حیوانات کا خون، منی اور دوسری نجاستیں، مطہرات یعنی پاک کرنے والی چیزوں، پاک کرنے کے طریقہ اور ان جیسے دوسرے امور کا علم یہ بھی سب شریعت اسلامی کے قوانین ہیں اور بندگی کا تقاضا ہے کہ ان کو قبول کیا جائے۔

۴۔ معاشرتی اور سماجی امور جیسے وراثت، وصیت، نکاح، طلاق اور ان جیسے دوسرے امور سے مربوط احکام وقوانین جو سماج کی ضرورت ہوتے ہیں۔

اس قسم کے احکام اگر چہ ہر معاشرہ میں پائے جاتے ہیں لیکن شارع مقدس کو ان کے باقی رکھنے یا ختم کر کے ان کی جگہ پر دوسرے احکام وقوانین وضع کرنے کا مکمل حق ہے اور اس نے ایسا کیا بھی ہے۔

۵۔ حکومت اور ملک چلانے سے مربوط احکام وقوانین جیسے قضاوت کے احکام، آپسی جھگڑوں میں فیصلہ کرنے کے احکام، حدود، دیات، قصاص، تعزیرات، جہاد، دفاع، خمس، زکات اور جنگ میں ہاتھ آنے والے مال غنیمت یا ان جیسے دوسرے امور سے مربوط احکام۔

۶۔ اصول عقائد اور ان کی تفصیلات جیسے قیامت، نبوت اور امامت، خدا کی معرفت اور اس کی توحید۔

۷۔ اخلاقیات (اخلاقی خوبیاں اور برائیاں)

اس قسم کے تمام احکام چونکہ انسان کی دنیا وآخرت دونوں کی خوشبختی اور سعادت میں دخیل ہوتے ہیں لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ان سب کا علم پیغمبر اسلامؐ کے پاس تھا اور خداوند عالم کی طرف سے آپ کو یہ ذمہ داری دی گئی تھی کہ اس کو لوگوں تک پہونچائیں لہٰذا یہ بھی ماننا پڑے گا کہ پیغمبر اسلامؐ کے جانشین اور امام کے لئے بھی ان تمام امور سے واقفیت ضروری ہے تاکہ وہ پیغمبر اسلامؐ کی عدم موجودگی میں بالکل اسی طرح ان کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو کے ان کے مشن کو آگے بڑھا سکیں۔

حدیث کی کتابوں میں مختلف موضوعات کے سلسلہ میں ائمہ معصومینؑ سے مروی جو نظریات دکھائی دیتے ہیں اور ان کی طرف نسبت دی جاتی ہے ان کے بارے میں صرف ایک یا چند حدیثوں کے وجود پر اکتفا نہیں کی جاسکتی بلکہ اس حدیث کی سند اور اس کے متن کے اعتبار سے تحقیق کرنا پڑے گی اگر اس روایت کے صحیح ہونے پر یقینی دلیل قائم ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ وہ روایت معصومؑ سے واقعاً نقل ہوئی ہے تو اس کو قبول کیا جائے گا اور معصومؑ کی طرف اس کی نسبت دینا صحیح ہے اس کے علاوہ جہاں شک ہو کہ یہ روایت امام سے مروی ہے یا نہیں؟ بلکہ جہاں ظن غالب بھی ہو وہاں صرف احتمال قرار دیا جائے گا۔

علم امام کے منابع (جہاں سے علم حاصل ہوتا ہے)

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ ائمۂ معصومینؑ کے علوم کے منابع کیا ہیں اور وہ یہ علوم کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے اس بات پر توجہ کرنا ضروری ہے کہ پیغمبر اسلامؐ ان تمام علوم کو خداوند عالم کی جانب سے وحی کے ذریعہ حاصل کرتے تھے لیکن مسلمانوں کا نظریہ ہے کہ شرعی قوانین سے مربوط وحی صرف رسول پر ہی ہوسکتی ہے اور پیغمبر اسلامؐ کی رحلت کے بعد اس کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے اس بات کی طرف حدیثوں میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں: ''ارسله علی حین فترة من الرسل و تنازع من الالسن فقفی به الرسل و ختم به الوحی''(۱)

خداوند عالم نے پیغمبر اسلامؐ کو فترت (نبیوں کے درمیان فاصلہ) اور اقوام میں اختلاف کے زمانے میں بھیجا ان کے ذریعہ رسالت مکمل ہوگئی اور وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

اس حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث نیز یہ اس یقین کی روشنی میں کہ وحی کا منقطع ہو جانا مسلمانوں کے نزدیک انتہائی ضروری احکام میں سے ہے لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ائمۂ معصومینؑ شریعت اسلامی کے احکام وقوانین براہ راست وحی کے ذریعہ نہیں حاصل کرتے تھے بلکہ ان کے حصول علم کے دوسرے ذرائع تھے جن کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ سنت اور احادیث رسولؐ

پیغمبر اسلامؐ کی رسالت کا دور اگرچہ مختصر اور صرف ۲۳ سال تک محدود تھا لیکن اس مختصر عرصہ میں بھی پیغمبر اسلامؐ نے دین کو ناقص اور نامکمل نہیں چھوڑا بلکہ لوگوں کی ضروریات سے متعلق تمام احکام و قوانین اور تعلیمات خداوند عالم کی جانب سے وحی کے ذریعہ حاصل کرکے آہستہ آہستہ جب موقع اور

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۹

محل ہوا لوگوں تک پہونچا دیئے تاکہ لوگ اپنی ذمہ داریوں سے واقف ہوکران پر عمل پیرا ہوسکیں مسلمانوں کو بھی پیغمبر اسلامؐ پر وحی کے نزول اوراس کے سننے کا انتظار رہتا تھا اور وہ پیغمبر اکرمؐ کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کو بہت اہم سمجھتے تھے البتہ ان کا کام صرف سننا اور عمل کرنا تھا وہ ان کلمات کو بعینہ یاد کرنے اوران کو دوسروں تک پہونچانے کی کوشش نہیں کرتے تھے صرف بعض اصحاب ان کو یاد کر کے دوسروں تک پہونچانے کی کوشش کرتے تھے اوراس بات کو بہت اہم سمجھتے تھے یہاں تک کہ جولوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے وہ اس زمانے میں رائج تختیوں میں پیمبر اسلامؐ کی زبان سے نکلے ہوئے وحی کے کلمات کو تحریر بھی کرلیتے تھے تاکہ بعد میں وہ خود اور دوسرے افراد اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔

البتہ صرف اتنا ہی اہتمام اسلام کی وسیع اور ہمیشہ باقی رہنے والی تعلیمات کے لئے کافی نہیں تھا اس لئے کہ ایک تو ان افراد کی تعداد بہت کم تھی. دوسرے یہ کہ اس زمانے میں لکھنے پڑھنے والوں کی تعداد بھی زیادہ نہیں تھی. تیسرے یہ کہ وہ تمام افراد ہمیشہ پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں موجود نہیں رہتے تھے کہ فوراً وحی کو سن کر تحریر کرلیا کریں بلکہ سفر، حضر اور زندگی کے دوسرے امور میں مصروف رہتے تھے. چوتھے ان میں سے بہت سے افراد کا حافظہ اتنا مضبوط نہیں تھا کہ وحی کے مطالب سن کر اسے بعینہ لکھ سکیں. پانچویں بہت سے مسائل سے ان کا سابقہ ہی نہیں پڑتا تھا جس کے بارے میں وہ پیغمبر اسلامؐ سے سوال کرتے اوران کے جواب تحریر کرتے. چھٹے وہ ان مطالب کو حفظ کرنا اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتے تھے. ساتویں مسلمان عام طور پر انتہائی سخت زندگی بسر کررہے تھے ان کو بہت سی مشکلات کا سامنا تھا جیسے کفار کی طرف سے آزار واذیت، حبشہ کی طرف ہجرت، شعب ابوطالب میں اقتصادی بائیکاٹ اور آخرکار مدینہ کی طرف ہجرت، جان کا خوف، مکان کی مشکلات، زندگی گذارنے کا خرچ اوراس قسم کی دوسری مشکلات ہروقت دشمن کے حملہ کا خوف اور دفاع کے لئے تیار رہنا وغیرہ۔

پیغمبر اسلامؐ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان دشوار حالات اور موجودہ مشکلات میں احکام شریعت اور اسلامی تعلیمات کا مکمل طور پر تحریر ہوکر محفوظ رہ جانا اور آنے والی نسلوں تک پہونچنا مشکل ہے اس لئے آپ نے وحی الٰہی کی روشنی میں مشکل کو حل کرنے کی یہ تدبیر نکالی کہ تمام اسلامی تعلیمات اور احکام وقوانین کو ایک ایسی محفوظ جگہ پر ذخیرہ کردیں جو ہر طرح کی غلطی خطا اور نسیان سے پاک تھی اور وہ مقدس اور نورانی جگہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کا قلب مبارک تھا۔

پیغمبر اسلامؐ الہام الٰہی کے ذریعہ اس مشکل سے آگاہ تھے لہٰذا اسلام کی حیات سے متعلق اس اہم ترین کام کو اپنی رسالت کی ابتدا ہی سے شروع کر دیا تھا اور موت کے وقت تک جاری رکھا آپ کو جہاں اور جب موقع ملتا تھا فوراً علوم نبوت مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی طرف منتقل فرماتے تھے مولائے کائناتؑ نے بھی اس عظیم ذمہ داری کو قبول کر لیا اور اس کی حفاظت کی راہ میں کوشاں رہنے لگے اس سلسلہ میں آپ کے اندر ذاتی صلاحیت بھی تھی اور آپ کو تائید الٰہی بھی حاصل تھی۔

اس بات پر بہت سی احادیث شاہد ہیں جو حدیث کی کتابوں میں درج ہیں:

۱۔حضرت علی بن ابیطالبؑ نے فرمایا ہے: **ضمنی رسول اللہؐ و قال لی "ان اللہ امرنی ان ادنیک و اقصیک و ان تسمع و تعی و حقاً علی اللہ ان تسمع و تعی ..." فنزلت ھذہ الآیة، و تعیھا اذن واعیہ.**"(۱)

پیغمبر اسلامؐ نے مجھے اپنے سے قریب کیا اور فرمایا: کہ مجھے خداوند عالم نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قریب کروں اور اپنے سے دور نہ ہونے دوں اور تم میری باتوں کو سنو اور ان کو حفظ کر لو اور خدا پر حق ہے کہ تم ان باتوں کو سنو اور حفظ کرو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ﴿**و تعیھا اذن واعیہ**﴾ اس کو محفوظ رکھنے والا حافظ رکھے گا۔

۲۔ابن عباس نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:"**انہ قال: لما نزلت ﴿و تعیھا أذن واعیة﴾ قال النبیؐ "سألت ربی عزو جل أن یجعلھا أذن علیؑ". قال علی: "ما سمعت من رسول اللہؐ شیئاً الا و حفظتہ و وعیتہ و لم أنسہ مدی الدھر**"(۲) کہ جب یہ آیت ﴿**وتعیھا اذن و اعیة**﴾ نازل ہوئی تو پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: کہ میں نے خداوند عالم سے یہ درخواست کی کہ یہ کان حضرت علی ابن ابیطالبؑ کا کان قرار دے مولائے کائنات فرماتے ہیں کہ میں نے پیغمبر اسلامؐ سے کوئی بات نہیں سنی مگر یہ کہ فوراً اس کو حفظ کر لیا اور میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔

۳۔ابن عباس بیان کرتے ہیں:"**قال رسول اللہؐ لما صرت بین یدی ربی کلمنی و ناجانی فما علمت شیئاً الا علمتہ علیا فھو باب علمی**"(۳)

---

(۱)المناقب خوارزمی، ص۱۹۹
(۲)المناقب خوارزمی، ص۱۹۹
(۲)ینابیع المودۃ، ص۷۹

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: میں جب خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس نے مجھ سے کلام کیا اور سرگوشی کی صورت میں میرے لئے مطالب بیان کئے اور میں نے اس سے جو کچھ سیکھا وہ سب کا سب علیؑ کو تعلیم کر دیا وہ میرے علم کا دروازہ ہیں۔

۴۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

"و قد كنت أدخل على رسول اللّهؐ كل يوم دخلة و كل ليلة دخلة فيخليني فيها أدور معه حيث دار. و قد علم اصحاب محمد انه لم يصنع ذالك بأحد من الاناس غيری. فربما كان في بيتي يأتيني رسول الله أكثر ذالك في بيتي و كنت اذا دخلت عليه بعض منازله أخلاني و أقام عني نساء ه، فلايبقى عنده غيری، و اذا أتاني للخلوة معي في منزلي لم تقم عني فاطمة و لا أحد من بني، و كنت اذا سألته أجابني و اذا سكت عنه و فنيت مسائلي ابتدأني. فما نزلت على رسول الله آية من القرآن الا أقرانيها و ألأها على فكتبتها بخطي و علمني تأويلها و تفسيرها و ناسخها و منسوخها و محكمها و متشابهها و خاصها و عامها. و دعا الله أن يعطيني فهمها و حفظها فما نسيت آية من كتاب الله و لا علماً أملأه على و كتبته، منذ دعا الله لي بما دعا. و ما ترك شيئاً علمه الله من حلال و لا حرام و لا أمر و لا نهي كان او يكون و لاكتاب منزل على أحد قبله من طاعة او معصية الا علمنيه و حفظته فلم أنس حرفاً واحدا. ثم وضع يده على صدری و دعا الله لي أن يملأ قلبي علماً و فهماً و حكماً و نورا. فقلت: "يانبي الله! بأبي أنت و امي! منذ دعوت الله لي بما دعوت لم أنس شيئاً و لم يفتني شيء لم أكتبه أفتتخوف على النسيان فيما بعده؟" فقال: "لا، أتخوف عليك النسيان و الجهل."(۱)

میں روزانہ ایک مرتبہ دن میں رسول اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور ایک مرتبہ رات میں، جب کہ اس وقت صرف ہم دو ہی افراد ہوتے تھے میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ساتھ رہتا تھا جہاں

(۱) کافی، ج ۱، ص ۶۴

جہاں وہ جاتے تھے میں بھی جاتا تھا اور محمدؐ کے اصحاب اس بات کو جانتے تھے کہ آپؐ نے کسی اور کو ایسا شرف نہیں بخشا وہ اکثر میرے گھر تشریف لاتے تھے اور میں جب ان کے بعض گھروں میں جاتا تھا تو ان کی ازواج وہاں سے چلی جاتی تھیں اور میرے علاوہ ان کے ساتھ کوئی اور باقی نہیں رہتا تھا جب وہ میرے گھر میں تشریف لاتے تھے تو فاطمہ زہراؑ اور میرا کوئی بیٹا وہاں نہیں رکتا تھا جب میں سوال کرتا تھا تو وہ جواب دیتے تھے اور جب میرے سوالات ختم ہو جاتے تھے اور میں خاموش ہو جاتا تھا تو آپ خود شروع کر دیتے تھے۔

پیغمبر اسلامؐ پر قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں نازل ہوئی جس کو آپ نے میرے سامنے نہ پڑھا ہو اور مجھے اس کا املا نہ کیا ہو پس میں اس کو اپنی تحریر میں لکھ لیتا تھا آپ ان آیات کی تاویل اور تفسیر تعلیم فرماتے تھے ان کے ناسخ و منسوخ سے آگاہ فرماتے تھے ان کے محکمات اور متشابہات کی تعلیم دیتے تھے اور اس کا عام و خاص سمجھاتے تھے۔

اور خدا سے دعا فرماتے کہ مجھے ان آیات کے سمجھنے اور ان کو حفظ کرنے کی صلاحیت عطا فرمائے جب سے آپ نے میرے لئے خدا کی بارگاہ میں یہ دعا فرمائی میں کتاب خدا کی ایک آیت بھی نہیں بھولا اور نہ کوئی ایسا علم فراموش کیا جس کو آپ نے مجھے املا کیا ہو اور میں نے اس کو لکھ لیا ہو۔

اور خداوند عالم نے آپ کو جو کچھ تعلیم فرمایا تھا چاہے وہ حلال و حرام سے متعلق ہو یا امر و نہی کے بارے میں ہو، موجودہ چیزوں کے وجود کے بارے میں ہو یا آئندہ وجود میں آنے والی چیزوں کے بارے میں، یہاں تک اطاعت اور معصیت پروردگار کے بارے میں یا پہلے بھی کسی پر کوئی کتاب نازل ہوئی ہو سب کا سب پیغمبر اسلامؐ نے مجھے تعلیم فرما دیا اور خداوند عالم سے دعا فرمائی کہ میرا سینہ علم، حلم، حکمت اور نور سے بھر دے میں نے عرض کیا اے نبی خدا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں جب سے آپ نے میرے حق میں دعا فرمائی میں کچھ نہیں بھولا اور میں نے کوئی چیز نہیں چھوڑی جسے لکھ نہ لیا ہو کیا آپ میرے بارے میں فراموشی اور نسیان سے خوفزدہ ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: نہیں؟ میں ہرگز تمہارے بارے میں نسیان یا جہالت سے خوفزدہ نہیں ہوں۔

۵۔ قیل لعلیؑ "مالک أکثر أصحاب رسول اللّٰہؐ حدیثاً؟". قال: "انی کنت اذا

سألته أنبأني و اذا سكتت ابتدئني"(١)

حضرت علیؑ سے کہا گیا کہ دوسرے اصحاب کی بہ نسبت رسول خداؐ سے اتنی زیادہ احادیث کیسے نقل کی ہیں؟

تو آپ نے فرمایا: میں جب بھی آپؐ سے سوال کرتا تھا تو آنحضرتؐ جواب دیتے تھے اور جب میں خاموش ہوجاتا تھا تو وہ خود ہی بیان کرنا شروع کردیتے تھے۔

٦۔قال علیؑ "و اللّٰه ما نزلت آية الا وقد علمت فيما نزلت و اين نزلت و على من نزلت. ان ربی وهب لی قلباً عقولاً و لساناً ناطقاً"(٢)

خدا کی قسم کوئی ایک آیت ایسی نازل نہیں ہوئی جس کے بارے میں مجھے یہ نہ معلوم ہو کہ کس موضوع کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کہاں نازل ہوئی اور کس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے خداوند عالم نے مجھے سمجھنے والا قلب اور بولنے والی زبان عطا کی ہے۔

٧۔ عن الاصبغ بن نباتة، قال: سمعت أمير المؤمنينؑ يقول: "ان رسول اللّٰهؐ علمنی ألف باب، و كل باب منها يفتح ألف باب، فذالك الف الف باب، حتى علمت ما كان و ما يكون الى يوم القيامة و علمت علم المنايا و البلايا و فصل الخطاب"(٣)

اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ میں نے امیر المومنینؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے مجھے علم کے ایک ہزار باب تعلیم فرمائے جن میں سے ہر باب سے ایک ہزار باب کھلتے ہیں لہٰذا میرے پاس ایک لاکھ ابواب علم ہوگئے مجھے ماضی کے واقعات اور قیامت تک پیش آنے والے مستقبل کے حالات کا علم ہے مجھے مقدرات الٰہی اور بلاؤں کا علم ہے اور میں فیصلہ کرنے سے اچھی طرح واقف ہوں۔

---

(١) طبقات کبریٰ، ج٢، ص٣٣٨
(٢) طبقات کبریٰ، ج٢، ص٣٣٨
(٣) ینابیع المودۃ، ص٨٨

مولائے کائناتؑ کے علمی کمال پر رسول اسلامؐ کی تائید

اپنی انتہائی ذہنی صلاحیتوں، محنت، لگن، خداوند عالم کی طرف سے عطا کی گئی توفیقات اور تائیدات اور پیغمبر اسلامؐ کی خصوصی توجہات کی بنا پر۲۳ سال کے مختصر سے عرصہ میں مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے تمام اسلامی تعلیمات اور احکام، قوانین کو پیغمبر اسلام سے حاصل کر کے اپنے پاس محفوظ کر لیا اور اس طرح آپ مخزن علوم نبوت قرار پائے جس کی پیغمبر اسلامؐ نے بھی تصدیق اور تائید فرمائی اور مختلف مواقع پر اس کا اعلان کیا ہے جس کا تذکرہ احادیث کی کتابوں میں موجود ہے. جیسے:

۱۔ قال النبیؐ، "لیھنئک العلم. أبا الحسن! لقد شربت العلم شرباً و نھلته نھلاً"(۱)

پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے ابوالحسن مبارک ہو تم علم سے خوش گوار اور میٹھے پانی کی طرح سیراب ہو۔

۲۔ قال رسول اللہؐ : "انا مدینة العلم و علی بابھا فمن اراد العلم فلیات بالباب"(۲)

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں لہٰذا جو علم چاہتا ہو وہ دروازہ سے گذر کر آئے۔

۳۔ یاعلی انا مدینة العلم و أنت بابھا. کذب من زعم انه یصل الی المدینة الا من قبل الباب"(۳)

رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور تم اس کا دروازہ ہو جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ دروازہ کے بغیر شہر میں داخل ہو سکتا ہے وہ جھوٹا ہے۔

۴۔ قال رسول اللہؐ : "انا دار الحکمة و علی بابھا."(۴)

پیغمبر اسلام نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں۔

---

(۱) ذخائر العقبی، ص۷۸

(۱) المناقب خوارزمی، ص۴۰، اسد الغابہ، ج۴، ص۲۲، المستدرک حاکم نیشابوری، ج۳، ص۱۲۷

(۲) ینابیع المودۃ، ص۸۲

(۳) ینابیع المودۃ، ص۸۱

۵. " سلمان الفارسی عن النبیؐ انه قال اعلم امتی علی"(۱)

سلمان فارسی نے پیغمبر اسلامؐ سے نقل کیا ہے کہ میری امت میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے حضرت علیؑ ہیں۔

۶۔ ابن مسعود قال کنت عند النبیؐ فسئل عن علم علی. فقال: "قسمت الحکمة عشر ة أجزاء فأعطی علی تسعة أجزاء والناس جزءً واحداً و هو أعلم بالعشر الباقی"(۲)

ابن مسعود کا بیان ہے: میں پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں تھا آپ سے حضرت علیؑ نے علم کے بارے میں سوال کیا۔

تو آپ نے فرمایا: علم وحکمت کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ان میں سے نو حصے علی ابن ابیطالبؑ کو عطا کئے گئے ہیں صرف ایک حصہ دنیا کے باقی افراد کے پاس ہے اور اس ایک حصہ میں بھی سب سے زیادہ علم، علی ہی کے پاس ہے۔

۷۔ انس بن مالک عن النبیؐ انه قال لعلی: "انت تبین لامتی ما اختلفوا فیه من بعدی"(۳)

انس ابن مالک نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہوکر فرمایا: تم میرے بعد میری امت کو اس کے اختلافات سے آگاہ کروگے۔

۸۔ ابو سعید الخدری قال: قال رسول اللهؐ "ان أقضی امتی علی ابن ابی طالب"(۴)

ابوسعید خدری نے پیغمبر اسلامؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: علی ابن ابیطالبؑ میری امت میں قضاوت کے مسائل سے سب سے زیادہ واقف ہیں۔

کتابت اور علوم کی تالیف وتدوین

حضرت علیؑ اگر چہ ہر قسم کی غلطی، خطا اور نسیان سے معصوم تھے اور احادیث کو حفظ کرنے کے

(۱) ینابیع المودۃ، ص۸۰

(۲) ینابیع المودۃ، ص۸۰

(۳) مستدرک، حاکم نیشاپوری، ج۳، ص۱۲۲

(۴) مناقب خوارزمی، ص۳۹

لئے ان کو لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن پیغمبر اسلامؐ نے ان کو حکم دیا تھا کہ احادیث کو ایک کتاب میں لکھ لیں تا کہ بعد میں آنے والے ائمہ کے لئے محفوظ رہ سکے۔

عن امیر المؤمنینؑ قال: قال رسول اللّٰہؐ: "یا علی! اکتب ما املی علیک". قلت: "یا رسول اللّٰہ! أتخاف علی النسیان؟". قال: "لا؛ و قد دعوت اللّٰہ عز و جل أن یجعلک حافظاً، و لکن أکتب لشرکائک الأئمة من ولدیک، بھم تسقی امتی الغیث و بھم یستجاب دعاؤھم و بھم یصرف اللّٰہ عن الناس البلاء و بھم تنزل الرحمة من السماء. و ھذا أولھم" و أشار الی الحسن، ثم قال: "و ھذا ثانیھم" و أشار الی الحسین، ثم قال: "و الأئمة من ولدہ، رضی اللّٰہ عنھم."(۱)

حضرت امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: اے علی جو کچھ میں تم سے بیان کرتا ہوں اس کو لکھ لیا کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ڈرتے ہیں کہ میں بھول جاؤں گا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کا خوف نہیں ہے اس لئے کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ وہ تمہیں تمام علوم کا حافظ قرار دے لیکن ان باتوں کو اپنے دوسرے شرکاء یعنی اپنی اولاد میں آنے والے ائمہ کے لئے لکھ لو وہ ائمہ جن کے وجود کی برکت سے لوگوں پر باران رحمت ہوگی، ان کی دعا مستجاب ہوگی ان سے بلائیں دور ہوں گی اور آسمان سے رحمت نازل ہوگی اس کے بعد آپ نے امام حسنؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہ ان میں سب سے پہلے امام ہیں اس کے بعد امام حسینؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہ ان میں سے دوسرے امام ہیں اور باقی ائمہ امام حسینؑ کی اولاد میں ہیں۔

کتابوں کا دوسرے ائمہ علیہم السلام کی طرف منتقل ہونا

مذکورہ کتابیں میراث کی صورت میں دوسرے اماموں کی طرف منتقل ہوتی رہیں اور ان سے احادیث نقل کی جاتی رہیں جس کی طرف خود ان ذوات مقدسہ نے اشارہ فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں کتاب علیؑ، صحیفہ اور جامعہ کا نام بھی لیا ہے اس سلسلہ میں بہت سی احادیث ہیں نمونہ کے طور پر مندرجہ ذیل احادیث کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے:

(۱) ینابیع المودة، ص۲۲؛ جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۹۶

۱۔ عن أبی مریم، قال: قال لی ابو جعفرؑ: "عندنا الجامعة و هی سبعون ذراعاً، فیها کل شیء حتی أرش الخدش. املاء رسول اللّٰهؐ و خط علیؑ. و عندنا الجفر و هو أدیم عکاظی قد کتب فیه حتی ملئت أکارعه، فیه ما کان و ما هو کائن الی یوم القیامة"(۱)

ابو مریم بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے امام ابوجعفرؑ نے فرمایا: میرے پاس کتاب جامعہ ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے اس میں سب کچھ لکھا ہے یہاں تک کہ ایک ہلکی سی کھرونچ لگ جانے کی دیت بھی اس میں لکھی ہے وہ کتاب پیغمبر اسلامؐ کے املا اور حضرت علیؑ کی تحریر ہے اور ہمارے پاس کتاب جفر بھی ہے وہ پکائی ہوئی کھال سے تیار ہوئی ہے اور تحریر سے پوری بھری ہوئی ہے اس میں ماضی، حال، مستقبل سے متعلق تمام علوم موجود ہیں۔

۲۔ عبد اللّٰه بن سنان، عن أبی عبد اللّٰهؑ قال: سمعته یقول: "ان عندنا جلداً سبعون ذراعاً أملی رسول اللّٰهؐ و خطه علیؑ بیده، و ان فیه جمیع ما یحتاجون الیه حتی أرش الخدش"(۲)

عبداللہ ابن سنان کا بیان ہے میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے پاس ستر ہاتھ لمبی ایک کھال موجود ہے جس پر مولائے کائنات نے رسول اسلامؐ کی جانب سے املا کئے گئے مطالب اپنے ہاتھ سے تحریر کئے ہیں اس میں لوگوں کی ضرورت کے تمام مسائل موجود ہیں یہاں تک کہ ایک کھرونچ کی دیت بھی ہے۔

۳۔ زرارة، قال: سألت أبا عبد اللّٰهؑ عن الکبائر، فقال: "هن فی کتاب علیؑ سبع: الکفر باللّٰه و قتل النفس و عقوق الوالدین و أکل الربا بعد البینة و أکل مال الیتیم ظلماً و الفرار من الزحف و التعرب بعد الهجرة"(۳)

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے گناہ کبیرہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کہ علیؑ کی کتاب میں سات چیزیں گناہ کبیرہ کے عنوان سے ذکر ہوئی ہیں:

---

(۱) جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۸۶
(۲) جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۸۶
(۳) جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۹۳

خدا کا انکار کرنا (کفر) نفس محترم کا قتل کرنا، والدین کے ذریعہ عاق ہو جانا، سود کی حرمت کے بیان ہو جانے کے بعد سود کھانا، ناحق یتیم کا مال کھانا، جہاد سے فرار کرنا، کفر کی سرزمین سے ہجرت کے بعد (بغیر کسی عذر شرعی کے) وہاں دوبارہ واپس جانا۔

۴۔ ابن فضال و محمد بن عیسی، عن یونس، جمیعاً، قالا: عرضنا کتاب الفرائض عن أمیر المؤمنینؑ علی أبی الحسنؑ فقال: "ھو صحیح"(۱)

ابن فضال اور محمد ابن عیسی نے یونس سے نقل کیا ہے کہ ہم نے امیر المومنینؑ کی کتاب الفرائض امام رضاؑ کے سامنے پیش کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے۔

۵۔ ابو حمزہ عن ابی جعفرؑ قال: وجدنا فی کتاب علیؑ قال رسول اللہؐ "اذا منعت الزکاۃ منعت الأرض برکاتھا"(۲)

ابوحمزہ نے امام ابوجعفرؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ علیؑ کی کتاب میں لکھا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا: جب لوگ زکواۃ ادا کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو زمین اپنی برکتوں کو روک لیتی ہے۔

٦۔ طلحۃ بن زید، عن ابی عبد اللہؑ قال: قرات فی کتاب علیؑ: "ان اللہ لم یأخذ علی الجھال عھداً بطلب العلم حتی أخذ علی العلماء عھداً ببذل العلم للجھال؛ لان العلم کان قبل الجھل"(۳)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علیؑ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ خداوند عالم نے جاہلوں سے اس وقت تک سیکھنے کا عہد نہیں لیا جب تک علماء سے سکھانے کا عہد نہیں لے لیا اس لئے کہ علم جہالت سے پہلے سے تھا۔

۷۔ معلی بن خنیس، عن أبی عبد اللہؑ قال: "ان الکتب کانت عند علیؑ فلما صار الی العراق، استودع الکتب ام سلمۃ، فلما مضی علیؑ کانت عند الحسنؑ فلما مضی الحسنؑ کانت عند الحسین، فلما مضی الحسین، کانت عند علی بن الحسینؑ، ثم کانت عند أبی"(۴)

(۱) جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۹۵
(۲) جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۹۴
(۳) جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۹۳
(۴) جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۹۵

معلٰی بن خنیس امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کتابیں حضرت علیؑ کے پاس تھیں جب آپ نے عراق کی طرف سفر کا ارادہ کیا تو ان کتابوں کو جناب ام سلمہ کے پاس امانت رکھ دیا جب مولائے کائناتؑ کی شہادت ہوگئی تو وہ کتابیں امام حسنؑ کے پاس آ گئیں امام حسنؑ کی شہادت کے بعد امام حسینؑ کے پاس رہیں اور امام حسینؑ کی شہادت کے بعد وہ کتابیں امام علی ابن الحسینؑ کے پاس تھیں اور ان کے بعد میرے والد امام محمد باقرؑ کے پاس آ گئیں۔

۸۔ عن جابر، قال: قال ابو جعفرؑ یا جابر! و اللّٰه! لو کنا نحدث الناس أو حدثنا هم برأینا لکنا من الهالکین و لکنا نحدثهم بآثار عندنا من رسول اللّٰهؐ یتوارثها کابر عن کابر یکنزها کما یکنز هؤلاء ذهبهم و فضتهم"(۱)

جابر بیان کرتے ہیں: امام محمد باقرؑ نے مجھ سے فرمایا: اے جابر خدا کی قسم اگر ہم لوگ اپنی مرضی سے لوگوں کے لئے حدیث بیان کرتے تو ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جاتے ہم پیغمبر اسلامؐ کے ان آثار میں سے حدیث نقل کرتے ہیں جو میراث کی صورت میں ہم تک پہونچی ہے ہمارے بزرگوں نے احادیث کو اسی طرح ذخیرہ کیا ہے جس طرح یہ دنیا والے سونا چاندی ذخیرہ کرتے ہیں۔

اہل سنت کی بعض کتابوں میں بھی ان کتابوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

۱۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال بن عدی: "و لجعفر أحادیث و نسخ و هو من ثقات الناس". و قال عمرو بن أبی المقدام: "کنت اذا نظرت الی جعفر بن محمد، علمت انه من سلالة النبیین."(۳)

ابن عدی نے بیان کیا ہے: جعفر (ابن محمد) کے پاس احادیث اور کتابوں کے نسخے ہیں اور وہ ثقہ افراد میں سے ہیں عمرو ابن ابی مقدام کا کہنا تھا کہ جب میں جعفر ابن محمد کو دیکھتا ہوں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ وہ انبیاء کی نسل سے ہیں۔

۲۔ ابن حجر نے تحریر کیا ہے:

---

(۱) جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۸۴

(۲) جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۹۵

(۳) تہذیب التہذیب، ج۲، ص۱۰۴

"سئل جعفر بن محمد مرة: "سمعت هذه الاحاديث من أبيک؟" قال: "نعم". و سئل مرة، فقال: "انما وجدتها في كتبه"(١)

ایک مرتبہ امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ احادیث اپنے والد سے سنی ہیں تو آپ نے فرمایا: ہاں. ایک بار پھر جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں نے ان احادیث کو اپنے والد کی کتابوں میں پایا ہے۔

٣۔ ابن حجر ہی نے تحریر کیا ہے:

"ذكر ابن حبان "جعفر بن محمد" في الثقات و قال: "من سادات أهل البيت فقهاً و علماً و فضلاً يحتج بحديثه من غير رواية اولاده عنه، و قد اعتبرت حديث الثقات عنه، فرأيت أحاديثه مستقيمة ليس فيها شيء يخالف حديث الاثبات"(٢)

ابن حبان نے جعفر ابن محمد کو ثقہ افراد میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ علم فقہ اور فضل کے اعتبار سے اہل بیتؑ کے سرداروں میں سے تھے ان کی روایات کو دلیل بنایا جاتا تھا چاہے ان کی اولاد کے ذریعہ وہ روایت نہ بیان ہوئی ہو بے دریغ ان کی حدیث کو ثقات کی حدیثوں میں شمار کیا جاتا تھا میں نے خود ان کی حدیث کو بغور دیکھا ہے اور کوئی چیز حدیث کے اثبات کے مخالف نہیں پایا۔

٤۔ "اختلفت اليه زماناً فما كنت اراه الا على ثلاثة خصال اما مصل و اما صائم و اما يقرأ القرآن و ما رأيته يحدث الا على طهارة"(٣)

ابن حجر نے ہی لکھا ہے، کہ مالک ابن انس نے کہا: امام جعفر ابن محمدؑ کے پاس کچھ عرصہ میرا آنا جانا تھا میں نے ان کو ان تین حالتوں کے علاوہ نہیں دیکھا یا نماز پڑھتے ہوئے یا روزہ کی حالت میں یا قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے اور ان کو کبھی بغیر طہارت کے حدیث بھی نقل کرتے ہوئے نہیں سنا۔

(١) جامع احادیث الشیعه، ج٢، ص١٠٤
(٢) جامع احادیث الشیعه، ج٢، ص١٠٤
(٣) تہذیب التہذیب، ج٢، ص١٠٤

خلاصہ اور نتیجہ

مذکورہ احادیث اور ان جیسی دسیوں دوسری احادیث سے چند باتیں سمجھی جاسکتی ہیں:

۱۔ دین اسلام پیغمبر اسلاؐم کی حیات مبارک میں ہی کامل ہوگیا تھا تمام ضروری تعلیمات اور احکام وقوانین وحی کے ذریعہ آپ کے حوالے کئے جاچکے تھے۔

۲۔ پیغمبر اسلاؐم نے احکام کی تبلیغ میں دو طریقہ سے عمل کیا تھا ایک تو لوگوں تک ان کو پہونچا کر اس کو حفظ کرنے، اس پر عمل کرنے کی تاکید کر کے اور دوسرے اس کو ایک محفوظ جگہ پر ذخیرہ کر کے جو ہر قسم کے خطا اور نسیان سے پاک ہو یعنی حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے قلب مبارک میں منتقل کر کے۔

۳۔ پیغمبر اسلاؐم حضرت علیؑ کو برابر احادیث لکھنے اور محفوظ رکھنے کی تاکید کرتے تھے تاکہ بعد کے ائمہؑ کے لئے محفوظ رہ سکیں۔

۴۔ پیغمبر اسلاؐم کی اس تاکید اور مولائے کائناتؑ کی اس پر پابندی کے نتیجہ میں مولائے کائناتؑ کے پاس کئی کتابیں تیار ہوگئیں تھیں جن سے پیغمبر اسلاؐم کی رحلت کے بعد فائدہ اٹھایا گیا مولائے کائناتؑ کی شہادت کے بعد وہ کتابیں حضرت علیؑ کے پاس آئیں اور اسی طرح ایک کے بعد دوسرے امام کی طرف منتقل ہوتی رہیں ائمہؑ اپنے علوم کے لئے انھیں کتابوں کو مدرک قرار دیتے تھے ہر امام دینی علوم کو دو طریقوں سے اپنے بعد والے امام تک پہونچاتا تھا ایک زبانی تعلیم کے ذریعہ دوسرے مذکورہ کتابوں سے روایت نقل کرنے کی اجازت کے ذریعہ۔ ائمۂ معصومینؑ اسی راستہ سے اپنی احادیث کو پیغمبر اسلاؐم کی طرف منسوب فرماتے تھے۔ جیسا کہ بعض کتابوں میں اس کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

۱۔ھشام ابن سالم و حماد ابن عثمان وغیرہ، قالوا: سمعنا أبا عبد اللّٰہ یقول: "حدیثی حدیث أبی، و حدیث أبی حدیث جدی، و حدیث جدی حدیث الحسین، و حدیث الحسین حدیث الحسن، و حدیث الحسن حدیث أمیر المؤمنین، و حدیث امیر المؤمنین حدیث رسول اللّٰہؐ و حدیث رسول اللّٰہ قول اللّٰہ عزو جل"(۱)

---

(۱) کافی، ج۱، ص۵۳، جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۸۰

ہشام ابن سالم اور حماد بن عثمان وغیرہ نے بیان کیا ہے: ہم نے امام جعفر صادقؑ سے سنا ہے کہ میری حدیث میرے والد کی حدیث ہے، میرے والد کی حدیث میرے جد کی حدیث ہے اور میرے جد کی حدیث امام حسینؑ کی حدیث ہے امام حسینؑ کی حدیث امام حسنؑ کی حدیث ہے امام حسنؑ کی حدیث امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی حدیث ہے اور امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی حدیث رسول اللہؐ کی حدیث ہے اور حدیث رسول قول خداوند عالم ہے۔

۲۔عن جابر، قال: قلت لابی جعفرؑ: "اذا حدثنی بحدیث فاسندہ لی". فقال: "حدثنی أبی عن جدی رسول اللہؐ عن جبرئیل، عن اللہ عزو جل. و کلما أحدثک، بھذا الاسناد". و قال: "یا جابر! لحدیث واحد تأخذہ عن صادق خیرلک من الدنیا و ما فیھا"(۱)

جابر بیان کرتے ہیں: میں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ جب آپ مجھ سے کوئی حدیث بیان فرمایا کریں تو اس کی سند بھی بیان کر دیا کریں۔

آپ نے فرمایا: میرے والد اپنے جد رسول اللہؐ سے رسول اللہؐ نے جبرئیل امین سے جبرئیل امین نے خداوند عالم سے میرے لئے حدیث نقل کرتے ہیں جو حدیث بھی میں تمہارے لئے نقل کرتا ہوں اس کی سند یہی ہوتی ہے اس کے بعد فرمایا: اے جابر ایک حدیث صادق انسان سے حاصل کرسکو تو وہ تمہارے لئے دنیا اور اس کی نعمتوں سے بہتر ہے۔

۳۔حفص بن البختری، قال: قلت لابی عبد اللہؑ: "نسمع الحدیث منک فلا أدری منک سمعتہ أو من أبیک؟". فقال: "ما سمعتہ منی فأورہ عن أبی و ما سمعتہ منی فأورہ عن رسول اللہؐ"

حفص ابن البختری نے بیان کیا ہے: میں نے ابو عبد اللہ امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ میں آپ کی حدیث سنتا ہوں لیکن مجھے یہ یاد نہیں رہتا کہ یہ حدیث آپ سے سنی ہے یا آپ کے والد سے امام نے فرمایا: جو کچھ مجھ سے سنتے ہو اس کو میرے والد سے روایت کر سکتے ہو بلکہ جو کچھ مجھ سے سنتے

---

(۱) جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۸۱

ہو اس کو رسول اللہؐ سے روایت کر سکتے ہو۔(۱)

یہ مختصر وضاحت پیغمبر اسلاؐم کی حیات بابرکت میں آپ کی خصوصی توجہ اور نگرانی میں آپ کی احادیث اور سنت کے مرتب اور مدون ہونے کے سلسلہ میں تھی اس وضاحت سے ائمہ معصومینؑ کے علوم کا ایک ذریعہ اور سرچشمہ معلوم ہو گیا ائمہ علیہم السلام پر اگر چہ براہ راست وحی نازل نہیں ہوتی تھی لیکن پیغمبر اسلاؐم کے ذریعہ وحی کی تمام تعلیمات اور احکام وقوانین سے ان ذوات مقدسہ کا رابطہ بہر حال برقرار تھا اس طریقہ سے تمام ائمہ علیہم السلام معتبر ترین اسناد کے ذریعہ جس کے تمام راوی معصوم ہوتے تھے براہ راست سرچشمۂ وحی سے تعلیمات حاصل کر کے دوسروں کے لئے نقل فرمایا کرتے تھے.اس سے بڑھ کر فضیلت اور فخر کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟

اہم ترین بات یہ ہے کہ ائمہ معصومینؑ اپنی احادیث میں پیغمبر اسلاؐم کے ذریعہ املا کی گئی اور مولائے کائنات کے دست مبارک سے لکھی ہوئی کتاب سے استناد فرمایا کرتے تھے۔

اس عظیم کتاب سے جو کچھ نقل ہوتا تھا وہ عام طور پر شرعی احکام وقوانین اور فقہی مسائل سے مربوط ہوتا تھا لیکن کبھی کبھی اس عظیم المرتبت سرچشمہ سے بلند ترین عقلی علوم بیان ہوتے تھے بلکہ اخلاقیات کا درس بھی ملتا تھا۔

ان کتابوں کے بارے میں مختصر بحث

افسوس کہ جو کتابیں پیغمبر اسلاؐم کے املا اور مولائے کائناتؑ کے دست مبارک سے لکھی گئی تھیں وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں اور ان میں موجود علمی مطالب سے ہم مکمل طور سے واقف نہیں ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ ان کتابوں میں صرف اسلام کے فقہی احکام وقوانین تھے یا دوسرے دینی علوم بھی اس میں پائے جاتے تھے یا ان میں فقہ کے مختلف ابواب اور ان کے تمام جزئی مسائل موجود تھے یا صرف کلی اور عام قواعد کا تذکرہ تھا اور ان کی فروعات ائمہ معصومینؑ انھیں سے استنباط کر کے بیان فرماتے تھے۔

(۱) جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۸۱

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں میں مسائل کی تفصیل درج تھی محمد ابن مسلم بیان کرتے ہیں:

میں نے امامؑ سے سوال کیا کہ آپ کے پاس جو علم، میراث میں پہونچا ہے وہ صرف کلیات ہیں یا لوگوں کی ضرورت کے تمام مسائل کی تفصیل اس میں ذکر کی گئی ہے جیسے طلاق، میراث وغیرہ کے مسائل کا بھی آپ کی علمی میراث میں تذکرہ ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: حضرت علیؑ نے تمام علوم کو تحریر فرمایا یہاں تک کہ قضاوت میراث کے فرائض سے مربوط مسائل بھی ہمارے اوامر میں پیغمبر اسلام کی سنت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔(۱)

بعض احادیث میں ہے کہ ان کتابوں میں تمام مسائل ہیں یہاں تک کہ ایک کھرونچ کی دیت بھی اگر چہ اس قسم کی احادیث موجود ہیں لیکن تمام ابواب فقہ کے تمام شرعی مسائل کا ان کتابوں میں پایا جانا بعید محسوس ہوتا ہے جو لوگ اسلامی فقہ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسلامی فقہ اتنی وسیع ہے کہ اس کے تمام مسائل کو ایک کتاب میں درج نہیں کیا جاسکتا چاہے وہ کتاب ستر ہاتھ کی ہی کیوں نہ ہو وہ بھی اس زمانے میں رائج کاغذ پر خاص طور پر اگر یہ کہا جائے کہ تمام فقہی مسائل کے ساتھ دوسرے دینی علوم کا بھی اس کتاب میں تذکرہ تھا جیسا کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک آخری سوال یہ ہوسکتا ہے کہ ائمۂ طاہرین علیہم السلام اس کتاب کے مطالب کو کس طرح نقل فرماتے تھے کیا اس کتاب کے کلمات کو بعینہ نقل فرماتے تھے یا صرف اس کے معانی اور مفاہیم نقل فرماتے تھے اس سوال کے جواب میں ہم افسوس کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ اصلی کتابوں تک ہماری رسائی نہیں ہے لہٰذا ہم اس سلسلہ میں کوئی یقینی جواب نہیں دے سکتے۔

۲۔ قرآن کریم

قرآن کریم اسلامی علوم کا سب سے اہم اور معتبر خزانہ ہے اس لئے کہ سند کے اعتبار سے قطعی الصدور (یعنی اس کا خداوند عالم کا کلام ہونا یقین کے ساتھ معلوم) ہے اور ہر مسلمان یہ جانتا ہے کہ موجودہ قرآن مجید بعینہ انھیں سوروں اور آیتوں کا مجموعہ ہے جو خداوند عالم کی جانب سے پیغمبر اسلامؐ

(۱) جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۹۲

کے نورانی قلب مبارک پر نازل ہوئی ہیں اوراس میں کسی طرح کی تحریف یا تبدیلی نہیں ہوئی ہے یہ آسمانی کتاب انسانیت کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی ہے لہٰذا مطالب کے اعتبار سے ایسی ہونی چاہئے جوانسان کی مختلف ضروریات کو پورا کر سکے قرآن مجید تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے اوراس سے سبھی لوگ فائدہ اٹھاسکتے ہیں لیکن اس آسمانی کتاب کے مفاہیم کی انتہائی گہرائی اور دقت کے پیش نظر نیز اس بات پر توجہ رکھتے ہوئے کہ اس کتاب میں ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ، خاص اور عام پائے جاتے ہیں اور تمام انسان تمام مطالب کو سمجھنے میں ایک جیسی صلاحیت نہیں رکھتے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید کے مفاہیم کی تہہ تک پہونچنا تمام انسانوں کے لئے ممکن نہ ہوگا.اور سب لوگ اس کے دقیق مطالب سے ایک طرح واقف نہیں ہوسکتے۔

پیغمبراسلاؐم جوقرآنی آیات کو براہ راست جبرئیل امین سے سنتے اوراسے اپنے قلب کی گہرائی میں اتارتے تھے یقیناً ان کو دوسرے انسانوں سے زیادہ سمجھتے تھے اسی لئے آیات کے نزول کے وقت آپ کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ ان آیات اور قرآنی تعلیمات کواس کی تاویل اور تفسیر کے ساتھ مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی طرف منتقل فرمادیں تاکہ یہ تعلیمات تمام انسانوں کے لئے محفوظ رہ جائیں۔

حضرت علیؑ بھی پیغمبراسلاؐم کے کلام کومکمل طور پر حفظ کر کے تحریر کر لیتے تھے اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ علم تفسیر بھی خود پیغمبراسلاؐم کی ذات بابرکت سے ہی شروع ہوکر حضرت علیؑ کی طرف منتقل ہوا ہے اوراسی واسطہ سے دوسرے ائمہ معصومین علیہم السلام تک پہونچا ہے اس کے علاوہ خود ائمہ معصومینؑ بھی قرآنی مطالب کو سمجھنے میں عام انسانوں کے مقابلہ میں فہم وادراک کی بیحد صلاحیتوں کے حامل تھے اوراس سلسلہ میں ان کوخداوندعالم کی خصوصی تائید حاصل تھی۔

اس بناپر قرآن کریم کوائمۂ معصومین علیہم السلام کے علوم کا ایک اہم ترین سرچشمہ قرار دیا جاسکتا ہے اوراسی وجہ سے وہ پاکیزہ حضرات دینی علوم اور اسلامی تعلیمات کوقرآن مجید کی طرف منسوب فرماتے تھے اور بعض مطالب کے بیان میں آیات قرآن سے استناد کرتے تھے ائمۂ معصومین علیہم السلام فرمایا کرتے تھے جوکچھ مجھ سے سنتے ہواس کے بارے میں ہم سے قرآن کی دلیل مانگ سکتے ہونمونہ کے طور پر ہم بعض احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔مرازم، عن أبی عبد اللّٰہؑ قال: "ان اللّٰہ تبارک و تعالی أنزل فی القرآن تبیان کل شیء حتی. و اللّٰہ! مما ترک اللّٰہ شیئاً یحتاج الیه العباد، حتی لایستطیع عبد یقول: "لو کان ھذا أنزل فی القرآن" الا و قد أنزل اللّٰہ فیه"(۱)

مزارم بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: خداوند عالم نے ہر چیز کا بیان قرآن مجید میں نازل کیا ہے خدا کی قسم لوگوں کو جس چیز کی بھی ضرورت تھی خداوند عالم نے اس کا تذکرہ قرآن مجید میں کر دیا تا کہ کوئی بندہ یہ نہ کہہ سکے کہ اگر یہ حکم ہے تو اس کو قرآن میں ہونا چاہئے۔

۲۔سماعة، عن ابی الحسن موسیؑ قال: قلت له: "أ کل شیء فی کتاب اللّٰہ و سنة نبیهؐ أو تقولون فیه؟". "بل کل شیء فی کتاب اللّٰہ و سنة نبیه"(۲)

سماعہ بیان کرتے ہیں: میں نے امام موسیٰ ابن جعفرؑ سے عرض کیا کہ قرآن مجید اور رسول اسلامؐ کی سنت میں سب کچھ موجود ہے یا اس کو آپ اپنی طرف سے بیان کرتے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا: ہر چیز قرآن اور سنت رسولؐ میں موجود ہے۔

۳۔عن ابی الصباح، قال: و اللّٰہ! لقد قال لی جعفر بن محمدؑ : "ان اللّٰہ علم نبیه التنزیل و التأویل فعلم رسول اللّٰہؐ علیاًؑ" ، ثم قال: "و علمنا، و اللّٰہ."(۳)

ابو الصباح کہتے ہیں: خدا کی قسم مجھ سے جعفر ابن محمدؑ نے فرمایا: خداوند عالم نے تاویل اور تنزیل کا علم اپنے پیغمبر کو عطا کیا اور رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو تعلیم کیا ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا: خدا کی قسم حضرت علیؑ نے وہ علم ہم لوگوں کو سکھایا ہے۔

۴۔سلمه ابن محرز، قال: سمعت أبا جعفرؑ یقول: "ان من علم ما أوتینا تفسیر القرآن و احکامه و علم تغییر الزمان و حدثانه، اذا أراد اللّٰہ بقوم خیراً اسمعھم و لو أسمع من لم یسمع لولی معرضاً کأن لم یسمعھا ثم أمسک ھنیئة". ثم قال: "لو وجدنا أوعیة أو مستراحاً لقلنا. و اللّٰہ المستعان"(۴)

(۱) کافی، ج۱،ص۵۹
(۲) کافی، ج۱،ص۶۲
(۳) جامع احادیث الشیعہ، ج۱،ص۱۸۴
(۴) کافی، ج۱،ص۲۲۹

سلمہ کا بیان ہے: میں نے امام محمد باقرؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: ہمیں جو علوم عطا کئے گئے ہیں ان میں تفسیر قرآن، احکام اور زمانے کے حادثات اور تغیرات کے علوم ہیں خداوند عالم جب کسی قوم کے ساتھ خیر کا ارادہ رکھتا ہے تو ان کو سناتا ہے اور اگر حق بات کسی ایسے شخص تک پہونچے جو سننا نہ چاہتا ہو تو وہ اس سے اس طرح منھ موڑ لیتا ہے جیسے اس بات کو سنا ہی نہ ہو اس کے بعد امامؑ تھوڑا رک کے پھر فرمایا: اگر ہمیں مناسب اور قابل اطمینان ظرف (افراد) مل جاتے تو ہم ان علوم کو بیان کر دیتے اور خدا ہی سے مدد کی درخواست کی جاتی ہے۔

۵۔ عبد الاعلی مولی آل سام قال: سمعت أبا عبد اللّٰہؑ یقول: "واللّٰہ! انی لاعلم کتاب اللّٰہ من أولہ الی آخرہ، کأنہ فی کفی. فیہ خبر السماء و خبر الأرض و خبر ما کان و خبر ما ھو کائن. قال للہ عزو جل: ﴿فیہ تبیان کل شیء﴾(۲)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: خدا کی قسم میں کتاب خدا کو شروع سے آخر تک جانتا ہوں اس طرح کہ وہ گویا میرے ہاتھ میں ہے اس میں زمین و آسمان، ماضی اور مستقبل کے حالات بیان ہوئے ہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا: خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔

۶۔ عن ابی الجارود، قال: قال ابو جعفرؑ: "اذا حدثکم بشیء فاسألونی من کتاب اللّٰہ"(۳)

ابو الجارود کہتے ہیں کہ امام ابو جعفرؑ نے فرمایا: جب ہم تم سے کچھ بیان کریں تو تم اس کے بارے میں کتاب خدا سے دلیل مانگو۔

۷۔زرارہ، قال: قلت لابی جعفرؑ: "ألا تخبرنی من أین علمت و قلت: ان المسح ببعض الرأس و بعض الرجلین؟". فضحک فقال: "یا زرارۃ! قالہ رسول اللّٰہؐ و نزل بہ الکتاب عن اللّٰہ عزوجل؛ لأن اللّٰہ عزوجل قال: ﴿فاغسلوا وجوھکم﴾

(۲) کافی، ج۱، ص۲۲۹
(۳) کافی، ج۱، ص۶۰

فعرفنا أن الوجه كله ينبغي أن يغسل، ثم قال: ﴿و أيديكم الى المرافق﴾ فوصل اليدين الى المرفق بالوجه، فعرفنا أنه ينبغي لهما أن يغسلا الى المرافقين، ثم فصل بين الكلام، فقال: ﴿وامسحوا برؤوسكم﴾ فعرفنا حين قال: ﴿برؤوسكم﴾ أن المسح ببعض الرأس لمكان الباء، ثم وصل الرجلين بالرأس، كما وصل اليدين بالوجه، فقال: ﴿و أرجلكم الى الكعبين﴾ فعرفنا حين وصلها بالرأس أن المسح على بعضهما. ثم فسر ذالک رسول اللّٰہؐ للناس، فضيعوا"(۱)

زرارہ کا بیان ہے: میں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا! کہ کیا آپ مجھ سے نہیں بتائیں گے کہ آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وضو میں سر اور دونوں پیروں کے بعض حصوں کا مسح کرنا چاہئے؟

امامؑ نے مسکرا کر فرمایا: رسول خداؐ نے اسی طرح فرمایا ہے اور کتاب خدا قرآن مجید میں بھی اسی طرح نازل ہوا ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے ﴿فاغسلوا وجوهكم﴾ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پورا چہرہ دھونا چاہئے اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے ﴿و أيديكم الى المرافق﴾ دونوں ہاتھوں کو وجوہ پر عطف کیا گیا ہے لہٰذا دونوں ہاتھوں کو کہنی تک دھونا چاہئے اس کے بعد کلام میں فاصلہ ہو گیا اور پھر فرمایا: ﴿وامسحوا برؤوسكم﴾ اس "برؤوسكم" سے معلوم ہوتا ہے کہ سر کے بعض حصہ کا مسح کیا جائے اس کے بعد "رجلين" کو "برؤوسكم" سے ملایا گیا ہے جس طرح "أيديكم" کو "وجوه" سے ملایا گیا ہے اور ارشاد ہے "أرجلكم الى الكعبين" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر کے بعض حصوں کا مسح "کعبین" (دونوں پیروں کے ابھار) تک ہونا چاہئے پیغمبر اسلامؐ نے لوگوں کے لئے اس آیت کی تفسیر اسی طرح بیان کی ہے لیکن ان لوگوں نے رسول خداؐ کے فرمودات کو ضائع کر دیا۔

۸۔ بريد ابن معاوية، عن أحدهماً فی قول اللّٰه عزوجل ﴿وما يعلم تأويله الا اللّٰه و الراسخون فی العلم﴾: "فرسول اللّٰہؐ أفضل الراسخين فی العلم، قد علمه اللّٰه عزوجل جميع ما أنزل عليه من التنزيل و التأويل، و ما كان اللّٰه لينزل عليه شيئاً

(۱) وسائل الشیعہ، ج۱، ص۴۱۳

لم یعلمه تأویله. و أوصیائه من بعده یعلمونه کله، و الذین لایعلمون تأویله اذا قال العالم فیهم بعلم فأجابهم اللّٰه بقوله ﴿یقولون آمنا به کل من عند ربنا﴾ و القرآن خاص و عام و محکم و متشابه و ناسخ و منسوخ، فالراسخون فی العلم یعلمونه"(۱)

برید ابن معاویہ نے امام محمد باقرؑ یا امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے خداوند عالم کے اس قول ﴿و ما یعلم تاویله الا اللّٰه والراسخون فی العلم﴾ کے بارے میں فرمایا: پیغمبر اسلامؐ "والراسخون فی العلم" میں سب سے افضل تھے خداوند عالم نے جو کچھ ان پر نازل کیا سب کی تنزیل وتاویل سے ان کو واقف کر دیا اور کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی۔

پیغمبر اسلامؐ کے بعد ان کے اوصیاء بھی سب کچھ جانتے ہیں جو لوگ تاویل قرآن سے واقف نہیں ہیں جب جاننے والے (وصی رسولؐ) سے اس کو سنتے ہیں تو کہتے کہ جو کچھ خداوند عالم کی طرف سے نازل ہوا ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں قرآن میں خاص، عام، ناسخ، منسوخ، محکم اور متشابہ موجود ہے والراسخون فی العلم سب سے واقف ہیں۔

۹۔ عبد الرحمن ابن کثیر، عن ابی عبد اللّٰهؑ : قال: "راسخون فی العلم امیر المومنین والأئمة من بعده"(۲)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: راسخون فی العلم امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ اور ان کے بعد میں آنے والے ائمہؑ ہیں۔

مذکورہ احادیث نمونہ کے طور پر ذکر کی گئیں ایسی دسیوں حدیثیں حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے علوم کا ایک اہم ترین خزانہ قرآن مجید ہے وہ منتخب روزگار ذوات مقدسہ اپنی ذاتی استعداد، خداوند عالم کی تائید اور رسول اسلامؐ کے ذریعہ ان تک پہونچنے والے علوم کے ذریعہ قرآن مجید سے مکمل طور پر مانوس اور آگاہ تھے عقائد واخلاقیات اسی آسمانی کتاب سے سمجھتے تھے۔

فقہی مسائل، عقائد اور اخلاقیات سے متعلق تعلیمات اسی آسمانی کتاب سے استنباط کر کے

---

(۱) کافی، ج۱، ص۲۱۳

(۲) کافی، ج۱، ص۲۱۳

لوگوں کے سامنے بیان کرتے تھے جو حدیث کی صورت میں باقی رہ کر آج بھی احادیث کی کتابوں کی زینت بنی ہیں۔

۳۔عقل

ائمہ معصومین علیہم السلام کے علوم کا ایک ذریعہ عقل اور تفکر ہے.غور وفکر کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت دوسری موجودات کے مقابلہ انسان کی ایک اہم اورمنفرد خصوصیت ہے انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے اس کی قوت فکر کا نتیجہ ہے۔

اگرانسان کے پاس عقل نہ رہے تو اس کے اندر صرف حیوانیت ہی رہ جائے گی انسانی تمدن اور اس کی ترقی اس کی قوت فکر کی مرہون منت ہے انسان اپنی روزمرہ کی زندگی میں منطق اوراستدلال سے بہرہ مند ہوتا ہے عقل کے ذریعہ درک کی جانے والی چیزوں کی حجیت اس کے لئے ایک ایسا یقینی امر ہے جس کو قبول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

اکثر آسمانی مذاہب بھی عقلی استدلال اورحجتوں پر تکیہ کرتے ہیں انبیاء الٰہی جو اپنے کو خداوند عالم کی جانب سے مبعوث ہونے والے افراد بتاتے تھے اورموت کے بعد کی زندگی قیامت اورآخرت میں جزاوسزا کی خبر دیتے تھے اگر چہ عام طور پر اپنی تبلیغ کا آغاز حجتوں اور دلیلوں سے نہیں کرتے تھے اوراس سلسلہ میں انسان کے اندر فطری طور پر پائے جانے والے، خدا کی جستجو کے جذبہ کا سہارا لیتے تھے لیکن آخر کار اپنے دعوی کی کے لئے عقلی استدلال پیش کرتے تھے اور لوگوں کو ان کی طرف ہدایت کرتے تھے انبیاء علیہم السلام اس لئے نہیں آئے تھے کہ اپنا اتباع کرنے والوں کو بغیر سوچے سمجھے اور بغیر کسی دلیل و برہان کے اصول، عقائد، خدا کی توحید، نبوت اور قیامت پر ایمان لانے پر مجبور کریں بلکہ ان کا ایک مقصد انسان کی قوت فکر اوراس کی عقل کو پروان چڑھا کر خدا اور قیامت کے سلسلہ میں دل کی گہرائیوں سے مومن بنانا اور مکمل واقفیت کے ساتھ حق کو قبول کروانا تھا۔

قرآن کریم نے بھی یہی طریقہ اپنایا ہے اوراگرایک طرف الٰہیات، اصول، عقائد، وغیرہ کے سلسلہ میں کچھ مطالب بیان کئے ہیں تو دوسری طرف بار بار غور وفکر کی دعوت دی ہے تا کہ سوچ سمجھ کر عقلی دلیلوں کے ساتھ حق کو قبول کریں اوران کو اپنے دل اور روح کی گہرائیوں میں اتارلیں اس کے

علاوہ خود قرآن مجید نے بعض مواقع پر عقلی دلیل و برہان قائم کیا ہے البتہ قرآن مجید میں بیان کی گئی عقلی دلیلیں انتہائی آسان اور سب کی سمجھ میں آنے والی ہیں۔

پیغمبر اسلاؐم بھی منطق اور عقلی دلیل و برہان کے پابند تھے اور عقلی باتوں، یہاں تک اصول عقائد، خدا اور قیامت کے سلسلہ میں عقل کے ذریعہ درک کی جانے والی باتوں کو معتبر اور حجت سمجھتے تھے اور ان کا اتباع کرتے تھے ایسا نہیں تھا کہ آپ بعثت سے پہلے دنیا کے خالق اس کی توحید اور قیامت پر ایمان نہ رکھتے ہوں اور وحی کے بعد ان پر ایمان لائے ہوں بلکہ آپ اپنی بعثت سے پہلے عقل کے ذریعہ ہی ان تمام مسائل پر اعتقاد اور ایمان رکھتے تھے۔

نبوت اور بعثت کے بعد بھی آپ نے اپنا اتباع کرنے والوں کے عقائد میں استحکام اور قرآنی مطالب کی وضاحت کے لئے عقلی دلائل استعمال کئے خود آپ مکمل اور مضبوط عقل کے مالک تھے لیکن عقلی نظریات کے ساتھ ساتھ آپ کو وحی اور عصمت کی پشت پناہی بھی حاصل تھی آپ ہر قسم کی خطا، غلطی اور نسیان سے پاک تھے اپنی پیروی کرنے والے مسلمانوں کو ہمیشہ غور وفکر کرنے اور عقلی احکام پر عمل کرنے کا حکم دیتے تھے۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

"ما قسم اللّٰه للعباد شيئاً أفضل من العقل. فنوم العاقل أفضل من سهر الجاهل، و اقامة العاقل أفضل من شخوص الجاهل، و لا بعث اللّٰه نبياً و لا رسولاً حتى يكمل العقل، و يكون عقله أفضل من جميع عقول امته"(۱)

خداوند عالم نے اپنے بندوں کے درمیان عقل سے بہتر کوئی چیز تقسیم نہیں فرمائی، عاقل کا سونا جاہل کے رات بھر جاگنے سے بہتر ہے اور عاقل کا اپنے وطن میں رہنا جاہل کے سفر کرنے سے بہتر ہے خداوند عالم نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ اس نبی کی عقل اس کی امت کے تمام افراد سے بہتر تھی۔

لہٰذا عقل کو انبیاء کے علوم کا ایک اہم سرچشمہ قرار دیا جاسکتا ہے البتہ صرف اصول، عقائد، عقلی احکام اور بعض شرعی احکام وقوانین میں۔

(۱) کافی، ج۱، ص۱۲۔

پیغمبر اسلامؐ نے اپنی رسالت کے دور میں ہی مولائے کائناتؑ کو اس روش سے واقف کر دیا تھا اور ان کی عقل کی تربیت کر کے اسے منزل کمال تک پہونچا دیا تھا تا کہ آپ کی رحلت کے بعد لوگ اسلامی تعلیمات سے متعلق عقلی مسائل میں ان سے رہنمائی حاصل کر سکیں۔

مولائے کائناتؑ کو بھی حضور اکرم ﷺ کی طرح عقلی مسائل میں عصمت کی پشت پناہی حاصل تھی اور آپ بھی ہر قسم کی خطا، غلطی اور سہو ونسیان سے پاک تھے اگر احادیث کی کتابوں، خاص طور پر نہج البلاغہ پر نظر ڈالی جائے تو اس حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے کہ رسول اسلامؐ کے بعد عقلی علوم اور اسلامی تعلیمات میں مولائے کائنات حضرت علی ابن ابیطالبؑ کے ہم پلہ نہ کوئی تھا اور نہ کوئی ہو سکتا تھا۔

ہم ان مختصر اوراق میں اس عظیم شخصیت کے جملہ کلمات کی تفصیلات نہیں بیان کر سکتے. البتہ نمونہ کے طور پر اس کے ایک مختصر حصہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

مولائے کائناتؑ اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"أول الدين معرفته، و كمال معرفته التصديق به، و كمال التصديق به توحيده، و كمال توحيده الاخلاص، و كمال الاخلاص له نفي الصفات عنه، لشهادة كل صفة أنها غير الموصوف، و شهادة كل موصوف انه غير الصفة، فمن وصف اللّٰه سبحانه فقد قرنه، و من قرنه فقد ثناه، و من ثناه فقد جزأه، و من جزأه فقد جهله، و من جهله فقد أشار اليه، و من أشار اليه فقد حده، و من حده فقد عده، و من قال: "فيم؟" فقد ضمنه، و من قال: "علام؟" فقد أخلى منه"(۱)

امیر المومنینؑ نے فرمایا: دین کی ابتدا خدا کی معرفت ہے اور معرفت کا کمال اس کی تصدیق ہے اور اس کی تصدیق کا کمال اس کی توحید ہے اور توحید کا کمال اس کے سلسلہ میں اخلاص ہے اور اخلاص کا کمال اس کی ذات سے صفات کی نفی کرنا ہے اس لئے کہ ہر صفت اس بات کی خبر دیتی ہے کہ وہ اپنے موصوف سے الگ کوئی اور چیز ہے اسی طرح موصوف بھی اپنی صفت سے جدا ہوتا ہے لہٰذا جس نے خداوند عالم کی توصیف کی اس نے اس کا مثل قرار دیا اور جس نے مثل قرار دیا اس نے اس کو دو

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ۱

مانا اور جس نے دو مانا وہ اس کے لئے اجزاء کا قائل ہوا اور جو اجزاء کا قائل ہوا اس نے اس کے بارے میں جہل سے کام لیا اور جس نے جہل سے کام لیا اس نے گویا اس کی طرف اشارہ کیا اور جس نے اشارہ کیا اس نے اس کو محدود کر دیا اور جس نے محدود کیا اس نے اس کے لئے عدد قرار دیا جس نے اس کے بارے میں ''کس میں'' کا لفظ استعمال کیا اس نے اس کو ظرف میں قرار دیا اور جس نے اس کے بارے میں کس پر کہا اس نے دنیا کو اس سے خالی سمجھا۔

جو لوگ فلسفہ اور علم کلام سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے جو کچھ ان مختصر کلمات میں ارشاد فرمایا ہے اس کی وضاحت کے لئے اسلامی فلاسفہ کو دسیوں بلکہ سیکڑوں صفحات درکار ہیں وہ بھی اسلام کے ابتدائی دور میں جب مسلمان فلسفہ اور کلام کے نام تک سے واقف نہیں تھے ایسا مستدل اور دقیق بیان کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔

البتہ کسی ایسے منفرد انسان کی زبان مبارک سے ان مطالب کا بیان ہونا بعید نہیں ہے جو عصمت کے عظیم درجہ پر فائز ہو اور پیغمبر اسلامؐ کی آغوش تربیت میں پروان چڑھا ہو۔

لہٰذا مولائے کائنات کے عقلی افکار و نظریات ائمہ معصومین علیہم السلام کے علوم کا ایک اہم ترین ذریعہ اور سرچشمہ ہیں۔

مولائے کائنات کے بعد دوسرے ائمہ معصومینؑ بھی عقلی امور جیسے مبدأ (انسانی خلقت) کا آغاز اور قیامت کو بیان کرنے کے سلسلہ میں ان ہی کی سیرت پر عمل پیرا رہے۔

اصول عقائد کے سلسلہ میں ائمہ معصومین علیہم السلام کے احتجاجات اور ان کے بیانات سے تفصیلی واقفیت تاریخ اور حدیث کی کتابوں سے حاصل کی جا سکتی ہے افسوس کہ اس مختصر سی کتاب میں ان مطالب کو بیان کرنے کا موقع نہیں ہے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کے سب سے بہتر علوم

اب تک جن علوم کا تذکرہ کیا گیا وہ تمام انسانوں کے درمیان رائج علوم ہیں دنیا کے تمام انسان کم و بیش ان سے واقف ہیں لیکن ائمہ معصومین علیہم السلام کے علوم کچھ خاص امتیازات کے حامل

ہیں بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے پاس کچھ دوسرے قسم کے علوم بھی تھے جوان رائج علوم سے اہم اوران سے افضل ہیں.

نمونہ کے طور پر مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔عن ابی بصیر، قال: دخلت علی أبی عبد اللّٰہؑ ... قال: "ان عندنا علم ما کان و علم ما هو کائن الی أن تقوم الساعة". قال: قلت: "جعلت فداک! هذا و اللّٰه هو العلم". قال: "انه لعلم و لیس بذالک". قال: قلت: "جعلت فداک! فأی شیء العلم؟". قال: "ما یحدث باللیل و النهار، الأمر بعد الأمر، و الشیء بعد الشیء الی یوم القیامة".(۱)

ابوبصیر کا کہنا ہے: کہ ہم لوگ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے فرمایا: ہم تمام گذشتہ واقعات اور آئندہ قیامت تک رونما ہونے والے حادثات سے واقف ہیں. میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہوجاؤں کیا واقعی یہ علم ہے آپ نے فرمایا: یہ ایک علم ہے لیکن یہی علم نہیں ہے میں نے کہا میں آپ پر قربان ہوجاؤں پھر علم کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: علم وہ امور ہیں جو یکے بعد دیگرے روزانہ قیامت تک ہمارے سامنے پیش ہوتے رہیں گے۔

۲۔ عن المفضل قال: قال ابو عبد اللّٰہؑ ذات یوم، و کان لایکنینی قبل ذالک: "یا ابا عبد اللّٰه!". قال: قلت: "لبیک!" قال: "ان لنا فی کل لیلة جمعة سروراً".

قلت: "زادک اللّٰه! و ما ذالک؟". قال: "اذا کان لیلة الجمعة وافی رسول اللّٰہؐ العرش و وافی الأئمة معه و وافیت معهم، فلاترد أرواحنا الی أبداننا الا العلم المستفاد و لو لا ذالک لأنفدنا"(۲)

مفضل کا بیان ہے: امام جعفر صادقؑ نے ایک دن مجھے یااباعبداللہ کہہ کرمخاطب فرمایا: جب کہ اس سے پہلے آپ مجھے کنیت کے ساتھ نہیں پکارتے تھے میں نے ان کی آواز پر لبیک کہا تو آپ نے

(۱) کافی، ج۱، ص۲۴۰

(۲) کافی، ج۱، ص۲۵۴

فرمایا: ہمارے لئے ہر شب جمعہ کو خوشی کے اسباب فراہم ہوتے ہیں. میں نے جواب دیا خدا ان میں اضافہ فرمائے وہ اسباب کیا ہیں آپ نے فرمایا: جب شب جمعہ آتی ہے تو رسول خداؐ عرش الٰہی کی بلندیوں پر جاتے ہیں ان کے ساتھ تمام ائمہ ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ میں بھی ہوتا ہوں ان بلندیوں کو طے کرنے کے بعد ہماری روحیں جب دوبارہ ہمارے جسموں میں واپس آتی ہیں خاطر خواہ علم کے ساتھ واپس آتی ہیں اور اگر یہ خاطر خواہ علم نہ ہوتا تو ہمارا علم کب کا ختم ہوگیا ہوتا۔

۳۔ حارث بن المغيرة، عن أبي عبد اللّٰهؑ قال: قلت: "أخبرني عن علم عالمكم؟". قال: "وراثة من رسول اللّٰهؐ و من عليؑ". قال: قلت: "انا نتحدث أنه يقذف في قلوبكم و ينكث في آذانكم؟". قال: "أو ذاک".(۱)

حارث ابن مغیرہ کا بیان ہے: کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ اپنے علوم کے بارے میں ہمیں بتائیں تو آپ نے فرمایا: کہ ہمارے علوم پیغمبر اسلامؐ اور مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی میراث ہیں۔

میں نے عرض کیا: ہم لوگوں کے درمیان تو یہ باتیں ہوتی ہیں کہ آپ لوگوں کے دلوں میں یہ علوم ڈال دیئے جاتے ہیں اور آپ کے کانوں میں ان کی آواز سنائی دیتی ہے۔

آپ نے فرمایا: ہاں ایسا بھی ہوتا ہے۔

۴۔ علي السائي، عن أبي الحسن الأول موسىٰؑ قال: "مبلغ علمنا على ثلاثة وجوه: ماض و غابر و حادث. فأما الماضي فمفسر، و أما الغابر فمزبور، و أما الحادث فقذف في القلوب و نقر في الأسماع و هو أفضل علمنا و لا نبي بعدنبينا".(۲)

علی سائی امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہمارے علوم تین طرح کے ہیں گذشتہ، آئندہ اور موجودہ (روزانہ پیش آنے والے واقعات سے متعلق علوم) گذشتہ علوم ہمارے لئے بیان کئے جاچکے ہیں اور آئندہ علوم ہمارے لئے لکھ دیئے گئے ہیں موجودہ مسائل کا علم ہمارے دلوں میں ڈال دیا جاتا ہے اور ہمیں سنایا جاتا ہے یہ ہمارے علوم میں سب سے بہتر علم ہے اور ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

---

(۱) کافی، ج۱، ص۲۶۴

(۲) اصول کافی، ج۱، ص۲۶۴

۵۔عن المفضل بن عمر، قال: قلت لأبی الحسنؑ: روینا عن أبی عبد اللہؑ قال: "ان علمنا غابر و مزبور و نکت فی القلوب و نقر فی الأسماع"

مفضل ابن عمر کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظمؑ سے عرض کیا کہ ہم سے امام جعفر صادقؑ کی یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ ہمارے علوم غابر، مزبور اور نکت فی القلوب، نقر فی الاسماع ہیں۔

فقال: "أما الغابر فما تقدم من علمنا، و أما المزبور فما یأتینا، و أما النکت فی القلوب فالهام، و أما النقر فی الاسماع فأمر الملک." (۱)

تو امامؑ نے فرمایا کہ غابر سے مراد گذشتہ کا علم ہے اور مزبور آئندہ سے متعلق علم کو کہتے ہیں، نکت فی القلوب سے مراد الہام ہے اور نقر فی الاسماع سے مراد حکومت کے امور سے متعلق علم ہے۔

۶۔زرارہ، قال: سمعت أبا جعفرؑ یقول: "لو لا انا نزداد لأنفدنا". قال: قلت: "تزدادون شیئاً لا یعلمه رسول اللہؐ". قال: "أما انه اذا کان ذالک عرض علی رسول اللہؐ ثم علی الأئمة، ثم انتهی الأمر الینا."(۲)

زرارہ بیان کرتے ہیں: کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر ہمارے علوم میں اضافہ نہ ہوتا رہتا تو ہمارے علوم ختم ہو جاتے زرارہ نے سوال کیا کہ کیا آپ کے علوم میں کسی ایسی چیز کا اضافہ ہوا ہے جس کو رسول اسلامؐ نہ جانتے رہے ہوں تو آپ نے جواب دیا کہ جب ہمارے علم میں کسی چیز کا اضافہ مقصود ہوتا ہے تو اس کو پہلے رسول اسلامؐ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور اس کے بعد دوسرے ائمہ کو عطا کیا جاتا ہے اور سب سے آخر میں ہم تک پہونچتا ہے۔

اس طرح کی متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ بہت سے رائج علوم کے علاوہ کچھ مخصوص علوم کے بھی مالک ہیں جو ان علوم سے بالکل مختلف ہیں ان کے مخصوص علوم مفاہیم ذہنی جیسے نہیں ہوتے ہیں بلکہ اس میں حضور اور شہود کی کیفیت ہوتی ہے ہمارے علوم عام طور پر کسبی اور ذہنی مفاہیم کی صورت میں ہوتے ہیں یہاں تک کہ خدا، توحید، اسماء، صفات الٰہی، قیامت، موت کے بعد کے منازل، حساب و کتاب، جنت اور اس کی نعمتیں، دوزخ اور اس کا عذاب، یہ

(۱) اصول کافی، ج۱، ص۲۶۴

(۲) کافی، ج۱، ص۲۵۵

تمام چیزیں بھی صرف ذہنی مفاہیم ہی کی صورت میں ہوتی ہیں اوران اصول کے سمجھنے میں جتنا بھی غوروفکر سے کام لیا جائے. مفاہیم ذہنی میں اضافہ کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

توحید پروردگاراوراس کے صفات جلال وجمال کی معرفت اوراس کے ہرجگہ حاضروناظر رہنے کے سلسلہ میں ہمیں جیسا علم ہونا چاہئے ویسا علم ہمارے پاس نہیں ہے اسی وجہ سے عام طور پران چیزوں پرایمان کے حقیقی اثرات ظاہرنہیں ہو پاتے۔

مفاہیم ذہنی کی صورت میں ایمان لانے والوں میں عظمت پروردگار کے تئیں خوف و ہراس، ترک گناہ، نماز اور دوسری عبادتوں میں خشوع وخضوع کی وہ کیفیت نظرنہیں آتی جواولیاء الٰہی کے یہاں پائی جاتی ہے۔

پیغمبراسلامؐ اورائمہ معصومینؑ اپنے آغاز وانجام یعنی خدااورقیامت کے سلسلہ میں ایسے علوم کے حامل ہیں جن کا مرتبہ مفاہیم ذہنی کی معرفت سے کہیں بلند ہےان کی معرفت اوران کاعلم حضوری ہے اوروہ یونہی چشم بصیرت سے گویااس کا مشاہدہ کرتے ہیں اوراپنے کانوں سے ایسی آوازیں سنتے ہیں جودوسروں کوسنائی نہیں دے سکتیں۔

یہ باطنی شہود وجود کی سنخیت سے ہے جواپنی سب سے ادنی منزل یعنی معرفت رکھنے والے کے نفس سے شروع ہوتا ہےاورایک لامحدودمرحلہ تک آگے بڑھتا ہےمعرفت رکھنےوالا عارف اپنی ذات کےاندرایک وجودی اورواقعی سفرطے کر کے بلندی کی منزلیں طے کرتا ہےاورکمال وجمال کےسرچشمے سے زیادہ سے زیادہ نزدیک ہوجاتا ہےاس کے کمالات میں اضافہ اوراس کے علوم میں گہرائی پیدا ہوجاتی ہےاوراس منزل میں وہ پروردگارعالم کوغنی مطلق اور ہرجگہ حاضروناظر سمجھتا ہے اپنے ساتھ دوسری تمام چیزوں کومحتاج تصور کرتا ہےایسا شخص آیات الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہےخداوند عالم قرآن مجید میں ارشادفرماتا ہے:﴿ولله المشرق و المغرب فأينما تولوا فثم وجه الله﴾مشرق ومغرب خداوند عالم کی ملکیت ہےاورتم جدھربھی رخ کرواد ھرہی وجہ پروردگار ہے۔(۱)

اسی طرح ارشادہوتا ہے:﴿و هو معكم اينما كنتم و الله بما تعملون بصير﴾تم کہیں

(۱)سورۂ بقرہ،آیت ۱۱۵

بھی رہو خدا تمہارے ساتھ ہے اور خدا تمہارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔(۱)

ارشاد ہوتا ہے: ﴿و نحن اقرب الیه من حبل الورید﴾ ہم تمہاری رگ گردن سے زیادہ تم سے نزدیک ہیں۔(۲)

اسی کی طرف مندرجہ ذیل روایت میں اشارہ کیا گیا ہے:

۱۔ "هل رأیت ربک حین عبدته؟ قال ویلک ما کنت اعبد رباً لم أره قال و کیف رأیته؟". قال: "ویلک! لاتدرکه العیون مشاهدة الأبصار و لکن رأته القلوب بحقائق الایمان." (۳)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ایک شخص مولائے کائنات حضرت علی ابن ابیطالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: کہ کیا آپ نے اپنے اس پروردگار کو دیکھا ہے جس کی عبادت کر رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر میں اس پروردگار کی عبادت نہیں کرتا جس کو نہ دیکھا ہو۔

سوال کرنے والے نے پھر دریافت کیا: آپ نے اسے کیسے دیکھا ہے؟۔

تو آپ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر یہ ظاہری آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں بلکہ اسے حقیقت ایمان کے ساتھ دل کی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے۔

۲۔ عبد اللّٰه بن سنان، عن أبیه، قال: حضرت أبا جعفرؑ فدخل علیه رجل من الخوارج، فقال له: "یا أبا جعفر! أی شیء تعبد؟". فقال: "اللّٰه تعالی". قال: "رأیته؟". قال: "بل لم تره العیون بمشاهدة الأبصار و لکن رأته القلوب بحقائق الایمان" (۴)

عبداللہ ابن سنان نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں تھا خوارج میں سے ایک شخص وہاں آیا اور امامؑ سے عرض کیا: کہ آپ کس کی عبادت کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: خداوند عالم کی اس نے سوال کیا۔ آپ نے اسے دیکھا ہے؟

(۱) سورۂ حدید، آیت ۴
(۲) سورۂ ق، آیت ۱۶
(۳) کافی، ج ۱، ص ۹۸
(۴) کافی، ج ۱، ص ۹۷

امامؑ نے جواب دیا: یہ آنکھیں خدا کو نہیں دیکھ سکتیں لیکن ہمارے دل اپنے ایمان کی حقیقت کی بنا پر اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۳۔یعقوب بن اسحاق، قال: کتبت الی أبی محمدؑ أسأله: "کیف یعبد العبد ربه و هو لایراه؟". فوقع: "یا أبا یوسف! جل سیدی و المنعم علی و علی آبائی أن یری". قال: و سألته: "هل رأی رسول اللّٰهؐ ربه؟". فوقع: "ان اللّٰه تبارک و تعالی أری رسوله بقلبه من نور عظمته ما أحب" (۱)

یعقوب ابن اسحاق کا بیان ہے: میں نے امام حسن عسکریؑ کے پاس لکھا کہ بندے نے جب خداوند عالم کو دیکھا نہیں تو اس کی عبادت کس طرح کرے امامؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: اے ابو یوسف میرا پروردگار وہ ہے جس نے اپنی نعمتیں مجھے اور میرے آباء واجداد کو عطا فرمائی ہیں وہ اس سے بزرگ و برتر ہے کہ اسے دیکھا جائے اس شخص نے دریافت کیا کہ پیغمبر اسلامؐ نے خدا کو دیکھا تھا تو آپ نے جواب دیا کہ خداوند عالم نے اپنی عظمت وجلالت کے نور سے جو کچھ چاہا پیغمبر اسلامؐ کو عطا فرمایا۔

اسی وجہ سے مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ ارشاد فرمایا کرتے تھے "ما رأیت شیئاً الا و رأیت اللّٰه قبله" میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس سے پہلے خدا کو دیکھ لیا۔

ایسا علم خاص مواقع پر حاصل ہوتا ہے اور اس طرح منزل کمال تک پہونچتا ہے اس میں روز بروز زیادتی ہوتی رہتی ہے اور احادیث کی زبان میں یہ علم ہر شب و روز خاص طور پر شب جمعہ اور شب قدر میں پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ کے قلوب منورہ پر الہام کی صورت میں نازل ہوتا ہے یا فرشتے انھیں یہ علم القاء کرتے ہیں اور خداوند عالم کی طرف سے نورانی شعاعوں کے ذریعہ ان کے لئے دنیا کی حقیقتیں واضح ہوتی رہتی ہیں۔

ہمیں نہیں معلوم کہ وہ ذوات مقدسہ اپنے ان غیبی علوم سے کتنا فائدہ اٹھاتی تھیں لیکن شاید پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ نے کبھی کبھی جو غیبی خبریں دی ہیں ان کا سرچشمہ یہی علوم ہوں۔

---

(۱) کافی، ج۱، ص۹۵

البتہ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ جو کچھ ائمہ معصومینؑ کے قلوب مبارک میں القاء کیا جاتا تھا وہ وحی تشریعی نہیں ہوتا اسے حدیث کے لفظوں میں الہام کہا جاتا ہے اس لئے کہ پیغمبر اسلاؐم کی وفات کے بعد وحی کا سلسلہ رک گیا ہے۔

ائمہ معصومینؑ کے سلسلہ میں ایسے الہامات کو بعید نہیں سمجھنا چاہئے ان کا مرتبہ مادر موسیٰؑ سے کسی طرح بھی کم نہیں تھا. جن پر وحی ہوتی تھی قرآن میں تذکرہ ہے ﴿و أوحينا الى ام موسىٰ ان ارضعيه... ﴾ ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اپنے بچے کو دودھ پلاؤ اور اگر تمہیں اس کی جان کا خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دو خوفزدہ اور غمزدہ نہ ہو ہم اس کو تمہاری طرف ضرور پلٹائیں گے اور اس کو رسولوں میں سے قرار دیں گے۔(۱)

غیبی الہامات اور باطنی مشاہدات کوئی ایسی چیز نہیں ہیں جن کا انکار کیا جا سکتا ہو ہم نے اس کے دسیوں نمونے پڑھے اور سنے ہیں خدا کی معرفت رکھنے والے اس کی راہ میں قدم بڑھانے والے پاک و پاکیزہ افراد کی زندگی میں بارہا ایسا دیکھنے میں آیا ہے اگر اس قسم کی باتوں کو عام انسانوں کے بارے میں قبول کیا جا سکتا ہے تو ائمہ معصومینؑ کے سلسلہ میں ہرگز انھیں بعید نہیں قرار دیا جا سکتا۔

البتہ اس فرق کے ساتھ کہ اس طرح کے انکشافات عام افراد کے لئے صرف ایک دو لمحات کے لئے ہوتے ہیں لیکن ائمہ معصومینؑ کے لئے ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔

---

(۱) سورۂ قصص، آیت ۷

دوسرا حصہ

امام کو پہچنوانے کے لئے ماحول سازی

امام کا انتخاب یا انتصاب

گذشتہ مباحث میں یہ تذکرہ کیا گیا ہے کہ پیغمبر اسلاؐم کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے اور ان کو آگے بڑھانے کے لئے پیغمبر اسلاؐم کی عدم موجودگی میں امام کا ہونا ضروری ہے جس دلیل سے لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کے وجود کی ضرورت کو ثابت کیا جاسکتا ہے اسی دلیل سے ائمہ معصومینؑ کی ضرورت کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔

یہاں پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ کیا امام معین کرنے کی ذمہ داری عام لوگوں کی ہے کہ وہ اس کا انتخاب کریں یا اس کو خداوند عالم کی طرف سے منصوب ہونا چاہئے؟

اہل سنت نے ان میں سے پہلی صورت کو قبول کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ امامت کا تعلق اصول دین سے نہیں ہے اور اس سلسلہ میں خداوند عالم اور پیغمبر اسلاؐم کا کوئی دخل نہیں ہے پیغمبر اسلاؐم کی وفات کے بعد لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا خلیفہ اور جانشین معین کرلیں جو اسلامی معاشرہ پر حکومت کرے ان کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلاؐم نے اپنی زندگی میں کسی خاص انسان کو اپنی جانشینی کے لئے معین نہیں فرمایا اور اسی وجہ سے حضور کی رحلت کے بعد اصحاب نے سقیفہ میں جمع ہوکر ابوبکر کو آپ کا خلیفہ چن لیا۔(۱)

شیعہ اثنا عشری اس بات کو نہیں مانتے، ان کا کہنا ہے کہ امامت ایک خدائی عہد و پیمان اور

....

(۱)المواقف، ج۸،ص۳۴۴

ایک الٰہی منصب ہے اور یہ دین کا ایک بنیادی مسئلہ ہے خداوند عالم اور پیغمبر اسلاؐم کا اس میں مکمل دخل ہے خدا اور اس کے رسول کی رہنمائی کے بغیر امام کا انتخاب ناممکن ہے اس لئے کہ امامت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے کچھ ذاتی صلاحیتیں درکار ہوتی ہیں۔

جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا کہ امام میں دو خصوصیتوں کا پایا جانا بہت اہم اور ضروری ہے۔

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ معصوم، یعنی خطا، گناہ اور ہر قسم کی لغزش سے پاک ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ اسلام کی تعلیمات اور اس کے احکام وقوانین سے مکمل طور پر واقف ہو۔

اس دوسری خصوصیت میں اسے عصمت کی پشت پناہی بھی حاصل ہونا چاہئے۔

لہٰذا امام کو علم وعمل کے اعتبار سے تمام انسانوں سے افضل اور ان سے زیادہ باکمال ہونا چاہئے اور مذکورہ دونوں شرائط پر نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی دوسرا ان صفات کے حامل انسان کو تلاش کر کے امامت کے لئے معین نہیں کر سکتا صرف انسانوں کا خالق ہی ان کے باطنی رازوں اور ان کی نفسانی کیفیتوں سے واقف ہے اور وہی جانتا ہے کہ عصمت کے نورانی اور بلند درجہ پر کون فائز ہو سکتا ہے اور کس کے اندر ایسی جامع علمی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں لہٰذا اس کے لطف کا یہ تقاضا ہے کہ وہ اپنے نبی کے ذریعہ لوگوں کے سامنے معصوم امام کا تعارف کرائے تاکہ نبیؐ کے بعد امام کے وجود کی برکت سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

رسالت کے مقصد کے حصول اور اس کی راہ کو باقی رکھنے کے لئے خداوند عالم کو چونکہ امام کی ضرورت کا علم ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ امام کو پہچاننا انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے تو یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ خداوند عالم یہ عظیم ذمہ داری ان کے کاندھوں پر ڈال دے گا اور امام معین کرنے کے سلسلہ میں پیغمبر اسلاؐم کو ضروری احکام نہیں دے گا یقیناً خداوند عالم نے اپنے نبی کو معصوم امام کا تعارف کرانے اور اس کو پہچوانے کے لئے ضروری ہدایات دی ہیں۔(۱)

ایسا بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی کہے کہ خداوند عالم نے اپنے نبی کو امامت کی ضرورت اور امام کے وجود سے آگاہ تو کیا ہو لیکن انھوں نے کسی وجہ سے اس ذمہ داری کو انجام دینے میں کوتاہی کی ہو یا اس سلسلہ میں غفلت برتی ہو۔

(۱) صراط الحق، ج ۳، ص ۱۸۸، الباب الاول فی وجوب نصب الامام، تلخیص الشافی، ج ۱، ص ۶۵

اس لئے کہ پیغمبر اسلامؐ کو حقیقی اسلام کے پھلنے پھولنے اور اس کو منزل مقصود تک پہونچانے کی بڑی فکر تھی لہٰذا آپ سے کوتاہی یا غفلت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا. خداوند عالم اپنے حبیب پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿**لقد جاء کم من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤوف رحیم**﴾(۱)

پیغمبر اسلامؐ کو اسلامی معاشرہ کی دیکھ بھال کی اتنی فکر تھی کہ آپ جب عام سفر کے لئے بھی مدینہ سے باہر جاتے تھے تو مدینہ کو بغیر کسی حاکم یا سرپرست کے نہیں چھوڑتے تھے بلکہ کسی امانتدار اور لائق انسان کو معین کر کے اس کو ضروری ہدایات دیکر مدینہ سے باہر جاتے تھے۔

مذکورہ مطالب کی روشنی میں شیعوں کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی حیات کے دوران ہی اپنا جانشین اور امت کا امام معین کر کے اس کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

۱۔ آیۂ تطہیر کے ذریعہ امام کے لئے راہ ہموار کرنا

گذشتہ مباحث پر نظر رکھتے ہوئے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ خداوند عالم کے لطف و کرم کا تقاضا ہے کہ امامت کی اہم ترین شرط یعنی عصمت کے حامل افراد کو اپنے پیغمبرؐ کے ذریعہ براہ راست لوگوں کے سامنے پہچنوائے ۔ جس کے ذریعہ وہ گمراہی اور سرگردانی سے محفوظ رہ سکیں خداوند عالم نے قرآن مجید میں آیۂ تطہیر کو نازل کر کے اہل بیت علیہم السلام کی عصمت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اس کے ذریعہ لوگوں میں اہل بیت علیہم السلام اور ان کی امامت کی طرف متوجہ کرنے کا ماحول فراہم کیا ہے۔

اہل بیت علیہم السلام کی عصمت پر دلالت کرنے والی آیات میں سے ایک مشہور آیت آیۂ تطہیر ہے ﴿**انمایرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیر اً**﴾(۲)

خداوند عالم کا ارادہ ہے کہ تم اہل بیتؑ سے رجس کو دور رکھے اور تم کو طیب و طاہر رکھے جیسا کہ طیب و طاہر رکھنے کا حق ہے تمام شیعہ علماء اور بعض علماء اہل سنت اس آیت تطہیر کو اہل بیت علیہم السلام کی عصمت کی دلیل قرار دیتے ہیں. اس سلسلہ میں چند باتوں پر غور کرنا چاہئے۔

---

(۱) سورۂ توبہ، آیت ۱۲۸

(۲) سورۂ احزاب، آیت ۳۳

آیت کی شان نزول

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مذکورہ آیت رسول اکرمؐ، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ اورامام حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس سلسلہ میں فریقین کی کتابوں میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔نمونہ کے طور پر مندرجہ ذیل روایات کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے

۱۔عائشہ کا بیان ہے: ایک دن صبح کے وقت پیغمبر اسلامؐ گھر سے نکلے آپ کے جسم پر ایک سوتی لباس تھا۔حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ آپ کے پاس آئے۔

آپ نے سب کو اپنی چادر میں داخل کرلیا اور فرمایا: ﴿انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیراً﴾(۱)

۲۔ام سلمہ فرماتی ہیں: آیۂ ﴿انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیراً﴾ میرے گھر میں نازل ہوئی ہے فاطمہؑ کھانے سے بھرا ہوا ایک ظرف لیکر آئیں رسول خداؐ نے ان سے فرمایا کہ اپنے شوہر علیؑ اور اپنے بیٹوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو بلاؤ جب سب آگئے اور کھانے میں مصروف ہوگئے تو آیت نازل ہوئی پیغمبر اسلامؐ نے سب کو اپنی خیبری عبا میں کرلیا اور تین مرتبہ فرمایا پروردگار یہ میرے اہل بیتؑ ہیں رجس و کثافت کو ان سے دور رکھ اور ان کو پاک و پاکیزہ قرار دے۔(۲)

۳۔عمر ابن ابی سلمہ کا بیان ہے کہ آیۂ تطہیر ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی ہے رسول خداؐ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ زہرا، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو اپنے پاس بلایا اور اپنی عبا ان کے اوپر ڈال کر فرمایا: بار الٰہا یہ میرے اہل بیتؑ ہیں رجس کو ان سے دور رکھ اور ان کو طیب و طاہر قرار دے۔

۱۔صحیح مسلم، ج۴، ص۱۸، عن عایشه ام المؤمنین، رضی الله عنها، قال: خرج النبیؐ غداة و علیه مرط مرجل من شعر اسود. فجاء الحسن، فادخله، ثم اجاء الحسین فادخله، ثم جائت فاطمة فادخلها، ثم جاء علی فاذخله، ثم قال: ﴿انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیراً﴾.

۲۔ینابیع المودہ، ص۱۲۵، عن ام سلمه، رضی الله عنها، قالت: فی بیتی نزلت ﴿انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و نطهرکم تطهیراً﴾. فجائت فاطمة ببرمة فیها ثرید، فقالؐ لها: "ادعی زوجك و حسنا و حسینا". فدعتهم فیما هم یأکلون، اذ نزلت هذه الآیه، فغشاهم بکساء خیبری کان علیه، فقال: اللّٰهم! هؤلاء أهل بیتی و خاصتی فأذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهیراً. ثلاث مرات.

ام سلمہ نے عرض کیا میں بھی ان کے ساتھ ہو جاؤں؟ پیغمبر اسلامؐ نے جواب دیا کہ تمہارا مرتبہ اپنی جگہ پر ہے اور تم خیر پر ہو۔(۱)

۴۔زینب (ام سلمہ کے گھر میں رہتی تھیں) کا بیان ہے کہ جب پیغمبر اسلامؐ نے دیکھا کہ آسمان سے باران رحمت نازل ہو رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلا کر لائے. میں نے عرض کیا میں حاضر ہوں زینب نے ان کو بلایا جب وہ سب جمع ہو گئے تو پیغمبر اسلامؐ نے اپنی ردا ان پر ڈال دی اور خود بھی اس میں داخل ہو گئے اس وقت جبرئیل امین آیۂ تطہیر لے کر نازل ہوئے۔(۲)

۵۔شداد ابی عمارہ کا کہنا ہے کہ میں واثلہ ابن اسقع کے پاس گیا وہاں کچھ دوسرے لوگ بھی موجود تھے اور حضرت علیؑ کی برائی کر رہے تھے جب وہ لوگ چلے گئے تو واثلہ نے مجھ سے کہا کہ کیا تم جانتے ہو جو واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس کو بیان کروں؟

میں نے کہا ہاں، اس نے بیان کیا کہ میں ایک دن حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر گیا ہوا تھا میں نے حضرت علیؑ کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ہمراہ پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ ہیں میں ان کے انتظار میں وہیں بیٹھ گیا یہاں تک کہ رسول اسلامؐ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر مولائے کائنات حضرت علیؑ کے ساتھ وہاں تشریف لائے آپ نے علیؑ و فاطمہؑ کو اپنے پاس بٹھایا اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کو اپنے زانوؤں پر بٹھایا اس کے بعد اپنی ردا ان پر ڈال کر اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿**انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیراً**﴾

اس کے بعد ارشاد فرمایا: پروردگار یہ میرے اہل بیتؑ ہیں اور میرے اہل بیتؑ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔(۳)

(۱)۔ ینابیع المودہ، ص۱۲۵، عمر بن ابی سلمه ربیب النبیؐ قال: ﴿انما یرید اللّٰه لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیراً﴾ . قالت ام سلمه: "و انا معهم یا نبی اللّٰه" . قال: "انت علی مکانك و انت الی خیر".

(۲) ینابیع المودة، ص۱۲۶، عن زینب: ان النبیؐ لما رای الرحمة هابطة من السماء، قال: "من یدعولی علیاً و فاطمة و حسناً و حسیناً؟". قالت زینب: "انا یا رسول اللّٰه!" فدعتهم فجعلهم فی کسائه فنزل جبرئیل بهذه الآیة و دخل معهم فی الکساء.

(۳) مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۶۷، شداد ابی عمار، قال: دخلت علی واثلة بن اسقع و عنده قوم. فذکروا علیاً، رضی اللّٰه عنه، فما قاموا، قال: "ألا اخبرك بما رایت من رسو اللّٰهؐ". قالت: "بلی". قال: اتیت فاطمة رضی الله عنها...

ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ آیت ﴿انما یرید اللہ لیذهب عنكم الرجس اهل البیت و یطهركم تطهیراً﴾ پانچ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے پیغمبر اسلام، علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام۔(۱)

امام حسنؑ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ ہم اہل بیتؑ ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے: ﴿انما یرید اللہ لیذهب عنكم الرجس اهل البیت و یطهركم تطهیراً﴾(۲)

مذکورہ احادیث اور ان جیسی بہت سی دیگر احادیث پر نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ آیۂ تطہیر کی شان نزول یہ ہے کہ ایک دن رسول اسلامؐ نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو اپنے پاس بلایا سب کے سب ایک فرش پر بیٹھ گئے اس کے بعد آپ نے ان سب کو اپنی سیاہ خیبری ردا اڑھا دی اور آیۂ تطہیر کی تلاوت فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا پروردگار یہ میرے اہل بیتؑ ہیں رجس و گندگی کو ان سے دور رکھ۔

یہ حدیث حدیث کساء کے نام سے مشہور ہے اور متعدد اسناد اور مختلف عبارتوں کے ساتھ نقل ہوئی ہے جو شیعہ سنی دونوں کتابوں میں موجود ہے۔

چشم دیدہ گواہ

حدیث کساء کے ذیل میں بیان ہونے والا واقعہ پیغمبر اسلامؐ کی زندگی کے اہم ترین واقعات میں سے ہے جس کے بعض قریبی رشتہ دار آپ کے خدام اور آپ کے بعض مخصوص اصحاب چشم دید گواہ ہیں چنانچہ جن لوگوں نے اس کو نقل کیا ہے ان میں سے بعض افراد یہ ہیں۔

... فاطمه، رضی الله عنها، اسالها عن علی. قالت: "توجه الی رسول اللهؐ و معه حسن و حسین". فجلست انتظره حتی جاء رسول اللهؐ و معه حسن و حسین، أخذ كل واحد منها بیده حتی دخل، فادنی علیا و فاطمة و اجلس حسنا و حسینا كل واحدا منها علی فخذ، ثم لف علیهم ثوبه او كساء ثم تلا هذه الآیه ﴿انما یرید الله لیذهب عنكم الرجس اهل البیت و یطهركم تصهیراً﴾ و قال: "اللّهم: هؤلاء أهل بیتی و أهل بیتی احق".

(۱) ینابیع المودة، ص۱۲۶، عن ابی سعید الخدری، قال: "نزلت هذه الآیه فی خمسة: النبیؐ و علی و فاطمه و الحسن و الحسین، رضی الله عنهم".

(۲) ینابیع المودة، ص۱۲۶، الحسن بن علی رضی الله عنهما، قال فی خطبة: "نحن اهل البیت الذین قال الله سبحانه فینا: ﴿انما یرید الله لیذهب عنكم الرجس اهل البیت و یطهركم تطهیراً﴾

ا۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ اس واقعہ کی پہلی چشم دید گواہ شخصیت ہیں جنھوں نے بار بار خود اپنے اصحاب سے اس کو بیان کیا ہے۔

۲۔ علی ابن ابی طالبؑ آپ خود انھیں پاکیزہ افراد میں سے ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے آپ اس حدیث کو لوگوں کے سامنے بیان فرماتے تھے اور اس کے ذریعہ اپنے حق پر دلیل اور حجت قائم کرتے تھے۔

۳۔ امام حسنؑ بھی انھیں پاکیزہ افراد میں سے تھے۔

۴۔ پیغمبر اسلامؐ کی زوجہ عائشہ نے بھی اسے بیان کیا ہے کہ میں خود اس واقعہ کی گواہ ہوں۔

۵۔ عمر ابن ابوسلمہ جن کی پرورش پیغمبر اسلامؐ کے گھر میں ہوئی۔

۶۔ زینب جو ام سلمہ کے گھر میں رہتی تھیں۔

۷۔ پیغمبر اسلامؐ کا آزاد کیا ہوا غلام ثوبان جس کے بارے میں لکھا ہے کہ سفر و حضر ہر جگہ پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔

۸۔ واثلہ ابن اسقع جن کے ذمہ میں رسول اسلامؐ کے گھر کی خدمات تھیں۔

۹۔ ام سلمہ پیغمبر اسلامؐ کی زوجہ اس واقعہ کی گویا آپ ہی کے گھر رونما ہوا اور انھوں نے مختلف افراد سے خود اس کو بیان فرمایا۔

راویان حدیث کا ایک دوسرا گروہ جیسے ابا الحمراء، انس بن مالک، ابوسعید خدری اور ابن عباس وغیرہ، اگر چہ ان افراد کا چشم دید گواہ ہونا معلوم نہیں ہے۔ لیکن اتنا طے ہے کہ ان افراد نے یہ واقعہ بعد میں پیغمبر اسلامؐ یا کسی دوسرے چشم دید گواہ سے سنا ہے یا ہوسکتا ہے انھوں نے یہ دیکھا ہو کہ اس آیت کے نزول کے بعد پیغمبر اسلامؐ جب حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر کے پاس سے گزرتے تھے تو اس آیت کی تلاوت فرما کر کہتے تھے نماز کے لئے تیار ہو جاؤ۔

مذکورہ حدیث اور بعض دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ واقعہ کئی بار متعدد جگہوں پر رونما ہوا ایک بار ام سلمہ کے گھر، دوسری مرتبہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر میں ایک مرتبہ جناب فاطمہ زہرا، خود جا کر حضرت علی، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو بلا کر لاتی ہیں دوسری جگہ پر زینب بنت ام سلمہ ایک جگہ پر ام سلمہ نے کساء میں داخل ہونے کی اجازت مانگی ہے اور دوسری مرتبہ عائشہ نے، بعید نہیں ہے کہ اصل

واقعہ ام سلمہ کے گھر میں رونما ہوا ہو اور آیت وہیں نازل ہوئی ہو لیکن بعد میں رسول اسلامؐ نے دوسرے مواقع پر اس کی تکرار کی ہو تا کہ اس واقعہ کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جا سکے اور یہ واضح ہو جائے کہ اہل بیتؑ سے مراد رسول اسلام کی بیویاں نہیں ہیں اور یہ واقعہ ایک عام گھریلو ماحول میں واقع نہیں ہوا ہے۔

مزید تاکید

اہل بیت علیہم السلام کے کساء کے نیچے جمع ہونے اور آیت تطہیر کے نازل ہونے کا واقعہ چونکہ گھر کے اندر رونما ہوا اس لئے اس واقعہ کے چشم دید گواہوں کی تعداد زیادہ نہیں ہے لیکن پیغمبر اسلامؐ نے اس واقعہ کی اہمیت بیان کرنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کے لئے ایک نیا راستہ نکالا اور وہ یہ ہے کہ کئی مہینے صبح کے وقت نماز کے لئے مسجد جاتے ہوئے جب حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر کے نزدیک پہنچتے تھے تو اہل خانہ کو اہل بیتؑ کہہ کر مخاطب فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ نماز کے لئے اٹھ جاؤ.

﴿انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرًا﴾ (۱)

ابوالحمرا کا بیان ہے کہ پیغمبر اکرمؐ چھ مہینہ تک حضرت فاطمہ زہراؑ کے دروازہ پر رک کر فرماتے تھے

.﴿انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا﴾(۲)

ابو برزہ کا بیان ہے:

میں نے ۱۷ مہینہ پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ نماز پڑھی وہ جب اپنے گھر سے نکلتے تھے تو حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ الصلاۃ علیکم ﴿انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا﴾(۳)

امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول اسلامؐ ہر روز ہمارے گھر آتے تھے اور فرماتے

(۱) غایۃ المرام، ج۳، ص۱۹۰

(۲) مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۶۸، عن ابی الحمراء، قال: رایت رسول اللّٰہؐ یأتی باب فاطمہ ستۃ الشھر، فیقول: ﴿انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیراً﴾.

(۳) مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۶۹، عن ابی برزہ، قال: صلیت مع رسول اللّٰہؐ سبعۃ عشر شھراً، فاذا خرج من بیتہ اتی باب فاطمہ قال: "الصلاۃ علیکم! انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس."

تھے کہ خدا تم پر رحمت نازل کرے نماز کے لئے اٹھ جاؤ۔(۱)

ابو سعید خدری کا بیان ہے جب آیت ﴿و امر اهلک بالصلاة﴾ نازل ہوئی پیغمبر اسلامؐ نو مہینہ تک ہر روز حضرت علیؑ کے گھر جاتے تھے اور فرماتے تھے نماز کا وقت ہے خدا تم پر رحمت نازل کرے ﴿انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا﴾(۲)

پیغمبر اسلامؐ ایک طویل مدت تک ایسا کرتے رہے جس کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ اس واقعہ کو کوئی عام واقعہ نہ سمجھا جائے اور اصحاب اس کی اہمیت سے بخوبی واقف ہو جائیں تا کہ بعد میں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ کساء کا واقعہ ایک گھریلو نشست تھی اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ اہل بیتؑ کے مصادیق معین ہو جائیں اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ آیت پیغمبر اسلامؐ کی بیویوں کے لئے نازل ہوئی ہے۔آپ کا تیسرا مقصد تھا کہ کچھ اصحاب اس اہم واقعہ سے باخبر ہو جائیں اور دوسروں کے لئے ان کو بیان کریں۔

اہل بیتؑ کے مصادیق

پیغمبر اسلامؐ کی تمام بیویاں چھوٹے چھوٹے گھروں میں زندگی بسر کرتی تھیں اور ان کے گھروں کو انھیں کی طرف منسوب سمجھا جاتا تھا جیسے بیت عائشہ، بیت ام سلمہ، بیت زینب، بیت صفیہ وغیرہ....سوال یہ ہے کہ اہل بیت سے مراد کون سا گھر تھا اس البیت کا الف ولام اصطلاحی اعتبار سے عہد کے لئے ہے یعنی کوئی معین گھر اس سے مراد تھا یہ سارے گھر ہرگز اس سے مراد نہیں ہو سکتے۔

آیت تطہیر کی شان کے سلسلہ میں وارد ہونے والی بہت سی احادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بیت معین ام سلمہ کا گھر تھا اور اسی گھر میں پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ وحسینؑ کو اپنے پاس جمع کیا اور ان پر ایک سوتی چادر اڑھا کر آیت تطہیر کی تلاوت فرمائی جو جبرئیل امین کے ذریعہ نازل ہوئی تھی اس کے بعد آپ نے فرمایا پروردگار یہ میرے اہل بیتؑ ہیں ہر طرح کے رجس وگندگی کو ان سے دور

(۱)غایۃ المرام، ج۳، ص۲۰۰، عن علیؑ قال: "کان رسول اللهؐ یأتینا کل غداة فیقول: "الصلاة! رحمکم الله! الصلاة! انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس."الآیة

(۲)غایۃ المرام، ج۳، ص۱۸۵، عن ابی سعید الخدری، انه قال: لما نزل قوله ﴿وامر اهلك بالصلاة﴾، کان رسول اللهؐ یاتی باب فاطمه و علی تسعة اشهر فی کل صلاة، فیقول : "الصلاة! یرحمکم الله! انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیراً".

رکھا ام سلمہ جن کے گھر میں یہ واقعہ رونما ہوا تھا اور جنھوں نے چادر میں داخلہ کی اجازت مانگی تھی پیغمبر اسلامؐ نے ان کو بھی داخلہ کی اجازت نہیں دی اور ان سے فرمایا: "قومی فتنحی عن اهل بیتی قالت قمت و تنحیت عن البیت قریباً" (۱)

اٹھو اور ہمارے اہل بیتؑ سے الگ ہو جاؤ ام سلمہ کا بیان ہے کہ میں اٹھ کر اس جگہ سے تھوڑا الگ ہو گئی۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ام سلمہ برابر کے حجرہ میں یا اس کمرہ میں کہیں دوسری جگہ تھیں پیغمبر اسلامؐ ان چار افراد کو اپنے پاس بٹھا کر چادر میں داخل کر کے آیت کی تلاوت کر سکتے تھے لیکن آپ نے اتنے پر اکتفا نہیں فرمائی بلکہ اپنے اور ان کے سر پر عبا ڈال دی تا کہ اہل بیتؑ کے مصداق اسی تعداد میں محصور کر دیں اور اس طرح ہر طرح کے غلط فائدہ اٹھانے کا دروازہ بند ہو جائے اور بعد میں آپ کی کوئی زوجہ یہ دعویٰ نہ کر سکے کہ ہم بھی اس آیت کے مصداق ہیں۔

رسول اسلام اپنی ایک حدیث میں واضح لفظوں میں بیان فرماتے ہیں کہ ﴿**انما یرید الله لیذهب عنكم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا**﴾ صرف میرے، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲)

جناب جابر بیان کرتے ہیں کہ جب پیغمبر اسلامؐ پر آیت ﴿**انما یرید الله لیذهب عنكم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا**﴾ نازل ہوئی تو علیؑ و فاطمہؑ حسن و حسین علیہم السلام کے علاوہ اس گھر میں کوئی اور نہیں تھا۔ (۳)

حضرت علیؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے اپنے فضائل کو ثابت کرنے کے لئے مختلف مواقع پر اس آیت کا تذکرہ کیا ہے اور اس موقع پر نہ صرف یہ کہ کسی نے مخالفت نہیں کی بلکہ ان کی تائید بھی کی گئی ہے شریک ابن عبداللہ کا بیان ہے میں نے علیؑ کو دیکھا آپ اصحاب کے درمیان خطبہ دے رہے تھے،

(۱) مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۶۶

(۲) مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۶۷، عن ابی سعید الخدری، قال: قال رسول اللّٰہؐ: "نزلت هذه الآیه فی خمسة ﴿انما یرید الله لیذهب عنكم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیراً﴾: فیّ و فی علی و فاطمه و حسن حسین."

(۳) تفسیر نور الثقلین، ج۴، ص۲۷۷، عن جابر قال: "نزلت هذه الآیه علی النبیؐ و لیس فی البیت الا فاطمه و الحسن و الحسین و علیؑ".

آپ نے فرمایا خدا کی قسم بتاؤ کیا میرے اور میرے اہل بیتؑ کے علاوہ تمہاری نظر میں کوئی ایسا ہے جس کی طہارت کا اعلان خداوند عالم نے اپنی کتاب قرآن مجید میں کیا ہو؟ سب نے عرض کیا! نہیں۔(۱)

حضرت علیؑ نے ابوبکر سے فرمایا تم کو خدا کی قسم بتاؤ آیت تطہیر میرے، میری زوجہ اور میرے بچوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے یا تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے بارے میں؟ ابوبکر نے جواب دیا یہ آیت آپ اور آپ کے گھر والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے. مولائے کائناتؑ نے پھر دریافت کیا! کہ کیا پیغمبر اسلامؐ نے واقعہ کساء کے دن میری زوجہ اور میرے بچوں کو نہیں بلایا اور ان کے بارے میں نہیں فرمایا: هو لاء اهلی الیك لاالی النار.

ابوبکر نے جواب دیا: ہاں یہ بات آپ اور آپ کے گھر والوں کے بارے میں ارشاد ہوئی ہے۔(۲)

حضرت امام حسنؑ نے اپنے ایک مفصل خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ میں ان اہل بیتؑ میں سے ہوں جن کو خداوند عالم نے رجس اور گندگی سے پاک قرار دیا ہے اور جن کی طہارت کا اعلان کیا ہے۔(۳)

ام سلمہ کے گھر میں اہل بیتؑ کے اجتماع اور آیۂ تطہیر کے نزول کے بعد اہل بیتؑ کا لفظ ایک مقدس لفظ کی شکل اختیار کر گیا جس پر فخر کیا جانے لگا جس کا تذکرہ مولائے کائنات حضرت علیؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور دوسرے ائمہ معصومینؑ کے ارشادات میں موجود ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

آیت تطہیر ازواج پیغمبر سے متعلق آیات کے تسلسل میں نازل ہوئی ہے اور اس پورے سلسلہ کا مخاطب چونکہ آپ کی ازواج ہی ہیں لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ آیۂ تطہیر انہیں کے بارے میں نازل ہوئی

---

(۱) غایۃ المرام، ج ۳، ص ۱۹۱، شریک بن عبداللہ، قال: رایت امیر المؤمنینؑ ذات یوم و ہو قائم واصحاب رسول اللہؐ جلوس وہیقول (فی حدیث الی ان قال): ''فانشدکم اللہ! ہل فیکم من طہرا اللہ تعالی فی کتابہ حیث قال: ﴿انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیراً﴾. غیری واہل بیتی؟'' قالوا: ''لا''.

(۲) فی احتجاج علیؑ علی ابی بکر قال: "فانشدك بالله! انا صاحب دعوة رسول اللهؐ و اهلی و ولدی یوم الکساء: اللّٰهم هؤلاء اهلی الیك لا الی النار، ام انت؟". قال: "انت و اهل بیتك" تفسیر نور الثقلین، ج ۴، ص ۲۷۱

(۳) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۴۶، عن ابی الطفیل قال: خطبنا الحسن ابن علی (الی ان قال) و انا من اهل بیت الذین اذهب الله عنهم الرجس و طهرهم تطهیراً.

ہے یا کم سے کم وہ اس آیت کا مصداق کہے جانے کی اہل ہیں اور اس آیت کو صرف انہیں پانچ افراد کی عصمت کی دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا لہٰذا یا ازواج کو بھی معصوم مان لیا جائے یا ان پانچ افراد کی عصمت کے نظریہ سے بھی دست بردار ہو جایا جائے۔

اس سوال کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ احتمال نص اور دلیل کے مقابلہ میں ایک اجتہاد ہے اس لئے کہ بہت سی احادیث میں تواتر کے ساتھ نقل ہوا ہے آیت تطہیر صرف انہیں پانچ افراد یعنی پیغمبر اسلامؐ، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ اس سلسلہ میں کچھ احادیث کی طرف اشارہ بھی کیا جاچکا ہے اور پیغمبر اسلام نے ہر طرح کے احتمال اور شبہہ کو رفع کرنے کے لئے اوپر سے چادر یمنی اوڑھ لی تھی اس کے بعد آیت کی تلاوت کی تھی ام سلمہ عائشہ اور زینب جو چادر میں داخل ہونا چاہتی تھیں ان سے فرمایا! اپنے مرتبہ سے آگے نہ بڑھنا اور نزدیک نہ آنا۔

پیغمبر اسلامؐ نے بار بار یہ ارشاد فرمایا: یہ آیت میرے بارے میں علیؑ فاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے تعجب ہے کہ اس کے باوجود بھی یہ کہا جائے کہ آیات کا تسلسل بتا رہا ہے کہ یہ آیت ازواج پیغمبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر یہ آیت ازواج پیغمبر کے بارے میں نازل ہوئی ہوتی تو مونث کا صیغہ استعمال ہوتا اور ﴿انما یریداللّٰہ لیذھب عنکم الرجس﴾ کہا جاتا۔

تیسرے یہ کہ یہ صحیح ہے کہ آیت ﴿انما یریداللّٰہ لیذھب عنکم الرجس...﴾ ازواج پیغمبر سے متعلق آیات کے تسلسل میں نازل ہوئی ہے لیکن یہ جملہ معترضہ کی صورت میں سے ہے جو فصیح وبلیغ عربوں میں رائج ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں ﴿فلما راء قمیصہ قد من دبر قال انہ من کیدکن ان کیدکن عظیم یوسف اعرض عن ھذا واستغفری لذنبک انک کنت من الخاطئین﴾(۱)

اس آیت میں جملہ﴿یوسف أعرض عن ھذا...﴾ جملہ معترضہ ہے جو ایک کلام کے وسط میں واقع ہوا ہے۔

(۱) سورہ یوسف، آیت ۲۹

آیت تطہیر کی تفسیر

آیت تطہیر کی تفسیر کے سلسلہ میں چند نکات کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے:

رجس کے لغوی معنی

عربی میں ہر گندگی کو کثیف اور ہر آلودہ چیز کو رجس سے تعبیر کیا گیا ہے اگر وہ گندگی ظاہری ہے تو اصطلاح میں اس کو نجس کہتے ہیں لیکن اگر باطنی ہے تو اسے گناہ کا نام دیا جاتا ہے۔

اقرب الموارد میں لکھا ہے: رجس گناہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

المنجد میں لکھا ہے: رجس برے کام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ابن اثیر نے نہایۃ میں تحریر کیا ہے: رجس برے اور حرام کاموں کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

لسان العرب میں لکھا ہے رجس یعنی نجس اور یہ حرام کاموں کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے

راغب اصفہانی نے مفردات میں تحریر کیا ہے رجس یعنی گندگی اور پلیدی اس کی تین قسمیں ہیں کبھی گندگی طبیعت کے اعتبار سے ہوتی ہے اور کبھی حکم عقل اور حکم شریعت کے اعتبار سے اور کبھی تینوں اعتبار سے ہوتی ہے۔

رجس قرآن مجید کی نظر میں

قرآن کریم میں بھی رجس دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے کبھی نجاست ظاہری کے معنی میں جیسے ﴿الّا أن یکون میتةً او دماً مسفوحاً او لحم خنزیر فانه رجس﴾(۱) مگر یہ کہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون یا سور کا گوشت ہو کہ یہ رجس اور گندگی ہے۔

اور کبھی باطنی اور نفسانی گندگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے ﴿من یرد ان یضله یجعل صدره ضیقاً حرجاً کأنما یصّعّد فی السماء کذالک یجعل اللّٰه الرجس علی

(۱) سورۂ انعام، آیت ۱۴۵

الذین لایومنون ﴾(۱) خدا جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے اس طرح کہ وہ گویا آسمان کی طرف بلند ہونا چاہتا ہے ایسی گندگی اور کثافت خدا ان لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

یا دوسری آیت ﴿اما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجساً الی رجسھم وماتوا وھم کافرون﴾(۲)

جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے خدا ان کی کثافت اور گندگی میں اضافہ کرتا ہے اور وہ کفر کی حالت میں دنیا سے جاتے ہیں۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے ﴿قال قد وقع علیکم من ربکم رجس وغضب﴾(۳)

تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے لئے رجس اور غضب ہے۔

رجس کا لفظ ان آیات میں نفسانی گندگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

آیت تطہیر میں رجس کے معنی

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیت تطہیر میں رجس کے کیا معنی ہیں ظاہری نجاست کے معنی میں ہے یا نفسانی اور باطنی نجاست کے معنی میں؟

آیت میں غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آیت تطہیر میں رجس کے معنی سے مراد ظاہری نجاست نہیں ہے بلکہ اس سے مراد باطنی اور نفسانی کثافت ہے اس لئے کہ ظاہری نجاستوں سے پرہیز کرنا صرف اہل بیتؑ کی ذات سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ تمام مکلفین کی ذمہ داری ہے جبکہ اس میں "انما" کے ذریعہ حصر ہے یعنی یہ حکم صرف انہیں پانچ افراد سے مخصوص ہے۔

اس کے علاوہ ظاہری نجاستوں سے پرہیز کرنا اہل بیتؑ کے لئے کوئی فضیلت یا خصوصیت نہیں ہے جس پر وہ فخر کریں اور کہیں کہ ہم ہی وہ ہیں جن سے خداوند عالم نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ہم

---

(۱) سورۂ انعام، آیت ۱۲۵.

(۲) سورۂ توبہ، آیت ۱۲۵.

(۳) سورۂ اعراف، آیت ۷۱.

نجاستوں سے پرہیز کریں اگر ایسا ہوتا تو اس اہتمام اور حد بندی کی کوئی ضرورت نہ ہوتی کہ اس آیت کو پڑھا جائے اور پھر ان کے لئے دعا کی جائے کہ انہیں رجس (نجاستوں) سے پرہیز کرنے کی توفیق عطا ہو اور اس موضوع کو اتنی اہمیت دی جائے کہ پیغمبر اسلاؐم اپنی زوجہ ام سلمہ کو بھی چادر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں کہ اس طرح کہیں وہ بھی آیت کا مصداق نہ بن جائیں۔

آیت میں ارادہ سے مراد کیا ہے؟

قرآن مجید میں خداوند عالم کی طرف دو طرح کے ارادوں کی نسبت دی گئی ہے ارادہ تکوینی اور ارادۂ تشریعی. ارادۂ تکوینی سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے تخلیقی نظام میں وہ چیز پیدا ہو جائے جس کا ارادہ کیا گیا ہے جیسے ﴿اذا اراد اللّٰہ بقوم سوءاً فلامرد له﴾ (۱) اگر خدا کسی قوم کے لئے برائی کا ارادہ کرے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا یا جیسے ﴿انما امره اذا اراد شيئاً ان يقول له كن فيكون﴾۔ (۲)

خداوند عالم کا امر یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کے لئے "کــن" (ہوجا) کہنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے۔ ارادہ تکوینی میں جس چیز کا ارادہ کیا جائے وہ وجود میں آجاتی ہے او اس کا ارادہ سے الگ ہونا ممکن نہیں ہے۔

ارادہ کی دوسری قسم ارادہ تشریعی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم جن کاموں کی انجام دہی پسند کرتا ہے اپنے بندوں کو انھیں انجام دینے کا حکم دیتا ہے جیسے ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر﴾ (۳) جو شخص ماہ رمضان کو درک کرے اس کو چاہئے کہ روزہ رکھے اگر مریض یا مسافر ہو تو اس کے بدلہ دوسرے ایام میں روزہ رکھے خداوند عالم تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا. یا جیسے ﴿ما يريد اللّٰہ ليجعل عليكم من حرج ولكن يريد ليطهركم وليتم نعمته عليكم﴾ (۴)

---

(۱) سورۂ رعد، آیت ۱۱
(۲) سورۂ یس، آیت ۸۲
(۳) سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۵
(۴) سورۂ مائدہ، آیت ۶

خداوند عالم کا ارادہ یہ نہیں ہے کہ تمہیں مشکلات اور سختیوں میں مبتلا کرے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک رکھے اور تم پر نعمتوں کو تمام کرے۔

ارادہ تشریعی میں خداوند عالم کا ارادہ قانون کی صورت میں لوگوں کے سامنے ہوتا ہے اور اس پر عمل کے لئے ضروری احکامات موجود ہوتے ہیں۔

مذکورہ دونوں آیتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تشریعی اور مذہبی قانون سازی میں کوئی ایسی سختی یا زحمت نہیں ہے جس کا برداشت کرنا مشکل ہو لہذا دیکھنا یہ ہے کہ آیت تطہیر میں ارادہ سے مراد کون سا ارادہ ہے ارادہ تکوینی یا ارادہ تشریعی اگر ارادہ تشریعی مراد ہے تو آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ خداوند عالم نے اپنی شریعت کے قوانین میں یہ معین کیا ہے کہ گناہ نہ کرو یعنی کچھ ایسے قوانین بنائے ہیں جن پر عمل تمہیں گناہوں کی انجام دہی سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

اگر تھوڑا سا غور و فکر کریں تو اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ آیت کی یہ تفسیر ہرگز نہیں ہوسکتی آپ انصاف سے بتائیں کہ کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ خداوند عالم نے اہل بیتؑ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے یہ کہا ہے کہ میں نے تشریع اور قانون سازی کی منزل میں تم کو محترم سمجھا ہے اور تم سے چاہتا ہوں کہ گناہ نہ کرو خداوند عالم کا یہ مطالبہ صرف اہلبیتؑ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ تمام مومنین و مومنات کی ذمہ داری ہے کہ گناہوں سے بچیں اگر آیت کے یہی معنی مراد ہوتے تو اتنے اہتمام کی کیا ضرورت تھی کہ پیغمبر اسلامؐ مخصوص افراد کو چادر کے نیچے جمع کریں اور اپنی زوجہ ام سلمہ تک کو چادر میں آنے کی اجازت نہ دیں۔اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں ان کے لئے دعا کریں کیا خداوند عالم نے گناہ نہ کرنے کا مطالبہ ام سلمہ سے نہیں کیا تھا جو ان کو ان مخصوص افراد کے ساتھ چادر میں نہیں آنے دیا گیا کیا اس بات کو فضیلت کوئی شمار کیا جاسکتا ہے جس پر اہل بیت علیہم السلام نے بار بار فخر کا اظہار فرمایا ہے۔

مولائے کائنات حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے فدک کے سلسلہ میں ابوبکر کے سامنے دلیل پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے ابوبکر آیت تطہیر میرے اور میرے اہلبیتؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے یا تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے بارےمیں؟ ابوبکر نے جواب دیا یہ آیت آپ کے بارےمیں میں نازل ہوئی ہے۔ایک بار اور حضرت علی علیہ السلام نے عمر ابن خطاب کے بعد خلیفہ کے

انتخاب کے لئے تشکیل دی گئی شوریٰ میں حاضرین سے فرمایا کہ کیا میرے اہلبیتؑ کے علاوہ کوئی اور ہے جس کے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہو۔

امام حسن علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد لوگوں کے لئے خطبہ پڑھتے ہوئے ارشاد فرمایا! کہ میں ان اہلبیتؑ میں سے ہوں جن کے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے اور جن کو خداوند عالم نے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے۔

ترک گناہ سے متعلق آیت میں ارادہ تشریعی مراد لینے کی صورت میں کیا اس انداز میں دلیلوں کو پیش کرنا اور اس پر فخر کرنا صحیح ہوگا اس بنا پر آیت تطہیر کو خداوند عالم کے ارادہ تشریعی پر حمل نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس میں ذکر کئے گئے ارادہ سے مراد خداوندعالم کا ارادہ تکوینی ہوگا اس کی روشنی میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ نظام تخلیق میں خداوند عالم کا ارادہ یہ ہے کہ اہل بیتؑ کو ہر قسم کی غلطی اور گناہ سے محفوظ رکھے اور عصمت کا مطلب بھی یہی ہے۔

آیت کی اس تفسیر سے اہل بیتؑ کو پہچنوانے میں خداوند عالم کے احسان اور پیغمبر اسلامؐ کے اس اہتمام کی اہمیت معلوم ہوتی ہے جو اہل بیتؑ کو پہچنوانے اور دوسروں کو اس فضیلت سے الگ رکھنے کے لئے کیا گیا تھا۔ اس سلسلہ میں ائمہ معصومین علیہم السلام کا دلیل پیش کرنا اور اس فضیلت پر فخر کا اظہار کرنا بھی صحیح ہوگا۔ اس کے علاوہ بعض احادیث میں بھی اس آیت کی تفسیر اہل بیتؑ کی عصمت اور ان کو گناہوں سے محفوظ رکھنے کے سلسلہ میں خداوندعالم کے ارادہ تکوینی سے ہی کی گئی ہے۔

مولائے کائنات حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے آیہ: ﴿**انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا**﴾ کی تلاوت کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: اس نے ہم کو ہر قسم کی ظاہری اور باطنی کثافت، گندگی اور گناہ سے پاک قرار دیا ہے۔(۱)

۲۔ پیغمبر اسلامؐ نے آیہ تطہیر ﴿**انما یرید اللّٰہ..** ﴾ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں اور میرے اہلبیتؑ ہر قسم کی برائی سے پاک ہیں۔(۲)

---

(۱) غایۃ المرام، ج۳، ص۱۹۹، قال علی ابن ابی طالبؑ: واللّٰہ عزو جل یقول: انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیراً، فقد طھرنا اللّٰہ من الفواحش ما ظھر منھا و ما بطن علی منھاج الحق.

(۲) البدایہ والنہایہ، ج۲، ص۲۵۷، عن النبیؐ فی قولہ تعالی ﴿انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیراً﴾. قال: فانا و اھل بیتی مطھرون من الذنوب.

۳۔امام حسنؑ نے فرمایا: ہم ہی وہ اہلبیتؑ ہیں جن کو خداوند عالم نے اسلام کے ذریعہ عزت عطا کی ہے اس نے ہمیں منتخب قرار دیا ہے ہم سے رجس کو دور رکھا ہے اور ہم کو پاک و پاکیزہ بنایا ہے. رجس شک ہے ہم خدا اور اس کے دین میں ہرگز شک نہیں کرتے اس نے ہم کو ہر طرح کی گمراہی اورنجاست سے پاک رکھا ہے۔(۱)

۴۔ابوبصیر نے امام محمد باقرعلیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: رجس شک ہے اور ہم اپنے دین میں کبھی شک نہیں کرتے۔(۲)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قرآن مجید میں پیغمبر اسلامؐ کے اہلبیتؑ کو ہر قسم کی غلطی، خطا اور گناہ سے معصوم قرار دیا گیا ہے اور اس طرح لوگوں کے لئے پیغمبر اسلامؐ کے حقیقی جانشینوں کی معرفت حاصل کر کے ان پر ایمان لانے کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔

۲۔اہل بیت علیہم السلام کا اتباع

پیغمبر اسلامؐ نے اپنی نبوت کے دور میں ہمیشہ اپنے اہل بیت علیہم السلام کو پہچنوانے اور ان کی امامت کو قبول کروانے کے لئے ماحول فراہم کیا ہے۔

رسول اسلامؐ نے فرمایا ستارہ آسمان والوں کے لئے امان کا ذریعہ ہیں اگر ستارے فنا ہو جائیں تو آسمان والے فنا ہو جائیں گے۔اور میرے اہل بیتؑ زمین والوں کے لئے امان کا ذریعہ ہیں اگر اہل بیتؑ نہ ہوں تو زمین والے فنا ہو جائیں گے۔(۳)

ابن عباس نے پیغمبر اسلامؐ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ میرے اہل بیتؑ کی مثال

(۱)اہل البیت فی الکتاب والسنہ،ص۱۱۳،الامام الحسنؑ قال: انا اهل البيت اكرمنا الله بالاسلام و اختارنا و اصطفانا واجتبانا فاذهب عنا الرجس و طهرنا تطهيرا. و الرجس هو الشك فلانشك فى الله الحق و دينه ابداً و طهرنا من كل افن و غيه.

(۲)غایۃ المرام،ج۳،ص۱۹۴، ابو بصير عن ابى جعفرؑ قال: "الرجس هو الشك و لا نشك فى ديننا ابداً".

(۳)ذخائر العقبی،ص۱۷، عن علىؑ قال رسول اللهؐ: النجوم امان لاهل السماء فاذا ذهبت النجوم ذهب اهل اسماء و اهل بيتى امان لاهل الارض. فاذا ذهب اهل بيتى ذهب اهل الارض. : ينابيع المودة ج۱،ص۲۲، المستدرك حاكم نيشابورى، ج۳، ص۱۵۰.

کشتی نوح جیسی ہے جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی جو اس سے وابستہ ہوگا وہ کامیاب ہوگا اور جو اس سے کنارہ کشی کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔(۱)

۳۔اہل بیت علیہم السلام کی محبت

ابن عباس نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کا بندہ قیامت میں چار سوالات کے بغیر آگے نہیں بڑھنے دیا جائے گا:

۱) اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں صرف کی تھی۔۲) بدن کے بارے میں کہ اسے کس کام میں لگایا گیا۔۳) اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں صرف کیا۔۴) میرے اہل بیتؑ کی محبت کے بارے میں۔ (۲)

ظاہر ہے کہ محبت سے مراد چاہنے کا دعویٰ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ان کا اتباع ہے۔

۴۔قرابت داروں کی محبت

ابن عباس کا بیان ہے کہ جب آیت ﴿**قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ**﴾ نازل ہوئی۔

اصحاب نے عرض کیا: یارسول اللہ خداوند عالم نے جن لوگوں سے مودت کا حکم دیا ہے وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: علی و فاطمہ اور ان کے بیٹے۔(۳)

---

(۱) ذخائر العقبیٰ، ص۲۰، عن ابن عباس، قال: قال رسول اللهؐ: مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح. من رکبها نجا و من تعلق بها فاز، و من تخلف عنها غرق. اسعاف الراغبین در حاشیه نور الابصار، ص ۱۲۰: المستدرك، حاکم نیشابوری، ج۳، ص ۱۵۱.

(۲) غایة المرام، ج۳، ص۹۲، (نقل از مناقب ابن المغازلی، ص۹۳) ابن عباس قال: قال رسول اللهؐ: لاتزول قدما عبد یوم القیامه حتی یسال عن اربع: عن عمره فیما افناه و عن جسده فیما ابلده و عن ماله فیما انفقه و من این اکتسبه و عن حبنا اهل البیت.

(۳) غایة المرام، ج۳، ص۲۳۳، ابن عباس قال: لما نزلت "قل لا اسئکم علیه اجراً الا المودة فی القربی" قالوا: یا رسول الله! من هؤلاء الذین یأمرنا الله بمودتهم؟ قال: علی و فاطمه و اولادهما.
(مذکورہ حدیثیں مختلف عبارتوں کے ساتھ شیعہ اور سنی دونوں کتابوں میں نقل ہوئی ہیں)

قرابت داروں کی محبت کو رسالت کی اجرت قرار دیا گیا ہے لہٰذا اس کے لئے صرف محبت کا دعویٰ کافی نہیں ہے بلکہ ان سے مودت کا مطلب ان کی پیروی کرنا ہے۔

پہلے امام کی امامت اور خلافت کا اعلان

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مولائے کائنات حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے علم ان کی عصمت اور ان کے دوسرے تمام فضائل و کمالات سے واقف تھے لیکن آپ سمجھتے تھے کہ ان کو خلیفہ اور امام معین کرنا ایک دشوار کام ہے جاہ و منصب اور اقتدار کے بھوکے افراد اس کی شدید مخالفت کریں گے اس لئے آپ نے اس میں مصلحت دیکھی کہ اس کام کو دو مرحلوں میں انجام دیا جائے۔ پہلے مرحلہ میں اس کو قبول کرنے کے لئے ماحول سازگار بنایا جائے اور دوسرے مرحلہ میں کس مناسب وقت پر ان کی خلافت اور امامت کا واضح اعلان کر دیا جائے۔

پہلا مرحلہ: ماحول سازی

پیغمبر اسلامؐ کی کوشش رہتی تھی کہ ہر مناسب موقع پر مولائے کائنات حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی کسی نہ کسی فضیلت کی طرف اشارہ کیا جائے اور ان کی تعریف و تمجید کی جائے اس سلسلہ میں بہت سی احادیث حدیث کی کتابوں میں درج ہیں جن سب کا تذکرہ اس کتاب میں ممکن نہیں ہے اس سلسلہ میں فضائل اور سیرت معصومین علیہم السلام کی کتابوں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے. البتہ یہاں نمونہ کے طور پر ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

دعوت ذو العشیرہ

مولائے کائنات حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: جس وقت آیۂ ﴿و انذر عشیرتک الاقربین﴾(۱) نازل ہوئی۔

---

(۱) سورۂ شعراء، آیت ۲۱۴

رسول اسلامؐ نے مجھ سے فرمایا: کھانا تیار کرو اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو مہمان بلاؤ. میں نے کھانے کا انتظام کیا اور رشتہ داروں میں تقریباً چالیس لوگوں کو بلایا پیغمبر اسلامؐ نے کھانے کے بعد ارشاد فرمایا: اے اولاد عبدالمطلب! خدا کی قسم پورے عرب میں میری نظروں میں کوئی ایسا جوان نہیں ہے جو اپنے رشتہ داروں کے لئے اس سے بہتر کوئی پیغام لایا ہو جو میں تم لوگوں کے لئے لایا ہوں میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں۔

حاضرین یہ سن کر اعتراض کی صورت میں اٹھ کھڑے ہوئے لیکن میں نے ان سب سے کم عمر ہونے کے باوجود عرض کیا یارسول اللہ! میں اس اہم کام میں آپ کی مدد کے لئے تیار ہوں۔

پیغمبر اسلاؐم نے میرے گلے میں باہیں ڈال کر فرمایا: "ان ھذا اخی و وصیی و خلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا" یہ میرا بھائی، وصی اور تمہارے درمیان میرا خلیفہ ہے اس کے احکام کو سنو اور اس کی اطاعت کرو. سارے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے وہ ہنس رہے تھے اور جناب ابوطالبؑ سے کہہ رہے تھے کہ محمد نے تم کو حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کی اطاعت کرو۔(۱)

مولائے کائنات علیہ السلام کے بارے میں ہدایت

ابن عباس نے پیغمبر اسلاؐم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جو چاہتا ہے کہ میری طرح زندگی بسر کرے اور میری طرح اس کو موت آئے اور جنت عدنٍ جس کو خدا نے پیدا کیا ہے اس میں جگہ پائے وہ میرے بعد میری اور علی علیہ السلام کی ولایت قبول کرے ان کے دوستوں سے محبت کرے اور میرے بعد آنے والے ائمہؑ کا اتباع کرے اس لئے کہ وہ میری عترت ہیں جو میرے ہی نور سے خلق ہوئے ہیں اور انہیں میرا علم وفہم عطا کیا گیا ہے۔

(۱) تاریخ طبری، ج۲، ص۳۲۰، قال علی: ثم تکلم رسول اللہؐ فقال: یابنی عبد المطلب! انی واللہ ما اعلم شابا فی العرب جاء قومه بأفضل مما قد جئتکم بخیر الدنیا و الآخرة . و قد امرنی اللہ تعالی ان ادعوکم الیه ایکم یوازرنی علی هذا الامر علی ان یکون اخی و وصیی و خلیفتی فیکم؟ قال: فاحجم القوم عنها جمیعا و قلت. وانی احدثهم سنا. انا یا نبی اللہ اکون وزیرك علیه. فاخذ برقبتی ثم قال: ان هذا اخی و وصیی و خلیفتی فیکم فاسمعوا له و اطیعوا . قال: فقام القوم یضحکون و یقولون لابی طالب : قد امرك ان تسمع لابنك و تطیع۔

وائے ہوان لوگوں کے حال پر جوان کو جھٹلائیں اوران سے قطع رحم کریں میری شفاعت انہیں نصیب نہیں ہوگی۔(۱)

حذیفہ نے پیغمبر اسلاؐم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو میری طرح جینا اور مرنا چاہتا ہے اوراس درخت کی شاخوں سے وابستہ ہونا چاہے جس کو خداوندے عالم نے جنت میں لگایا ہےاس کو چاہئے کہ میرے بعد حضرت علی ابن ابیطالبؑ کواپنا ولی، سرپرست اور حاکم مانے۔(۲)

پیغمبر اسلاؐم نے انصار سے فرمایا: کہ میرے انصار کیا تم کوکسی ایسی چیز سے باخبر نہ کروں کہ اگر میرے بعد تم ان سے وابستہ رہوتو گمراہ نہیں ہوگے۔

لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! فرمایئے پیغمبر اسلاؐم نے فرمایا: علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو دوست رکھواوران کومحترم سمجھو مجھے جبرئیل امین کے ذریعہ خداوند عالم کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ یہ پیغام تم تک پہونچاؤں۔(۳)

حذیفہ کا بیان ہے: بعض اصحاب نے پیغمبر اسلاؐم سے عرض کیا: کیا آپ حضرت علیؑ کواپنا خلیفہ نہیں بنائیں گے؟ آپ نے جواب دیا اگر تم لوگ ان کی ولایت کو قبول کرلو تو وہ سیدھے راستہ کی طرف تمہاری رہنمائی کریں گے۔(۴)

ابوسعد سعید خدری نے روایت کی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولائے کائنات علیہ السلام کے شانے پر ہاتھ مارکر فرمایا کہ اے علی تمہارے اندر سات صفات ایسی ہیں کہ قیامت میں کوئی بھی اس سے مقابلہ

(۱)حلیۃ الاولیاء، ج۱،ص۱۲۸، ابن عباس قال: قال رسول اللہؐ من سره ان یحیا حیاتی و یموت مماتی و یسکن جنة عدن غرسها ربی فلیوال علیا من بعدی و لیوال ولیه و لیقتد بالائمة من بعدی فانهم عترتی، خلقوا من طینتی رزقوا فهما و علما. و ویل اللمکذبین بفضلهم من امتی القاطعین فیهم صلتی لا انا لهم اللّٰه شفاعتی.

(۲)حلیۃ الاولیاء،ص۱۲۷،قال رسول اللہؐ : من سره ان یحیا حیاتی و یموت میتتی و یتمسك بالقصبة الیاقوتة التی خلقها اللّٰه بیده ثم قال لها: کونی فکانت، فلیتول علی ابن ابی طالب من بعدی.

(۳)حلیۃ الاولیاء، ج۱،ص۱۰۲،قال رسول اللہؐ یا معشر الانصار! الا ادعوکم علی ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعده ابدا؟ قالوا: بلی یا رسول اللّٰه . قال هذا علی فاحبوه بحبی و اکرموه بکرامتی فان جبرئیل امرنی بالذی قلت لکم عن اللّٰه عز و جل.

(۴)حلیۃ الاولیاء، ج۱،ص۱۰۴، حذیفة بن یمان، قال: قالوا: یا رسول اللہؐ! ألا یستخلف علیا؟ قال: ان تولوا علیا تجدوه هادیا مهدیا یسلك بکم الرطیق المستقیم۔

نہیں کرسکتا تمہیں ایمان کے اعتبار سے دوسروں پر سبقت حاصل ہے تم خداوند عالم کا عہد و پیمان سب سے بہتر طریقہ سے وفا کرنے والے، احکام الٰہی کی اطاعت میں سب سے طاقتور، لوگوں کے سلسلہ میں سب سے زیادہ مہربان، بیت المال کی تقسیم میں سب سے زیادہ عدل و انصاف کا خیال رکھنے والے اور قضاوت کے معاملہ میں سب سے زیادہ عالم ہو اور تم قیامت میں سب سے افضل ہوگے۔(۱)

انس ابن مالک کا بیان ہے: پیغمبر اسلامؐ نے مجھے ابو برزہ اسلمی کے پاس بھیجا وہ جب پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں پہونچے تو میں نے سنا کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: اے ابو برزہ پروردگار عالم نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے بارے میں مجھ سے عہد لیا ہے اور فرمایا ہے کہ علیؑ ہدایت کے پرچم ایمان کے مرکز، میرے دوستوں کے امام اور ان لوگوں کے نور ہیں جو ان کے احکام کا اتباع کریں۔

اے ابو برزہ قیامت میں حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام میرے امین اور میرے پرچم کو بلند کرنے والے ہوں گے۔ رحمت پروردگار کے خزانہ کی کنجی علیؑ کے پاس ہوگی۔(۲)

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے قیامت تک یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔(۳)

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں لہٰذا جس کو علم چاہیئے وہ دروازہ سے داخل ہو۔(۴)

---

(۱) حلیۃ الاولیاء، ص۱۰۶، ابو سعید الخدری، قال رسول اللّٰہؐ لعلی و ضرب بین کتفیہ: یا علی لك سبع خصال لایحاجك فیھن احد یوم القیامة: انت اول المومنین باللّٰہ ایماناً اوفاھم بعھد اللّٰہ، و اقومھم بامر اللّٰہ. و ارأفھم بالرعیة و اقسمھم بالسویة و اعلمھم بالقضیة و اعظمھم مزیة یوم القیامة۔

(۲) حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۱۰۷، انس بن مالك قال: بعثنی النبیؐ الی ابن برزه الاسلمی فقال له . و انا اسمع. یا ابا برزة ان رب العالمین عھد الی عھداً فی علی ابن ابی طالب، فقال: انه رأیة الھدی و منار الایمان و امام اولیائی و نور جمیع من اطاعنی. یا ابابرزة! علی ابن ابی طالب امینی غدا فی القیامة و صاحب رایتی فی القیامه، علی مفاتیح خزائن رحمة ربی۔

(۳) نورالابصار، ص۸۸، عن ام سلمه قالت: سمعت رسول اللّٰہؐ یقول: علی مع القرآن و القرآن مع علی لایفترقان حتی یردا علی الحوض . المتسدرک حاکم نیشابوری، ج۳، ص۱۲۴

(۴) ینابیع المودة، ج۱، ص۳۳۸، عن علیؑ قال رسول اللّٰہؐ: انا مدینة العلم و علی بابھا فمن اداد العلم فلیأت الباب. : المستدرک حاکم نیشابوری، ج۳، ص۱۲۶

عائشہ کا بیان ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے یہ دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔(۱)

ابن عمر کا بیان ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنے اصحاب کے درمیان اخوت اور بھائی چارگی کا عہد و پیمان کروایا۔

حضرت علیؑ گریہ کی حالت میں داخل ہوئے اور فرمایا آپ نے اصحاب کے درمیان اخوت و برادری قائم کی لیکن میرا کوئی بھائی نہیں بنایا۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا تم دنیا و آخرت دونوں جگہ میرے بھائی ہو۔(۲)

اسعد ابن زرارہ نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: معراج کی شب جب میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہونچا تو خداوند عالم کی طرف سے علیؑ کے بارے میں مجھے ان تین چیزوں کی وحی ہوئی ،علی متقین کے امام ،مسلمانوں کے سید و سردار ،اور عبادت گذاروں کو جنت تک پہونچانے والے رہبر اور پیشوا ہیں ۔(۳)

رسول اسلامؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے علیؑ تم مسلمانوں کے سید و سردار ،متقین کے امام ،عبادت گذاروں کے رہبر اور دینداروں کے حاکم ہو۔(۴)

رسول اسلامؐ نے فرمایا: جو میرے دین سے وابستہ رہنا اور میرے بعد نجات کی کشتی میں سوار ہونا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا اتباع کرے۔ان کے دشمنوں سے دشمنی اور ان کے

(۱)غایۃ المرام، ج۵،ص۲۸۳، (نقل از فوائد السمطین) عن عایشۃ قالت: سمعت رسول اللّٰہؐ یقول: علی مع الحق و الحق معی علی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض.

(۲)غایۃ المرام، ج۵،ص۹۳، (نقل از الجمع بین الصحاح الستۃ) عن ابن عمر قال: لما آخی رسول اللّٰہؐ بین اصحابه فجاء علی تدمع عیناه . فقال: یا رسول اللّٰه! آخیت بین اصحابك و لم تواخ بینی و بین احد؟. فسمعت النبیؐ یقول: انت اخی فی الدنیا و الآخرة .

(۳)غایۃ المرام، ج۱،ص۱۱۹، اسعد بن زرارۃ قال: قال رسول اللّٰہؐ انتهیت لیلة اسری بی الی سدرة المنتهی، فاوحی الی فی علی ثلاث: انه امام المتقین و سید المسلیمن و قائد الغر المحجلین الی جنات النعیم۔

(۴)غایۃ المرام، ج۱،ص۱۲۷، قال رسول اللّٰہؐ: یا علی انت سید المسلمین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین و یعسوب الدین۔

دوستوں سے محبت کرے اس لئے کہ وہ میری زندگی اور میری موت کے بعد میرے وصی اور میرے خلیفہ و جانشین ہیں۔علی مسلمانوں کے امام اور مومنین کے امیر ہیں ان کا قول میرا قول، ان کا امر میرا امر، ان کی نہی میری نہی ان کا پیرو میرا پیرو، ان کا دوست میرا دوست اور ان کی دوستی ترک کرنے والا میری دوستی کو ترک کرنے والا ہے۔(۱)

جناب ابوذر پیغمبر اسلامؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو میری اطاعت کرے گا وہ خدا کا اطاعت گذار ہوگا، جو میری نافرمانی کرے گا وہ خدا کا نافرمان ہوگا اور جو علیؑ کی اطاعت کرے گا وہ میرا اطاعت گذار ہوگا، جو علیؑ کی نافرمانی کرے گا وہ میرا نافرمان ہوگا۔ (۲)

انس ابن مالک نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: ''تم میرے بعد میری امت کے اختلافی امور کو واضح کرنے والے ہوگے۔(۳)

زید ابن ارقم روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: جو میری طرح جینا مرنا اور جنت میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ علیؑ کی ولایت کو قبول کرلے۔اس لئے کہ وہ تمہیں ہدایت سے نہیں روکیں گے اور گمراہی کی دعوت نہیں دیں گے۔(۴)

نمونہ کے طور پر ذکر کی گئی مندرجہ بالا احادیث اور ان جیسی دوسری سیکڑوں احادیث (جو معنی کے اعتبار سے متواتر ہیں) سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کو خداوند عالم کی طرف سے یہ حکم ملا تھا کہ علیؑ

---

(۱)غایۃ المرام، ج۱،ص۱۳۱،قال رسول اللّٰہؐ من احب ان یتمسك بدینی و یرکب سفینة النجاة بعدی فلیقتد بعلی ابن ابی طالب و لیعاد عدوه و لیوال ولیه: فانه وصیی و خلیفتی علی امتی فی حیاتی و بعد وفاتی و هو امام کل مسلم و امیر کل مومن بعدی. قوله قولی و امره امری و نهیه و نهیی و تابعه تابعی و ناصره ناصری و خاذله خاذلی۔

(۲)المستدرک حاکم نیشابوری، ج۳،ص۱۲۱، عن ابی ذر قال: قال رسول اللّٰہؐ من اطاعنی فقد اطاع اللّٰه، و من عصانی فقد عصی اللّٰه و من اطاع علیا فقد اطاعنی و من عصا علیا فقد عصانی۔

(۳)المستدرک حاکم نیشابوری، ج۳،ص۱۲۲،انس بن مالك : ان النبیؐ قال لعلیؑ : انت تبین لامتی ما اختلفوا من بعدی۔

(۴)المستدرک حاکم نیشابوری، ج۳،ص۱۲۸،زید ابن ارقم قال: قال رسول اللّٰہؐ : من یرید ان یحیا حیاتی و یموت موتی و یسکن الجنة الخلد التی وعدنی ربی فلیتول علی ابن ابی طالبؑ فانه لن یخرجکم من هدی و لن یدخلکم فی ضلالة.

کو امام معین فرمائیں اور یہ ساری احادیث درحقیقت اس موقع کے لئے ماحول سازگار کرنے کا مقدمہ تھیں تاکہ جب یہ عظیم ذمہ داری مولائے کائنات کے سپرد کردی جائے۔

دوسرا مرحلہ: باقاعدہ تعیین

اس کے باوجود کہ پیغمبر اسلام نے اپنی رسالت کے پورے ۲۳ سال برابر مولائے کائنات کی امتیازی شخصیت کو پہچنوانے کی بھرپور کوشش کی۔ اور آپ کی ولایت کو قبول کرنے کے لئے فکری طور پر لوگوں کو آمادہ کیا تاکہ جلد از جلد اس اہم ذمہ داری کو لوگوں تک پہونچا سکیں لیکن اس کے باوجود ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ابھی ماحول سازگار نہیں ہے اور قریش کے بعض سردار یا آپ کے بعض صحابی اس منصب کے دعویدار ہیں لہٰذا جس طرح بھی ممکن ہوگا وہ اس اعلان پر راضی نہیں ہوں گے اور اس کی مخالفت کریں گے. پیغمبر اسلام کو موجودہ صورت حال کی فکر لاحق تھی اور امت میں اختلاف بڑھنے کے خوف سے اس ذمہ داری کو نبھانے میں دیر کر رہے تھے اور مناسب موقع کی تلاش میں تھے یہ صورت حال ۱۰ھ تک باقی رہی۔

الوداعی حج

اس سال پیغمبر اسلام نے فیصلہ کیا کہ حج کا فریضہ ادا کرنے مکہ جائیں گے۔ شاید اس درمیان کوئی مناسب موقع فراہم ہو جائے اور قانونی طور پر مولائے کائنات کی امامت اور ولایت کا اعلان کردیا جائے۔

پیغمبر اسلام نے مدینہ اور تمام دوسرے اسلامی شہروں میں بسنے والوں میں یہ اعلان کروادیا کہ میں اس سال حج پر جارہا ہوں لہٰذا جو بھی میرے ساتھ حج میں شرکت کرسکتا ہے شرکت کرے تاریخ کے مطابق ایک لاکھ سے بھی زیادہ افراد حج پر روانہ ہوئے میقات پر عمرہ انجام دینے کے لئے احرام باندھا اور خانۂ کعبہ کا طواف، نماز طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی اور اس کے بعد تقصیر (تھوڑے سے بال کاٹنے) کے عمل کو پیغمبر اسلام کی ہمراہی میں انجام دیا۔

اس کے بعد حج کے ارکان انجام دینے کے لئے احرام باندھا۔عرفات اور مشعر میں قیام کا فریضہ انجام دیا پھر منیٰ گئے رمی جمرات (شیطانوں کو کنکریاں مارنے) کا عمل انجام دیا۔قربانی کی اور اس کے بعد سر منڈا کر یا سر کے تھوڑے بال کٹوا کر حج کا احرام اتارا پھر جتنا واجب تھا منیٰ میں قیام کیا اور حج کے آخری فرائض کی انجام دہی۔اور طواف کے لئے دوبارہ خانہ کعبہ کا رخ کیا۔

ان تمام مراحل میں پیغمبر اسلامؐ کی رہنمائی حاصل رہی اور ان تمام ارکان کی انجام دہی کے دوران پیغمبر اسلامؐ نے بارہا لوگوں کے درمیان خطبہ پڑھا اور مجمع کو وعظ ونصیحت کیا۔اتحاد قائم رکھنے اور اسلام کا دفاع کرنے کی تاکید فرمائی،ساتھ ساتھ قرآن اور اہل بیت علیہم السلام کا اتباع اور ان کی حمایت کے لئے بھی بہت تاکید فرمائی۔

اس حج میں پیغمبر اسلامؐ کے اقوال اور اعمال سے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آپ کی وفات نزدیک ہے اور یہ آپ کا آخری حج ہے۔

اس صورت میں اگرچہ آپ کے لئے عرفات یا منیٰ یا مسجد الحرام میں یہ امکان تھا کہ اپنے اوپر خداوند عالم کی طرف سے عائد ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے حاجیوں کے سامنے مولائے کائناتؑ کو اپنا جانشین اور خلیفہ معین کر دیں۔لیکن آپ نے اپنی اس ذمہ داری کو ان مواقع پر بھی انجام نہیں دیا شاید یہاں بھی آپ نے موقع مناسب نہیں سمجھا اور سیاسی داؤں پیچ رکھنے والوں سے خطرہ محسوس کیا آخر کار ارکان حج مکمل ہو گئے اور حاجیوں کا قافلہ اپنے اپنے شہروں کی طرف روانہ ہو گیا۔پیغمبر اسلامؐ نے بھی قافلہ کے ساتھ مدینہ کا رخ کیا۔آپ کو اس بات کی فکر بہرحال تھی کہ مولائے کائناتؑ کی امامت کے اعلان کا کوئی مناسب موقع نہ مل سکا۔

غدیر خم

پیغمبر اسلامؐ اپنے قافلہ کے ساتھ غدیر خم میں پہونچے اس جگہ سے دوسرے حاجیوں کے راستے مدینہ کے راستے سے جدا ہوتے تھے اور تمام حاجیوں کے سامنے مولائے کائناتؑ کی جانشینی کا یہ آخری موقع تھا۔

ظہر کا ہنگام تھا اور گرمی اپنے عروج پر تھی۔اس موقع پر جبرئیلؑ یہ آیت لے کر نازل ہو گئے

﴿یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالته و اللّٰہ یعصمک من الناس ان اللّٰہ لا یھدی القوم الکافرین﴾(۱)

اے رسول! جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کو پہنچا دیجئے اگر آپ نے اس کی انجام دہی میں کوتاہی کی تو گویا تم نے رسالت کی ذمہ داری پوری نہیں کی. خدا آپ کو مخالفین کی سازشوں سے محفوظ رکھے گا اور وہ ظالمین کی ہدایت کرنے والا نہیں ہے۔

پیغمبر اسلامؐ اس جگہ اترے اور جو حاجی وہاں سے آگے بڑھ چکے تھے ان کو واپسی کا حکم دیا اور جو پیچھے رہ گئے تھے ان کو جلدی پہونچنے کا حکم دیا۔

اس جگہ چند بڑے درخت تھے آپ نے ان کے نیچے صفائی کرنے اور نماز کے لئے جگہ بنانے کا حکم دیا. تمام حاجی اس شدید گرمی میں اس بے وقت اجتماع سے حیران تھے اور آپس میں کہہ رہے تھے یقیناً کوئی بہت بڑا حادثہ رونما ہوا ہے۔

اس وقت منبر بنایا گیا۔ پیغمبر اسلامؐ منبر پر گئے اور حاجیوں کے عظیم اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے خطبہ پڑھا اس درمیان وہ افراد جن کی آواز بلند تھی پیغمبر اسلامؐ کا پیغام دور کے لوگوں کو پہونچانے کی ذمہ داری انجام دے رہے تھے۔

یہ اہم واقعہ ۱۸ر ذی الحجہ کو انجام پا رہا تھا۔

حدیث غدیر

پیغمبر اسلامؐ نے اس موقع پر تفصیلی خطبہ پڑھا جو بعد میں حدیث غدیر کے نام سے مشہور ہوا۔ وہ پورا خطبہ عبارتوں کے تھوڑے بہت فرق کے ساتھ شیعہ سنی دونوں کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔

بعض راویوں نے تفصیلی طور پر اس خطبہ کو نقل کیا ہے اور بعض نے مختصر تذکرہ کیا ہے البتہ مولائے کائناتؑ کی ولایت سے متعلق جملوں کے نقل کرنے میں دونوں مشترک ہیں۔ ہم یہاں پر ان میں سے ایک روایت صرف نقل کر رہے ہیں۔

(۱) سورۂ مائدہ، آیت ۶۷

زید ابن ارقم کا بیان ہے: جب پیغمبر اسلامؐ اپنے آخری حج سے واپس آرہے تھے غدیر خم میں اپنی سواری سے اترے پہلے حکم دیا درختوں کے نیچے صفائی کی جائے اس کے بعد آپ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا: ''گویا مجھے خداوند عالم کی طرف سے دعوت دی گئی ہے اور میں نے اس کو قبول کرلیا ہے۔

میں دو انتہائی گرانقدر چیزیں تم لوگوں کے لئے امانت چھوڑ کر جارہا ہوں ان میں ایک دوسرے سے اہم ہے۔ کتاب خدا اور میری عترتؑ۔ ان دونوں امانتوں کی حفاظت کا انتظام کرنا اور ان کے تئیں اپنے فرائض کا خیال رکھنا یہ دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''خداوند عالم میرا مولا ہے اور میں تمام مومنین کا مولا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے مولائے کائناتؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں۔ پروردگار علیؑ کے دوستوں کو دوست رکھ اور ان کے دشمنوں سے دشمنی کر۔'' (۱)

اس حدیث کو نقل کرنے میں براء ابن عازب نے ایک جملہ کا اضافہ کیا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے شروع میں فرمایا: ''**الست اولیٰ بالمومنین من انفسھم قالو ابلیٰ قال الست اولیٰ بکل مومن من نفسه قالوا بلیٰ قال فھذا ولی من انا مولاہ**'' (۲)

کیا میں مومنین کے نفوس پر ان سے زیادہ تصرف کا حق نہیں رکھتا ہوں سب نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا: کیا میں ہر مومن کے نفس کا اس سے زیادہ حاکم نہیں ہوں؟ سب نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: یہ علیؑ ہر اس شخص کے ولی اور حاکم ہیں جس کا میں مولا اور حاکم ہوں۔

براء کی دوسری حدیث کے ذیل میں ایک جملہ کا اضافہ ہے ''**فلقیه عمر ابن الخطاب فقال**

---

(۱) المستدرک حاکم نیشابوری، ج ۳، ص ۱۱۹، زید بن ارقم، رضی اللّٰہ عنه، قال: لما رجع رسول اللّٰہ من حجة الوداع و نزل غدیر خم امر بدوحات فقمن فقال: کانی دعیت فاجیب. انی قد ترکت فیکم الثقلین احدھما اکبر من الآخر: کتاب اللّٰہ و عترتی. فانظروا کیف تخلفونی فیھما: فھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض. ثم قال: ان اللّٰہ عزوجل مولای و انا مولی کل مومن. ثم اخذ بید علی رضی اللّٰہ عنه فقال: من کنت مولاہ فھذا ولیه. اللّٰھم! وال من والاہ و عاد من عاداہ. البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۲۲۸،

(۲) البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۲۲۹، ۳،

هنيئاً لک! اصبحت و امسيت مولى كل مومن و مومنه"(۱)

عمر بن خطاب نے ان سے ملاقات کی اور کہا آپ کو مبارک آپ صبح وشام ہر مومن اور ہر مومنہ کے حاکم اور مولا بن گئے۔

راویان حدیث غدیر

حدیث غدیر متواتر ہے اور اس کا پیغمبر اسلامؐ کی زبان مبارک سے صادر ہونا یقینی ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کے ایک سو دس سے زیادہ بزرگ صحابیوں نے اسے نقل کیا ہے جن میں سے کچھ کے نام نیچے ذکر کئے جا رہے ہیں:

ابو ہریرہ، ابو یعلی انصاری، ابو الہیثم ابن التیھان، ابو بکر ابن ابی قحافہ، عمر ابن خطاب، علی ابن ابی طالبؑ، امام حسن مجتبیٰؑ، امام حسینؑ، فاطمہ زہراؑ، اسامہ بن زید، ام سلمہ، انس ابن مالک، براء ابن عازب، جابر ابن سمرہ، جابر ابن عبد اللہ انصاری، حذیفہ ابن اسید، حسان ابن ثابت، خزیمہ ابن ثابت انصاری، زبیر ابن عوام، زید ابن ارقم، زید ابن ثابت، ابو سعید خدری، سلمان فارسی، مقداد ابن عمرو کندی، عباس ابن عبد المطلب، عبد اللہ ابن جعفر ابن ابی طالب، عبد اللہ ابن عباس، عبد اللہ ابن عمر ابن خطاب، عمار یاسر۔(۲)

حدیث کی سند

شیعہ اور سنی دونوں مولفین نے اس حدیث کو اپنی اپنی حدیث، تاریخ، تفسیر اور کلام کی کتابوں میں اس حدیث کو نقل کر کے اس کو دلیل قرار دیا ہے مندرجہ ذیل کتابیں اسی حدیث کے سلسلہ میں لکھی گئی ہیں۔

حدیث غدیر چونکہ متواتر ہے اور اس کا پیغمبر اسلامؐ کی زبان مبارک سے صادر ہونا یقینی ہے لہٰذا اس میں حدیث کی سند کے بارے میں بحث کرنے کی گنجائش نہیں ہے لیکن اس کے باوجود علماء نے

(۱) البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۲۲۹.

(۲) الغدیر، ج ۱، ص ۴۴-۴۱.

اس کی سند سے متعلق بحث کی ہے اور اس کو حدیث صحیح یا حدیث حسن کے طور پر پیش کیا ہے نمونے کے طور پر ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا جا رہا ہے:

۱۔ حافظ ابوعیسیٰ ترمذی نے سنن میں

۲۔ حافظ ابوجعفر طحاوی نے مشکل الآثار میں

۳۔ عبداللہ الحاکم نے المستدرک علی الصحیحین میں

۴۔ ابومحمد احمد ابن محمد العاصی نے زین الفتیٰ میں

۵۔ حافظ ابن عبدالبر قرطبی نے الاستیعاب میں

۶۔ ابوالحسن ابن المغازی شافعی نے مناقب میں

۷۔ ابوحامد غزالی نے سر العالمین میں

۸۔ ابوالفرج ابن جوزہ حنبلی نے مناقب میں

۹۔ سبط ابن جوزی حنفی نے تذکرہ میں

۱۰۔ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں

۱۱۔ ابوعبداللہ گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب میں

۱۲۔ علاء الدین سمغانی نے العروہ میں

۱۳۔ سید محمود آلوسی نے روح المعانی میں

۱۴۔ شیخ محمد الحوت بیروتی شافعی نے اسنی المطالب میں

۱۵۔ شہاب الدین ابوالفیض احمد ابن محمد صدیق نے تشنیف الآذان میں

۱۶۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر شافعی نے البدایۃ والنہایۃ میں

۱۷۔ حافظ نور الدین ھیثمی نے مجمع الزوائد میں

۱۸۔ شمس الدین جوزی شافعی نے اسنی المطالب میں

۱۹۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تھذیب التھذیب میں

۲۰۔ ابوالخیر شیرازی شافعی نے ابطال الباطل میں

۲۱۔ حافظ ابوالعباس شہاب الدین قسطلانی نے المواھب الدینیہ میں

۲۲۔حافظ شہاب الدین ابن حجر ھیثمی نے الصواعق المحرقہ میں

۲۳۔جمال الدین حسینی شیرازی نے اربعین میں

۲۴۔جمال الدین ابوالمحاسن یوسف ابن صلاح الدین حنفی نے المعتصر من المختصر میں

۲۵۔شیخ نورالدین ہروی قاری حنفی نے المرقاۃ فی شرح المشکاۃ میں

۲۶۔شیخ محمد صدر العالم نے معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ میں

۲۷۔سید ابن حمزہ حرانی نے البیان والتعریف میں

۲۸۔ابوعبداللہ زرقادنی نے شرح المواہب میں

۲۹۔شہاب الدین حفظی شافعی نے شرح عقد جواہر الآل میں

۳۰۔میرزا محمد بدخشی نے نزل الابرار میں

۳۱۔مفتی شام العمادی نے الصلاۃ الفاخرۃ میں

۳۲۔ابوالعرفان الصبان شافعی نے اسعاف الراغبین میں

۳۳۔زین الدین مناوی شافعی نے فیض الغدیر میں

۳۴۔نورالدین حلبی شافعی نے سیرۃ الحلبیہ میں

۳۵۔شیخ احمد ابن باکثیر اعلا نے وسیلۃ المآل فی مناقب الآل میں

۳۶۔شیخ عبدالحق دہلوی بخاری نے شرح المشکاۃ میں

۳۷۔شیخ محمود ابن محمد شیخانی نے الصراط السوی فی مناقب آل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔(۱)

امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا سوال

امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے متعدد مواقع پر لوگوں کو قسم دے کر کہا کہ جو کوئی غدیر کے واقعہ میں موجود رہا ہو یا اس حدیث کو پیغمبر اسلامؐ سے سنا ہو وہ گواہی دے ہر دفعہ کچھ نہ کچھ حاضرین گواہی دیتے تھے اور کہتے تھے ہم نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ''

(۱)الغدیر، ج۱،ص۲ ۵۷ـ۵۴۳

یہ سوالات عثمان ابن عفان کے انتخاب کے وقت شوریٰ کے موقع پر رحبہ(۱) کے روز کوفہ میں، جنگ جمل کے موقع پر، جنگ صفین کے موقع پر حدیث الرکبان کے سلسلہ میں پوچھے گئے اور ہر مرتبہ کچھ نہ کچھ لوگوں نے گواہی دی جن میں صرف رحبہ کے دن چوبیس لوگوں نے گواہی دی جن کے نام اس طرح ہیں:

۱۔ابوزینب ابن عوف انصاری
۲۔ابوعمرۃ بن عمرو بن محصن انصاری
۳۔ابوفضالۃ الانصاری
۴۔ابوقدامہ انصاری
۵۔ابویعلیٰ انصاری
۶۔ابوہریرہ دوسی
۷۔ابوھیثم بیھان
۸۔ثابت بن ودیعہ انصاری
۹۔حبشی بن جنادہ سلولی
۱۰۔ابوایوب خالد انصاری
۱۱۔خزیمۃ بن ثابت انصاری
۱۲۔ابوشریح خولید بن عمرو الخزاعی
۱۳۔زید یا یزید بن شراحیل انصاری
۱۴۔سہل بن حنیف انصاری
۱۵۔ابوسعید سعد بن مالک خدری
۱۶۔ابوالعباس سہل بن سعد انصاری
۱۷۔عامر بن لیلی غفاری
۱۸۔عبدالرحمان بن عبدربّ انصاری

ایک بستی کا نام ہے جہاں مولائے کائنات نے اپنے حق پر دلیل قائم کرتے ہوئے گواہی مانگی تھی۔مترجم

۱۹۔عبداللہ بن ثابت انصاری (پیغمبر اسلامؐ کے خادم)

۲۰۔عبید بن عازب انصاری

۲۱۔ابوطریف عدی بن حاتم

۲۲۔عقبۃ بن عامر جہنی

۲۳۔ناجیۃ بن عمرو خزاعی

۲۴۔نعمان بن عجلان انصاری۔(۱)

احتجاجات

مولائے کائناتؑ ان کے اہلبیتؑ اوران کے حامیوں نے ہمیشہ حدیث غدیر کو دلیل کے طور پر پیش کر کے احتجاج کیا ہے۔

جناب فاطمہ زہراسلام اللہ علیہا فرماتی ہیں:

''انسیتم قول رسول اللہؐ یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ وقولہ انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی''(۲)

کہ کیا تم نے رسول اسلام کا غدیر کے دن کا یہ قول فراموش کردیا جس کا جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں یا ان کا یہ قول تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اس امت نے میرے جد سے سنا ہے کہ انھوں نے میرے والد کے بارے میں فرمایا تمہاری منزل میرے نزدیک موسیٰ کے لئے ہارون جیسی ہے سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی آنے والانہیں ہے اور غدیر خم کے دن میرے والد کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: **''من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وآل من والاہ وعاد من عاداہ''**(۳) جس کا میں

---

(۱)الغدیر،ج۱،ص۳۷۶

(۲)الغدیر،ج۱،ص۳۹۷

(۳)الغدیر،ج۱،ص۳۹۸

مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں پروردگار تو اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اس سے دشمنی کر جو علیؑ سے دشمنی کرے۔

امام حسین علیہ السلام نے مکہ میں فرمایا:

"انشدکم اللّٰہ تعلمون ان رسول اللّٰہ نصب یوم غدیر خم فنادیٰ له بالولایة وقال لیبلغ الشاهد الغائب؟قالو اللهم نعم" (۱)

بخدا میں تمہیں خبر دار کرتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول خدا نے غدیر خم کے دن حضرت علیؑ کو ولایت کے لئے منصوب کیا اور فرمایا حاضرین اس کی اطلاع غائبین تک پہونچا دیں۔

مولائے کائناتؑ کے اس حق پر عبداللہ ابن جعفر عمرو ابن عاصی، اصبغ بن نباتہ، قیس ابن سعد نے معاویہ کے سامنے دلیلیں پیش کیں اور عمار یاسر نے عمرو ابن عاص کے سامنے اس کو دہرایا ہے۔

حدیث کا مطلب

رسول اسلامؐ نے اس خطبہ میں فرمایا: مجھے آخرت کے سفر پر بلایا گیا ہے اور میں نے اس کو قبول کرلیا ہے میں دو بہت اہم اور قیمتی چیزیں تمہارے پاس امانت کے طور پر چھوڑ کر جارہا ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے برتر ہے. وہ دونوں چیزیں کتاب خدا اور میری عترت ہیں اس بات کا خیال رکھنا کہ میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا برتاؤ کر رہے ہو یہ دونوں چیزیں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتیں۔ (۲)

پیغمبر اسلامؐ نے خطبہ کے اس حصہ میں قرآن وعترت کو دو انتہائی اہم اور گرانقدر چیزیں بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ میں یہ دونوں چیزیں تمہیں سونپ کر جارہا ہوں ان دونوں کا مکمل خیال رکھنا اور ان دونوں کی حفاظت میں کوشاں رہنا۔

---

(۱) الغدیر، ج۱، ص۳۹۹

(۲) المستدرک حاکم نیشابوری، ج۳، ص۱۰۹، کانی دعیت فاجبت انی ترکت فیکم الثقلین احدهما اکبر من الآخر: کتاب اللّٰه و عترتی. فانظروا کیف تخلفونی فیهما: فانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض.

قرآن مجید

اس حساس ماحول میں قرآن مجید کے سلسلہ میں پیغمبر اکرمؐ کی تاکید صرف تکلفات کے لئے نہیں تھی۔ پیغمبر اسلاؐم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ لوگوں سے کہیں کہ قرآن مجید کو بہترین انداز میں چھاپیں اور اپنے گھروں میں محفوظ رکھیں اس کا احترام کریں اور کبھی کبھی اس کی بہترین آواز سے تلاوت کرلیا کریں قرآن کے نزول کا مقصد صرف اتنا ہی نہیں ہے بلکہ قرآن ایک کتاب ہدایت ہے جس میں زندگی بسر کرنے کے طور طریقہ بیان ہوئے ہیں وہ اپنے عظیم اور واضح بیانات کے ذریعہ انسانوں کو گمراہی اور ضلالت سے نکال کر نور و سرور کی طرف رہنمائی کرنا چاہتا ہے اس کا مقصد ہے انسان کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں سعادت اور خوشبختی کا بندوبست کرے۔

قرآن دینی علوم کا سب سے زیادہ عظیم اور معتبر خزانہ ہے وہ اس لئے نازل ہوا کہ ہمیشہ اور ہر جگہ انسانیت کی ہدایت کرے اس بنا پر یہ ماننا چاہئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حساس ماحول میں اپنے علمی مسائل میں قرآن مجید کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اور لوگوں سے مطالبہ کیا ہے کہ قرآن کے مقاصد پورا کرنے اور ان کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں پیغمبر کو اپنی امت سے اسی طرح کے عمل کی امید تھی۔

عترت پیغمبرؐ اور ان کا علمی مقام

عترت سے مراد اہلبیت علیہم السلام ہیں جن کے بارے میں پہلے بحث کی جا چکی ہے اور ان کے علم اور عصمت کو ثابت کیا جا چکا ہے اور یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے تمام دینی علوم مولائے کائناتؑ کو دے کر ان کے ذریعہ دوسرے اماموں تک بھی پہونچا دیئے لہٰذا عترت پیغمبر ان کے علوم کا خزانہ ہے اور اگر ان کے بارے میں اس خطبہ یا دوسری احادیث میں کچھ بیان ہوا ہے تو اس کی وجہ عترت پیغمبرؐ کی یہی خصوصیات ہیں ان کے علمی مقام اور مرتبہ کی وجہ سے امت کو یہ حکم دیا گیا کہ ان کو دینی علوم کا ایک معتبر ترین ذریعہ سمجھ کر ان کے وجود کی برکتوں سے فائدہ اٹھایا جائے ان تمام باتوں سے پیغمبر اسلاؐم کا مقصد صرف یہ نہیں تھا لوگ ان کا ظاہری احترام کریں اور ان کے ساتھ دکھاوے کی محبت کا اظہار کریں۔

اگر قرآن مجید میں قرابت داروں کی مودت کا حکم دیا گیا ہے اور اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی بات کہی گئی ہے تو اس کا مقصد بھی ان کی علمی منزلت کا اعتراف اور اس کی مرکزیت کو قبول کرنا ہے۔ اہلبیت علیہم السلام کے علمی مرتبہ کا اعتراف اور اس کو ماننا صرف ان لوگوں کی ذمہ داری نہیں ہے جو ان کی امامت کے قائل ہیں بلکہ اس کا مطالبہ تمام مسلمانوں سے ہے کہ اسلامی تعلیمات کے حصول کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوں لہٰذا جن لوگوں نے بھی جہالت یا کسی اور وجہ سے ان ذوات مقدسہ کی امامت کو نہیں مانا ان کی بھی ذمہ داری ہے کہ دینی علوم انہیں اہلبیت علیہم السلام سے حاصل کریں۔

اس کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: قرآن وعترت قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے یعنی ان کے سامنے حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے کا نعرہ نہیں لگا یا جاسکتا۔ اہلبیت علیہم السلام کو اس عظیم علمی مرکزیت سے الگ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح "حسبنا محبته اهل البیت"، یعنی صرف اہلبیتؑ کی محبت کے کافی ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کیا جاسکتا اور عمل کی منزل میں ان سے کسی طرح کی لاپرواہی نہیں برتی جاسکتی۔

اس روایت کے بعض دوسرے ذرائع میں "ماان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی ابداً" یعنی جب تک ان سے وابستہ رہو گے گمراہ نہ ہوگے اس کے ذریعہ اس دعویٰ کو واضح طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں بار بار اہلبیت علیہم السلام کے علمی مرتبہ کو اپنے اصحاب کے سامنے بیان کیا اور ان کے عظیم مرتبہ سے اپنے اصحاب کو باخبر کیا غدیر کے اہم ترین تاریخی خطبہ میں بھی اسی بات کی تاکید فرمائی۔

مولیٰ کی تفسیر

خطبہ غدیر کے اہم ترین حصہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ ہے مذکورہ جملہ معمولی اختلاف کے ساتھ حدیث غدیر نقل کرنے والی تمام کتابوں میں موجود ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

اس جملہ کے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہونے پر شیعہ سنی دونوں کا اتفاق ہے لیکن اس کے معنی میں اختلاف ہے شیعہ اس جملہ کو مولائے کائناتؑ کی خلافت اور امامت کی دلیل سمجھتے ہیں لیکن اہل سنت اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

اس اختلاف کا راز لفظ مولیٰ کی تفسیر میں اختلاف ہے اہل سنت لفظ مولیٰ کو محبّ اور ناصر کے معنی میں سمجھتے ہیں لیکن شیعوں کی نظر میں اس کے معنی اولیٰ بالتصرف کے ہیں اس سلسلہ میں دونوں فریقوں کے درمیان بہت زیادہ بحث ومناظرے ہوئے ہیں جو علم کلام کی کتابوں میں موجود ہیں۔

ہم یہاں پر پہلے مولا کے مختلف معانی کی طرف اشارہ کریں گے اس کے بعد اس پر تبصرہ کریں گے۔

کتاب الغدیر کے مصنف علامہ امینیؒ نے لفظ مولا کے استعمال کے ۲۷ مواقع ذکر کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ پروردگار

۲۔ چچا

۳۔ چچازاد

۴۔ بیٹا

۵۔ بھانجا

۶۔ آزاد کرنے والا

۷۔ آزاد کیا ہوا

۸۔ بندہ

۹۔ مالک

۱۰۔ پیرو۔اطاعت گذار

۱۱۔ جن کو نعمتیں دی جائیں

۱۲۔ شریک

۱۳۔ ہم قسم

۱۴۔ ساتھی

۱۵۔ پڑوسی

۱۶۔ مہمان

۱۷۔ سسرالی

۱۸۔ نزدیک

۱۹۔ نعمت دینے والا

۲۰۔ جس سے معاہدہ ہو

۲۱۔ سرپرست

۲۲۔ زیادہ مستحق

۲۳۔ بزرگ، سردار

۲۴۔ دوستدار

۲۵۔ مدد کرنے والا

۲۶۔ امور کی انجام دہی میں عمل دخل رکھنے والا

۲۷۔ امور کا ذمہ دار۔(۱)

تھوڑے سے غور وفکر کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایک سے لیکر بیس تک کوئی بھی معنی حدیث غدیر میں مولا کے معنی سے مناسبت نہیں رکھتے اوران سے مولا کی تفسیر کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ پہلے معنی سے شرک لازم آتا ہے اوراس کو پیغمبر کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا رب العالمین صرف خدا ہے اس کے علاوہ کوئی پروردگار نہیں ہے۔

سات ،آٹھارہ، بارہ نمبر پر ذکر ہونے والے معانی بھی پیغمبر اسلامؐ پر صادق نہیں آسکتے اس لئے کہ آنحضرت نہ آزاد شدہ ہیں اور نہ بندہ اور پوری زندگی کسی کے ساتھ شریک نہیں رہے۔ باقی شروع کے اکیس معنی میں ممکن ہے لفظ مولا کے ساتھ مناسبت محسوس ہو لیکن ان معانی کے اعتبار سے پیغمبر اسلامؐ اور حضرت علیؑ دونوں کے مولا ہونے میں کوئی تلازم نہیں پایا جاتا۔ مثلاً ایسا نہیں ہے کہ اگر پیغمبر کسی کے چچا ہوں تو علی بھی اس کے چچا ہوں۔

(۱) الغدیر، ج۱، ص۶۴۱

اکیس سے لیکر ستائیس تک باقی تمام معنی سے لفظ مولا کی تفسیر میں مدد لی جا سکتی ہے اہل سنت نے اس سات معنی میں سے ۲۴ اور ۲۵ نمبر کے معنی کو منتخب کیا ہے اور لفظ مولا کی تفسیر ،محبّ یا ناصر کے معنی سے کی ہے. ان کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علی کو لوگوں کے دوست اور مددگار کے طور پر متعارف کرایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ جس کا میں دوست اور مددگار رہوں یہ علی بھی اس کے دوست اور مددگار ہیں تم بھی ان کو دوست کے طور پر قبول کرو اور ان کی مدد کرو۔

تھوڑی سی توجہ کے بعد سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ احتمال قابل قبول نہیں ہے۔اس بات کو بیان کرنے سے پیغمبر اسلام کا مقصد کیا تھا ؟ کیا پیغمبر صرف یہ کہنا چاہتے تھے کہ جس کا میں محبّ اور چاہنے والا ہوں اس کے یہ علی بھی محبّ اور چاہنے والے ہیں کیا اس بات کی اتنی اہمیت ہو سکتی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ اس تپتی ہوئی دھوپ میں خداوند عالم کے حکم کی انتہائی تاکید اور اصرار کے ساتھ خم کی سرزمین پر حاجیوں کے عظیم قافلے کو روکیں ،خطبہ پڑھیں اور ارشاد فرمائیں اے لوگو! جس کا میں محبّ اور چاہنے والا ہوں اس کے یہ علی بھی محبّ اور چاہنے والے ہیں کیا اس بات کا کہنا اتنا اہم تھا کہ آیت نازل ہوئی ﴿**یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالته واللّٰه یعصمک من الناس**﴾(۱) ہے اسے پہونچا دیں اگر تم نے یہ پیغام نہ پہونچایا تو رسالت کا کوئی کام انجام نہ دیا۔

اس احتمال کی صورت میں پیغمبر اسلامؐ کے اس پیغام پر مبارکباد پیش کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے. ابولفداء کی روایت کے مطابق عمر نے اس خطبہ کے بعد مولائے کائناتؑ سے ملاقات کی اور کہا" هنیئاً لك اصبحت مولای و مولی کل مومن و مومنة " (۲) کیا یہ مبارکباد صرف اس لئے تھی کہ تمام مومنین کے محبّ اور مدد کرنے والے قرار پا گئے ؟ کیا اس بات کو پیغمبر اسلامؐ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے حضرت علیؑ ان کی اولاد اور ان کے چاہنے والے پیغمبر اسلامؐ کی اس حدیث" من کنت مولاہ فعلی مولاہ " پر فخر کرتے تھے اور اس بنیاد پر مولائے کائنات کے مستحق امامت ہونے پر دلیل

(۱) سورۂ مائدہ، آیت ٦٧

(۲) البدایہ ولنہایہ، ج ۳، ص ۲۲۹

قائم کرتے تھے؟ کیا مولائے کائنات کا محبّ اور ناصر ہونا کوئی فضیلت اور فخر کی بات ہے اور کیا اس کو امامت کی دلیل بنایا جا سکتا ہے کیا اس بات سے رسول اسلام کا مقصد یہ تھا کہ لوگ حضرت علیؑ سے محبت کرنے لگیں اگر ایسا ہوتا تو اس جملہ سے تو یہ بات نہیں پہونچتی بلکہ آپ کو یہ فرمانا چاہئے تھا ''من کنت محبوبہ فعلي محبوبه يا من احبني فليحب علياً'' جس کا میں محبوب ہوں اس کے علی محبوب ہیں یا جو مجھے دوست رکھتا ہے اسے چاہئے کہ علی کو بھی دوست رکھے۔

یا اسی قسم کی کوئی دوسری عبارت شیعوں نے لفظ مولا کی تفسیر اولیٰ بالتصرف سے کی ہے جو دینی حاکم اور سرپرست کے معنی میں ہے اس دعوے کی ایک دلیل پیغمبر اسلامؐ کا یہ قول ہے جو اس سے پہلے لوگوں سے فرمایا تھا ''الست اولی بکم من انفسکم'' یہ جملہ قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ تھا ''النبی اولی بالمومنین من انفسھم'' (۱) پیغمبر مومنین کے نفسوں پر خود ان سے زیادہ حقدار ہیں۔

مذکورہ آیت میں کہا گیا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ سماجی اور دینی امور کی انجام دہی میں مومنین کے نفسوں پر خود ان سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور یہ وہی الٰہی حکومت یا دوسرے لفظوں میں امامت ہے اس بنا پر پیغمبر اسلامؐ نے اپنے اس خطبہ میں جملہ ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کے ذریعہ مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالبؑ کو خلافت کے عظیم منصب کے لئے معین فرمایا ہے۔ اس تفسیر کو قبول کریں تو تمام سوالات خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ مولائے کائناتؑ کو خلافت اور امامت کے لئے منصوب کرنے کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کی تاکید کے لئے آیہ ﴿یاایھا الرسول بلغ... ﴾ نازل ہوا اور پیغمبر اسلامؐ اس عظیم ذمہ داری کو انجام دینے کے لئے لوگوں کو غدیر خم کے میدان میں جمع کریں اور اس تپتے ہوئے ماحول میں اس طرح کا خطبہ پڑھیں ان معنی کو قبول کر لینے سے اصحاب کی مبارکباد اور تہنیت کی وجہ بھی سمجھ میں آسکتی ہے۔

زید ابن ارقم کا بیان ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے خطبۂ غدیر ارشاد فرمانے کے بعد لوگوں سے مطالبہ کیا کہ علی کی بیعت کریں اس وقت لوگوں نے عرض کیا ہم نے سن لیا اور خدا اور رسول کے حکم کی اطاعت کریں گے۔

سب سے پہلے جن لوگوں نے مولائے کائنات کے ہاتھوں پر بیعت کی ان میں ابو بکر، عمر، طلحہ اور زبیر

---

(۱) سورۂ احزاب، آیت ۶

تھےاس کے بعد دوسرے مہاجرین وانصار نے بیعت کی اور عشاء کی نماز تک اس کا سلسلہ چلتا رہا۔(۱)

حدیث کے اس معنی کو قبول کر لینے کے بعد آیۂ ﴿**الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً**﴾(۲)

آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر نعمتوں کو تمام کر دیا اور تمہارے دین اسلام سے راضی ہو گیا'' کے نزول کی وجہ بھی سمجھ میں آسکتی ہے۔

ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ مذکورہ آیت غدیر کے دن پیغمبر اسلامؐ کے ''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**'' کے اعلان کے بعد نازل ہوئی۔ اس موقع پر پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ''**اللّٰہ اکبر علی اکمال الدین و اتمام النعمة و رضیٰ الرب برسالتي و ولایة العلی من بعدی**'' (۳)

اللہ اکبر دین کے کامل ہونے پر، نعمتوں کے تمام ہونے پر، میری رسالت اور میرے بعد علی کی ولایت پر خداوند عالم کے راضی ہونے پر۔

اس حدیث کے مذکورہ معنی کو قبول کرنے کے بعد مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالبؑ کے مختلف احتجاجات اور استدلالات کی وجہ بھی واضح ہو جاتی ہے۔

مولائے کائناتؑ نے رحبہ کی بستی میں لوگوں کے سامنے اپنی ولایت کے اعلان کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: جو شخص غدیر میں موجود رہا ہو اور پیغمبر اسلامؐ کا خطبہ سنا ہو اٹھکر گواہی دے۔

اس موقع پر بارہ لوگوں نے اٹھ کر کہا میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا ہے ''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**''(۴)

اگر مولا کے معنی اولی بالتصرف قرار دئے جائیں تو بعض احادیث میں جو نصب کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کے بھی معنی سمجھ میں آجائیں گے۔

حضرت علیؑ نے شوریٰ کے موقع پر فرمایا: ''**انشدکم باللّٰہ أمنکم من نصبه رسول اللّٰہؐ**

---

(۱) الغدیر، ج۱، ص۵۰۸

(۲) سورۂ مائدہ، آیت ۳

(۳) الغدیر، ج۱، ص۱۰۵

(۴) البدایہ والنہایہ، ج۳، ص۲۲۹

یوم غدیر خم للولایة غیری؟ قالوا: اللّٰھم، لا" خدا کی قسم میں تمہیں باخبر کرتا ہوں کہ کیا رسول خداؐ نے غدیر خم میں ولایت کے لئے میرے علاوہ کسی اور کو معین کیا؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔(۱)

حضرت امام حسینؑ نے معاویہ کی موت سے دوسال پہلے مکہ میں لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا: "**انشدکم باللہ منکم اتعلمون ان رسول اللّٰہؐ نصبه یوم غدیر خم فنادی له بالولایة و قال لیبلغ الشاهد الغائب قالوا اللّٰهم نعم**"

میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے غدیر خم میں حضرت علیؑ کو منصوب کیا اوران کے لئے ولایت کا پیغام دیا اور فرمایا: یہاں موجود افراد اس واقعہ کی خبر ان لوگوں تک پہونچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں؟

لوگوں نے کہا: ہاں۔(۲)

اگر مولا حاکم اور امام کے معنی میں ہو تبھی نصب کے معنی سمجھ میں آسکتے ہیں اگر مولا کو محبّ اور ناصر کے معنی میں لیا جائے تو نصب کے کوئی معنی نہیں ہوں گے۔ یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ حضرت علیؑ کو محبّ اور ناصر کے عنوان سے نصب کیا ہے۔

شیعوں نے انھیں قرائن پر نظر رکھتے ہوئے حدیث غدیر میں لفظ مولا کو اولی بالتصرف کے معنی میں قرار دیا جس کے معنی ہیں اللہ کی طرف سے معین کئے ہوئے امام اور حاکم۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علیؑ کو اس عظیم مجمع میں قانونی طور پر اس عظیم منصب پر فائز قرار دیا ہے اور تمام مسلمانوں کو اس سے باخبر کیا ہے۔

آخر میں اس بات پر بھی توجہ ضروری ہے کہ اگر چہ شیعہ علماء کا اصرار ہے کہ لفظ مولا کی تفسیر اولی بالتصرف سے ہی کی جائے لیکن اگر اس کے بدلے اس کے مشابہ دوسرے معانی مراد لئے جائیں تب بھی مولائے کائنات کی امامت اور حکومت کو ثابت کرنے کے لئے ہمارا مقصد حاصل ہوجائے گا جیسے الولی (سرپرست) والمتصرف فی الامر (امور کا انجام دینے والا) المتولی

---

(۱) الغدیر، ج۳، ص۳۲۹

(۲) الغدیر، ج۳، ص۴۰۰

فی الامر (امور کا ذمہ دار) یا خود کلمۂ مولا ہی استعمال کریں تب بھی مولائے کائنات کی خلافت کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔

اس بات کی وضاحت اس طرح کی جا سکتی ہے کہ لفظ مولا اور اس سے نکلے ہوئے دوسرے الفاظ جیسے ولی ان کے اصلی معنی نزدیک اور پہلو میں قرار دینے کے ہیں اور پہلو میں قرار پانا یا مدد کے لئے ہوتا ہے یا جس کے پہلو میں قرار پایا جائے اس کے امور کی ذمہ داری قبول کرنے کے لئے ہو اس بات کو سمجھنے کے لئے کلمۂ ولایت اور اس کے دوسرے مشتقات سے مدد لی جا سکتی ہے۔

اسی معنی میں لفظ "ولی المرأة ،ولی الصغیر ، ولی الیتیم ، ولی الولد ، ولی المجنون اور ولی المیت" جیسے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

ان الفاظ میں ولایت کے متعلق کو اپنے امور کی انجام دہی کے لئے ایسے دوسرے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے پہلو میں ہوتا ہے اور اس کے کاموں کو انجام دیتا ہے اسی طرح کبھی کبھی ولایت کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے جیسے شہر یا صوبہ کا ذمہ دار، امت اور مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار، ان جگہوں پر والی یا سماجی امور کا ذمہ دار ایک شہر یا صوبہ یا امت کے امور کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔

ولایت کے تمام مشتقات میں درحقیقت سرپرستی اور امور کو ارادہ کرنے سے ہی کنایہ ہوتا ہے جو لفظ ولی کے معنائے التزامی ہوتے ہیں مطابقی نہیں اس کے لغوی اور حقیقی معنی مراد نہیں لئے جاتے۔

یہی بات کلمۂ مولا کی تفسیر میں بھی کہی جا سکتی ہے مولا فعل کے وزن پر اسم زمان یا اسم مکان ہے اس کے معنی ولایت حکومت اور سرپرستی کرنے کی جگہ کے ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ مولا تھے یعنی حکومت اور سرپرستی کا مرکز تھے اور مسلمانوں کے سماجی اور اجتماعی امور کی انجام دہی آپ کی ذمہ داری تھی۔

لہٰذا ضروری نہیں کہ لفظ مولا کی تفسیر اولیٰ بالتصرف سے ہی کی جائے بلکہ وہ اپنے اصلی معنی کے اعتبار سے بھی اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے اور پیغمبر اسلامؐ کے ذریعہ مولائے کائنات کو امامت اور حکومت کے منصب پر معین کرنے کو ثابت کرتا ہے۔

حاکم اور امام کو مولا اس لئے کہتے ہیں کہ اس پر لوگوں کے سماجی اور سیاسی امور کو انجام دینے کی ذمہ داری ہوتی ہے اور اس کو اس اعتبار سے دوسروں پر سبقت ہوتی ہے۔

مدینہ روانگی

پیغمبر اسلاؐم غدیرخم کی سرزمین پر ایک دن اور ایک رات قیام کرنے کے بعد اپنے گھر والوں اور دوسرے حاجیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین کی طرف سے کسی طرح کے ردعمل اور مخالفت کے بغیر اس عظیم ذمہ داری کو پورا کر دیا اور حضرت علیؑ کے امامت کے عظیم منصب پر فائز ہونے کا اعلان کر دیا لیکن قریش کے بعض بزرگ افراد جن کے دل میں پیغمبر اسلاؐم کی جانشینی کی حسرت تھی ان کو پیغمبر اسلاؐم کا یہ عمل سخت ناگوا گزرا وہ وقتاً فوقتاً اپنی خصوصی نشستوں میں اپنی اس ناگواری کا اظہار بھی کرتے تھے البتہ ان میں کھل کر مولائے کائنات کی مخالفت کی ہمت نہیں تھی پیغمبر اسلاؐم بھی قریش کی اس ناپسندیدگی اور ان کے غم وغصہ سے بے خبر نہیں تھے۔

مولائے کائنات کے ذریعہ ان کے رشتہ داروں کے قتل پر ان کی ناراضگی سے بھی واقف تھے اس لئے ان کی خلافت اور امامت کے خلاف سازشوں سے خوفزدہ تھے۔

مولائے کائنات پیغمبر اسلاؐم کی زندگی کا ماحصل تھے پیغمبر اسلاؐم نے ان کو اپنی تعلیمات کا ذخیرہ قرار دیا تھا اور آپ کو امید تھی کہ آپ کے بعد حضرت علیؑ آپ کے مقاصد کو آگے بڑھائیں گے اور حقیقی اسلام تک رسائی کے سلسلہ میں امت کی ہدایت کر کے اسکو دنیا اور آخرت میں سعادت اور خوش بختی سے ہمکنار کریں گے۔

آنحضرتؐ حضرت علیؑ کو پہچنوانے اور اس کے مقدمات فراہم کرنے کے لئے تمام ضروری اقدامات کر لئے تھے لیکن پھر بھی آپ کو مخالفین کی سازش، امت اسلام کے افتراق اور مولائے کائنات کو کنارہ کش کر دیئے جانے کی بہت فکر تھی جس کا اندازہ مدینہ پہونچنے کے بعد پیغمبر اسلاؐم کی رفتار و گفتار سے لگایا جا سکتا ہے آپ نے بار بار اپنے اہل بیت کے بارے میں وصیت کی، لوگوں کو اختلاف وافتراق سے منع کیا، آئندہ پیش آنے والے فتنوں کے بارے میں اندیشہ ظاہر کیا۔

پیغمبر اسلاؐم کے آزاد کردہ غلام ابو مویھبہ کا بیان ہے: پیغمبر اسلاؐم نے مجھے آدھی رات میں بلایا اور

فرمایا: مجھے حکم ملا ہے کہ بقیع میں مدفون اموات کی زیارت کے لئے جاؤں اوران کے لئے دعا کروں۔
میں آپ کے ساتھ قبرستان گیا آپ نے مردوں کو مخاطب کر کے فرمایا: " السلام علیکم یا اهل المقابر لیهن لکم ما اصبحتم فيه مما اصبح الناس فيه. اقبلت الفتن كقطع الليل المظلم ،يتبع آخرها اولها. الآخرة شر من الاولى "(۱)
سلام ہو تم پر اے اہل قبور۔ تم جہاں پر ہو وہ جگہ تمہارے لئے اس جگہ سے بہتر اور آسان ہے جس جگہ دوسرے لوگ ہیں فتنوں نے رات کی تاریکی کی طرح مجھے گھیر لیا ہے ان میں سے بعد والا پہلے والے سے زیادہ بدتر اور مشکل ہے۔

سازشوں کا پردہ فاش ہونا

قریش کے بعض بزرگوں نے طے کیا کہ مولائے کائنات کی امامت وخلافت کے سلسلہ میں پیغمبر اسلاؐم کے فیصلہ کی مخالفت کریں گے انھوں نے یہ سازش آپ کی بیماری کے وقت سے ہی شروع کر دی تھی پیغمبر اسلاؐم کے مرض میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا آپ کو کیا بیماری تھی یہ معلوم نہیں ہے لیکن بعض تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بخار اور شدید سر درد کی شکایت تھی اس بیماری کی وجہ سے پیغمبر اسلاؐم کی فکروں میں اور اضافہ ہو گیا آپ کو موت یا خدا کی بارگاہ میں حاضری کی فکر ہرگز نہیں تھی بلکہ آپ کو ساری فکر امت میں پیدا ہونے والے اختلاف اور افتراق کی تھی۔

تحریر جو لکھی نہ جا سکی

مرض کی حالت میں پیغمبر اسلاؐم کو فکر ہوئی کہ مولائے کائنات کی امامت اور ولایت کے مزید استحکام کے لئے ایک تحریری وصیت نامہ تیار کر دینا چاہئے تاکہ بعد میں اس کے مطابق عمل کیا جا سکے۔
مسلم نے اپنی صحیح میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب پیغمبر اسلاؐم حالت احتضار میں تھے آپ کے گھر پر بہت سے لوگ اکٹھا تھے جن میں عمر بن خطاب بھی تھے۔

(۱) البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۲۴۳

پیغمبر اسلاؐم نے فرمایا: قلم و کاغذ لیکر آؤ تا کہ تمھارے لئے کچھ لکھ دوں جس کے ذریعہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔

عمر نے کہا: پیغمبر درد کی شدت کی وجہ سے ایسا فرما رہے ہیں ہمارے پاس قرآن موجود ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ (ہمیں پیغمبر کی تحریر کی ضرورت نہیں ہے)

یہ سن کر حاضرین میں اختلاف ہو گیا بعض کا کہنا تھا کہ قلم و کاغذ لایا جائے کہ پیغمبر ہمارے لئے کچھ لکھ سکیں جبکہ بعض لوگ عمر ہی کی حمایت کر رہے تھے۔

اس سلسلہ میں جب تو تو میں میں بڑھی تو پیغمبر اسلاؐم نے فرمایا: ''میرے پاس سے دور ہو جاؤ'' (۱)

صحیح مسلم میں ابن عباس سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ پنجشنبہ کا دن کیسا تھا؟ یہ کہہ کر ان کے رخساروں پر آنسو بہنے لگے انھوں نے کہا کہ پیغمبر اسلاؐم نے فرمایا کہ ہمارے لئے کاغذ قلم لیکر آؤ تا کہ ہم تمھارے لئے کچھ لکھ دیں جس کے ذریعہ میرے بعد تم گمراہی سے بچ جاؤ۔

لوگوں نے کہا: پیغمبر اسلاؐم ہذیان بک رہے ہیں۔ **(معاذ اللّٰہ)** (۲)

ابن ابی الحدید ابن عباس کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ان کا بیان ہے:

میں عمر کی خلافت کے ابتدائی دور میں ان کے پاس گیا انھوں نے مجھ سے کہا کہ تمھارے چچازاد علی کا خیال ہے کہ پیغمبر اسلاؐم نے ان کی امامت کا اعلان کیا تھا میں نے کہا کہ ہاں ان کا یہی ماننا ہے اس سے بھی بڑھ کر میں تمھیں بتاؤں میں نے اس موضوع کے بارے میں اپنے والد سے سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ علی صحیح کہہ رہے ہیں۔

عمر نے کہا: ہاں! رسول خدا نے اس سلسلہ میں کچھ فرمایا تھا لیکن اس کے ذریعہ حجت ثابت نہیں ہوتی اور عذر برطرف نہیں ہوتا۔

---

(۱) صحیح مسلم، ج۳، ص۱۲۵۹، عن ابن عباس، قال: لما حضر رسول اللّٰہؐ فی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب، قال النبیؐ: ھلم اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعدہ؟. فقال عمر: ان النبی قد غلب علیہ الوجع! و عندکم القرآن. حسبنا کتاب اللّٰہ! فاختلف اھل البیت فاختصموا: منھم من یقول: قربوا یکتب لکم النبی کتابا لن تضلوا بعدہ و منھم من یقول ما قال عمر . فلما اکثروا اللغو و الاختلاف عند النبی، قال رسول اللّٰہؐ: قوموا۔

(۲) صحیح مسلم، ج۳، ص۱۲۵۹، عن ابن عباس، قال: یوم الخمیس و ما یوم الخمیس! ثم جعل تسیل دموعہ، حتی رایت علی خدیہ کانھا نظام اللؤلؤ، قال: قال رسول اللّٰہؐ ایتونی بالکتف و الدواۃ اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا، فقالوا: ان رسول اللّٰہ یھجر۔

اسی لئے پیغمبر اسلامؐ اس فکر میں تھے کہیں کوئی موقع مل جائے تو اس کی تثبیت کر سکیں بیماری کے زمانے میں انھوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے نام کا اعلان کر دیں لیکن میں اسلام کی ہمدردی میں اس میں مانع ہوا۔ خدا کی قسم قریش علی کی امامت اور خلافت کو قبول نہیں کریں گے علی کو ولایت کے لئے معین کر دیا جاتا تو عرب اس کی مخالفت کرتے پیغمبر سمجھ گئے کہ میں ان کی بات سمجھ گیا ہوں لہٰذا علی کو معین کرنے سے باز رہے خدا جو کچھ چاہتا ہے انجام دیتا ہے۔(۱)

شیخ مفید تحریر کرتے ہیں:

پیغمبر اسلامؐ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا: میرے لئے دوات اور کاغذ لے کر آؤ تا کہ تمھارے لئے ایک تحریر لکھ دوں جس سے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو یہ کہہ کر آپ بیہوش ہو گئے۔

بعض حاضرین نے کاغذ اور قلم دوات لانا چاہا عمر نے کہا واپس جاؤ پیغمبر ہذیان بک رہے ہیں جانے والا واپس گیا۔

حاضرین کاغذ اور قلم لانے میں کوتاہی کے نتیجہ میں بعد میں نادم ہوئے وہ اس بات پر اپنی ملامت کرتے تھے اور کہتے تھے ''انا لله و انا الیه راجعون'' ہم رسول خدا کی مخالفت کرنے سے خوف زدہ ہیں۔ جب پیغمبر اسلامؐ کو ہوش آیا لوگوں نے عرض کیا کیا قلم و کاغذ لائیں؟ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا اس گستاخی کے بعد قلم کاغذ لانا چاہتے ہو اب نہ لاؤ لیکن اپنے اہل بیتؑ کے بارے میں تمھیں اب بھی وصیت کرتا ہوں۔(۲)

---

(۱) شرح نہج البلاغہ، ج۱۲، ص۲۱، عن ابی عباس، قال: دخلت علی عمر فی اول خلافته (الی ان قال) : قال عمر: ایزعم (ابن عمك) ان رسول اللّٰهؐ نص علیه؟ قلت: نعم و ازیدك. سالت ابی عما یدعیه، فقال: صدق. فقال عمر: لقد کان من رسول اللّٰهؐ فی امره ذرو من قول لایثبت حجة و لایقطع عذراً و لقد کان یربع فی امره وقتاً ما. و لقد اراد فی مرضه ان یصرح باسمه فمنعت من ذالك اشفاقا و حیطة علی الاسلام . لا رب هذه البنیة لاتجتمع علیه قریش ابدا، و لو ولیها لا نتقضت علیه العرب من اقطارها. فعلم رسول اللّٰهؐ انی علمت ما فی نفسه فامسك. و ابی اللّٰه الا امضاء ما حتم۔

(۲) الارشاد، ج۱، ص۱۸۴، قال رسول اللّٰهؐ: ایتونی بدواة و کتف اکتب لکم کتاب لاتضلوا بعده ابدا، ثم اغمی علیه. فقام بعض من حضر یلتمس دواة و کتفا، فقال له عمر: ارجع! فانه یهجر! فرجع و ندم من حضره علی ما کان منهم من التضجیع فی احضار الدواة و الکتف، فتلاوموا بینهم، فقالوا: انا لله و انا الیه راجعون، لقد أشفقنا من خلاف رسول اللّٰهؐ۔ فلماافاقؐ قال بعضهم: الا نأتیك بکتف یارسول اللّٰهؐ و دواة. فقال: ابعد الذی قلتم! لا؛ و لکنی اوصیکم بأهل بیتی خیراً. ثم اعرض بوجهه عن القوم فنهضوا۔

عمر نے جملہ ''لیھجر'' کہہ کر اپنا کام کر دیا اس لئے کہ ایک طرف پیغمبر اسلاؐم کی زبان مبارک سے ایک اہم ترین وصیت میں مانع ہوئے دوسری طرف پیغمبر اسلاؐم جن کے بارے میں خداوند عالم کا ارشاد ہے ﴿ما ینطق عن الھویٰ﴾ اپنی خواہش نفس سے کلام ہی نہیں کرتے، ان پر ہذیان کی تہمت لگائی۔

ظاہر ہے اس عظیم تہمت کے بعد پیغمبر اسلاؐم کی وصیت کا کوئی فائدہ نہ ہوتا اس لئے کہ لوگ کہہ دیتے وصیت نامہ ہذیان کی حالت میں لکھا گیا ہے اسی لئے پیغمبر اسلاؐم کے پاس سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں تھا کہ آخری وقت میں ایک بار پھر اپنی عترت اور اہل بیتؑ کے بارے میں وصیت کر دیتے، اس کے باوجود آپ دیکھیں ان لوگوں نے خود ایسے حالات میں کیا طرز عمل اختیار کیا۔

جب ابوبکر حالت احتضار میں تھے تو اپنے کاتب عثمان سے کہا لکھو یہ عہد ہے عبداللہ بن عثمان کا اپنی زندگی کے آخری لمحات اور آخرت میں جانے کے ابتدائی لمحات میں ایسے وقت میں جب فاجر شرمندگی اور کافر اسلام کا اظہار کرتا ہے اس عالم میں ابوبکر بیہوش ہو گئے۔

کاتب نے اسی عالم میں لکھ دیا ''عمر بن الخطاب'' جب ابوبکر کو ہوش آیا تو کاتب سے کہا جو کچھ لکھا ہے مجھے پڑھ کر سناؤ کاتب نے جو کچھ ابوبکر نے کہا تھا اس کو عمر کے نام کے اضافہ کے ساتھ پڑھ کر سنا دیا۔

ابوبکر نے کہا: میں نے عمر کا نام تو نہیں لیا تھا تم نے کیوں لکھ دیا۔

کاتب نے کہا: میں نہیں سمجھتا ہوں کہ عمر کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ معین کریں گے ابوبکر نے تاکید کرتے ہوئے کہا تم نے صحیح کیا۔(۱)

فتنوں کی ابتدا

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے پیغمبر اسلاؐم اپنی عمر کے آخری ایام میں خاص طور پر حجۃ الوداع کے بعد برابر فتنوں کے سلسلہ میں تشویش کا اظہار فرمایا کرتے تھے جو رات کی تاریکی میں سیاہ بادلوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چل رہے تھے افسوس کہ پیغمبر اسلاؐم کی رحلت کے فوراً بعد وہ فتنے ظاہر ہو گئے۔

---

(۱) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۳

سب سے بڑا فتنہ خلیفہ کو معین کرنے کا تھا جو اس وقت شروع ہوا جب پیغمبر اسلاؐم کا جسم اقدس دفن بھی نہیں ہوا تھا اور آپ کے گھر والے غم والم منانے اور تجہیز و تکفین کا سامان فراہم کرنے میں مصروف تھے اس حساس اور غم ناک موقع پر عمر بن خطاب، ابوبکر، ابوعبیدہ جراح پیغمبر اسلاؐم کے گھر والوں کو خبر دیئے بغیر ان کے گھر سے نکل گئے اور ان کا رخ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف تھا اس وقت یا اس سے کچھ پہلے ہی بعض دوسرے انصار وہاں پہونچ چکے تھے انصار میں سب سے بزرگ شخص سعد بن عبادہ بیماری کے باوجود سقیفہ پہونچے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد کچھ مہاجرین بھی وہاں پہونچ گئے جن میں معاذ بن جبل، اسید ابن حضیر، بشیر بن سعید، خالد بن ولید، عبدالرحمٰن بن عوف، مغیرہ بن شعبہ وغیرہ کا نام لیا جاسکتا ہے۔

بنی ہاشم، بنی امیہ، اصحاب بدر اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے کوئی وہاں موجود نہیں تھا۔

سلمان فارسی، عمار یاسر، مقداد، طلحہ، عبداللہ ابن مسعود، ابی ابن کعب اور بعض دوسرے افراد بھی وہاں موجود نہیں تھے۔

تھوڑی سی گفتگو کے بعد اندازہ ہوا کہ اس اجتماع کا مقصد خلیفہ کا انتخاب ہے اس سلسلہ میں کوئی بحث، مشورہ یا گفتگو ایسی نہیں تھی کہ یہ خلافت کس کا حق ہے اور اس سلسلہ میں پیغمبر اسلاؐم نے کیا فرمایا ہے وہاں ہر آدمی بالکل اسی طرح خلافت پر قابض ہونا چاہ رہا تھا جس طرح فٹ بال کے میدان میں کھلاڑی فٹ بال حاصل کرنا چاہتے ہیں مہاجرین میں اس پروگرام کے ہیرو ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ جراح تھے. دوسری طرف انصار میں سعد ابن عبادہ تھے بحث کا موضوع یہ تھا کہ خلافت کے حقدار مہاجرین ہیں یا انصار؟

دونوں طرف کے سربراہوں یعنی ابوبکر اور سعد ابن عبادہ نے تقریر کی اور اپنے اپنے فضائل و خصوصیات بیان کئے آپس میں شدید اختلافات ہونے لگے ایسے میں ابوبکر نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے جلدی سے کہہ دیا کہ عمر اور ابوعبیدہ خلافت کے لئے تیار ہیں تم لوگ جس کی چاہو بیعت کر سکتے ہو عمر اور ابوعبیدہ دونوں نے ایک ساتھ کہا کہ ہم ہرگز خلافت کو قبول نہیں کریں گے جب کہ تم ہجرت کرنے والوں میں سب سے بہتر اور نماز جماعت میں پیغمبر اسلاؐم کی جانشینی کر چکے ہو تم اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ ہم تمہاری بیعت کریں گے۔

ابوبکر نے بغیر کسی تأمل کے فوراً اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور سب سے پہلے بشیر ابن سعد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔(۱)

ابن ابی الحدید نے ایک اور جگہ اس طرح نقل کیا ہے: کہ جب ابوبکر نے عمر اور ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ہم خلافت کے لئے ان میں کسی ایک پر راضی ہیں۔

ابوعبیدہ نے عمر سے کہا: اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں تمہاری بیعت کروں۔

عمر نے کہا: اس سے بڑی کوئی غلطی نہیں ہوگی۔

ابوبکر کی موجودگی میں تمہیں اس بات کا حق کہاں سے پہونچتا ہے اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں سے کس کو گوارہ ہوگا کہ ان قدموں پر سبقت حاصل کرے جن کو رسول خداؐ نے مقدم کیا ہے. رسول خداؐ نے تم کو ہمارے دین (نماز) کے لئے منتخب کیا تو ہم اپنی دنیا کے لئے کیوں نہ منتخب کریں؟ اس کے بعد ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر ان کی بیعت کر لی۔(۲)

اور اس طرح بیعت کا پہلا مرحلہ ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ کے درمیان انتہائی دوستانہ ماحول میں انجام پایا اس طرح کہ گویا ان تینوں کے علاوہ کسی اور میں اس خلافت کی بالکل صلاحیت ہی نہ ہو۔

اس عمل کے بعد مہاجرین اور انصار کے سامنے ایسی صورت حال تھی جس میں گویا جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا اور ان کے سامنے بیعت کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا اس وقت عمر نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا: کہ پیغمبر اسلامؐ کا خلیفہ معین ہوگیا اب کس کا انتظار کر رہے ہو؟ جلدی سے بیعت کرو مہاجرین جلدی جلدی بیعت کے لئے آگے بڑھے یہاں تک کہ سعد ابن عبادہ جو بیماری کے عالم

---

(۱) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج۲، ص۳۹، فقال ابوبکر: هذا عمر و ابو عبيدة بايعوا ايهما شئتم. فقالا: لا، و اللّٰه! لا نتولى هذاالامر عليك و انت افضل المهاجرين و خليفة رسول اللّٰه فى الصلاة و هى افضل الدين. ابسط يدك۔ فلما بسط يده ليبايعاه سبقهما بشير بن سعد،، فبايعه.

(۲) شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۲۵، لما اخذ ابوبكر بيد عمر و ابى عبيدة و قال للناس: قد رضيت لكم احد هذين الرجلين. قال ابو عبيدة لعمر: امدد يدك نبايعك. فقال عمر: مالك فى الاسلام فهة غيرها. اتقول هذا و ابوبكر حاضر؟. ثم قال للناس: ايكم يطيب نفسه ان يتقدم قدمين قدمها رسول اللّٰه للصلاة رضيك رسول اللّٰه لديننا فلانرضاك لدنيانا؟. ثم مد يده الى ابى بكر فبايعه.

میں ایک طرف لیٹے ہوئے تھے لوگوں کی بھیڑ کے نیچے دبے جا رہے تھے حاضرین میں سے کسی نے یہ صورت حال دیکھ کر کہا کہ کیوں اتنی جلدی کر رہے ہو تم لوگوں نے سعد کو قتل کر ڈالا۔

عمر نے جواب میں کہا: اس کو قتل کر ڈالو خدا بھی اسے قتل کرے۔(۱)

اس طرح وہاں موجود مہاجرین نے ابوبکر کی بیعت کر لی اور بیعت کا دوسرا مرحلہ بھی مکمل ہو گیا لیکن انصار نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کر دیا اور کہا "لا نبایع الا علیاً" ہم علیؑ کے علاوہ کسی اور کی بیعت نہیں کریں گے۔(۲)

تیسرے مرحلہ کے لئے ابوبکر کو مسجد جانا تھا جہاں عام لوگ بیعت کر سکیں. البتہ وہ مسجد جانے میں تھوڑی تاخیر کر رہے تھے تاکہ قبیلۂ اسلم بھی وہاں پہونچ جائے اور بیعت کے لئے ماحول ہموار ہو جائے جب معلوم ہوا کہ قبیلۂ اسلم کے لوگ مسجد کی طرف آرہے ہیں تو ان کو اپنی کامیابی کا پورا یقین ہو گیا۔

عمر کا بیان ہے: کہ میں نے جب قبیلۂ اسلم کو دیکھا تو مجھے اپنی کامیابی کا پورا یقین ہو گیا۔(۳)

قبیلۂ اسلم نے مسجد پہونچ کر ابوبکر کی بیعت کر لی اور ان کی بیعت سے ابوبکر کا پہلو مضبوط ہو گیا باقی افراد نے بھی ان کی بیعت کر لی۔

ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں: تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سقیفہ کے واقعہ میں اصل کردار عمر کا تھا۔

عمر نے ابوبکر کی بیعت کو مضبوط کیا، مخالفین کو دبایا، زبیر کی تلوار توڑی، مقداد کے سینہ کو دبایا، سعد ابن عبادہ کو پامال کیا اور کہا کہ اس کو مار ڈالو خدا اس کو موت دے. خباب ابن منذر کی ناک زمین پر رگڑی اور وہ بنی ہاشم جنھوں نے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر میں پناہ لے رکھی تھی انھیں جلا دینے کی دھمکی دی اور ان کو گھر سے نکال لیا لہٰذا اگر عمر کی یہ کوششیں نہ ہوتیں تو ابوبکر کی بیعت کو استحکام حاصل نہ ہوتا۔(۴)

یہ تمام کام بہت جلدی جلدی انجام پا گئے دلچسپ بات یہ ہے کہ خود عمر نے بعد میں اعتراف کیا

(۱) شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص ۲۵، اقتلوه قتله الله

(۲) الکامل فی التاریخ، ج۲، ص ۳۲۵، شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۲۲

(۳) تاریخ طبری، ج۳، ص۳۲۲، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۶، ص۲۸۲، الکامل فی التاریخ، ج۲، ص۳۳۱

(۴) شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۱۷۴

کہ ابوبکر کی بیعت جلد بازی میں ہوئی اور اس سلسلہ میں کوئی رائے مشورہ نہ ہوسکا۔

ابن ابی الحدید ہی نے تحریر کیا ہے:

عمر نے مدینہ میں ایک خطبہ میں کہا: میں نے سنا ہے کہ کسی نے کہا ہے کہ اگر امیر المومنین مرجائیں تو میں فلاں (علی) کی بیعت کرلوں گا کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ابوبکر کی بیعت اتفاقی تھی اگرچہ وہ اتفاقی ہی تھی لیکن اس کے ذریعہ شر کا خاتمہ ہوگیا۔(۱)

ابن ابی الحدید کا بیان ہے: یہ بات عمار یاسر نے کہی تھی کہ اگر عمر مرجائیں تو میں علیؑ کی بیعت کرلوں گا۔

اس کے بعد ابن ابی الحدید نے عمر کی عبارت میں استعمال ''بغتۃ'' کے معانی پر تفصیلی بحث کی ہے اور کہا ہے کہ اگرچہ اس کی تفسیر لغزش اور خطا کے معنی سے کی گئی لیکن یہاں پر بغتۃ (اچانک اور اتفاقی) کے معنی میں ہے۔(۲)

یاد رہے کہ سقیفہ کے واقعہ میں مہاجرین وانصار کی ایک جماعت نے بیعت نہیں کی تھی جن میں سے بعض نام یہ ہیں:

علی ابن ابی طالبؑ، تمام بنی ہاشم، زبیر ابن عوام، ابوسفیان ابن حرب، خالد بن عاص، عباس ابن عبدالمطلب اور ان کی اولاد، ابوسفیان ابن عبدالمطلب۔(۳)

سقیفہ کے واقعہ میں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں:

۱۔ابھی جب پیغمبر اسلامؐ کا جنازہ رکھا ہوا تھا ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ پیغمبرؐ کے گھر سے نکل کر اتنی جلدی سقیفہ کیوں گئے۔

۲۔اگر ان کی نظر میں خلیفہ کو معین کرنا ضروری تھا تو کیوں بنی ہاشم اور دوسرے مسلمانوں کو بے خبر رکھا گیا کیا وہ اسلامی مسائل کے سلسلہ میں نامحرم تھے اور ان کو یہ جاننے کا حق نہیں تھا؟

۳۔ان کا مقصد مشورہ کے ذریعہ خلیفہ معین کرنا تھا یا صرف اپنے درمیان سے کسی کو مسند خلافت

---

(۱) شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۲۳

(۲) شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۲۶

(۳) شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۲۱

پر قابض کرنا چاہتے تھے اگر ان کا مقصد مشورہ تھا تو کیوں اس پورے واقعہ میں مشورہ کے آثار نظر نہیں آتے؟

۴۔ ایسا کیا ہوا کہ حضرت علیؑ کے سلسلہ میں پیغمبر اسلامؐ کی تمام وصیتیں بالکل فراموش ہوگئیں اور پورے واقعہ میں ان کا کوئی نام نہ آیا. کیا ان میں خلافت کا امیدوار ہونے کی بالکل صلاحیت نہیں تھی۔

۵۔ اگر یہ طے تھا کہ خلیفہ کا انتخاب مشورہ سے انجام پائے گا تو کیوں انصار کی مخالفت کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا. یہاں تک کہ عمر نے سعد ابن عبادہ جیسے بزرگ صحابی کے بارے میں کہا "اقتلوہ قتلہ اللّٰہ" ان کو قتل کر دو اللہ بھی ان کو قتل کرے۔

۶۔ ایسا کیوں ہوا کہ اس واقعہ کے اصلی ہیرو صرف ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ ہی تھے اور اس میں دوسروں کا کوئی اہم کردار نہیں تھا کیا ان تین لوگوں کے علاوہ کسی اور میں یہ صلاحیت بالکل نہیں تھی۔

۷۔ قبیلۂ اسلم کی موجودگی اور ان کی بیعت نے ابوبکر کی خلافت کی مضبوطی میں اہم کردار ادا کیا اس انداز میں کہ عمر کو ان کی آمد کی خبر تھی اور ان کی نظر میں اس قبیلہ کی بیعت ان کے اس مقصد کی مکمل کامیابی تھی. عمر کو یہ کیسے معلوم تھا کہ قبیلۂ اسلم کے لوگ ابوبکر کی بیعت کریں گے؟ اس بارے میں کیا یہ احتمال نہیں پایا جاتا کہ ان لوگوں نے پہلے سے ہی کوئی سازش کر رکھی ہو۔

۸۔ کیا یہ بیعت کوئی عام بیعت تھی کہ ابوبکر پہلے بغیر مشورہ کے یہ پیشین گوئی کریں کہ عمر اور ابوعبیدہ میں خلافت کی صلاحیت ہے لہٰذا ان میں جس کی چاہو بیعت کرلو. پھر ابوعبیدہ عمر سے کہیں کہ اپنا ہاتھ بڑھاؤ بیعت کروں اس کے بعد عمر، ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہیں کہ جب ابوبکر موجود ہیں اور یہ رسولؐ کی بیماری کے زمانے میں پیش نماز رہ چکے ہیں تو ان پر کون سبقت حاصل کر سکتا ہے اور ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر اس پر بیعت کرلیں! کیا خلیفہ معین کرنے کا طریقہ یہی ہوتا ہے؟ کیا اس کا احتمال نہیں دیا جاسکتا کہ اس سلسلہ میں پہلے ہی سے سب کچھ طے ہو چکا ہو جس کے مطابق بغیر وقت ضائع کئے جلدی جلدی اپنی مرضی کے مطابق تمام کام انجام دئے گئے ہوں تاکہ جب بنی ہاشم تک اس کی خبر پہونچے تو یہ کام انجام پاچکا ہو۔

۹۔ کیا یہ احتمال نہیں دیا جاسکتا کہ سقیفہ بنی ساعدہ کا افسوس ناک واقعہ اس غمزدہ واقعہ کی ایک کڑی ہو جو پیغمبر اسلامؐ کی بیماری کے زمانے میں انجام پایا تھا؟ پیغمبر اسلامؐ جب سخت مریض تھے

تو اپنے پاس موجود افراد سے فرمایا: کاغذ اور قلم لیکر آؤ تا کہ میں تمہارے لئے وصیت نامہ لکھ سکوں جس کے ذریعہ تم گمراہ نہیں ہوگے۔

اس وقت عمر نے کہا: "**ان الرجل ليهجر حسبنا كتاب الله**" یہ شخص (معاذ اللہ) ہذیان بک رہا ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ عمر اس طرح پیغمبر اسلامؐ کی وصیت کی راہ میں رکاوٹ بنے کیا ان دونوں واقعات کا مقصد ایک نہیں نظر آتا ہے۔

حضرت علیؑ کو الگ رکھنے کا بہانہ

عمر ابن خطاب نے ابن عباس سے کہا: خدا کی قسم تمہارے دوست (علی بن ابی طالبؑ) رسول خداؐ کی خلافت کے سب سے زیادہ حقدار تھے لیکن ان سے بس دو چیزوں کا خوف تھا ابن عباس نے پوچھا وہ دو چیزیں کیا تھیں؟

عمر نے جواب دیا: ۱۔ ان کا جوان ہونا ۲۔ اولاد عبد المطلب سے ان کا لگاؤ۔(۱)

ابن عباس کا بیان ہے:

شب (جابیہ) میں جب لوگ عمر کے پاس سے متفرق ہوگئے اور سب لوگ اپنے اپنے دوستوں سے بات چیت کرنے لگے۔ میں اس رات عمر سے گفتگو کر رہا تھا۔

عمر نے حضرت علیؑ کے بیعت نہ کرنے کی شکایت کی۔

میں نے کہا: کیا علیؑ کے پاس کوئی عذر نہیں تھا۔

عمر نے کہا: عذر تھا۔

میں نے پوچھا: ان کا عذر کیا تھا۔

عمر نے جواب دیا: اے ابن عباس ابوبکر سب سے پہلے شخص تھے جنہوں نے خلافت تمہارے حوالہ کرنے میں کوتاہی کی تمہارے قبیلہ والے اس بات سے راضی نہیں تھے کہ خلافت و امامت دونوں تمہارے اندر جمع ہو جائیں۔

(۱) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج۲، ص۵۷، قال عمر لابن عباس: اما و الله ان كان صاحبك هذا اولى الناس الامر بعد وفاة رسول الله الا انا خفناه على اثنين. قال ابن عباس: فجاء بمنطق لم اجد يداً من مسألته عنه. فقلت: يا امير امؤمنين! ما هما؟. قال: خشيناه على حداثة سنه و حبه بني عبد المطلب۔

میں نے کہا: ایسا کیوں؟ کیا ان لوگوں نے ہم میں کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

عمر نے کہا: کیوں نہیں انھوں نے بھلائی دیکھی لیکن اگر خلافت بھی تمھیں مل جاتی تو تم اس پر فخر ومباہات کرنے لگتے۔(۱)

ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں:

لوگ عمر کے پاس سے باہر نکلے اور پھر ان کے پاس واپس آئے اور ان سے کہا کہ کاش آپ اپنے بعد کسی کو خلیفہ معین کر دیتے۔

عمر نے کہا: میرا ارادہ تھا کہ میں ایک ایسے شخص کو خلافت کے لئے منتخب کر دوں جو حق کی راہ میں تمہاری ہدایت کرے۔

اس وقت عمر نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اس وقت میرے اوپر بیہوشی طاری ہوگئی تھی اس عالم میں میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو باغ میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ وہ اپنے لئے پکے پکے پھل توڑ توڑ کر جمع کر رہا ہے میں اس بات سے ڈر گیا کہ اپنی زندگی یا موت کے ذریعہ میں اس بات کا سبب تو نہیں بن رہا ہوں۔(۲)

ہاں مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے فضائل وکمالات اور ان کے سلسلہ میں پیغمبر اسلامؐ کی بار بار تاکید سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن میدان خلافت کے کھلاڑیوں اور ٹھیکیداروں نے پہلے اس کو بھلا دیا اور اس کے بارے میں کوئی بات نہ کہی بعد میں جب ان کو دوسروں کے اعتراض کا سامنا ہوا تو اپنے اس عمل کی تین وجہیں بیان کیں پہلی وجہ یہ کہ علی جوان تھے دوسرے یہ کہ ان کو اولا دعبد المطلب

(۱) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج۲، ص۵۷، عن ابن عباس، قال: تفرق الناس لیلة الجابیه عن عمر فصار کل واحد مع الفه، ثم صادفت عمر تلك اللیلة فی مسیرنا فحادثته، فشکا الی تخلف علی عنه، فقلت: الم یعتذر الیك؟ قال: بلی. فقلت: هو ما اعتذر به. قال: یا ابن عباس! ان اول من ریثکم عن هذاالامر ابوبکر. ان قومکم کرهوا ان یجمعوا لکم لخلافة و النبوة. قلت: لم ذالك یا امیر المومنین؟ الم ننلهم خیراً. قال: بلی؛ و لکنهم لو فعلوا الکنتم علیهم جحفاً جحفاً!

(۲) شرح نہج البلاغہ، ج۱، ص۱۹۰، فخرج الناس من عند عمر، ثم راحوا الیه، فقالوا له: لو عهدت عهداً. قال: قد کنت اجمعت بعد مقالتی ان اولی امرکم رجلا هو احراکم ان یحملکم علی الحق . و اشار الی علی. فرهقتنی غشیة، فرایت رجلا یدخل جنة قد غرسها فجعل یقطف کل. عضة و یانعة فیضمها الیه و یصیرها تحته، فخفت ان اتحملها حیا و میّتاً۔

سے لگاؤ تھا تیسرے یہ کہ لوگ یہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت وخلافت ایک خاندان میں جمع ہوں۔

یہ تینوں وجہیں ہرگز قابل قبول نہیں ہیں اس لئے کہ خلافت اور ولایت کا معیار ذاتی صلاحیت اور ذاتی کمالات ہوتے ہیں سن وسال نہیں۔ علیؑ علم وعمل اور دوسرے تمام کمالات کے اعتبار سے دوسروں پر فوقیت رکھتے تھے اور پیغمبر اسلامؐ نے خلافت اور ولایت کے لئے ان کی تربیت کی تھی. اور خود پیغمبر اسلامؐ نے ان کی جوانی سے باخبر ہونے کے بعد ہی ان کو ولایت کے عظیم منصب پر فائز کیا تھا۔

خلافت ونبوت کے ایک جگہ جمع ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں تھا اس پورے واقعہ کے پیچھے صرف اقتدار کے بھوکے دنیا پرست افراد کا بغض وحسد تھا۔

جی ہاں! مولائے کائناتؑ کو خلافت سے کنارہ کش کرنے کی اصلی وجہ اقتدار کے بھوکے دنیا پرست افراد کا پیغمبر اسلامؐ کے اہلبیتؑ سے بغض وحسد رکھنا ہی تھی۔

واقعۂ سقیفہ کے سنگین نتائج

سقیفہ کا افسوسناک واقعہ ایک ایسا خطرناک فتنہ تھا جس کے نتیجہ میں اسلامی تاریخ میں بہت سے فتنے پیدا ہوئے اور امت مسلمہ کو مندرجہ ذیل سنگین نتائج سے دوچار ہونا پڑا:

۱: نبوت و ولایت کی معصوم حکومت کے اصلی راستہ سے ہٹ کر غیر معصوم افراد کی حکومت میں تبدیل ہوگئی جس کے نتیجہ میں موروثی بادشاہتیں اور غیر اسلامی حکومتیں وجود میں آئیں جس کے آج بھی انتہائی خراب نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

۲: اسلام کے واضح اعلان کے برخلاف قرآن مجید کو عترت پیغمبرؐ سے الگ کر دیا گیا۔

۳: اسلام کے سیاسی اور سماجی احکام وقوانین معتبر اور معصوم افراد کی پشت پناہی سے محروم ہوگئے جس کے نتیجہ میں پیغمبر اسلامؐ کے عظیم مقاصد، جیسے پوری دنیا میں توحید کا پرچم لہرایا جانا. سماج کے ہر طبقہ میں عدالت کا بول بالا ہونا اور اسلام کو وسعت دے کر دوسرے تمام ادیان پر غالب کرنا، وغیرہ کو فراموش کر دیا گیا۔

۴: اسلامی تعلیمات کے اصلی وارثوں یعنی اہلبیتؑ کا کنارہ کش ہوجانا اور ”حسبنا کتاب اللّٰہ“ کے غلط نظریہ کا حکم فرما ہوجانا۔

۵: امت اسلامی میں اختلاف وافتراق پیدا ہونا اوراس کے نتیجہ میں متعدد مذاہب کا وجود میں آنا اور پھراس کے برے نتائج سے دوچار ہونا جیسے آپس میں مذہبی چپقلش، بلکہ خانہ جنگی اور خونریزی ،آپس میں بدگمانیاں پھیلنا اور آخرکار اسلامی عظمت واقتدار اور شان وشوکت کو کھوکر دوسروں کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جانا۔

شیعہ اور سنی مذہب کی ابتدا

بہت سی آیات اور احادیث کے مطابق پیغمبر اسلامؐ کی اطاعت واجب ہے﴿یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ﴾اے ایمان والو خدا اور رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔ (۱)

﴿و ما کان لمومن و لا لمومنة اذا قضی اللّٰہ و رسوله امراً ان یکون لھم الخیرة من امرھم و من یعصی اللّٰہ و رسوله فقد ضل ضلالاً مبیناً﴾ جب خدا اور رسول کوئی حکم دیں تو کسی مومن یا مومنہ کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کی مخالفت کرے جو شخص خدا و رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگا۔(۲)

صدر اسلام کے مسلمان کی نظر میں پیغمبر اسلامؐ کے اوامر ونواہی اور احکام کا سر چشمہ وحی الٰہی تھا اور وہ اس کو دل وجان سے قبول کرتے تھے،اس کی مخالفت کو گناہ سمجھتے تھے۔

پیغمبر اسلامؐ کی اطاعت کا واجب ہونا صرف آپ کی حیات کے زمانے سے مخصوص نہیں تھا بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی اطاعت کو بالکل اسی طرح واجب سمجھنا چاہیئے تھا جس طرح آپ کی زندگی میں واجب سمجھتے تھے.لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے بعد سب سے پہلے اس وقت ان مقدس اور پاکیزہ حدوں کو توڑ دیا گیا جب آپ کے بعض اصحاب نے آپ کی مرضی اور آپ کے واضح اعلان کی کھلم کھلا مخالفت کرتے ہوئے خلیفہ کا انتخاب کرلیا جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو بارہا مسلمانوں کا امام،

(۱)سورۂ نساء،آیت ۵۹

(۲)سورہ احزاب،آیت ۳۶

مومنین کا ولی اور ان کا حاکم نیز انھیں اپنے خلیفہ اور جانشین کے طور پر پہچنوایا تھا اور غدیر خم میں دسیوں ہزار مسلمانوں کے سامنے ان کو مسلمانوں کا مولی، صاحب اختیار اور حاکم معین کیا تھا اوراس سلسلہ میں حاضرین سے بیعت بھی لے لی تھی۔

آنحضرت نے متعدد مواقع پر اپنے اہلبیتؑ اور اپنی عترت کو دو اہم گرانقدر چیزوں میں سے ایک قرار دے کران کو قرآن مجید کے ساتھ ساتھ ایک معتبر علمی مدرک ومنبع قرار دیا تھا جو قیامت تک ایک دوسرے سے جدانہیں ہوں گے۔

پیغمبر اسلاؐم کی ان تمام وصیتوں اور تاکیدوں کے باوجود آپ کی رحلت کے فوراً بعد اصحاب کی ایک جماعت نے آپ کی ہدایت کوفراموش کر دیا اوران کی طرف سے لاپرواہی کرتے ہوئے اپنی مرضی سے خلیفہ کا انتخاب کرلیا۔

پیغمبر اسلاؐم کے اہل بیتؑ اورآپ کی عترت کی علمی مرکزیت کو بالکل نظرانداز کر دیا گیا،قرآن و عترت میں جدائی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی اور پیغمبر اسلاؐم کی بیماری میں بلند کئے جانے والے "حسبنا کتاب اللّٰہ" کے نعرہ کو عملی جامہ پہنا دیا گیا۔

سقیفہ میں اکٹھا ہونے والے اصحاب کا رویہ ایسا تھا جیسے پیغمبر اسلاؐم نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے بارے میں کچھ فرمایا ہی نہ ہو.پیغمبر اسلاؐم کی اتنی وصیت اور تاکید سے روگردانی کا اس کے علاوہ اور کیا مقصد ہوسکتا ہے؟۔

البتہ اس ماحول سے تمام اصحاب متاثر نہیں ہوئے بعض دوسرے اصحاب پیغمبر اسلاؐم کی اطاعت کے پابند تھے انھوں نے اس فضا کا کوئی اثر نہیں لیا.اورابوبکر کی بیعت نہیں کی بلکہ ان کی نظر میں پیغمبر اسلاؐم کے خلیفۂ بلافصل مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ ہی تھے۔

یہ لوگ اقلیت میں تھے لہٰذا ان کی مخالفت کا کوئی خاص اثر نہیں ہوااورآخر کار خواستہ یا ناخواستہ ان میں سے اکثر کو خاموش ہو جانا پڑالیکن ان کی خاموشی سے ان کا یہ خالص اسلامی طرز تفکر ختم نہیں ہوا۔

اور یہیں سے اسلام میں دو فرقہ پیدا ہوگئے ایک اکثریت کا فرقہ، جو بعد میں اہلسنت کہا جانے لگا اور دوسرا اقلیت والا جو شیعہ کے نام سے مشہور ہوا۔

شیعوں کی نظر میں مولائے کائناتؑ کی امامت کے سلسلہ میں پیغمبر اسلاؐم کے اعلانات اور واضح

اشارے حجت ہیں اور ان کی تاویل یا توجیہ کرنا صحیح نہیں ہے یہ دلیل کے مقابلہ میں اجتہاد کرنا ہے شیعہ، مولائے کائنات حضرت علیؑ کو پیغمبر اسلامؐ کا خلیفۂ بلافصل اور پہلا امام مانتے اور دینی احکام اور مذہبی تعلیمات کے لئے صرف در اہلبیتؑ کا سہارا لیتے ہیں ان کے یہاں مسائل میں جو اجتہاد ہوتا ہے اس کی دلیلوں میں قرآن اور احادیث پیغمبر کے ساتھ ساتھ ائمہ معصومینؑ کی احادیث بھی شامل ہوتی ہیں۔

ابتدا میں بلکہ بہت زمانے تک شیعہ صرف ایک فرقہ کی صورت میں تھے لیکن بعد میں اس سے دوسرے فرقہ نکل آئے ان تمام فرقوں میں اصلی اور بنیادی فرقہ اثنا عشری شیعوں کا فرقہ ہی ہے.

فرقہ اثنا عشری

امامیہ یا شیعہ اثنا عشری کے نام سے مشہور ہے اور ان کے اس نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ پیغمبر اسلامؐ کے بعد بارہ اماموں کی امامت کے قائل ہیں جو ایک دوسرے کے بعد ترتیب سے اس عظیم منصب پر فائز ہوتے رہے. ائمہ معصومینؑ کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت علیؑ ۲۔حضرت امام حسنؑ ۳۔حضرت امام حسینؑ ۴۔حضرت امام زین العابدینؑ ۵۔حضرت امام محمد باقرؑ ۶۔حضرت امام جعفر صادقؑ ۷۔حضرت امام موسیٰ کاظمؑ ۸۔حضرت امام علی رضاؑ ۹۔حضرت امام محمد تقیؑ ۱۰۔حضرت امام علی نقیؑ ۱۱۔حضرت امام حسن عسکریؑ ۱۲۔حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف۔

شیعہ ان تمام حضرات کو امام اور واجب الاطاعت سمجھتے ہیں اور ان کو ہر طرح کے گناہ، غلطی اور خطا سے معصوم مانتے ہیں شیعوں کا نظریہ ہے کہ ائمہ معصومینؑ پیغمبر اسلامؐ کے بعد تمام علوم کے جاننے والے، آپ کے خلیفہ اور جانشین ہیں۔

امامت کے دلائل اور ائمہ کی پہچان

گذشتہ مباحث کی روشنی میں یہ طے ہو جاتا ہے کہ مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالبؑ کی امامت اور خلافت ایک یقینی اور واضح امر ہے جس کی وضاحت کے لئے ان مباحث کی تکرار ضروری نہیں ہے. لیکن دوسرے ائمہ کی امامت پر بحث اور اس پر دلائل قائم کرنے کی ضرورت ہے ائمہ اطہارؑ کی امامت کے لئے مندرجہ ذیل دلائل کو پیش کیا جا سکتا ہے:

۱۔ احادیث پیغمبرؐ

ہمارے سامنے متعدد احادیث ہیں جن میں پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: میرے بعد میرے بارہ خلیفہ آئیں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

یہ احادیث اہل سنت اور شیعہ دونوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔

بارہ افراد اور سب قریش کے

جابر ابن سمرہ کا بیان ہے:

میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: لوگوں کے امور اچھی طرح چلتے رہیں گے جب تک بارہ افراد ان پر حکومت کرتے رہیں گے. اس کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے کچھ فرمایا: جس کو ہم سمجھ نہ سکے میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ پیغمبر اسلامؐ نے کیا فرمایا: تو انھوں نے بتایا کہ آپ نے فرمایا کہ وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔(۱)

(۱) صحیح مسلم، ج۳، ص۱۴۵۲، جابر بن سمرة قال: دخلت مع ابی علی النبیؐ فسمعته یقول: ان هذا الامر لاینقضی حتی یمضی منهم اثنا عشر خلیفة. قال: ثم تکلم بکلام خفی علی، فقلت لابی: ما قال؟ قال: کلهم من قریش.

سمّاک ابن حرب کا کہنا ہے کہ جابر ابن سمرہ نے کہا: میں نے پیغمبر اسلاؐم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: اسلام باعزت رہے گا جب تک بارہ خلیفہ ان پر حکومت کرتے رہیں گے اس کے بعد آپ نے کچھ کہا جو میں سمجھ نہیں سکا میں نے اپنے والد سے کہا کہ رسول خداؐ نے کیا فرمایا تو انھوں نے بتایا کہ آپ نے فرمایا وہ سب کے سب قریش سے ہوں۔(۲)

عامر ابن سعد ابن ابی وقاص کا بیان ہے:

میں نے جابر ابن سمرہ کو لکھا کہ جو کچھ انھوں نے رسول خداؐ سے سنا ہے مجھے اس کے بارے میں بتائیں انھوں نے جواب میں لکھا اس جمعہ کے دن جس کی رات کو اسلمی کو سنگ سار کیا گیا رسول اسلاؐم نے فرمایا: یہ دین قیامت تک قائم رہے گا جب تک بارہ خلیفہ حکومت کریں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔(۳)

محققین اس بات سے آگاہ ہیں کہ پیغمبر اسلاؐم نے جن بارہ خلفاء کا تذکرہ فرمایا ہے ان کی تعداد ان خلفاء سے مطابقت نہیں رکھتی جو پیغمبر اسلاؐم کے بعد خلافت پر قابض ہوگئے نہ شروع کے چار خلفاء ان کا مصداق ہوسکتے ہیں اور نہ بنی امیہ اور بنی مروان کے خلفاء، نہ خلفاء بنی عباس کو اس کا مصداق قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ان کے بعد آنے والے دوسرے حکام وسلاطین کو، اسی طرح ایسا بھی ممکن نہیں کہ بعض ان میں سے ہوں اور بعض دوسروں میں سے لہٰذا اس کا صحیح اور اصلی مصداق صرف اور صرف ہمارے بارہ ائمہؑ ہی ہیں جو قریش سے بھی ہیں اور بنی ہاشم میں سے بھی۔

---

(۲) صحیح مسلم، ج۳،ص۱۴۵۳. سماك بن حرب، قال: سمعت جابر سمرة يقول: سمعت رسول الله يقول: لايزال الاسلام عزيزاً اثنى عشر خليفة. ثم قال كلمة لم افهمها. فقلت لابى: ما قال؟ فقال: كلهم من قريش۔

(۳) صحیح مسلم، ج۳،ص۱۴۵۳، عامر بن سعدبن ابى وقاص، قال: كتبت الى جابر بن سمرة مع غلامى نافع: ان اخبرنى بشىء سمعته من رسول اللّٰهؐ. قال: فكتب الى: سمعت رسول الله يوم جمعة عشية رجم الاسلمى، يقول: لايزال الدين قائما حتى تقوم الساعة او يكون عليكم اثنا عشر خليفه كلهم من قريش۔

بارہ کا عدد

پیغمبر اسلاؐم نے متعدد احادیث میں اپنے بعد آنے والے ائمہ کی تعداد بارہ ذکر کی ہے:

سلمان محمدی بیان کرتے ہیں:

''میں پیغمبر اسلاؐم کی خدمت پہونچا تو دیکھا کہ امام حسینؑ پیغمبر اسلاؐم کے زانو پر بیٹھے ہیں اور پیغمبر اسلاؐم امام حسینؑ کی آنکھوں اور ہونٹوں کا بوسہ لے رہے ہیں اور ان سے فرمارہے ہیں تم سید ہو سید کے بیٹے ہو اور سادات کے باپ ہو تم امام ہو امام کے بیٹے اور ائمہ کے باپ ہو تم حجت ہو حجت کے بیٹے ہو اور نو حجتوں کے باپ ہو''۔(۱)

عبداللہ ابن عباس نے پیغمبر اسلاؐم سے روایت کی ہے: میرے بعد خلفاء، اولیاء اور خدا کی حجتیں بارہ ہیں ان میں سب سے پہلا میرا بھائی ہے اور سب سے آخری میرا فرزند ہے۔

لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ آپ کا بھائی کون ہے؟۔

آپ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؑ۔

عرض کیا گیا: آپ کا فرزند کون ہوگا؟

آپ نے جواب دیا: مہدی جو دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح ظلم و جور سے بھری ہوگی۔(۲)

امام حسن ابن علیؑ نے پیغمبر اسلاؐم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے بعد ائمہ معصومین کی تعداد بنی اسرائیل کے نقیبوں اور حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کے برابر ہے جو ان سے محبت کرے

(۱) غایۃ المرام، ج۱، ص۱۰۳، (نقل از ینابیع المودۃ). سلمان محمدی قال: دخلت علی النبیؐ و اذاً الحسین علی فخذه و هو یقبل عینیه و یلثم فاه و یقول: انت سید ان سید ابو سادة؛ انت امام بن امام ابو ائمة؛ انت حجةبن حجة ابو حجج تسعة من صلبك تاسعهم قائمهم۔

(۲) غایۃ المرام، ج۱، ص۱۰۶، (نقل از فوائد السمطین). عبد اللّه بن عباس. قال: قال رسول اللّهؐ: ان خلفائی و اوصیائی و حجج اللّه علی الخلق بعدی اثنا عشر: اولهم اخی و آخرهم ولدی. قیل: یا رسول اللّه! و من اخوك؟. قال: علی ابن ابی طالب. قیل: فمن ولدك؟ قال: المهدی الذی یملأها قسطاً و عدلاً كما ملئت جوراً و ظلماً۔

گا وہ مومن ہے جو ان سے دشمنی رکھے وہ منافق ہے، وہ لوگوں پر خداوند عالم کی حجت اور ہدایت کے پرچم ہیں۔(۱)

بارہ امام اوران کے اسمائے گرامی

جابرابن عبداللہ انصاری نے پیغمبر اسلامؐ سے عرض کیا: یارسول اللہ علی ابن ابی طالبؑ کی اولاد میں امام کون لوگ ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: حسن وحسین جوانان جنت کے سرداراوران کے بعد اپنے زمانے کے عبادت گذاروں کے سردار علی ابن الحسین ان کے بعد محمد ابن علی۔ اے جابر تم ان سے ملاقات کروگے ان کو میرا سلام کہہ دینا ان کے بعد صادق، جعفرابن محمد، ان کے بعد کاظم موسیٰ ابن جعفر، ان کے بعد رضا، علی ابن موسیٰ، ان کے بعد تقی محمد ابن علی، ان کے بعد نقی علی ابن محمد، ان کے بعد ذکی، حسن ابن علی، ان کے بعد ان کا فرزند حق کا قائم کرنے والا مہدیٔ امت جو زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھردے گا جس طرح ظلم وستم سے بھری ہوگی۔

اے جابر یہ میرے خلفاء میرے فرزند اور میری عترت ہیں جو ان کی اطاعت کرے گا وہ میری اطاعت کرے گا جو ان سب کا یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے گا وہ میرا انکار کرے گا ان کے وجود کی برکت سے آسمان زمین پر گرنے سے بچا رہے گا اور زمین محفوظ رہے گی۔(۲)

---

(۱) غایۃ المرام، ج۱، ص۱۱۳، حسن بن علیؑ قال: قال رسول اللہؐ: الائمة بعدی بعدد نقباء بنی اسرائیل و حواری عیسی. من احبهم فهو مومن، و من ابغضهم فهو منافق. هم حجج اللّٰه فی خلقه و اعلامه علی بریته۔

(۲) غایۃ المرام، ج۱، ص۱۶۳، قال جابر بن عبد اللّٰه انصاری: یا رسول اللّٰهؐ! و من الائمة من ولد علی ابن ابی طالب؟ فقال: الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة ثم سید العابدین فی زمانه علی بن الحسین ثم الباقر محمد بن علی ستدرکه یا جابر! فاذا أدرکته فاقرأ منی السلام. ثم الصادق جعفر بن محمد ثم الکاظم موسی بن جعفر ثم الرضا علی بن موسی ثم التقی محمد بن علی ثم النقی علی بن محمد ثم الزکی الحسن بن علی ثم ابنه القائم بالحق مهدی امتی الذی یملأ الأرض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً۔هؤلاء . یا جابر! خلفائی و أوصیائی و اولادی و عترتی . من اطاعهم فقد اطاعنی و من عصاهم فقد عصانی و من انکرهم او انکر واحدا منهم فقد انکرنی. بهم یمسك السماء ان تقع علی الارض الا باذنه و بهم یحفظ اللّٰه الارض ان تمید بأهلها۔

حسن بن علیؑ نے فرمایا:

میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: تم میرے علم کے وارث میری حکمت کے معدن اور میرے بعد امام ہو۔ اور جس وقت تم شہید ہو جاؤ گے اس وقت تمہارا فرزند حسن امام ہوگا جب حسن شہید ہو جائیں گے تو تمہارے فرزند حسین امام ہوں گے جب وہ شہید ہو جائیں گے تو ان کے فرزند علی ابن الحسین امام ہوں گے اور اس طرح حسینؑ کی نسل میں نو امام ہوں گے اس کے بعد امام حسن بن علیؑ نے فرمایا ان کے نام کیا ہیں تو پیغمبر اسلامؐ نے جواب دیا: علی، محمد، جعفر، موسیٰ، علی، محمد، علی، حسن اور مہدی جو حسینؑ کی نسل سے ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھری ہوگی۔(۱)

امام حسینؑ نے فرمایا:

جس وقت آیت ﴿اولو الارحام بعضھم اولی ببعض﴾ نازل ہوئی میں نے رسولخداؐ سے عرض کیا کہ اس آیت کی تاویل کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: خدا کی قسم اس آیت میں خداوند عالم نے تمہارے علاوہ کسی اور کا ارادہ نہیں کیا ہے تم اولوالارحام ہو جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو میرے لئے اور میری جانشینی کے لئے علی دوسروں سے زیادہ حقدار ہیں جب تمہارے والد اس دنیا سے رخصت ہو جائیں تو ان کی جگہ پر تمہارے بھائی امام حسن دوسروں سے زیادہ حقدار ہیں جب تمہارے بھائی بھی رخصت ہو جائیں تو تم اس عظیم منصب کے حقدار ہو۔

امام حسینؑ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا میرے بعد کون ہوگا؟

آپ نے فرمایا: تمہارے بعد تمہارا فرزند علی اس کا حقدار ہے اس کے بعد یہ حق ان کے فرزند محمد کا ہے جب وہ بھی دنیا سے رخصت ہو جائیں تو ان کے فرزند جعفر اس کے حقدار ہوں گے ان کے

(۱) غایۃ المرام، ج۱، ص۱۹۳، عن الحسن بن علی، قال: سمعت رسول اللّٰہؐ یقول لعلیؑ: انت وارث علمی و معدن حکمی و الامام بعدی. فاذا استشھدت فابنک الحسن فاذا استشھد الحسن فابنک الحسین، و اذا الستشھد الحسین فابنه علی یتلوہ تسعة من صلب الحسین ائمة أطھار. فقلت: یا رسول اللّٰہؐ! فما أسماؤھم؟ قال: علی و محمد و جعفر و موسی و علی و محمد و علی و الحسن والمھدی من صلب الحسین یملأ اللّٰہ به الأرض قسطاً و عدلا کما ملئت ظلماً و جوراً۔

بعد ان کے فرزند موسیٰ اس کے حقدار ہوں گے اس کے بعد یہ حق ان کے فرزند علی کا ہوگا پھر یہ حق ان کے فرزند محمد تک پہونچے گا.اس کے بعد علی اس کے حقدار ہوں گے پھر ان کے فرزند حسن کو اس کا حق ہوگا جب حسن اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو تمہاری نسل میں نویں فرزند کی غیبت شروع ہو جائے گی یہ تمہاری نسل میں آنے والے نو امام ہیں خداوند عالم نے ان کو علم وفہم عطا فرمایا ہے وہ ہماری طینت سے ہیں کیوں؟ میری امت کا ایک گروہ ان کے بارے میں مجھے اذیت دے گا؟ قیامت کے دن ان کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔(۱)

سہل ابن سعد انصاری کا بیان ہے:

میں نے فاطمہ سلام اللہ علیہا بنت رسولؐ سے سوال کیا: امام کون لوگ ہیں؟

انہوں نے فرمایا: رسول خداؐ نے علیؑ سے فرمایا: تم میرے بعد امام اور میرے خلیفہ ہو تم مومنین کی بہ نسبت اس منصب کے ان سے زیادہ حقدار ہو۔

جب وہ دنیا سے رخصت ہو جائیں گے.تو تمہارے فرزند حسن اس کے حقدار ہوں گے ان کے بعد حسین اس کے حقدار ہوں گے ان کے بعد ان کے بیٹے علی کا حق ہوگا ان کے بعد ان کے فرزند محمد اس کے حقدار ہوں گے ان کے بعد یہ حق جعفر ابن محمد کا ہوگا پھر موسیٰ ابن جعفر اس کے حقدار ہوں گے پھر یہ حق علی ابن موسیٰ کا ہوگا اس کے بعد محمد ابن علی پھر علی بن محمد اور اس کے بعد حسن ابن علی اس کے

---

(۱) غایۃ المرام، ج۱، ص۱۹۴، الحسین بن علی قال: لما انزل اللّٰہ تبارك و تعالی هذاه الآية ﴿و اولوا الارحام بعضهم اولی ببعض﴾ فی كتاب اللّٰہ سألت رسول اللّٰہؐ عن تاويلها قال: و اللّٰہ! ما يعنى بها غيركم و انتم اولوا الارحام. فاذا مت فابوك على اولى بى و بمكانى فاذا مضى ابوك فاخوك الحسن اولیٰ به فاذا مضى الحسن فانت اولى به. فقلت: يا رسول اللّٰہؐ! فمن بعدى؟ قال: ابنك من بعدك فاذامضى فابنه محمد اولى به من بعده فاذا مضى محمد فابنه جعفر اولى به و بمكانه من بعده فاذا مضى جعفر فابنه موسى اولى به من بعده فاذا مضى موسى فابنه على اولى به من بعده فاذا مضى على فابنه محمد اولى به من بعده و اذا مضى محمد فابنه على اولیٰ به فاذا مضى على فابنه الحسن اولى به من بعده فاذا مضى الحسن وقعت الغيبة فى التاسع من ولدك. فهذه الأئمة التسعة من صلبك، اعطاهم اللّٰہ علمى و فهمى، طينتهم من طينتى. ما لقوم يؤذوننیٰ فيهم؟ لا انالهم اللّٰہ شفاعتى يوم القيامة۔

حقدار ہوں گے اس کے بعد ان کے فرزند قائم، مہدی اس کے سب سے زیادہ مستحق ہوں گے ان کے ہاتھ سے زمین کا مشرق و مغرب فتح ہوگا۔(۱)

حضرت علی ابن ابیطالبؑ نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

جو خدا سے ملاقات کرنا اور اس کی توجہات حاصل کرنا چاہے اسے چاہئے کہ تمہاری ولایت سے وابستہ ہو اور جو یہ چاہے کہ خداوند عالم سے ملاقات کرے اس حال میں کہ خداوند عالم اس سے راضی رہے اس کو چاہئے کہ تمہارے فرزند حسن کی ولایت قبول کرے اور جو کوئی چاہتا ہے کہ خدا سے ملاقات کرے اس عالم میں کہ اس کو خدا سے کوئی خوف نہ ہو اسے چاہئے کہ تمہارے فرزند حسین کی ولایت قبول کرے، جو شخص چاہتا ہے کہ خداوند عالم سے اس انداز میں ملاقات کرے کہ اس کے گناہ معاف کئے جاچکے ہوں اسے چاہئے کہ علی ابن الحسین کی ولایت قبول کرے اس لئے کہ وہ ایسے ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم یہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿سیما هم فی وجوههم من اثر السجود﴾ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ خداوند عالم سے ملاقات کرے اس عالم میں کہ اس کی آنکھیں روشن ہوں اسے چاہئے کہ محمد ابن علی کی ولایت کو قبول کرے جو یہ چاہتا ہے کہ خداوند عالم سے اس عالم میں ملاقات کرے کہ اس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے اسے چاہئے کہ جعفر ابن محمد کو اپنا ولی قرار دے جو پاک و پاکیزہ حالت میں خداوند عالم سے ملاقات کرنا چاہے اسے چاہئے کہ موسیٰ ابن جعفر کو اپنا ولی بنائے اور جو چاہے کہ خوش و خرم حالت میں خدا سے ملاقات کرے اسے چاہئے کہ علی ابن موسیٰ الرضا کی ولایت کا اعتراف کرے۔

(۱) غایۃ المرام، ج۱، ص۲۱۶. سهل بن سعد انصاری، قال: سألت فاطمة بنت رسول اللهؐ عن الأئمة، فقالت: کان رسول اللهؐ یقول لعلی: یا علی! انت الامام و الخلیفة بعدی و انت اولی بالمومنین من انفسهم. فاذا مضیت فابنك الحسن اولی بالمومنین من انفسهم، فاذا مضی الحسن فالحسین اولی بالمومنین من انفسهم، فاذا مضی الحسین فابنه علی بن الحسین اولی بالمومنین من انفسهم، فاذا مضی علی فانه محمد اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی محمد فابنه جعفر اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی علی فابنه محمد اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی محمد فابنه علی اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی علی فابنه الحسن اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی الحسن فابنه القائم المهدی اولی بالمومنین من انفسهم. یفتح الله به مشارق الارض و مغاربها۔

جو شخص یہ چاہے کہ خداوند عالم سے ملاقات کرے اس عالم میں کہ اس کے درجات بلند ہوں اور اس کی برائیاں اچھائیوں میں تبدیل ہو چکی ہوں. اسے چاہئے کہ وہ ان کے فرزند محمد کی ولایت کو قبول کرے جو یہ چاہتا ہے کہ خداوند عالم سے اس عالم میں ملاقات کرے کہ اس کا حساب آسان لیا جائے اور اس کو ایسی جنت میں داخل کیا جائے جس کی وسعت زمین و آسمان کی وسعت کے برابر ہو اور جو صاحبان تقوی کے لئے تیار کی گئی ہو اسے چاہئے کہ وہ علی بن محمد کی ولایت کا اقرار کرے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ خداوند عالم سے اس عالم میں ملاقات کرے کہ وہ کامیاب ہو اسے چاہئے کہ وہ ان کے فرزند حسن کی ولایت کو قبول کرے اور جو چاہتا ہو کہ وہ جب دنیا سے جائے تو اس کا ایمان کامل اور وہ ایک اچھا مسلمان ہو اسے چاہئے کہ وہ ان کے فرزند منتظر محمدؑ کی ولایت کو قبول کرے جو صاحب الزمان اور مہدی ہیں۔

یہ اندھیرے کے چراغ ہدایت کے امام اور تقوی و پرہیزگاری کی علامت ہیں جو ان سے محبت اور ان کی ولایت کو قبول کرے گا میں اس کے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔(۱)

(۱) جامع احادیث الشیعہ، ج۱، ص۱۰۳، علی ابن ابی طالبؑ عن رسول اللہؐ انه قال: من احب ان یلقی اللّٰہ عزوجل وهو مقبل علیه غیر معرض فلیتولك و من سره ان یلقی اللّٰہ عزوجل و هو راض عنه فلیتول ابنك الحسن و من احب ان یلقی اللّٰہ عزوجل و لاخوف علیه فلیتول ابنك الحسین و من احب ان یلقی اللّٰہ و قد تمحص عنه ذنوبه فلیتول علی بن الحسین فانه کما قال اللّٰہ ﴿سیماهم فی وجوههم من اثر السجود﴾ و من احب ان یلقی اللّٰہ عزوجل و هو قریر العین فلیتول محمد بن علی و من احب ان یلقی اللّٰہ فیعطیه کتابه بیمینه فلیتول جعفر بن محمد الصادق و من احب ان یلقی اللّٰہ طاهرا مطهرا فلیتول موسی بن جعفر الکاظم و من احب ان یلقی اللّٰہ و هو ضاحك فلیتول علی بن موسی الرضا و من احب ان یلقی اللّٰہ و قد رفعت درجاته و بدلت سیئاته حسنات فلیتول ابنه محمد و من احب ان یلقی اللّٰہ عزوجل فیحاسبه حسابا یسیراً و یدخله جنة عرضها السماوات و الارض اعدت للمتقین فلیتول ابنه علیا و من احب ان یلقی اللّٰہ عزوجل و هو من الفائزین فلیتول ابنه الحسن العسکری و من احب ان یلقی اللّٰہ عزوجل و قد کمل ایمانه و حسن اسلامه فلیتول ابنه المنتظر محمد صاحب الزمان المهدی. فهولاء مصابیح الدجی و ائمة الهدی و اعلام التقی . فمن احبهم و تولاهم کنت ضامنا له علی اللّٰہ الجنة۔

بارہ اور معصوم

عبداللہ بن عباس نے بیان کیا ہے: میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں علی، حسن، حسین، اور حسینؑ کی نسل کے نو افراد پاک اور گناہ سے معصوم ہیں۔(۱)

پیغمبر اسلامؐ نے اپنی وفات کے وقت حضرت فاطمہ زہراؑ سے فرمایا:

گریہ نہ کرو اور غمزدہ نہ ہو۔ اس لئے کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو تمہارے والد تمام نبیوں کے سردار ہیں تمہارے چچازاد اور تمہارے شوہر تمام اوصیاء کے سردار اور تمہارے دونوں فرزند جوانان جنت کے سردار ہیں حسین کی نسل سے نو معصوم امام پیدا ہوں گے اور مہدی امت ہم میں سے ہوگا۔(۲)

انس ابن مالک کا بیان ہے:

میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو تم میرا قرض ادا کرو گے اور میرے وعدوں کو وفا کرو گے اور میری سنت کا دفاع کرنے کے لئے جنگ کرو گے۔ تاویل قرآن کے لئے جنگ کرو گے جس طرح میں نے تنزیل قرآن کے لئے جنگ کی ہے میں تمام انبیاء سے بہتر اور تم تمام اولیاء سے بہتر ہو اور میرے دونوں فرزند حسن و حسین تمام نواسوں سے بہتر ہیں ان کی نسل سے نو امام پیدا ہوں گے جو سب کے سب پاک اور معصوم ہوں گے اور عدالت قائم کرنے کے لئے قیام کریں گے میرے بعد آنے والے ائمہ کی تعداد بنی اسرائیل کے نقیبوں اور جناب عیسیٰ کے حواریوں کے برابر ہوگی۔ وہ میری عترت اور میرا گوشت اور خون ہیں۔(۳)

---

(۱) غایۃ المرام، ج۲، ص۱۶۲، عبداللہ بن عباس، قال: سمعت رسول اللّٰہ یقول: انا و علی و الحسن و الحسین و تسعة من ولد الحسین مطهرون معصومون۔

(۲) غایۃ المرام، ج۲، ص۲۳۹، عن عمار، قال: قال رسول اللّٰہ لفاطمة: لاتبکی و لاتحزنی! فانك سیدة نساء اهل الجنة و أباك سید الانبیاء و ابن عمك سید الاوصیاء و ابنیك سیدا شباب اهل الجنة و من صلب الحسین یخرج اللّٰہ الائمة التسعة مطهرون معصومون و منا مهدی هذه الامة۔

(۳) غایۃ المرام، ج۲، ص۲۴۰، انس بن مالك، قال: سمعت رسول اللّٰہ یقول لعلیؑ: انت وصی و اخی فی الدنیا و الآخرة تقضی دینی و تنجز عدتی و تقاتل علی سنتی تقاتل علی التاویل کما قاتلت علی التنزیل . فانا خیر الانبیاء و انت خیر الاوصیاء و سبطای خیر الاسباط . و من صلبهما تخرج الائمة التسعة مطهرون معصومون قوامون بالقسط. و الأئمة بعدی علی عدد نقباء بنی اسرائیل و حواری عیسی. هم عترتی من لحمی و دمی۔

رسول خداؐ نے فرمایا:

جو یہ چاہتا ہے سرخ درخت کی طرف دیکھے اوراس سے وابستہ رہے جس کو خداوند عالم نے اپنے ہاتھوں سے لگایا ہے اس کو چاہئے کہ علی ابن ابیطالب اوران کی ولایت سے متمسک رہے اس لئے کہ وہ خدا کی مخلوقات میں سب سے بہتر اوراس کے منتخب کئے ہوئے ہیں اور ہر خطا اور گناہ سے معصوم ہیں۔(۱)

ابو طفیل نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے: کہ پیغمبر اسلاؐم نے فرمایا: تم میرے اہل بیتؑ کی اموات کے سلسلہ میں میرے وصی اور میری امت کے زندہ لوگوں میں میرے خلیفہ ہو تم سے جنگ مجھ سے جنگ ہے اور تم سے صلح مجھ سے صلح ہے۔

تم خود بھی امام ہو اور ائمہ کے باپ ہو تمہاری نسل سے گیارہ معصوم اور پاکیزہ صفات امام ہوں گے اس امت کے مہدی جو اس کائنات کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے انھیں میں سے ایک ہیں۔(۲)

وائے ہو ان لوگوں پر جو ان سے بغض وحسد رکھیں. پیغمبر اسلاؐم کے اہل بیتؑ کی عصمت سے متعلق دلیلیں ائمہ معصومینؑ کی امامت کی دلیل بھی قرار پاسکتی ہیں جس کے بارے میں پہلے تفصیل سے بحث کی جا چکی ہے اور تین باتوں کو ثابت کیا جا چکا ہے۔

الف: گناہ اور خطا کے مقابلہ میں عصمت امامت کے بنیادی شرائط میں سے ہے۔

ب: اہلبیتؑ کے علاوہ نہ کسی نے عصمت کا دعویٰ کیا اور نہ اس کی عصمت ثابت ہوسکی ہے۔

ج: اہل بیتؑ کے مصداق کون لوگ ہیں؟ یہ بھی پہلے بیان کیا جا چکا ہے تینوں باتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر ائمہ معصومینؑ میں سے ہر ایک کی امامت پر دلیل قائم کی جاسکتی ہے جس کی وضاحت کے لئے گذشتہ ابحاث کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

---

(۱) غایۃ المرام، ج۲، ص۳۰۰، عن النبیؐ قال: من سره ان ینظر الی القضیب الاحمر الذی غرسه اللّٰہ بیده و یکون متمسکا به فلیتول علی ابن ابی طالبؑ. و الأئمة من ولد؛ فانهم خیرة اللّٰہ عزوجل و صفوته وهم المعصومون من کل ذنب و خطیئة۔

(۲) غایۃ المرام، ج۱، ص۱۹۳، ابو الطفیل، عن علیؑ قال: لی رسول اللّٰہ انت الوصی علی الاموات من اهل بیتی و الخلیفة علی الاحیاء من امتی؛ حربك حربی و سلمك سلمی انت الامام ابو الأئمة احد عشر من صلبك ائمة مطهرون معصومون و منهم المهدی الذی یملأ الارض قسطا و عدلا فلویل لمبغضیهم۔

۲۔قرآن وعترت سے وابستگی ضروری ہے

ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ پیغمبر اسلاؐم نے فرمایا:

میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جن میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے ایک کتاب خدا یہ ایسی رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف پھیلی ہوئی ہے دوسرے میرے اہل بیتؑ اور میری عترت جان لو کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچ جائیں۔(۱)

ابوسعید خدری نے پیغمبر اسلاؐم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ مجھے بہت جلد دعوت دی جائے گی اور میں اس پر لبیک کہوں گا میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جاؤں گا اللہ کی کتاب اور اپنی عترت.اللہ کی کتاب وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف پھیلی ہوئی ہے اور میری عترت میرے اہل بیتؑ ہیں خداوند عالم نے مجھے خبر دی کہ یہ دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے لہٰذا تم خیال رکھنا کہ ان دونوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کروگے۔(۲)

زید ابن ارقم بیان کرتے ہیں کہ رسول اسلاؐم نے فرمایا:

میں تمہارے درمیان ایسی چیز امانت چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر اس سے وابستہ رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے ایک اللہ کی کتاب جو ایسی رسی ہے کہ آسمان سے زمین کی طرف پھیلی ہوئی ہے دوسرے میری عترت اور میرے اہل بیتؑ یہ دونوں

---

(۱) مسند احمد بن حنبل، ج۳،ص۲۶، غایۃ المرام، ج۲،ص۳۰۴، عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول اللّٰہؐ انی قد ترکت فیکم الثقلین احدھما اکبر من الآخر : کتاب اللّٰہ حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اھل بیتی . الا انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔

(۲) مسند احمد، ج۳،ص۲۷، عن ابی سعید الخدری، عن النبیؐ انی اوشك ان ادعی فاجیب و انی تارك فیکم الثقلین : کتاب اللّٰہ و عترتی. کتاب اللّٰہ حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اھل بیتی. و ان اللطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظرونی بم تخلفونی فیھما۔

دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچ جائیں لہٰذا تم اس بات کا خیال رکھنا کہ ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے ہو۔(۱)

۳۔ اہل بیتؑ کا قیامت تک باقی رہنا

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

''ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اگر ستارے نہ رہیں تو آسمان والے ہلاک ہو جائیں گے اور میرے اہلبیتؑ زمین والوں کے لئے امان ہیں اگر اہلبیتؑ نہ رہیں تو زمین والے بھی فنا ہو جائیں گے''۔(۲)

ابن عباس نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

میرے اہلبیتؑ کی مثال کشتی نوح جیسی ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے ان سے تعلق رکھا وہ کامیاب رہا اور جو اس سے الگ ہوا وہ ڈوب گیا۔(۳)

ان دو احادیث اور ان جیسی بعض دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلبیتؑ قیامت تک باقی رہیں گے اور مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنی نجات کے لئے ان کی پیروی کریں۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

جو میری طرح جینا اور مرنا چاہتا ہے اور ایسی جنت میں جانا چاہتا ہے جسے خداوند عالم نے خلق کیا ہے اس کو چاہئے کہ میرے بعد علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت سے وابستہ رہے ان کے دوستوں سے دوستی رکھے میرے بعد آنے والے ائمہ کی پیروی کرے وہ میری عترت ہیں میری ہی طینت سے ان

---

(۱) الجامع الصحیح، ترمذی، ج۵، ص۶۶۳، عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہؐ انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی، احدھما اعظم من الآخر: کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اھل بیتی و لن یفترقا حتی یردا علی الحوض. فانظروا کیف تخلفونی فیھما۔

(۲) المستدرک، حاکم نیشابوری، ج۳، ص۱۵۰، عن علی قال رسول اللہ: النجوم امان لاھل السماء فاذا ذھبت النجوم ذھب اھل السماء و اھل بیتی امان لاھل الارض فاذا ذھب اھل بیتی ذھب اھل الارض۔

(۳) المستدرک حاکم نیشابوری، ج۳، ص۱۵۱، عن ابن عباس قال: قال رسول اللہؐ مثل اھل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تعلق بھا فاز و من تخلف عنھا غرق ذخائر العقبی، ص۲۰۔

کی خلقت ہوئی ہے وہ میرے علم وحکمت کے حامل ہیں افسوس اس شخص کے حال پر جوان کی تکذیب کرے اوران کے ساتھ صلۂ رحم نہ کرے ایسے لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔(۱)

۴۔ معجزات

جیسا کہ علم کلام اوراحادیث کی کتابوں میں بیان ہواہے پیغمبر اسلاؐم نے جب ضروری سمجھا تو اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے ایسے غیر معمولی کام انجام دیئے جو عام انسانوں کے بس سے باہر تھے اسی طرح ائمۂ معصومینؑ میں سے بھی ہر ایک کے لئے معجزات نقل کئے گئے ہیں جو تاریخ، سیرت اورحدیث کی کتابوں میں موجود ہیں اوران کی امامت کو ثابت کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

ہم اس مختصر کتاب میں ان معجزات کا تذکرہ نہیں کر سکتے اہل مطالعہ دیگر کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

۵۔ پہلے والے امام کے ذریعہ پہچنوایا جانا

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات ہی میں مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالبؑ کو اپنے بعد امام معین کر دیا تھا اور سب کے سامنے آپ کو پہچنوا دیا تھا ان کی تعیین و تنصیب خداوند عالم کی جانب سے لوگوں پر حجت تھی آپ ہی نے امام حسنؑ اورامام حسینؑ کی امامت کے بارے میں خبر دی تھی اورحضرت علیؑ نے اپنے زمانے میں پیغمبر اسلاؐم کی حدیث کے مطابق امام حسنؑ اوران کے بعد امام حسینؑ کو امام معین کیا تھا اسی طرح ہر امام کی ذمہ داری تھی کہ اپنے بعد والے امام کو معین کرے آئندہ اس موضوع کے بارے میں تفصیلی بحث کی جائے گی۔

آخر میں یہ بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ آئندہ مباحث میں ہر امام کی امامت کو ثابت کرنے کے لئے صرف اسی امام کی امامت سے متعلق دلیل ذکر کی جائے گی اور گذشتہ دلیلوں کی تکرار نہیں ہوگی۔

(۱)الامام علی ابن ابی طالبؑ، ص۲۲۶

ائمہ معصومینؑ کے بارے میں ہمارا عقیدہ

امامت کی ضرورت پر عقلی دلیل، قرآنی آیات، پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ سے مروی احادیث پرغور کرنے کے بعد (جن کی طرف سے اشارہ کیا جا چکا ہے) بارہ اماموں کے سلسلہ میں ہمارا عقیدہ یہ ہے۔

۱۔ وہ ذوات مقدسہ پیغمبر اسلامؐ کی طرح ہر قسم کے گناہ، غلطی، خطا اور لغزش سے مکمل محفوظ اور معصوم ہیں۔

۲۔ خداوند عالم کی معرفت اس کی توحید اور اس کے صفات جمال و جلال کی معرفت میں انسانیت کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہیں خدا، نبوت اور قیامت پر ایمان ان کے دل کی گہرائیوں میں پایا جاتا ہے اور وہ چشم بصیرت سے عالم غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۳۔ وہ پاکیزہ افراد تمام اخلاقی خوبیوں سے آراستہ اور مکارم اخلاق کا عملی نمونہ ہیں ہر طرح کی اخلاقی برائی سے پاک اور منزہ ہیں۔

۴۔ دین کے تمام کلی اور جزئی احکام وقوانین اس کے واجبات، محرمات، مستحبات اور مکروہات سے مکمل آگاہ ہیں بس ان پر وحی الٰہی کا نزول نہیں ہوتا اور وہ قانون بنانے والے نہیں ہیں وہ اپنے علوم یا قرآن مجید سے استنباط کرتے ہیں یا اپنے آباء واجداد کے علوم سے استفادہ کرتے ہیں یا ان کتابوں سے مدد لیتے ہیں جو پیغمبر اسلامؐ سے انھیں میراث میں ملی ہے۔

۵۔ حکومت اور معاشرہ کی ضرورت سے متعلق تمام احکام وقوانین سے مکمل واقفیت رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں انھیں مخصوص اختیارات بھی حاصل ہیں۔

ائمہ معصومینؑ پر دو اہم ذمہ داریاں

۱) دین کے احکام وقوانین کی حفاظت اور اسلامی احکام وقوانین سے مربوط تعلیمات کی نشرو اشاعت. پیغمبر اسلامؐ کے مقاصد کو آگے بڑھانا۔

حضرت علیؑ اور دوسرے ائمہؑ میں اس اہم ذمہ داری کو پورا کرنے کی مکمل صلاحیت تھی ان کے پاس اس سلسلہ میں ضروری علوم کا ذخیرہ تھا اور جیسا کہ پہلے ذکر کیا چکا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اس مقصد کے لئے ان کی تربیت بھی کی تھی آنخضرت نے حدیث ثقلین، حدیث سفینہ، اور دوسری دسیوں احادیث میں اپنی عترت اور اہلبیتؑ کو علمی مسائل کا اہم ترین اور معتبر ترین مرجع قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو ان کے علوم سے بہرہ مند ہونے کی وصیت فرمائی ہے لیکن افسوس پیغمبر اسلامؐ کا یہ مقصد مکمل طور پر پورا نہ ہوسکا. آپ کے بعد حکومت واقتدار کے بھوکوں نے نہ سونپ کر ان ذوات مقدسہ کو خلافت رسولؐ سے الگ کر دیا بلکہ ان کی علمی مرجعیت کی راہ میں بھی طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کیں اور اس طرح امت اسلامی پیغمبر اسلامؐ کے اصلی اور حقیقی علوم سے محروم رہ گئی لیکن اس کے باوجود ہر امامؑ نے اپنے زمانے کے امکانات اور حالات کے مطابق دینی احکام وقوانین کی نشر و اشاعت میں کوشش کی اور اس مقصد کے لئے مناسب افراد کی تربیت کی جس کے نتیجہ میں مختلف موضوعات کے متعلق لاکھوں حدیثیں منظر عام پر آئیں جو احادیث کی کتابوں میں آج بھی محفوظ ہیں اگر ائمہ معصومینؑ کو مزید موقع دیا گیا ہوتا تو امت مسلمہ کے پاس علوم ومعارف کا بہت بڑا خزانہ ہوتا۔

۲) ائمہ معصومینؑ کی دوسری اہم ذمہ داری منصب خلافت پر جلوہ افروز ہوکر اسلام کے سیاسی اور سماجی قوانین کو عملی جامہ پہنانا اور مکمل اسلامی نظام قائم کرنا تھا یہ ذمہ داری پیغمبر اسلامؐ کی ذمہ داریوں کا ایک حصہ تھی پیغمبر اسلامؐ نے اس مقصد کے لئے پہلے ہی ضروری ہدایات فرمادی تھیں اور غدیر خم کے واقعہ میں مولائے کائناتؑ کو اس منصب کے لئے معین کر دیا تھا مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ بھی پیغمبر اسلامؐ کے مقاصد کو آگے بڑھانے اور اس عظیم منصب پر فائز ہونے کی مکمل صلاحیت رکھتے تھے لیکن اس کے عملی منزل تک پہونچنے کے لئے لوگوں کا قبول کرنا اور اس کے لئے ماحول فراہم کرنے کے لئے جہاد اور کوشش کرنا ضروری تھا۔

افسوس کہ اقتدار کے بھوکے کچھ لوگوں نے پیغمبر اسلامؐ کی ہدایات سے لاپرواہی کرتے ہونے لوگوں کی جہالت اور کم عقلی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر خلافت کو اس کی اصلی راہ سے منحرف کر دیا۔

حضرت علی بن ابی طالبؑ کے پاس ان حالات میں سوائے صبر وتحمل کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

۲۵ سال کا عرصہ اسی طرح گذر گیا تو لوگوں کی سمجھ میں آیا اور انھوں نے انتہائی جوش وخروش

کے ساتھ حضرت علیؑ کو خلیفہ مان کر آپ کی بیعت کی اگر چہ کچھ ہی عرصہ بعد یہاں بھی ھویٰ وہوس کا شکار وہ افراد جو گذشتہ دور میں ناانصافی اور اونچ نیچ کی سیاست کے نتیجہ میں مال و دولت اکٹھا کرنے کے عادی ہو چکے تھے مولائے کائنات کی عدالت اور آپ کے ذریعہ پیغمبر اسلاؐم کی سیرت پر عمل کرنے کو برداشت نہ کر سکے اور آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے آپ کی حکومت کو متعدد جنگوں اور شدید اندرونی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا اور پانچ سال کے بعد عدالت پر گامزن رہنے کے جرم میں عین محراب عبادت میں آپ کو شہید کر دیا گیا آخر کار خلافت دوبارہ پھر اسی منحرف راستہ پر لگ گئی اور ایک طویل مدت تک بنی امیہ اور بنی عباس کے ہاتھوں میں کھلونا بنی رہی اس طرح دوسرے ائمہ کے لئے خلافت کا موقع فراہم نہ ہوسکا جب کہ تمام ائمہ علیہم السلام پیغمبر اسلاؐم کی خلافت اور جانشینی کو اپنا حق سمجھتے تھے اور اس کے لئے مکمل طور پر آمادہ بھی تھے لیکن مسلمانوں کی کوتاہی کے نتیجہ میں خلافت ان تک نہ پہونچ سکی۔

حقیقی شیعوں کی علامتیں

شیعہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی خلافت بلافصل اور ان کے بعد گیارہ اماموں کی امامت پر ایمان رکھتے ہیں اور ان سے محبت اور مودت کا اظہار کرتے ہیں ایسے افراد کو شیعہ اثنا عشری کہا جاتا ہے لیکن صرف یہ ظاہری ایمان اور زبانی اقرار شیعیت کا حقیقی مصداق قرار نہیں پا سکتا. شیعیت کا یہ زبانی دعویٰ اپنے دعویداروں کو دنیاوی اور اخروی ہلاکتوں سے بچا کر ان کے لئے اخروی سعادت اور خوشبختی کا سامان فراہم نہیں کر سکتا. اصل میں بغیر عمل کے ایمان صرف ایک ذہنی تصور کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

خود لفظ شیعہ میں بھی ایک طرح سے عمل کی پابندی کا مفہوم پوشیدہ ہے لغت میں شیعہ کے معنی پیرو کے ہیں شیعہ کو شیعہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اخلاق و کردار اور رفتار و گفتار میں پیغمبر اسلاؐم اور ائمہ معصومینؑ کا اتباع کرتے ہیں عمل، ایمان کا حقیقی لازمہ ہے اگر عمل نہ ہو تو ایمان صرف ظاہری اور دکھاوے کا ہوتا ہے۔

حقیقی محبت اور مودت کا تقاضا بھی یہی ہوتا ہے کہ محبوب کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کیجائے کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اہلبیتؑ کا حقیقی چاہنے والا ہو لیکن عملی منزل میں ان کے احکام کے خلاف ہو، حقیقی شیعوں کو مزید پہچاننے کے لئے بہتر ہے کہ خود ائمۂ معصومینؑ کے اقوال کا مطالعہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں متعدد احادیث ہیں نمونہ کے طور پر چند احادیث کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے:

جناب جابر نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:

اے جابر! کیا شیعیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ انسان یہ کہہ دے کہ میں اہلبیتؑ سے محبت کرتا ہوں؟ خدا کی قسم میرا شیعہ صرف وہ ہے جو متقی ہو اور خدا کی اطاعت کرتا ہو۔

اے جابر! ہمارے شیعہ صرف ان صفات کے ذریعہ پہچانے جاتے ہیں تواضع وانکساری، عبادت میں خشوع وخضوع، امانتداری، خدا کی یاد اور کثرت سے اس کا ذکر، روزے، نماز، ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک، پڑوسیوں، غریبوں، مسکینوں، قرض لینے والوں اور یتیموں کا خیال رکھنا۔ سچ بولنا سوائے اس بات کے جب سچ میں مصلحت نہ ہو ہمارے شیعہ پورے فرقہ کے امانتدار ہیں۔

جابر نے عرض کیا فرزند رسولؐ آج کل تو مجھے ایسا کوئی نہیں دکھائی دیتا امامؑ نے فرمایا: جابر ادھر ادھر نہ جاؤ کیا اتنا ہی کافی ہے کہ کوئی کہہ دے میں علی سے محبت کرتا ہوں اور ان کی ولایت پر ایمان رکھتا ہوں لیکن علی جیسا عمل نہ کرتا ہو اگر کوئی کہے کہ میں رسول خداؐ کو دوست رکھتا ہوں لیکن ان کی سیرت وکردار کا اتباع نہ کرے ان کی سنت پر عمل نہ کرے اس صورت میں رسول خداؐ کی محبت اسے کوئی فائدہ نہیں پہونچائے گی جب کہ رسول خداؐ حضرت علیؑ سے افضل ہیں۔

لہٰذا خدا سے ڈرو اور عمل صالح انجام دو خدا سے کسی شخص کی کوئی رشتہ داری نہیں ہے خداوند عالم کے نزدیک سب سے محبوب اور محترم وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی اور اس کا سب سے بڑا اطاعت گذار ہے۔

اے جابر خدا کی قسم تقویٰ کو وسیلہ بنائے بغیر کوئی بھی خدا سے نزدیک نہیں ہوسکتا جہنم کی آگ سے برائت اور نجات ہمارے اختیار میں نہیں ہے خدا پر کسی کی کوئی حجت نہیں ہے جو خدا کا دوست

ہے وہ ہمارا بھی دوست ہے اور جو خدا کی نافرمانی کرے وہ ہمارا دشمن ہے کوئی شخص بھی ہماری ولایت تک نہیں پہونچ سکتا ہے مگر عمل صالح اور گناہوں سے پرہیز کے ذریعہ۔(۱)

امام جعفر صادقؑ نے فضیل سے فرمایا:

ہمارے شیعوں کو سلام پہونچا دینا اور ان سے کہنا ''ہم خدا کے سامنے تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ تم گناہوں سے بچو لہٰذا اپنے ہاتھ اور زبان کو گناہوں سے محفوظ رکھو تمہارے لئے نماز کی پابندی اور صبر کرنا ضروری ہے، خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(۲)

امام جعفر صادقؑ نے ابن جندب سے فرمایا:

میرے شیعوں سے کہہ دو ادھر ادھر نہ جائیں خدا کی قسم میری ولایت تک کوئی نہیں پہونچ سکتا سوائے گناہوں سے دوری، عبادت میں کوشش اور دینی بھائیوں کی مدد کے ذریعہ جو لوگوں پر ظلم کرے وہ ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہے۔(۳)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

ہمارے شیعو! ہماری عزت افزائی کا ذریعہ بننا اور دوسروں کے نزدیک ہماری آبرو ریزی نہ کرنا.

---

(۱) کافی، ج۲،ص۷۴، جابر عن ابی جعفرؑ قال لی: یا جابر! ایکتفی من ینحل بالتشیع ان یقول بحبنا اهل البیت؟ فو اللّٰه ما شیعتنا الا من اتقی اللّٰه و اطاعه، و ما کانوا یعرفون یا جابر! الا بالتواضع و التخشع و الامانة و کثرة ذکر اللّٰه و الصوم و البر بالوالدین و التعاهد للجیران من الفقراء و اهل المسکنة و الغارمین و الایتام و صدق الحدیث الا من خیر. و کانوا امناء عشائرهم فی الاشیاء۔

قال جابر: فقلت: یا ابن رسول اللّٰه! ما نعرف الیوم احدا بهذه الصفه؟ فقال: یا جابر! لاتذهبك المذهب. حب الرجل ان یقول: احب علیا و اتولاه ثم لایکون مع ذالك فعالا؟ فلو قال:انی احب رسول اللّٰه فرسول اللّٰهؐ خیر من علی ثم لایتبع سیرته و لا یعمل بسنته مانفعه حبه ایاه شیئاً. فاتقوا اللّٰه و اعملوا لما عند اللّٰه! لیس بین اللّٰه و بین احد قرابة. احب العباد الی اللّٰه عز و جل و اکرمهم علیه اتقاهم و اعملهم بطاعته۔

یا جابر! و اللّٰه! ما یتقرب الی اللّٰه تبارك و تعالی الا بالطاعة . و ما معنا برائة عن النار و لا علی اللّٰه لاحد من حجة من کان لله مطیعا فهو لنا ولی و من کان لله عاصیا فهو لنا عدو و ما تنال و لایتنا الا بالعمل و الاورع۔

(۲) مشکاة الانوار،ص۴۴، عن فضیل . قال: قال ابو عبد اللّٰهؑ: بلغ من لقیت من موالینا عنا السلام و قل لهم: انی لا اغنی عنکم من اللّٰه شیئا الا بورع فاحفظوا السنتکم و کفوا ایدیکم و علیکم بالصبر و الصلاة، ان اللّٰه مع الصابرین۔

(۳) تحف العقول،ص۳۱۴،قال ابو عبد اللّٰهؑ : یا ابن جندب! بلغ معاشر شیعتنا و قل لهم: لاذهبن بکم المذاهب! فواللّٰه! لاتنال و لایتنا الا بالورع و الاجتهاد فی الدنیا و مواساة الاخوان فی اللّٰه. و لیس من شیعتنا من یظلم الناس۔

لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کرنا، بے مقصد اور بری باتوں سے پرہیز کرنا۔(١)

امام جعفر صادقؑ نے ابواسامہ سے فرمایا:

تقویٰ، گناہوں سے دوری، عبادت میں کوشش، سچ بولنا، امانت ادا کرنا، اچھے اخلاق کا برتاؤ کرنا، حسن سلوک کرنا اور پڑوسی کے حقوق کی رعایت کرنا تمہاری ذمہ داری ہے تم اپنی زبان کے بغیر لوگوں کو اپنی طرف بلاؤ ہمارے لئے زینت کا سبب بنو، آبروریزی کا ذریعہ نہ بنو، رکوع وسجود کو طول دو اس لئے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع یا سجدہ کو طول دیتا ہے تو شیطان چیختا ہے کہ وائے ہو مجھ پر اس بندہ نے خدا کی اطاعت کی اور میں نے اس کی نافرمانی کی اس نے سجدہ کیا اور میں نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔(٢)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

اس بات کا خیال رکھنا کہ کہیں تم کوئی ایسا عمل انجام نہ دو جس کی وجہ سے مجھے برا کہا جائے اس لئے کہ نالائق اولاد اپنے برے عمل سے اپنے باپ کی آبرو خاک میں ملا دیتی ہے تم جس کی طرف منصوب ہو اس کے لئے زینت بنو اس کی آبروریزی کا ذریعہ نہ بنو۔(٣)

امام حسن عسکریؑ نے شیعوں سے خطاب کر کے فرمایا: میں تم کو دین میں ورع، خدا کے لئے اجتہاد، سب کے ساتھ سچائی، امانت داری چاہے وہ اچھا ہو یا برا، طویل سجدہ اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں پیغمبر اسلامؐ اسی مقصد کے لئے مبعوث ہوئے تھے. مسلمانوں کی مساجد میں نماز ادا کرو ان کی تشییع جنازہ میں شرکت کرو ان کے حقوق ادا کرو اس لئے کہ اگر تم میں سے کوئی صاحب ورع اور متقی ہوتا ہے، امانت ادا کرتا ہے، لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا برتاؤ کرتا ہے اور

---

(١) عن الصادقؑ قال: معاشر الشیعه انکم نسبتم الینا کونوا لنا زینا و لاتکونوا علینا شیناً :مشکاۃ الانوار، ص٦٧،

(٢) کافی، ج٢، ص٧٧، ابو اسامه، قال: سمعت ابا عبد اللّٰهؑ یقول: علیك بتقوی اللّٰه والورع و الاجتهاد و صدق الحدیث و اداء الامانة و حسن الخلق و حسن الجوار و کونوا دعاة الی انفسکم بغیر السنتکم و کونوا زینا و لاتکونوا شینا و علیکم بطول الرکوع و السجود فان احدکم اذا اطال الرکوع و السجود هتف ابلیس من خلفه و قال: یا ویله اطاع و عصیت و سجد و ابیت۔

(٣) کافی، ج٢، ص٢١٩، هشام الکندی، قال: سمعت ابا عبد اللّٰهؑ یقول : ایاکم ان تعملوا عملا یعیرونا به فان ولد السوء یعیر والده بعمله کونوا لمن الفطعم الیه زینا و لاتکونوا علیه شینا۔

اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ شیعہ ہے تو اس وقت ہمیں بڑی خوشی ہوتی ہے۔

تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ ہمارے لئے، عزت افزائی کا سبب بنو اور اس طرح ہماری مودت کا سامان فراہم کرو ہم سے بدنامی کو دور کرو ہمارے بارے میں جن خوبیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے ہم اس کے اہل ہیں لیکن جن برائیوں کا ذکر ہوتا ہے ان سے پاک ہیں ہمارے لئے اللہ کی کتاب قرآن میں رسول اللہؐ کی قرابت داری اور خداوند عالم کی طرف سے باطہارت رکھے جانے کا اعلان کیا گیا ہے جس کا کوئی بھی دعویدار نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا ہو۔

خدا کو بہت یاد کرو موت کو فراموش نہ کرو قرآن کی تلاوت زیادہ کرو پیغمبر اسلامؐ پر صلوات بھیجو اس لئے کہ پیغمبر اسلامؐ پر صلوات کا ثواب بھیجنا دس نیکیوں کے برابر ہے۔(۱)

تم ہماری ان وصیتوں پر عمل کرو میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور تم پر درود بھیجتا ہوں۔

امام جعفر صادقؑ نے ایک خط میں اپنے شیعوں کو لکھا:

نماز کے وقت کی رعایت کرو خاص طور پر درمیانی نماز کی، خدا کے لئے نماز پڑھو اس میں قنوت بجالاؤ جیسا کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں مومنین کو حکم دیا ہے مسلمان مسکینوں سے محبت کرو اس لئے کہ جو ان کو حقیر سمجھے اور ان کے مقابلہ میں تکبر سے کام لے وہ خدا کے دین سے منحرف ہے خدا اس پر غضبناک ہوتا ہے ہمارے جد پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے: آگاہ رہو جو کسی مسلمان کو حقیر سمجھے خدا اس کو برے حالات میں

---

(۱) تحف العقول، ص ۴۸۷، الامام العسکریؑ قال: (لشیعته) اوصیکم بتقوی اللّٰہ و الورع فی دینکم و الاجتھاد للہ و صدق الحدیث و اداء الامانة الی من ائتمنکم من بر او فاجر و طول السجود و حسن الجوار. فبھذا جاء محمد صلوا فی عشائرھم و اشھدوا جنائزھم و عودوا مرضاھم و ادوا حقوقھم . فان الرجل منکم اذا ورع فی دینه و صدق فی حدیثه و ادی الامانة و حسن خلقه مع الناس قیل: ھذا شیعی فیسرنی ذالك. اتقوا اللّٰہ و کونوا زینا و لاتکونوا شیناً! جروا الینا کل مودة و ادفعوا عنا کل قبیح فانه ما قیل فینا من حسن فنھن اھله و ما قیل فینا من سوء فما نحن کذالك. لنا حق فی کتاب اللّٰہ و قرابة من رسول اللّٰہ و تطھیر من اللّٰہ لایدعیه احد غیرنا الا کذاب. اکثروا ذکر اللّٰہ و ذکر الموت و تلاوة القرآن و الصلاة علی النبیؐ فان الصلاة علی رسول اللّٰہؐ عشر حسنات. احفظوا ما وصیتکم به و استودعکم اللّٰہ و اقرأ علیکم السلام۔

مبتلا اور حقیر کر دیتا ہے یہاں تک کہ لوگ اس کے ساتھ زیادہ دشمنی کرنے لگتے ہیں۔(۱)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

اے آل محمدؐ کے شیعو! جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو نہ رکھے اپنے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں اور اپنے دوستوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرے دوستی کا ہاتھ بڑھانے والوں کے ساتھ دوستی اور دشمنی اور مخالفت کرنے والوں کی مخالفت نہ کرے وہ میرے شیعوں میں سے نہیں ہے اے آل محمدؐ کے شیعو! جہاں تک ممکن ہو تقوی کی رعایت کرو، **و لا حول و لا قوة الا باللّٰه**!(۲)

ان احادیث اور ان جیسی دسیوں دوسری احادیث کی روشنی میں چند اہم باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں:

۱: شیعہ ہونے کے لئے صرف شیعیت اور اہل بیتؑ کی ولایت کا اظہار کافی نہیں ہے بلکہ شیعہ ہونے کی اہم ترین علامت دینی ذمہ داریوں پر عمل کرنا اور گناہوں سے بچنا ہے۔

۲: اہل بیتؑ سے محبت اور مودت کے اظہار کے ساتھ اگر دینی ذمہ داریوں پر عمل اور گناہوں سے پرہیز نہ ہو تو یہ اظہار آخرت میں خوشبختی اور ہلاکت سے نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔

۳: اہلبیتؑ کی ولایت دینی ذمہ داریوں پر عمل اور گناہوں سے پرہیز کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

۴: جو اطاعت الٰہی کرے گا وہ ائمہ معصومین علیہم السلام کا چاہنے والا اور ان کا دوست ہوگا اور جو گنہگار رہوگا وہ ان کا دشمن ہوگا۔

۵: دوزخ سے نجات اور جنت کی کنجی ائمہ معصومینؑ کا اتباع کرنا ہے، گویا جنت و دوزخ انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہیں۔

---

(۱) تحف العقول، ص۳۱۳. کتب ابوعبد اللّٰہؑ فی رسالته الی جماعة شیعته: و علیکم بالمحافظة علی الصلوات و الصلاة الوسطی و قوموا لله قانتین کما امر اله به المومنین فی کتابه من قبلکم. و علیکم بحب المساکین المسلمین. فان من حقرهم و تکبر علیهم فقد زل عن دین الله و الله له حاقر ماقت. و قد قال ابونا رسول اللّٰہؐ: امرنی ربی بحب المساکین المسلمین منهم. و اعلموا ان من حقر احدا من المسلمین القی الله علیه المقت منه و المحقره حتی یمقته الناس اشدمقتاً۔

(۲) تحف العقول، ص۴۰۱، قال ابو عبد اللّٰہؑ: یا شیعة آل محمد! انه لیس منا من لم یملك نفسه عند الغضب و لم یحسن صحبة من صحبه و مرافقه من رافقه و مصالحة من صالحه و مخالفة من خالفه. یا شیعة آل محمد! اتقوا الله ما استطعتم. و لا حول و لاقوة الا بالله۔

۶۔ائمہ معصومینؑ نے اپنا اتباع کرنے والوں سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ اپنے اعمال، کرداراوراچھے اخلاق سے لوگوں کے درمیان شیعیت کا اچھا اثر پیدا کریں اور گناہوں کے ذریعہ ان کی آبروریزی کا ذریعہ نہ بنیں۔

خود پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ صاحبان عمل تھے واجبات بلکہ مستحبات کی انجام دہی اسی طرح محرمات بلکہ مکروہات کے ترک کرنے کے پابند تھے۔

۷۔اچھے اخلاق اور بہترین کردار کے اعتبار سے اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے نمایاں حیثیت کے حامل تھے برے اخلاق سے پاک ومنزہ تھے لہٰذا مسلمانوں اور خصوصاً شیعوں کی ذمہ داری ہے کہ ان ذوات مقدسہ کو اپنے لئے نمونہ عمل قرار دیں اور ان کا اتباع کریں کیونکہ دنیا وآخرت کی سعادت وخوشبختی اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔

تیسرا حصہ

ائمہ معصومین علیہم السلام کی مختصر سوانح حیات

اسمائے گرامی، خصوصیات

فضائل وکمالات

امامت کی دلیلیں

پہلے امام

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام

پہلے امام حضرت علیؑ ۱۳؍رجب ۳۰ عام الفیل کو مکہ میں عین خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام ابوطالب اور آپ کی والدہ کا نام نامی فاطمہ بنت اسد تھا آپ کی کنیت ابوتراب، ابوالحسن، ابوالحسین، ابوالسبطین، ابوالریحانتین ہے اور القاب امیر المومنین، سید المسلمین، امام المتقین، سید الاوصیاء ہیں۔(۱)

۱۹؍رمضان المبارک کو مسجد کوفہ میں صبح کی نماز کے وقت ابن ملجم مرادی کے ہاتھوں آپ کے سر مبارک پر ضربت لگی اور ۲۱ویں رمضان المبارک ۴۰ھ میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کا جسم اطہر کوفہ کے باہر دفن کیا گیا جہاں آج نجف اشرف کے نام سے ایک عظیم الشان شہر آباد ہے۔(۲)

حضرت علیؑ پیغمبر اسلامؐ کے زمانے میں

حضرت علیؑ کی حیات پر تفصیلی تحقیق کے لئے دسیوں جلد کتابیں درکار ہیں اس مختصر مدت اور ان محدود اوراق میں اس کا امکان نہیں ہے لیکن آپ کی حیات بابرکت کے بارے میں بہتر واقفیت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس دور کے اہم ترین واقعات کی طرف مختصر ہی صحیح لیکن اشارہ ضرور کیا جائے۔

....

(۱) اعلام الوری، ج ۱ ص ۳۰۷۔۳۰۶، الارشاد، ج ۱ ص ۵

(۲) الارشاد، ج ۱ ص ۹

مولائے کائناتؑ ۶ سال کی عمر میں پیغمبر اسلامؐ کی پیش کش کے ذریعہ جناب ابوطالب کے گھر سے پیغمبر اسلامؐ کے گھر آ گئے اور آپ کی کفالت اور نگرانی میں پرورش پانے لگے۔

آپ اسی وقت سے آنحضرتؐ کے اخلاق وکردار کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے لگے، غار حرا میں پیغمبر اسلامؐ کے اعتکاف کے زمانے میں بھی عام طور پر آپ کے ساتھ ہی رہتے تھے اور وحی ونبوت کے آثار کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرماتے تھے. آپ پہلے مرد ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ نماز پڑھی آپ کی عمر مبارک اس وقت صرف دس سال تھی۔(۱)

رسالت کے ابتدائی دور کی سختیوں اور مصیبتوں میں ہمیشہ پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ رہنے کے علاوہ آپ کے بہترین معاون اور مددگار رہے کفار قریش کے اقتصادی بائیکاٹ کے بعد شعب ابوطالب میں پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ آپ بھی موجود تھے جب پیغمبر اسلامؐ کی جان کو خطرہ ہوا اور یہ طے پایا کہ آپ مدینہ کی طرف ہجرت کریں تو شب ہجرت حضرت علیؑ ہی اپنی جان کی بازی لگا کر آپ کے بستر پر سوئے. پیغمبر اسلامؐ نے مکہ سے ہجرت کے وقت وہاں سے متعلق اپنی تمام ذمہ داریاں آپ ہی کو سونپیں اور حکم دیا کہ ان کو پورا کرنے کے بعد عورتوں کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کریں۔(۲)

پیغمبر اسلامؐ نے مدینہ میں آپ کے ساتھ عقد اخوت پڑھا یعنی آپ کو اپنا بھائی بنایا۔(۳)

ہجرت کے دوسرے سال انھیں اپنی دامادی کا شرف بخشا اور کائنات کی تمام عورتوں میں سب سے بہتر اور بلند مرتبہ خاتون جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو آپ کی زوجیت میں دیا۔(۴)

اس زمانے میں مولائے کائناتؑ ایک جوان بہادر اور طاقتور انسان تھے آپ جہاد اور دفاع کے لئے ہر وقت بالکل تیار رہتے آپ نے تمام جنگوں میں شرکت فرمائی آپ انتہائی شجاعت کے ساتھ جنگ کرتے تھے اور دشمنان اسلام کو زیر کرتے تھے۔

کفار ومشرکین پر اسلام کی فتح وکامرانی میں سب سے اہم کردار آپ ہی کا ہے(۱) اور اس سلسلہ

(۱) مناقب آل ابی طالب، ج۲، ص۲۰۶۔۲۰۵
(۲) مناقب آل ابی طالب، ج۲، ص۷
(۳) مناقب آل ابی طالب، ج۲، ص۲۱۰
(۴) مناقب آل ابی طالب، ج۲، ص۲۰۶
(۵) مناقب آل ابی طالب، ص۹۴

میں آپ سب سے نمایاں حیثیت کے حامل ہیں پیغمبر اسلاؐم نے اپنی رسالت کے دور میں دو اہم ترین ذمہ داریاں آپ کے حوالہ کی تھیں۔

ایک قرآن مجید کے سوروں اور آیات کو تحریر اور ان کو منظّم کرنا اور دوسرے ان احکام اور قوانین کو سیکھنے اور محفوظ رکھنا جو پیغمبر اسلاؐم پر وحی کی صورت میں نازل ہوتے تھے۔

مولائے کائناتؑ نے ان دونوں اہم ذمہ داریوں کو خداوند عالم کے لطف و کرم اور پیغمبر اسلاؐم کی براہ راست نگرانی میں بحسن وخوبی انجام دیا۔

حضرت علیؑ پیغمبر اسلاؐم کے بعد

پیغمبر اسلاؐم کی رحلت کے وقت حضرت علیؑ کا سن ۳۳ برس تھا پیغمبر اسلامؐ نے اپنی حیات میں بار بار آپ کی امامت وخلافت کا اعلان کیا تھا لہٰذا پیغمبر اسلاؐم کی رحلت کے بعد امامت وخلافت کا منصب خود بخود مولائے کائناتؑ کی طرف منتقل ہو گیا اور آپ ان واضح اعلانات کے نتیجہ میں پیغمبر اسلاؐم کے بلافصل خلیفہ قرار پائے اب یہ لوگوں کی ذمہ داری تھی کہ آپ کی خلافت اور امامت کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ماحول فراہم کرتے لیکن افسوس کہ ہویٰ وہوس کے تابع، اقتدار کے بھوکے کچھ لوگوں نے پیغمبر اسلامؐ کے واضح اعلانات اور آپ کی وصیتوں کو نظر انداز کر دیا اور ابوبکر کی بیعت کر لی ابوبکر کے بعد عمر خلیفہ ہو گئے ان کے بعد عثمان کو خلیفہ بنا دیا گیا ان تینوں افراد کی خلافت ۲۴ سال اور چند مہینے باقی رہی۔

اس مدت میں مولائے کائنات حضرت علیؑ خلافت کو اپنا شرعی حق سمجھتے رہے لیکن آپ نے اسلام کی حفاظت کی خاطر تفرقہ سے بچنے کے لئے کسی طرح کا سخت اقدام نہیں کیا آپ نے اس مدت میں نہ صرف یہ کہ سختی کے ساتھ ان کی مخالفت نہیں کی بلکہ ضرورت کے وقت حکومت کے ذمہ داروں کی مدد بھی فرمائی ان کو مشورے دیئے ان کی رہنمائی کی اور کسی طرح ان کی علمی امداد سے دریغ نہ کیا۔

البتہ اس مدت میں آپ اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت اور اسلام کے حقیقی احکام وقوانین کو عام کرنے اور مکمل انسانی فضائل سے آراستہ افراد کی تربیت میں مصروف رہے۔

۳۵ھ میں عثمان اپنی حکومت کے خلاف بعض مسلمانوں کے اعتراضات کے نتیجہ میں قتل ہو گئے تو مسلمانوں نے انتہائی جوش وخروش کے ساتھ اپنے اختیار سے مولائے کائنات حضرت علیؑ کی بیعت کی اور خلافت وامامت کے کے لئے آپ کو منتخب کرلیا۔(۱)

اس کے بعد سے خلافت کو اس کی حقیقی منزل مل گئی اور یہ امید کی جانے لگی کہ حضرت علیؑ کی رہبری اور پیغمبر اسلامؐ کے مخلص اصحاب کی مدد سے گذشتہ ادوار کی کوتاہیوں کی تلافی بھی ہو جائے گی اور پیغمبر اسلامؐ کے اصلی مقاصد کو بھی آگے بڑھایا جاسکے گا لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوسکا. بلکہ ان سے وہ خود غرض مطلب پرست اور ناحق مطالبات منوانے والے افراد جو گذشتہ ادوار میں ان چیزوں کے عادی ہو چکے تھے مولائے کائنات کی عدالت پسندی اور بے اہمیت دیئے جانے کے خلاف آپ کے اقدامات کو برداشت نہ کرسکے ایسے لوگ آپ کی بیعت کرنے کے باوجود آپ کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے جس کے نتیجہ میں آپ کی نئی قائم ہونے والی حکومت کو تین تین جنگوں کا سامنا کرنا پڑا آپ کے سامنے ان تھوپی ہوئی داخلی جنگوں کے مقابلہ میں دفاع اور فتنہ کو ختم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عدل الٰہی کے مظہر مولائے کائناتؑ کو اتنا موقع نہ مل سکا کہ اسلامی تعلیمات اور سیرت رسولؐ کے مطابق حکومت کو اس کی صحیح راہ پر گامزن کرسکیں اور ہر طرح کی اونچ نیچ، پارٹی بازی اور لوگوں کو بے جا سر چڑھانے کی رسم کا خاتمہ کر کے سماج کے مختلف طبقوں کے درمیان پائے جانے والے فاصلوں کو کم کرسکیں تا کہ سماج کے کمزور اور مستضعف لوگوں کے حقوق کی رعایت ہو سکے۔

آخر کار عدالت پسندی کے جرم میں نفاق کے ایک کارندے کے ہاتھوں عین محراب عبادت میں آپ کو شہید کر دیا گیا اور عدل وانصاف، مساوات اور امید کی کرن کو باقی رکھنے والی خوبصورت آواز ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی۔

ان تینوں بے موقع اور تباہ کن جنگوں پر تحقیقی وتفصیلی نظر ڈالنے کے لئے زیادہ تفصیل کی ضرورت ہے جو اس مختصر کتاب کی وسعت سے باہر ہے صاحبان مطالعہ تاریخ کی کتابوں کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔

---

(۱) تذکرۃ الخواص، ص ۵۶

دلائل امامت

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امامت کی دلیلوں کو دو حصوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے:

پہلی قسم: وہ عام دلیلیں جن سے ہر امام کی امامت ثابت کرنے کے لئے استفادہ کیا جا سکتا ہے لٰہذا یہاں دوبارہ ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسری قسم: خاص دلیلیں یعنی وہ مخصوص دلیلیں جو ہر امام نے اپنے بعد والے امام کے لئے بیان کی ہیں ہم یہاں پر ائمہ معصومین علیہم السلام نیز مولائے کائنات کے حالات کے ذیل میں صرف اسی قسم کی دلیلوں کو ذکر کریں گے۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی رسالت کے زمانے میں ہی مولائے کائناتؑ کی امامت اور خلافت کے لئے ماحول فراہم کرنا شروع کر دیا تھا آپ بارہا مولائے کائناتؑ کے فضائل و کمالات کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے اور ان کی امامت و خلافت سے آگاہ فرماتے رہتے تھے اپنے اصحاب کو ان کی پیروی کی تاکید فرماتے تھے اور آخر کار حجۃ الوداع میں علی الاعلان با قاعدہ ان کو منصب امامت و خلافت پر فائز فرما کر اس کا اعلان کر دیا تھا. اس سے پہلے چونکہ اس قسم کی بعض احادیث کا تذکرہ کیا جا چکا ہے لٰہذا ان کی تکرار کی ضرورت نہیں ہے، دلچسپی رکھنے والے افراد گذشتہ مطالب اور اس موضوع سے متعلق دوسری کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

مولائے کائناتؑ کے فضائل و کمالات

حدیث، تاریخ اور سیرت کی کتابوں کے مطابق حضرت علیؑ تمام انسانی فضائل و کمالات کا مجموعہ اور ایک مکمل انسان تھے آپ کی ذات میں تمام فضائل و کمالات اپنی اعلیٰ منزل پر پائے جاتے تھے اور آپ ہر قسم کے عیب اور برائی سے پاک اور منزہ تھے۔

آپ کے فضائل و کمالات کے بیان پر دشمنوں کی طرف سے پابندی اور سالہا سال منبروں پر آپ کو برا بھلا کہے جانے، آپ پر لعنت بھیجنے نیز آپ کے چاہنے والوں کی طرف سے بھی دشمنوں

کے خوف سے فضائل وکمالات بیان نہ ہونے کے باوجود آج بھی شیعہ اورسنی دونوں فرقوں کی کتابیں آپ کے فضائل وکمالات سے بھری پڑی ہیں۔

محمد ابن منصور طوسی کا بیان ہے کہ میں نے احمد ابن حنبل سے سنا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ جتنے فضائل حضرت علیؑ کے لئے ذکر ہوئے ہیں کسی صحابی کے لئے ذکر نہیں ہوئے۔(۱)

اصبغ ابن نباتہ کہتے ہیں: ضرار ابن ضمرہ معاویہ ابن ابی سفیان کے پاس گئے معاویہ نے ان سے کہا: کہ میرے سامنے علیؑ کے بارے میں کچھ بیان کرو؟

انھوں نے کہا: مجھے اس سے معاف رکھو معاویہ نے کہا نہیں تمہیں بیان کرنا پڑے گا۔

ضرار نے بیان کرنا شروع کیا خدا علیؑ پر رحمت نازل کرے وہ جب ہمارے درمیان تھے تو ہماری ہی طرح زندگی بسر کرتے تھے ہم جب ان کے پاس جاتے تھے تو ہمیں اپنے قریب بٹھاتے تھے اگر ہم کوئی سوال کرتے تھے تو جواب دیتے تھے ہم جب ان کی زیارت کے لئے جاتے تھے تو ہمیں اپنے پاس بلاتے تھے ان کے یہاں کوئی حاجب یا دربان نہیں ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود ان کی ہیبت کا عالم یہ ہوتا تھا کہ ہم ان سے بات نہیں کرسکتے تھے ان کا تبسم برابر سے چنے ہوئے موتیوں جیسا ہوتا تھا۔

معاویہ نے کہا: اور بیان کرو۔

ضرار نے کہا: خدا علیؑ پر رحمت نازل کرے خدا کی قسم ان کا راتوں میں جاگنا زیادہ اور نیند بہت مختصر ہوتی تھی وہ دن رات قرآن کی تلاوت فرماتے تھے اپنے دل کو خدا کے حوالہ سمجھتے تھے اور اپنے آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھوں کے ساتھ اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے، ان کے لئے پردے نہیں ڈالے جاتے تھے ان سے ملاقات پر پابندی نہیں لگائی جاتی تھی اور وہ آرام کے لئے کسی بھی نشست میں تکیہ دیکر نہیں بیٹھتے تھے اور اس کو مشکل بھی نہیں سمجھتے تھے۔

اے معاویہ! کاش تو نے علیؑ کو رات کی تاریکی میں دیکھا ہوتا وہ اپنے ہاتھ سے اپنی ڈاڑھی پکڑ کر سانپ کے کاٹے ہوئے شخص کی طرح تڑپتے تھے گریہ کرتے تھے اور فرماتے تھے: اے دنیا تو نے میری طرف رخ کیا ہے دور ہو جا دور ہو جا مجھے تیری ضرورت نہیں ہے میں نے تجھے تین طلاقیں دے

(۱) ترجمۃ الامام علی ابن ابی طالبؑ، ج۳، ص۶۳

رکھی ہیں اس کے بعد آپ فرماتے تھے آہ، آہ! سفر کی دوری اور زاد راہ کی کمی اور راستہ کی سختیاں
اصبغ ابن نباتہ کہتے ہیں معاویہ نے یہ سن کر گریہ کیا اور کہا بس کرو اے ضرار خدا کی قسم علی ایسے ہی تھے خدا ابوالحسن پر رحمت نازل کرے۔(۱)

سعید ابن کلثوم کا بیان ہے:

میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں تھا حضرت علی ابن ابیطالبؑ کی بات نکل آئی تو آپ نے ان کی بہت تعریف وتمجید کی اور فرمایا: خدا کی قسم علی ابن ابی طالبؑ نے پوری زندگی میں حرام لقمہ نہیں تناول فرمایا۔

اگر آپ کے سامنے دو مباح کام ہوتے تھے تو ان میں سے جو آپ کے دین کے لئے بہتر ہوتا تھا اس کو انجام دیتے تھے .پیغمبر اسلامؐ کو جب بھی کوئی سخت مشکل درپیش ہوتی تھی تو فوراً علیؑ کو یاد فرماتے تھے اس لئے کہ آنحضرتؐ کو ان پر اعتماد تھا علیؑ کے علاوہ پیغمبر اسلامؐ کا کام انجام دینے کی طاقت کسی اور میں نہیں تھی آپ کا عمل ایسا ہوتا تھا کہ گویا جنت اور جہنم کے بیچ میں ہیں وہ ہمیشہ جنت کی امید لگائے رہتے تھے اور دوزخ کی آگ سے ڈرتے تھے پوری زندگی میں اپنے ذاتی سرمایہ سے جسے آپ نے اپنی محنت سے حاصل کیا تھا ایک ہزار غلام راہ خدا میں آزاد کئے آپ کا اور آپ کے گھر والوں کا کھانا صرف زیتون، سرکہ اور خرما ہوتا تھا اور آپ کا لباس صرف سوتی تھا۔(۲)

حضرت علیؑ کا علم

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کو خداوند عالم کی طرف سے یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ دین

(۱) بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۱۴

(۲) بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۱۱۰، سعید بن کلثوم، قال: کنت عند الصادق جعفر بن محمدؑ فذکر امیر المومنینؑ فاطراه و مدحه بما هو اهله، ثم قال: والله ما اکل علی ابن ابی طالب من الدنیا حراما قط حتی ینتهی سبیله، و ما عرض له امر قط هما لله رضا الا اخذ بأشد هما علیه فی دینه. و مانزلت برسول الله نازلة قط الا دعاه ثقة به و ما اطاق عمل رسول اللهؐ من هذه الامة غیره. و ان کان لیعمل عمل رجل کان وجهه بین الجنة و انار یرجوا ثواب هذاه و یخاف عقاب هذه. و لقد اعتق من ماله الف مملوك فی طلب وجه الله و النجاة من النار مما کد بیدیه و رشح منه جبینه. و ان کان لیقوت اهله الزیت و الخل و العجوة. و مان کان لباسه الا الکرابیس۔

سے متعلق تمام علوم اور تمام احکام وقوانین مولائے کائنات حضرت علیؑ کو تعلیم فرمادیں پیغمبر اسلامؐ اپنی رسالت کے زمانے میں برابر اپنی اس ذمہ داری پر عمل کرتے رہے اور مولائے کائناتؑ بھی خداوند عالم کے لطف وکرم اور پیغمبر اسلامؐ کی نگرانی میں تمام تعلیمات کو محفوظ کرتے رہے اس کے علاوہ پیغمبر اسلامؐ کی تاکید کے مطابق بعد میں آنے والے ائمہ معصومینؑ کے لئے انھیں لکھتے بھی رہے اس طرح بہت سی کتابیں تیار ہوگئیں جس کے نتیجہ میں مولائے کائنات حضرت علیؑ کو علوم نبوت کے خزانہ کے نام سے یاد کیا جاسکتا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے بارہا مولائے کائناتؑ کے علمی مراتب کی تعریف وتمجید فرمائی آپ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں جو علم حاصل کرنا چاہے اسے چاہئے کہ دروازہ سے داخل ہو۔(۱)

پیغمبر اسلامؐ کے صحابہ بھی مولائے کائناتؑ کی علمی منزلت خاص طور پر قضاوت کے سلسلہ میں آپ کی صلاحیتوں کے معترف تھے ابو ہریرہ نے عمر ابن خطاب سے نقل کیا ہے کہ قضاوت کے معاملہ میں علیؑ سب سے زیادہ صاحب علم ہیں۔ (۲)

سعید ابن مسیّب کا بیان ہے کہ عمر ہمیشہ ایسے مشکل مسائل سے خدا سے پناہ مانگتے تھے جس میں ابوالحسن علی ابن ابی طالبؑ نہ ہوں۔(۳)

علقمہ نے عبد اللہ سے نقل کیا ہے: وہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے درمیان یہ گفتگو ہوتی تھی کہ قضاوت کے معاملہ میں حضرت علیؑ تمام اہل مدینہ سے زیادہ صاحب علم ہیں۔ (۴)

ابان بن عیاش کا بیان ہے: میں نے حسن بصری سے حضرت علیؑ کے بارے میں سوال کیا تو ان کا کہنا تھا میں ان کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں؟

---

(۱) مناقب خوارزمی، ص۴۰، المستدرک حاکم نیشابوری، ج ۳، ص ۱۲۷، قال رسول اللهؐ: انا مدينة العلم و علی بابها. فمن اراد العلم فليات الباب۔

(۲) طبقات ابن سعد، ج۲، ص۳۳۹، ابو هريره قال: قال عمر بن الخطاب: علی اقضانا۔

(۳) طبقات ابن سعد، ج۲، ص۳۳۹، سعيد بن المسيب، قال: كان عمر يتعوذ بالله من معضلة ليس فيها ابو حسن۔

(۴) طبقات ابن سعد، ج۲، ص۳۳۸، علقمه عن عبد الله. قال: كنا نتحدث ان من اقضى اهل المدينه ابن ابی طالبؑ۔

وہ اسلام قبول کرنے میں سب پر سبقت رکھتے ہیں ان کا فضل، علم فقہ اوران کی رائے کسی سے پوشیدہ نہیں ہے وہ ہمیشہ پیغمبر اسلاؐم کے مددگار رہتے تھےان کی شجاعت، زہداور مسائل قضاوت سے واقفیت اور پیغمبر اسلاؐم کے ساتھ ان کی قرابت داری کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔(۱)

ابن عباس کہتے ہیں: پیغمبر اسلاؐم کا علم خدا کے علم سے ہے اور علی کا علم، علم پیغمبرؐ سے اور میرا علم علیؑ کے علم سے ہے میرا اور تمام اصحاب کا علم، علیؑ کے علم کے مقابلہ میں سات سمندروں کے مقابلہ میں ایک قطرہ سے زیادہ نہیں ہے۔(۲)

ابن عباس بیان کرتے ہیں: کہ اگر کوئی معتبر شخص حضرت علیؑ سے کوئی فتویٰ نقل کرتا تھا تو ہم اس کی بات نہیں کاٹتے تھے۔(۳)

اذینہ عبدی کا بیان ہے: میں نے عمر سے سوال کیا کہ عمرہ کے لئے کہاں سے احرام باندھوں تو انھوں نے کہا: علیؑ سے پوچھ لو۔(۴)

ابوحازم کا بیان ہے: کہ ایک شخص معاویہ کے پاس آیا اوراس سے ایک مسئلہ پوچھا معاویہ نے جواب میں کہا: علیؑ سے پوچھ لو. بیشک وہ ہم سب سے اعلم ہیں اس شخص نے کہا تمہارا جواب ہمارے لئے علیؑ کے جواب سے بہتر ہے. معاویہ نے کہا: تم نے غلط کہا تم ایسے شخص کی بات سے ناپسندیدگی ظاہر کررہے جس کو پیغمبر اسلاؐم نے اپنے علوم کا خزانہ قرار دیا ہے اوران سے فرمایا ہے تم ہمارے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر آنے والا نہیں ہے عمر مشکل مسائل کے حل کے لئے ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔(۵)

---

(۱) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج۴، ص۹۶

(۲) ینابیع المودۃ، ص۸۰، قال ابن عباس: علم النبیؐ من علم اللّٰہ و علم علی من علم النبیؐ و علمی من علم علی، و ما علمی و علم الصحابه فی علم علی الا کقطرۃ فی سبعة ابحر.

(۳) طبقات ابن سعد، ج۲، ص۳۳۸، ابن عباس قال: اذا حدثنا ثقة عن علی فتیا لانعدوھا.

(۴)۔ ذخائر العقبیٰ، ص۷۹

(۵) ذخائر العقبیٰ، ص۷۹

تمام علوم کا سرچشمہ

ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح میں مولائے کائناتؑ کے فضائل وکمالات اور آپ کے علم کے بارے میں ایک دلچسپ بحث کی ہے جس کا تذکرہ یہاں مناسب ہے۔

ابن ابی الحدید آپ کے علم کے بارے میں اس طرح تحریر کرتے ہیں:

علی ابن ابیطالبؑ تمام علوم کا سرچشمہ ہیں تمام علوم انھیں تک پہونچتے ہیں اور وہ تمام علماء کے سردار ہیں۔

ان علوم میں سے ایک علم جوان میں سب سے اشرف ہے علم الٰہی یعنی علم مبداء اور معاد ہے جو آپ ہی کے بیانات سے لیا گیا ہے۔

معتزلہ نے اپنا علم واصل ابن عطا سے لیا ہے وہ ابو ہاشم کا شاگرد تھا ابو ہاشم محمد حنفیہ کے شاگرد تھے اور انھوں نے یہ علم اپنے والد ماجد علی ابن ابی طالبؑ سے حاصل کیا تھا۔

اشاعرہ اسماعیل ابن ابی بشر اشعری کی طرف منسوب ہیں جو ابوعلی جبائی کے شاگرد تھے اور ابوعلی جبائی معتزلہ کے بزرگوں میں ہیں لہٰذا اشاعرہ بھی آخر کار علی ابن ابی طالبؑ ہی تک پہونچتے ہیں۔

اس کے علاوہ امامیہ اور زیدیہ کا علی ابن ابی طالبؑ سے منسوب ہونا انتہائی واضح ہے۔

حضرت علیؑ علم فقہ کا سرچشمہ ہیں تمام فقہا آپ ہی کے خوان علم کے نمک خوار ہیں اور سب آپ ہی کی فقہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ابوحنیفہ کے اصحاب جیسے یوسف، محمد اور دوسرے افراد فقہ میں ابوحنیفہ کے شاگرد تھے شافعی نے علم فقہ محمد ابن حسن سے سیکھا ہے لہٰذا فقہ شافعی بھی آخر کار ابوحنیفہ ہی تک پہونچتی ہے۔

احمد ابن حنبل بھی شافعی کے شاگرد تھے اس طرح ان کی فقہ بھی شافعی تک پہونچتی ہے۔

ابوحنیفہ نے بھی اپنی فقہ میں محمد ابن جعفر صادقؑ سے استفادہ کیا ہے اور امام جعفر صادقؑ نے اپنے علم کو اپنے والد ماجد سے حاصل کیا ہے اور اس طرح یہ علم بھی مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ تک ہی پہونچتا ہے۔

مالک ابن انس بھی ربیعۃ الرای کے شاگرد تھے ربیعہ عکرمہ کے شاگرد تھے عکرمہ عبداللہ ابن عباس

کے شاگرد تھے اور عبداللہ ابن عباس مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے شاگرد تھے۔
اور شیعوں کے نزدیک مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کا مرکز فقہ ہونا انتہائی واضح ہے۔
عمر ابن خطاب اور عبداللہ ابن عباس فقہا میں سے تھے جب کہ دونوں نے اپنے علوم حضرت علیؑ سے حاصل کئے تھے۔
ابن عباس حضرت علیؑ کے شاگرد تھے یہ بھی واضح ہے اور اس کے لئے بھی کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے اور عمر کے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ وہ بہت سے مسائل و مشکلات حل کرانے کے لئے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس سلسلہ میں کہتے تھے: "لولا علی لهلك عمر" اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتے۔
اسی طرح کہتے تھے "لأبقيت لموضعة ليس لها ابو الحسن" میں کسی ایسی مشکل میں مبتلا نہ ہوں جس کو حل کرنے کے لئے ابوالحسن موجود نہ ہوں۔ اسی طرح ان کا کہنا تھا "لايفتين احد فی المسجد و علی حاضر" مسجد میں علی کی موجودگی کے وقت کسی کو فتویٰ دینے کا حق نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا علم بھی حضرت علیؑ تک پہونچتا ہے۔
علماء اہل سنت اور شیعہ دونوں نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:
"اقضاكم علی" تم میں سب سے زیادہ قضاوت کے اہل حضرت علیؑ ہیں اور قضاوت علم فقہ ہی ہے لہٰذا حضرت علیؑ سب سے افقہ تھے اسی طرح علماء اہل سنت اور شیعہ دونوں نے روایت کی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے جب مولائے کائنات حضرت علیؑ کو یمن کی طرف قضاوت کے لئے بھیجا تو آپ کے لئے یہ دعا فرمائی: "اللّٰهم اهد قلبه و ثبت لسانه"
حضرت علیؑ نے فرمایا: اس دعا کے بعد مجھے کسی بھی فیصلہ میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہوا۔
علم تفسیر بھی حضرت علیؑ تک ہی پہونچتا ہے اگر تفسیر کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ علم تفسیر سے متعلق اکثر مطالب آپ یا آپ کے شاگرد ابن عباس سے نقل ہوئے ہیں۔
ابن عباس سے پوچھا گیا کہ تمہارے علم کی علی کے علم سے کیا نسبت ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا جو نسبت بارش کے ایک قطرہ کو ایک عظیم سمندر سے ہوتی ہے علم طریقت وعرفان بھی حضرت علیؑ تک ہی پہونچتا ہے تمام اسلامی ممالک میں اس فن کے ماہرین اپنے کو آپ ہی کی ذات سے وابستہ

سمجھتے ہیں جیسا کہ شبلی، جنید یزید بسطامی، ابو محفوظ کرخی نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے اور اپنے کو آپ کی طرف منسوب قرار دیا ہے علم نحو اور عربی بھی حضرت علیؑ کی طرف منسوب ہے حضرت علیؑ ہی نے اس علم کے قواعد وضوابط ابو الاسود دوئلی کو تعلیم فرمائے تھے اور ان سے فرمایا تھا کہ کلام کی تین قسمیں ہیں اسم، فعل حرف اور فرمایا تھا کہ اسم یا معرفہ ہے یا نکرہ، اسی طرح آپ نے فرمایا: اعراب کی چار قسمیں ہیں: رفع، نصب، جر، جزم۔

مولائے کائناتؑ کا یہ کلام معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے کہ تمام کلمات کا شمار کرنا ایک عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔(۱)

حضرت علیؑ کی علمی منزلت کی مزید معرفت کے لئے کتاب نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے علماء ومفکرین کے مطابق قرآن مجید کے بعد یہ کتاب علمی مطالب سے پر ایک عظیم کتاب ہے اسی طرح مختلف علوم وفنون سے متعلق آپ کی سینکڑوں بلکہ ہزاروں احادیث کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے، جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

حضرت علیؑ کی عبادت

حضرت علیؑ عبادت کی مقدار اور اس کی کیفیت یعنی عبادت میں اخلاص حضور قلب اور جلوۂ الٰہی کے مشاہدہ ہر اعتبار سے اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گذار تھے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں: کچھ لوگ ثواب اور خیر کی امید پر خدا کی عبادت کرتے ہیں یہ عاجزوں کی عبادت ہے اور کچھ لوگ عذاب کے ڈر سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے کچھ لوگ خدا کی نعمتوں پر شکر کے لئے اس کی عبادت کرتے ہیں یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے۔(۲)

ایک دوسری حدیث میں آپ ارشاد فرماتے ہیں خدایا میں عذاب کے خوف یا ثواب کی لالچ

۱۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج۱، ص۲۰۔۱۷

۲۔ بحار الانوار، ج۴۱، ص۱۴، قال امیر المومنینؑ: ان قوما عبدوا اللّٰہ رغبۃ فتلک عبادۃ التجار، و ان قوما عبدوا اللّٰہ رھبۃ فتلک عبادۃ العبید، و ان قوما عبدوا اللّٰہ شکراً فتلک عبادۃ الاحرار.

میں تیری عبادت نہیں کرتا بلکہ تجھے لائق عبادت سمجھتا ہوں اس لئے تیری عبادت کرتا ہوں۔ (۱)

ایک شخص نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے سوال کیا، کیا آپ نے اپنے خدا کو دیکھا ہے جو اس کی عبادت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر میں نے جس خدا کو نہیں دیکھا اس کی عبادت نہیں کرتا سوال کرنے والے نے عرض کیا: آپ نے اس کو کیسے دیکھا؟۔

آپ نے جواب دیا: کہ یہ ظاہری آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں بلکہ دل کی نگاہیں ایمان کی حقیقت کے ساتھ اس کا مشاہدہ کرتی ہیں۔ (۲)

قشیری نے تحریر کیا ہے: جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا اور آپ کے بدن میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا آپ سے سوال کیا گیا ایسا کیوں ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا: اس لئے کہ یہ ایسی امانت کی ادائیگی کا وقت ہوتا ہے جس کو خداوند عالم نے زمین، آسمان، پہاڑ، دریا سب کے سامنے پیش کیا. اور وہ اس کو برداشت نہ کر سکے لیکن اس کمزور انسان نے اس کو قبول کر لیا میرے خوف کی وجہ یہ ہے کہ کیا میں واقعی اس امانت کو ادا کر سکا ہوں یا نہیں؟ (۳)

امام زین العابدینؑ اس کتاب کو جس میں حضرت علیؑ کی عبادتوں کا تذکرہ تھا، دیکھا کرتے تھے اور پھر اس کو زمین پر رکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ کون ہے جس میں علی ابن ابی طالبؑ جیسی عبادت کی طاقت پائی جاتی ہو؟ (۴)

ابن عباس کا بیان ہے: پیغمبر اسلامؐ کو دو اونٹ ہدیہ کئے گئے آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

---

(۱) بحار الانوار، قال علیؑ: الهی! ما عبدتك خوفا من عقابك و لاطمعا فی ثوابك و لكن وجدتك اهلا للعبادة فعبدتك.

(۲) بحار الانوار، ص ۱۶، جاء حبر الی امیر المومنینؑ، فقال: یا امیر المومنین! هل رایت ربك حین عبدته؟ فقال: ویلك! ما كنت اعبد ربا لم اره. قال: و كیف رایته؟ قال: ویلك! لاتدركه العیون فی مشاهدة الابصار و لكن راته القلوب بحقائق الایمان.

(۳) بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۱۷، (نقلا عن تفسیر القشیری) كان علی اذا حضر وقت الصلاة تلون و تزلزل. فقیل له: مالك؟ فیقول: جاء وقت امانة عرضها اللّٰه تعالی علی السماوات و الارض و الجبال فابین ان یحملنها و حملها الانسان فی ضعف فلا ادری احسن اذا ما عملت ام لا.

(۴) بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۱۷، اخذ زین العابدین بعض صحف عبادة علی فقرأ فیها یسیرا ثم تركها من یده تضجراً و قال: من یقوی علی عبادة علی ابن ابی طالبؑ.

کہ ان دونوں اونٹوں میں سے ایک اونٹ اس شخص کو دوں گا جو حضور قلب کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرے اور نماز کی حالت میں دنیاوی کاموں کی طرف بالکل توجہ نہ کرے اس سلسلہ میں حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی اور سامنے نہ آسکا پیغمبر اسلامؐ نے دونوں اونٹ آپ کو عطا کر دیئے۔(۱)

حبہ عرنی بیان کرتے ہیں: ایک دن میں اور نوف، دار الامارہ کے صحن میں سو رہے تھے امیر المومنینؑ کو دیکھا کہ ایک پریشان حال شخص کی طرح اپنے ہاتھ دیوار پر ٹیکے ہیں اور فرما رہے ہیں: ﴿ان فی خلق السماوات والارض...﴾ مذکورہ آیات کی تکرار کرتے ہوئے بے حال لوگوں کی طرح چل رہے ہیں آپ نے مجھ سے پوچھا اے حبہ سو رہے ہو یا بیدار ہو میں نے عرض کیا مولا میں بیدار ہوں، مولا جب آپ ایسا کر رہے ہیں تو ہم لوگوں کا کیا ہوگا؟۔

آپ نے رونا شروع کر دیا اور فرمایا: اے حبہ خداوند عالم میری اور تمہاری رگ گردن سے بھی زیادہ نزدیک ہے ہمیں کوئی چیز بھی خدا سے چھپا نہیں سکتی۔

اس کے بعد آپ نے نوف سے فرمایا: سو رہے یا جاگ رہے ہو؟

نوف نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ میں سو نہیں رہا ہوں. آپ نے اس شب میں ہمیں رلا دیا۔

تو آپ نے فرمایا: اگر اس رات کی تاریکی میں خوف خدا سے گریہ کرو تو قیامت کے دن تمہاری آنکھیں روشن رہیں گی۔

اے نوف جو بھی خوف خدا میں آنسو بہائے گا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اے نوف جو خوف خدا میں گریہ کرے گا اور اس کی محبت اور دشمنی خدا کے لئے ہوگی کوئی بھی اس کے مرتبہ تک نہیں پہونچ سکے گا۔

اے نوف جس کی محبت خدا کے لئے ہوگی وہ اس محبت پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دے گا۔

اور جس کی دشمنی خدا کے لئے ہوگی وہ اس دشمنی میں اپنے ذاتی مفاد کی پرواہ نہیں کرے گا اس طرح تم اپنے ایمان کی حقیقت کو کامل کر سکتے ہو۔

اس کے بعد آپ نے ان دونوں افراد کو موعظہ فرمایا. اور آخر میں فرمایا: خدا سے ڈرو اس کے

(۱) بحار الانوار، ج۴۱، ص۱۸، عن ابی عباس، قال: اھدی الی رسول اللّٰہ ناقتان عظیمتان فجعل احداھما لمن یصلی رکعتین لایھم فیھما بشیء من امر الدنیا. و لم یجبه احد سوی علی فاعطاہ کلتیھما.

بعد آپ چلے اور پھر فرمایا: کہ خدایا مجھے نہیں معلوم کہ تو نے مجھ سے روگردانی کی ہے یا مجھ پر مہربان ہے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس طویل نیند اور تھوڑے سے شکر کے ساتھ میرا کیا حال ہوگا۔

حبہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم حضرت علیؑ طلوع فجر تک اسی حالت میں رہے۔ (۱)

معاویہ نے ضرار ابن ضمرہ سے کہا: میرے سامنے علیؑ کے بارے میں کچھ بیان کرو؟

تو انھوں نے کہا: میں نے علیؑ کو بعض جگہوں پر دیکھا کہ رات کی تاریکی میں محراب عبادت میں کھڑے ہیں اپنی ڈاڑھی اپنے ہاتھ سے پکڑے ہیں اور سانپ کے کاٹے ہوئے انسان کی طرح تڑپ تڑپ کر زاروقطار رو رہے ہیں اور فرما رہے ہیں اے دنیا مجھ سے دور ہو جا تو میری طرف آ رہی ہے؟ تیری یہ اوقات نہیں ہے دور ہو جا میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دے. مجھے تیری ضرورت نہیں ہے میں نے تجھے تین طلاقیں دی ہیں. تیری عمر مختصر اور تیری قیمت کم ہے اور تیرے سلسلہ میں میری آرزو اور محبت مختصر ہے آہ زاد راہ کی کمی اور طولانی سفر عظیم منزل اور اس منزل کی سختیاں۔ (۲)

حضرت علیؑ کا زہد

زہد کے معنی دنیاوی امور جیسے مال وثروت مقام ومنصب اور بیوی بچوں میں دل نہ لگا بیٹھنا.

حضرت علیؑ سب سے بڑے زاہد تھے حسن ابن صالح کا بیان ہے کہ عمر ابن عبد العزیز کے سامنے زہاد کی بات نکل آئی. ہر شخص نے کسی نہ کسی کے زہد کا تذکرہ کیا عمر ابن عبد العزیز نے کہا کہ دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ زاہد حضرت علی ابن ابی طالبؑ تھے۔ (۳)

سفیان کا بیان ہے: حضرت علیؑ نے پوری زندگی میں اینٹ پر اینٹ نہ رکھی. اور چھت نہیں بنائی آپ کے کھانے کا سامان بھی مدینہ سے آتا تھا۔ (۴)

ابن عباس کا بیان ہے: حضرت علیؑ نے اپنی خلافت کے زمانے میں تین درہم کا پیراہن خرید کر پہنا۔ (۵)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۲۲
(۲) بحار الانوار، ج ۴۰، ص ۳۴۵
(۳) ترجمۃ الامام علی ابن ابی طالب، ج ۳، ص ۲۰۲
(۴) ترجمۃ الامام علی ابن ابی طالب، ج ۳، ص ۱۸۸
(۵) ترجمۃ الامام علی ابن ابی طالب، ج ۳، ص ۱۹۱

اصبغ، بیان کرتے ہیں: حضرت علیؑ لباس خریدنے کے لئے بازار گئے اور دو لباس خریدے ایک تین درہم میں اور دوسرا دو درہم میں. اور اپنے غلام قنبر سے فرمایا: تین درہم والا لباس تم پہنو اور دو درہم والا میرے لئے رہنے دو۔

قنبر نے عرض کیا: مولا تین درہم والا لباس آپ کے لئے مناسب ہے. اس لئے کہ آپ منبر پر جاتے ہیں اور لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہیں۔

آپ نے جواب میں فرمایا: تم جوان ہو اور تمہارے لئے یہ لباس بہتر ہے مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میرا لباس تم سے بہتر ہو۔(۱)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: مولائے کائنات کھانا کھانے میں رسول خداؐ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے خود سرکہ روٹی اور زیتون کھاتے تھے اور لوگوں کو گوشت کھلاتے تھے۔(۲)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: حضرت علیؑ کے لئے کھانا لایا گیا جو خرما کشمش اور اصلی گھی سے بنا ہوا تھا. آپ نے اس کو کھانے سے انکار کر دیا۔

لوگوں نے عرض کیا: کیا آپ اس قسم کی غذا کو حرام سمجھتے ہیں۔

تو آپ نے فرمایا: نہیں، حرام نہیں ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہیں مجھے ایسے کھانے کا شوق اور اس کی عادت نہ ہو جائے اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی. ﴿**اذهبتم طيباتكم في حياتكم الدنيا**﴾(۳)

سوید ابن غفلہ کا بیان ہے: ایک مرتبہ عید کے دن میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کا دستر خوان بچھا تھا اور اس پر گیہوں کی کالی روٹی اور حریرہ کا ایک پیالہ رکھا تھا جسے چمچ سے کھایا جاتا تھا میں نے عرض کیا: مولا عید کا دن ہے اور حریرہ کھا رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا: عید اس شخص کی ہے جس کے گناہ بخش دیئے گئے ہوں۔(۴)

---

(۱) بحار الانوار، ج۴۰، ص۳۲۴

(۲) بحار الانوار، ج۴۰، ص۳۳۰

(۳) الغارات، ج۱، ص۹۰

(۴) بحار الانوار، ج۴۰، ص۳۲۶

زاہد حکمراں

مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ اپنی ذاتی زندگی میں زاہد ہونے کے ساتھ ساتھ زہد کو حکام کے لئے بھی ضروری سمجھتے تھے اور فرماتے تھے خداوند عالم نے مجھے لوگوں کا امام اور رہبر قرار دیا ہے اور میرے اوپر لازم کیا ہے کہ کھانے پینے اور لباس پہننے میں غرباء اور فقراء جیسی زندگی بسر کروں تاکہ غرباء اور فقراء میرے فقر کی اقتدا کرسکیں اور ثروت مند سرکشی اور بغاوت نہ کریں۔(۱)

حضرت علیؑ نے موٹا اور کھردرا لباس پہن رکھا تھا جس کو آپ نے پانچ درہم میں خریدا تھا اس لباس میں پیوند تھا آپ سے عرض کیا گیا اے امیر المومنین آپ نے یہ کیسا لباس پہن رکھا ہے۔

آپ نے فرمایا: یہ وہ لباس ہے مومنین جس کی اقتدا کرتے ہیں یہ لباس خشوع قلب اور تواضع کا سبب بنتا ہے انسان کو منزل تک پہونچا دیتا ہے، صالحین کے عمل سے مشابہ ہے اس کے ذریعہ تکبر پیدا نہیں ہوتا، کتنا اچھا ہوتا اگر تمام مسلمان بھی ایسا ہی کرنے لگیں۔(۲)

حضرت علیؑ نے ایک خط میں عثمان ابن حنیف کو اس طرح لکھا کہ ہر ماموم کا ایک امام ہوتا ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے اور اس کے علم کی روشنی سے فائدہ اٹھاتا ہے آگاہ ہوجاؤ کہ تمہارے امام نے اس دنیا سے لباس میں صرف دو بوسیدہ کپڑوں اور کھانے میں دو روٹیوں پر قناعت کی ہے لیکن اگر تمہارے اندر اتنے پر اکتفا کرنے کی طاقت نہیں ہے تو کم از کم گناہوں سے پرہیز، نفس سے جہاد اور عفت و پاکدامنی کے ذریعہ میری مدد کرو۔

خدا کی قسم میں نے تمہاری دنیا سے مال و زر جمع نہیں کیا ہے اور اپنے بوسیدہ لباس پر کسی نئے لباس کا اضافہ نہیں کیا ہے. کیا میں اسی پر خوش رہوں کہ مجھے امیر المومنین کہا جائے لیکن زندگی کی سختیوں میں لوگوں کے ساتھ شریک نہ رہوں اور مشکلات برداشت کرنے میں ان کے لئے نمونہ نہ بنوں مجھے اس لئے نہیں پیدا کیا گیا کہ بہترین کھانے کھاؤں ان بندھے ہوئے چوپایوں کی طرح

(۱) بحار الانوار، ج ۴۰، ص ۳۲۶

(۲) بحار الانوار، ج ۴۰، ص ۳۲۳

جنھیں کھانے کے علاوہ کوئی اور فکر نہیں ہوتی یا آزاد حیوانات کی طرح جو چرنے میں مصروف رہتے ہوں اور انھیں اپنے مستقبل کی کوئی فکر نہ ہو۔(۱)

اسی خط میں ایک اور جگہ آپ نے تحریر فرمایا: اگر میں چاہوں تو یہ جان سکتا ہوں صاف ستھرے شہد، بغیر چھلکے کے گندم اور ریشمی لباس مہیا کرنے کا طریقہ کیا ہے لیکن خدا نہ کرے ہوائے نفس مجھ پر غلبہ کرے اور حرص و طمع مجھے اپنا شکار بنا کر طرح طرح کے کھانوں کا عادی بنا دے جب کہ ممکن ہے حجاز یا یمامہ میں کوئی ایسا شخص ہو جسے ایک روٹی تک کی امید نہ ہو اور وہ کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھاتا ہو یا میں سیر ہو کر سو جاؤں جب کہ میرے اطراف میں بھوکے پیٹ پیاس سے جاں بلب کلیجے موجود ہوں۔(۲)

مالدار زاہد

مولائے کائناتؑ کے زہد کے بارے میں سننے کے بعد شاید بعض لوگ یہ تصور کریں کہ آپ ایک بیکار گوشہ نشین اور فقیر انسان تھے اور ان کا زہد ان کی غربت و افلاس کا نتیجہ تھا یا ممکن ہے یہ تصور کریں کہ انھوں نے دنیا کو ترک کر دیا تھا اور تنہا ایک گوشہ میں عبادت میں مصروف رہتے تھے جب کہ یہ تصور بالکل غلط ہے حضرت علیؑ ایک محنتی اور طاقتور انسان اور ایک بلند حوصلہ اور بہترین کسان تھے۔

پیغمبر اسلامؐ کی حیات میں اگر جنگوں میں مصروف نہ ہوتے تو زیادہ تر وقت زراعت، باغبانی، کنویں کھودنے، چشمہ جاری کرنے اور کھجور کے درخت لگانے میں صرف کرتے تھے اس طرح آپ نے کئی کھیتیاں اور کھجور کے باغ تیار کئے پیغمبر اسلامؐ کے بعد خلفاء ثلاثہ کے دور میں بھی بیکار اور گوشہ نشین نہیں رہے اور فرصت کے اوقات میں باغوں، نخلستانوں اور زراعت کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے۔

وہ باغ اور زراعت آپ کی آمدنی کا اچھا خاصا ذریعہ تھے لیکن اس کے باوجود مال و دولت میں آپ کی دلچسپی نہ تھی اور اس آمدنی کو اپنی دنیاوی زندگی کے سنوارنے سجانے اپنی یا اپنے اہل وعیال کی خورد و نوش اور ان کے لباس میں بہتری کا ذریعہ نہیں بناتے تھے یا اس کو اپنے مستقبل کے لئے جمع

(۱) نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۴۵
(۲) نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۴۵

نہیں کرتے تھے اپنے ذاتی لباس اور کھانے میں زہد سے کام لیتے تھے اور اپنے اموال کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے صلۂ رحم کرتے تھے تیموں، مسکینوں اور فقیروں کی مدد کرتے تھے آپ نے سینکڑوں غلام خرید کر آزاد کئے اور بہت سے باغ اور زمینیں کار خیر کے لئے وقف فرمائیں۔

مورخین نے لکھا ہے کہ ایک سال کے غلہ سے مولائے کائنات کی آمدنی ۴۰ ہزار دینار تھی اور آپ سب کی سب فقراء و مساکین میں تقسیم کردیتے تھے۔(۱)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: پیغمبر اسلامؐ نے مال غنیمت تقسیم کیا اور ایک زمین مولائے کائناتؑ کو ملی آپ نے اس کو قابل زراعت بنانے اور اس کو آباد کرنے کے لئے اس میں ایک کنواں کھودا اتفاق سے وہ کنواں پانی کے ایسے سوتے سے متصل ہوگیا کہ پانی اونٹ کی گردن کے برابر اونچائی تک پہونچ گیا اسی وجہ سے اس کنویں کو ینبع کے نام سے یاد کیا جانے لگا حضرت علیؑ کو خوشخبری دی گئی کہ آپ کے کنویں سے اس طرح پانی جوش مار کر نکل رہا ہے۔

آپ نے فرمایا: وارث کو خوشخبری ہو میں نے اس کنویں کو حجاج بیت اللہ اور یہاں سے گذرنے والوں کے لئے (وقف) قرار دیا ہے کنواں وقف ہے اسے نہ بیچا جائے نہ کسی کو ہدیہ دیا جائے اور نہ میراث میں بیٹوں کی طرف منتقل ہو جو اس کو بیچے یا ہبہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہو اور اس کے اعمال خدا کی بارگاہ میں قبول نہ ہوں۔(۲)

آپ نے شہادت کے وقت وصیت فرمائی کہ آپ کے اموال اور املاک میں کچھ حصہ خدا کی راہ میں صدقہ دیا جائے آپ نے بعض املاک کو اولاد فاطمہ علیہا السلام اور بعض کو دوسری ازواج سے ہونے والی اولاد کے لئے وقف کیا کچھ حصہ بنی ہاشم اور کچھ حصہ اولاد عبدالمطلب کے لئے وقف کیا۔(۳)

حضرت علیؑ اور مال غنیمت کی تقسیم

مال غنیمت کو تقسیم کرنے میں مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی سیرت یہ تھی کہ ایک

(۱) بحارالانوار، ج ۴۰، ص ۲۶

(۲) بحارالانوار، ج ۴۱، ص ۳۹

(۳) بحارالانوار، ج ۴۱، ص ۴۰

تو آپ مال غنیمت کو عام لوگوں کی ملکیت سمجھتے تھے جو اس زمانے میں زیادہ تر غربت وافلاس کا شکار اور ضرورتمند تھے اور اس طرح جب کوئی مال آپ کے ہاتھ آتا تھا تو فوراً اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کرنا ضروری سمجھتے تھے اور جب تک وہ تقسیم نہیں ہوجاتا تھا آپ کو چین نہیں ملتا تھا۔

دوسرے تمام اموال کو عدل وانصاف کے ساتھ برابر برابر تقسیم کرتے تھے اور طاقتوروں اور ثروتمندوں کو کمزور اور مستضعفین پر ترجیح نہیں دیتے تھے آپ کا عقیدہ تھا کہ بیت المال کی تقسیم اس طرح ہونی چاہئے کہ لوگوں میں طبقاتی فاصلہ پیدا نہ ہو جیسے بیعت کے دوسرے دن آپ نے خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا:

تم اللہ کے بندے ہو اور یہ اموال بھی اللہ کے ہیں لہٰذا یہ تمہارے درمیان برابر برابر تقسیم ہوں گے اس سلسلہ میں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے متقی افراد قیامت میں خدا سے بہترین اجر وثواب حاصل کریں گے خداوند عالم نے دنیا کو متقی اور پرہیزگار انسانوں کی جزا قرار نہیں دیا ہے بلکہ نیک اور صالح افراد کا اجر وثواب خدا کے پاس محفوظ ہے۔(۱)

ایک دوسری جگہ آپ نے فرمایا: بیت المال کی تقسیم میں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے وہ کیسے تقسیم ہو یہ مجھے معلوم ہے یہ مال خدا کا مال ہے اور تم اس کے بندے ہو خدا کی کتاب تمہارے سامنے ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم نے اپنے کو اس کے لئے تسلیم کردیا ہے ہم بیت المال کی تقسیم میں پیغمبر اسلاؐم کی سیرت سے بھی واقف ہیں جو اس تقسیم پر راضی نہ ہو وہ جو چاہے کرے اس لئے کہ جو خدا کی اطاعت کرے اور اس کے احکام پر عمل کرے اسے کسی طرح کا خوف وہراس نہیں ہوتا۔

مجمّع کا بیان ہے: حضرت علیؑ ہر جمعہ کو بیت المال میں جھاڑو دیکر پانی چھڑکتے تھے اور دو رکعت نماز ادا کر کے فرماتے تھے: قیامت میں میرے لئے گواہی دینا۔(۲)

اسی طرح آپ فرماتے تھے: پیغمبر اسلاؐم بیت المال کی تقسیم کل پر نہیں ٹالتے تھے۔(۳)

ابو صالح سمان کا بیان ہے: ایک دن حضرت علیؑ بیت المال میں داخل ہوئے وہاں آپ کو کچھ اموال نظر آئے آپ نے فرمایا: کہ میں یہاں کوئی مال نہ دیکھوں جب کہ لوگ اس کے ضرورتمند

(۱) بحار الانوار، ج ۳۲، ۱۸۔۱۷
(۲) غارات، ج ۱، ص ۴۶
(۳) غارات، ج ۱، ص ۴۷

ہیں اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ ان اموال کو تقسیم کر دیا جائے اس کے بعد آپ نے بیت المال میں جھاڑو دیکر وہاں نماز ادا کی۔(۱)

ابو حکیم نے اپنے والد سے نقل کیا ہے: کہ حضرت علیؑ نے ایک سال میں تین مرتبہ مال تقسیم کیا اس کے بعد اصفہان سے کچھ مال پہونچا تو لوگوں سے فرمایا آ ؤ چوتھی مرتبہ تمہارے درمیان اموال تقسیم کروں میں خزانہ اکٹھا کرنے والا نہیں ہوسکتا۔(۲)

اصفہان سے کچھ اموال آپ کے لئے لائے گئے آپ نے سب میں برابر تقسیم کر دیئے یہاں تک ایک بڑی سی روٹی ان اموال میں تھی آپ نے اس کو بھی سات حصوں پر تقسیم کر دیا۔(۳)

ابو اسحاق کا بیان ہے: بیت المال کی تقسیم کے وقت دو عورتیں موجود تھیں ان میں سے ایک عرب تھی اور دوسری عجم آپ نے ان میں سے دونوں کو پچیس پچیس درہم اور برابر برابر کھانے کا سامان دیا عرب عورت نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ نے مجھے اس عجمی عورت کے برابر کر دیا۔

آپ نے فرمایا: بیت المال کی تقسیم میں مجھے اسماعیل اور اسحاق کی نسل میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔(۴)

سہل ابن حنیف اپنے غلام کے ساتھ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے امیر المومنینؑ یہ شخص میرا غلام تھا میں نے اسے آزاد کر دیا بیت المال سے اس کا حصہ دید یجئے آپ نے تین درہم اسے عطا کر دیئے جتنے سہل کو دیئے تھے۔(۵)

حضرت علیؑ کے بعض اصحاب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے امیر المومنین! بیت المال کی تقسیم میں عرب اور قریش کے بزرگوں نیز جن لوگوں کی مخالفت کا ڈر ہے ان کو عجم اور آزاد شدہ غلاموں پر ترجیح دیں۔

تو آپ نے فرمایا: کہ تم مجھے نصیحت کر رہے ہو کہ کامیابی کے لئے ظلم کروں؟ خدا کی قسم میں ایسا

---

(۱) ترجمۃ امام علیؑ، ج ۳، ص ۱۸۰
(۲) ترجمۃ امام علیؑ، ج ۳، ص ۱۸۱
(۳) غارات، ج ۱، ص ۵۱
(۴) غارات، ج ۱، ص ۷۰
(۵) بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۱۱۷

ہرگز نہیں کروں گا خدا کی قسم اگر یہ اموال میرے اپنے ہوتے اور میں اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کرنا چاہتا تو برابر برابر تقسیم کرتا جب کہ یہ اموال خود انھیں لوگوں کے ہیں۔

اس کے بعد آپ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا: جس کے پاس کچھ مال ہو اسے چاہئے کہ فساد و تباہی سے بچے اس لئے کہ مال کا اس کی جگہ پر خرچ نہ کر کے دوسری جگہ لگانا اسراف اور فضول خرچی ہے جو اس کو لوگوں میں تو مشہور کر دیتا ہے لیکن خدا کی قربت سے دور کر دیتا ہے جو شخص اپنا سرمایہ اس کی صحیح جگہ اور اس کے اہل کے سلسلہ میں خرچ نہ کر کے دوسری جگہ خرچ کرتا ہے تو خدا اس کو اس مال کے خرچ کرنے کے شکریہ سے محروم کر دیتا ہے اور اس کی محبت کو دوسرے کی طرف موڑ دیتا ہے اگر ان میں سے کچھ بظاہر محبت اور شکریہ ادا کرتے دکھائی دیں تو ان کا مقصد صرف چاپلوسی اور جھوٹ ہوتا ہے اور ان کا یہ شکریہ مزید حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

اگر یہ مال خرچ کرنے والے کو کسی دن ان کی ضرورت پڑ جائے جن پر اس نے بے جا مال خرچ کیا تھا تو وہ لوگ اس کے بدترین دوست ثابت ہوں گے لہٰذا اگر خدا کسی کو کوئی مال عطا کرے تو اسے چاہئے کہ اس مال سے صلۂ رحم کرے اسے مہمان کی ضیافت میں خرچ کرے یا غلام آزاد کرنے، مقروض، سفر میں فقیر ہو جانے والوں، نیز فقراء اور مہاجرین پر خرچ کرے اور خود مصائب برداشت کرنے میں صبر سے کام لے بیشک ان بہترین صفات کو اپنے اندر پیدا کرنا دنیا کی خوبیوں میں سے ہے اور آخرت میں فضائل کے حصول کا ذریعہ ہے۔(۱)

(۱) غارات، ج۱، ص۷۵، ان طائفة من اصحاب علی مشوا الیه فقالوا: یا امیر المؤمنین! اعط هذه الاموال و فضل هؤلاء الاشراف من العرب و قریش علی الموالی و العجم من تخاف خلافه من الناس و فراره. قال: و انما قالوا له ذالك للذی کان معاویة یصنع من اتاه. فقال لهم علی اتأمروننی ان اطلب النصر بالجور؟ واللّٰه! لا افعل ما طلعت شمس و مالاح فی السماء نجم! و اللّٰه! لو کان مالهم لی لواسیت بینهم فکیف و انما هی اموالهم؟. قال: ثم ازم طویلا ساکنا، ثم قال: من کان له مال فایاه و الفساد فان اعطاء المال فی غیر حقه تبذیر و اسراف و هو ذکر لصاحبه فی الناس و یضعه عند اللّٰه. و لم یضع رجل ماله فی غیر حقه و عند غیر اهله الا حرمه اللّٰه شکرهم و کان لغیره ودهم. فان بقی معهم من یودهم و یظهر لهم الشکر، فانما هو ملق و کذب و انما ینوی ان ینال من صاحبه مثل الذی کان یأتی الیه من قبل فان زلت بصاحبه النعل فاحتاج الی معونته و مکافاته فشر خلیل و الام خدین. و من صنع المعروف فیما آتاه اللّٰه فلیصل به القرابة و لیحسن فیه الضیافة و لیفك به العانی و لیعن به الغارم و ابن السبیل و الفقراء و المهاجرین و لیصبر نفسه علی النوائب و الخطوب ان الفوز بهذه الخصال شرف مکارم الدنیا و درك فضائل الآخره.

حضرت علیؑ نے مالک اشتر سے شکایت کی کہ کیوں لوگ معاویہ کی طرف بھاگ بھاگ کر جارہے ہیں؟ مالک اشتر نے عرض کیا: اے امیر المومنین ہم نے بعض اہل بصرہ کو ساتھ لے کر بصرہ والوں سے جنگ کی جب کہ ہم متحد اور ایک نظریہ کے مالک تھے لیکن اب ہمارے درمیان اختلاف ہے نیتیں سست ہوگئی ہیں عدالت پسندی کم ہوگئی ہے آپ عدل وانصاف پر عمل اور حق کی پیروی کرنا چاہتے ہیں آپ چاہتے ہیں کہ کمزور کا حق طاقتور سے چھین کر کمزور کو واپس کردیں آپ کے نزدیک سرمایہ داروں اور سربرآوردہ افراد کو کمزور لوگوں پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے جب کہ آپ کے بعض اصحاب حق سے خوفزدہ ہیں اس لئے کہ آپ کا یہ عمل ان کے سلسلہ میں بھی ہوگا وہ لوگ عدالت پر عمل کرنے سے ڈرتے ہیں اس لئے کہ اس عدالت پر ان کے بارے میں بھی عمل ہوگا معاویہ ایسا نہیں کرتا وہ مال داروں اور دولت مندوں کو بڑے بڑے تحفہ دیتا ہے لوگ دنیا کی طرف رجحان رکھتے ہیں دنیا میں ایسے بہت کم ہیں جو دنیا کی طرف مائل نہ ہوں دنیا کے اکثر لوگ حق کو دوست نہیں رکھتے اور باطل کی طرف مائل رہتے ہیں اور دنیاداری کو ترجیح دیتے ہیں۔

اے امیر المومنینؑ اگر آپ بھی لوگوں کو مال و دولت دیں تو لوگ آپ کی طرف بھی مائل ہو جائیں گے آپ کی بھی خیر خواہی کریں گے اور آپ کو بھی دوست رکھنے لگیں گے خدا اس خیر خواہی اور محبت کے اسباب فراہم کرے اور آپ کے دشمنوں کو زیر کرے ان کی سازشوں کو ناکام بنائے اس لئے کہ وہ ان کے فریب سے آگاہ ہے۔

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: تم نے جو میری عدالت کے بارے میں کہا اس کے متعلق خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿من عمل صالحاً فلنفسه و من اساء فعليها و ما ربک بظلام للعبيد﴾ اور جو تم نے یہ کہا کہ حق کا قبول کرنا لوگوں کے لئے سخت ہے اور اس لئے معاویہ کی طرف بھاگ بھاگ کر جا رہے ہیں تو خدا جانتا ہے کہ وہ میرے ظلم سے عاجز آ کر عدالت کی امید پر نہیں گئے ہیں بلکہ ان کا مقصد جلد ہی فنا ہونے والی دنیا تک پہونچنا تھا. خداوند عالم قیامت میں ان سے سوال کرے گا کہ کیا وہ دنیا کے لئے گئے تھے یا ان کا جانا خدا کے لئے تھا۔

اور جو تم نے یہ کہا کہ میں سربرآوردہ افراد اور سرمایہ داروں کو بیت المال کی تقسیم میں مقدم رکھوں

تو میں عام سرمایہ سے کسی کو زیادہ نہیں دے سکتا خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ﴿كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله و الله مع الصابرين﴾

پیغمبر اسلامؐ بھی تنہا مبعوث ہوئے تھے لیکن خداوند عالم نے بعد میں ان کی قلت کو عزت اور کثرت میں بدل دیا اگر خدا میری ولایت کو مستحکم کرنا چاہے تو مشکلیں آسان ہو جائیں گی میں تمہاری بات مانتا ہوں لیکن اگر خدا اس سے راضی ہو تو تم میرے سب سے معتبر اور خیر خواہ صحابی ہو۔(۱)

عمومی اموال کو ذاتی زندگی میں نہ خرچ کرنا

حضرت علیؑ کو اپنی خلافت کے زمانے میں دوسرے شرعی حکمرانوں کی طرح یہ شرعی حق حاصل تھا کہ عام ضرورت کے مطابق بیت المال سے اپنی ذاتی زندگی میں خرچ کریں لیکن آپ دوسرے خلفاء کے برخلاف یا بیت المال سے بالکل خرچ نہیں کرتے تھے یا بہت کم مقدار میں خرچ کرتے تھے آپ کی زندگی اس زمانہ میں انتہائی سادہ اور زاہدانہ تھی اور اس کا خرچ اس زراعت اور ان نخلستانوں سے پورا ہوتا تھا جو آپ نے پہلے سے مدینہ میں تیار کر رکھے تھے۔

زاذان کا بیان ہے: میں قنبر کے ساتھ حضرت علیؑ کی خدمت میں پہونچا قنبر نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ میں نے آپ کے لئے کچھ چھپا رکھا ہے۔

قنبر نے عرض کیا: آپ ہمارے گھر تشریف لائیں تو آپ کو دکھاؤں آپ اٹھے اور قنبر کے ہمراہ ان کے گھر گئے قنبر نے ایک بڑا سا ظرف دکھایا جو سونے چاندی سے بھرا ہوا تھا قنبر نے عرض کیا: آپ بیت المال کے تمام اموال لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں اور اپنے لئے کچھ نہیں بچاتے میں نے یہ اموال آپ کے لئے چھپا رکھے تھے۔

حضرت علیؑ نے جواب دیا: تم ہمارے گھر میں آگ لانا چاہتے ہو اس کے بعد آپ نے تلوار نکالی اور ان اموال کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرمایا: ان کو مسلمانوں میں تقسیم کر دو اس کے بعد آپ نے فرمایا:

آپ نے فرمایا: کیا؟

(۱) غارات، ج۱ص۷۱

"یا بیضاء یا صفراء غری غیری" اے چاندی اور سونے میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دینا۔(۱)

ہارون ابن عنترہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں خورنق نامی عمارت میں حضرت علیؑ کی خدمت میں پہونچا آپ اپنے کاندھے پر تولیہ ڈالے تھے اور سردی سے کانپ رہے تھے۔

میں نے عرض کی: اے امیر المومنین خداوند عالم نے آپ کے گھر والوں کے لئے بیت المال میں حصہ قرار دیا ہے اور آپ اپنے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہے ہیں۔

امامؑ نے جواب دیا: خدا کی قسم میں تمہارے اموال سے کپڑے نہیں بنواتا یہ تولیہ بھی جو میرے کاندھے پر ہے مدینہ سے لایا ہوں۔(۲)

اصبغ ابن نباتہ کا بیان ہے:

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں ان ضروریات زندگی، اس لباس اور اس سواری کے حیوان کے ساتھ تمہارے شہر میں آیا ہوں جب تمہارے شہر سے باہر جاؤں اگر اس کے علاوہ میرے پاس کچھ اور ہو تو میں خیانت والا شمار ہوں گا۔

ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا: اے بصرہ والو! مجھ پر کیوں تنقید کرتے ہو اس کے بعد آپ نے اپنے لباس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ لباس میرے گھر والوں نے تیار کیا ہے۔(۳)

مولائے کائنات کی زندگی کا خرچ اس غلہ سے پورا ہوتا تھا جو مدینہ اور ینبع سے حاصل ہوتا تھا آپ لوگوں کو گوشت روٹی کھلاتے تھے لیکن آپ کا کھانا روٹی زیتون اور خرما ہوا کرتا تھا۔(۴)

بیت المال میں آپ کی اولاد اور رشتہ داروں کا حصہ

حضرت علیؑ بیت المال کی تقسیم میں اپنی اولاد یا رشتہ داروں کے لئے کسی خصوصیت کے قائل نہیں تھے آپ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو بھی اتنا ہی دیتے تھے جتنا دوسرے مسلمانوں کو دیتے تھے۔

---

(۱) غارات، ج۱، ص۵۶

(۲) ترجمۃ الامام علی ابن ابی طالبؑ، ج۳، ص۱۸۱

(۳) بحار الانوار، ج۴، ص۳۲۵

(۴) غارات، ج۱، ص۶۸

حبیب ابن ثابت کا بیان ہے: عبداللہ ابن جعفر ابن ابیطالبؑ (حضرت علیؑ کے بھتیجے اور داماد) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے امیرالمومنین حکم فرمادیں کہ زندگی کے خرچ میں میری مدد کی جائے خدا کی قسم زندگی گذارنے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں رہ گیا ہے اور میرے پاس اونٹ کا چارہ بیچنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نے جواب میں فرمایا: خدا کی قسم میں تمھیں نہیں دے سکتا سوائے اس کے کہ تم اپنے چچا کو حکم دو کہ چوری کر کے تمہاری مدد کریں۔(۱)

عبداللہ ابن سفیان کا بیان ہے: ایک کسان نے مجھے، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو لباس ہدیہ کیا ہم نے اس کو پہن لیا جمعہ کے دن حضرت علیؑ مدائن میں خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے جسم مبارک پر نیا لباس دیکھا آپ نے ایک شخص کو میرے اور حسن و حسین کے پاس بھیجا کہ یہ لباس کہاں سے لائے ہو ہم نے عرض کیا ہمیں ایک کسان نے تحفہ میں دیا ہے حضرت علیؑ نے وہ لباس امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے لیکر بیت المال میں بھیج دیا۔(۲)

امام جعفر صادقؑ اپنے والد ماجد امام محمد باقرؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: حضرت علیؑ کوفہ کے لوگوں میں لباس تقسیم کر رہے تھے ان لباسوں میں حریر کی ایک ٹوپی تھی امام حسنؑ نے اپنے والد سے عرض کیا کہ یہ ٹوپی مجھے دیدیں۔

آپ نے ان کی بات نہیں مانی اور اس کو مسلمانوں میں تقسم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کی قرعہ ایک ہمدانی جوان کے نام نکلا وہ ٹوپی لیکر باہر نکل گیا اس جوان سے لوگوں نے کہا کہ اس ٹوپی کو امام حسنؑ نے اپنے والد سے مانگا تھا لیکن انھوں نے دینے سے انکار کر دیا۔

اس ہمدانی جوان نے وہ ٹوپی امام حسنؑ کی خدمت میں لاکر پیش کردی اور آپ نے اس کو قبول کرلیا۔(۳)

(۱) غارات، ج۱،ص۶۶.

(۲) ترجمۃ الامام علی ابن ابی طالبؑ، ج۳،ص۱۸۲

(۳) بحارالانوار، ج۴۱،ص۱۰۴، جعفر عن ابیه قال: کسی علی الناس بالکوفة و کان فی الکسوة برنس خز فسأله الحسن فابی ان یعطیه اناه. و اسهم علیه بین المسلمین فصار لفتی من همدان فانقلب به الهمدانی. فقیل له: ان حسناً کان سأله اباه فمنعه ایا. فارسل به الهمدانی الی الحسن فقبله.

علی ابن رافع کا بیان ہے: میں حضرت علیؑ کے بیت المال کی حفاظت کا ذمہ دار تھا بیت المال میں ایک گلے کا ہار تھا جسے بصرہ سے لایا گیا تھا ایک دن حضرت علیؑ کی ایک بیٹی نے کسی کو میرے پاس بھیجا اور کہا: میں نے سنا ہے کہ بیت المال میں موتیوں سے بنا ہوا کوئی ہار ہے عید الاضحیٰ کا زمانہ ہے وہ ہار، عاریۃً مجھے دیدو تا کہ میں اسے عید کے زمانے میں پہن لوں۔

میں نے جواب میں کہا: دیدوں گا لیکن ایک شرط پر کہ عاریت کی ضمانت ہو. تین دن کے بعد اسے بیت المال میں واپس کرنا ہوگا اس شرط کے ساتھ وہ ہار میں نے ان کے گھر بھیج دیا۔

امیر المومنینؑ نے وہ ہار اپنی بیٹی کے گلے میں دیکھا اور پہچان لیا اس سے پوچھا یہ ہار تم نے کہاں سے حاصل کیا؟ انھوں نے عرض کیا بیت المال کے خزانچی سے عاریت پر لیا تھا عید کے بعد واپس کردوں گی۔

حضرت علیؑ نے مجھے بلوایا اور مجھ سے فرمایا: تم نے خیانت کی ہے۔

میں نے عرض کیا: معاذ اللہ اگر مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی ہو۔

تو آپ نے فرمایا: کہ تم نے بیت المال کا وہ ہار میری اجازت کے بغیر کیوں عاریت پر دیا۔

میں نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ آپ کی بیٹی نے مجھ سے کہا کہ میں اسے ضمانت کی شرط کے ساتھ عاریۃً دیدوں تا کہ ایام عید میں اسے پہن لے اور اس کے بعد فوراً واپس کردے اس کے علاوہ خود میں بھی اس کا ضامن ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: آج ہی اسے بیت المال میں واپس کرو ہرگز اس کی تکرار نہ ہو ورنہ تمہیں اس کی سزا ملے گی اگر میری بیٹی نے بھی ضمانت کی شرط کے ساتھ عاریت پر نہ لیا ہوتا تو اسے بھی سزا ملتی۔

جب یہ خبر آپ کی بیٹی کو ہوئی تو انھوں نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ میں آپ کی بیٹی ہوں کیا میں اس لائق نہیں تھی کہ عید کے زمانے میں اسے پہن سکتی۔

آپ نے فرمایا: بیٹی کیا تمام مہاجر عورتیں ایسے ہی ہار پہنتی ہیں۔

علی بن رافع کا بیان ہے کہ میں نے وہ ہار ان سے واپس لے کر بیت المال میں جمع کردیا۔(۱)

(۱) بحار الانوار، ج ۴۰، ص ۳۳۷

ایک دن امیر المومنینؑ کے یہاں جناب عقیل آئے اور آپ سے مالی امداد کا مطالبہ کیا: آپ نے امام حسنؑ سے فرمایا: اپنے چچا کو لباس دیدو امام حسنؑ نے ایک پیراہن اور ایک عبا جناب عقیل کو دی جناب عقیل رات کے کھانے پر بھی آپ کے یہاں رک گئے رات کا کھانا نمک اور روٹی تھی عقیل نے عرض کیا آپ کا رات کا کھانا یہی ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا یہ اللہ کی نعمتیں نہیں ہیں وللہ الحمد کثیراً۔

عقیل نے عرض کیا: میں مقروض ہوں آپ میرا قرض ادا کر دیں اور میں چلا جاؤں .آپ نے پوچھا کتنا قرض ہے؟

عقیل نے عرض کیا: ایک لاکھ درہم۔

آپ نے فرمایا: خدا کی قسم اتنا مال میرے پاس نہیں ہے.ٹھہرو بیت المال کی تقسیم کا وقت آنے دو میں گھر والوں کے حصہ میں سے تمہیں کچھ دیدوں گا۔

عقیل نے عرض کیا: بیت المال آپ کے اختیار میں ہے اور مجھے اس کی تقسیم تک انتظار کروائیں گے اس کے علاوہ آپ کا حصہ کتنا ہوگا اگر سب مجھے دیدیں گے تب بھی میری مشکل آسان نہیں ہوگی۔

آپ نے فرمایا: میرے یا تمہارے اور دوسرے تمام مسلمانوں کے درمیان میں کیا فرق ہے۔

یہ گفتگو دارالامارہ کے اوپر ہو رہی تھی جہاں سے بازار والوں کے صندوق دکھائی دے رہے تھے.

حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر تم میری بات نہیں مانتے تو جاؤ اور ان میں سے بعض صندوقوں کے تالے توڑ کر ان میں جو پیسے ہوں انھیں اٹھالو عقیل نے عرض کیا: ان صندوقوں کے اموال تاجروں کے ہیں کیا آپ مجھے ان کے تالے توڑ کر چوری کا حکم دے رہے ہیں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: آپ بھی تو مجھے یہی حکم دے رہیں کہ مسلمانوں کے بیت المال کو کھول کر ان کے اموال آپ کے حوالہ کر دوں اگر آپ چاہیں تو تلوار اٹھائیں میں بھی تلوار اٹھاتا ہوں حیرہ میں بڑے بڑے ثروتمند تاجر ہیں ان میں سے بعض کے اموال چھین لیں۔

عقیل نے عرض کیا: کیا میں چوری کے قصد سے یہاں آیا ہوں؟۔

آپ نے فرمایا: کہ ایک شخص کے مال کی چوری عام مسلمانوں کے مال کی چوری سے بہتر ہے۔

عقیل نے عرض کیا: اچھا مجھے سفر کا خرچ دے دیں امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا: اپنے چچا کو چار سو درہم دیدو۔(۱)

ایک دن اور، عقیل حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدد کی درخواست کی آپ نے ان کی درخواست قبول نہیں کی اور ان کو متوجہ کرنے کے لئے ایک گرم لوہا ان کے بدن کے نزدیک کیا اس سلسلہ میں خود امیر المومنینؑ اس طرح فرماتے ہیں:

خدا کی قسم میں نے اپنے بھائی عقیل کو دیکھا جو شدید فقر میں مبتلا تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ انھیں گیہوں سے بھرا ایک ظرف بیت المال سے عطا کردوں ان کے بچے بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے ان کے بال بکھرے ہوئے تھے عقیل بار بار اپنا سوال تاکید کے ساتھ دہرا رہے تھے میں نے غور سے ان کی بات سنی انھوں نے سمجھا میں اپنا دین بیچ دوں گا.اور ان کی بات مان لوں گا اور بیت المال کی تقسیم میں اپنا طریقۂ کار بدل دوں گا میں نے ایک لوہا گرم کیا اور ان کے بدن کے نزدیک لے گیا تاکہ انھیں عبرت حاصل ہوجائے آگ کی گرمی سے بیمار کی طرح ان کی چیخ نکل گئی قریب تھا کہ وہ جل جاتے میں نے ان سے کہا نوحہ کرنے والے تم پر آنسو بہائیں اے عقیل تم ایک انسان کے گرم کئے ہوئے لوہے سے چیخ رہے ہو اور مجھے اس آگ میں مبتلا کرنا چاہتے ہو جسے خداوند قہار نے اپنے غضب سے تیار کیا ہے تم ایک چھوٹی سی تکلیف پر یہ گریہ کر رہے ہو میں دوزخ کی آگ کے مقابلہ میں نالہ وفریاد نہ کروں؟

اس سے زیادہ عجیب یہ کہ رات کے وقت کوئی میرے گھر آیا اور حلوہ سے بھرا ہوا ایک ظرف لایا جو مجھے پسند نہیں تھا ایسا لگ رہا تھا کہ اس میں کسی نے سانپ کا تھوک ملایا ہے میں نے اس سے پوچھا یہ جو تم لائے ہو صدقہ ہے یا زکاۃ دونوں ہمارے اوپر حرام ہیں؟

اس نے جواب دیا: نہ صدقہ ہے اور نہ زکاۃ بلکہ ہدیہ ہے۔

میں نے اس سے کہا: تیری ماں تیرے اوپر روئے تو آیا ہے کہ مجھے دین الٰہی کے ذریعہ دھوکہ دے تو دیوانہ ہے یا تیرے اوپر جنوں نے سایہ کیا ہے یا ہذیان بک رہا ہے خدا کی قسم اگر ساتوں

(۱) بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۱۱۳

آسمان اور جو کچھ ان کے نیچے پایا جاتا ہے سب ایک ساتھ مجھے دیدیئے جائیں کہ میں ایک چیونٹی پر ظلم کروں اور جو کا چھلکا اس کے منھ سے چھین لوں تو ایسا ہرگز نہیں کروں گا تمہاری دنیا میری نظر میں ٹڈی کے منھ میں دبے ہوئے تنکے سے بھی حقیر ہے علی کو ان نعمتوں سے کیا سروکار جو فنا ہونے والی ہیں اور ان لذتوں سے کیا مطلب جو باقی نہیں رہتیں میں غفلت، لغزش اور برائی سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور اس سے مدد طلب کرتا ہوں۔(۱)

کھل کر حق کا دفاع

حضرت علیؑ کی ایک اہم ترین خصوصیت ظلم وستم کا بلا جھجک مقابلہ اور محروموں اور مظلوموں کی حمایت اور ان کے حق کا دفاع کرنا ہے:

اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:

کمزور لوگ مجھے عزیز ہیں تاکہ ان کا حق لے سکوں اور طاقتور میرے نزدیک ضعیف ہیں تاکہ میں ان سے مظلوموں کا حق حاصل کرسکوں۔(۲)

مغیرہ ابن شعبہ حضرت علیؑ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا: کہ مجھ پر واجب ہے کہ آپ کو

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ۲۲۴، و اللّٰہ لقد رایت عقیلاً و قد املق حتی استماحنی من برکم صاعاًو رایت صبیانہ شعث الشعور غبر الالوان من فقرھم کانما سودت وجوھھم بالعظلم و عاودنی موکدا و کرر علی القول مرددا فاصغیت الیہ سمعی فظن انی ابیعہ دینی و اتبع قیادہ مفارقا طریقتی فاحمیت لہ حدیدۃ ثم ادنیتھا من جسمہ لیعتبر بھا. فضج ضجیج ذی دنف من المھا و کان ان یحترق من میسمھا. فقلت لہ: ثکلتك الثواکل یا عقیل! أتئن من حدیدۃ احماھا انسانھا للعبۃ و تجرنی الی نار سجرھا جبارھا لغضبہ؟ اتئن من الاذی و لا ائن من لظی و اعجب من ذالك طارق طرقنا بملفوفۃ فی وعائھا و معجونۃ شنتھا. کانما عجنت بریق حیۃ او قیئھا. فقلت: اصلۃ ام زکاۃ ام صدقۃ؟ فذالك محرم علینا اھل البیت. فقال: لا ذا و لا ذاك و لکنھا ھدیۃ فقلت: ھبلتك الھبول! اعن دین اللّٰہ اتیتنی لتخذعنی؟ امختبط انت ام ذو جبۃ ام تھجر؟ واللّٰہ لو اعطیت الاقالیم السبعۃ بما تحت افلاکھا علی ان اعصی اللّٰہ فی نملۃ اسلبھا جلب شعیرۃ ما فعلتہ و ان دنیاکم عندی لاھون من ورقۃ فی فم جرادۃ تقضما! ما لعلی و لنعیم یفنی ولذۃ لا تبقی! نعوذ باللّٰہ من شبات العقل و فتح الزلل و بہ نستعین.

(۲) نہج البلاغہ، خطبہ۳۷، قال علیؑ: الذلیل عندی عزیز متی اخذ الحق لہ و القوی عندی ضعیف حتی اخذ الحق منہ.

نصیحت کروں دوسرے شہروں میں عثمان کے منصوب کئے ہوئے افراد قدرتمند ہیں اگر آپ ایک دم سب کو معزول کردیں گے تو فتنہ کھڑا ہو جائے گا جس کو ختم کرنا مشکل ہوگا۔

لہٰذا بہتر ہے کہ ایک سال کے لئے ان کو ان کی جگہ پر باقی رکھیں تا کہ آپ کی حکومت مضبوط ہو جائے اس کے بعد آپ جو چاہیں کریں انھیں میں سے معاویہ بھی ہے جس کا شام میں بڑا اثر ہے اورا س کے پاس قدرت اور طاقت بھی ہے۔

آپ نے جواب دیا: کیا تم ضمانت لیتے ہو کہ معاویہ کی معزولی کے وقت تک میں زندہ رہوں گا۔

اس نے عرض کیا: نہیں!

تو آپ نے فرمایا: اگر میں معاویہ کو صرف ایک تاریک رات کے لئے دو مسلمانوں پر بھی حکومت کا حق دیدوں تو کیا کل قیامت میں مجھ سے حساب نہیں لیا جائے گا میں کبھی بھی گمراہوں سے مدد نہیں لوں گا. میں نے بار بار عثمان سے کہا تھا کہ لوگوں کو ان ظالموں کے تسلط سے آزاد کردیں اب میں خود ہی ان کو حکومت عطا کردوں۔(۱)

آپ نے مزید فرمایا: خدا کی قسم میں ظالم سے مظلوم کا حق لے لوں گا. ظالموں کی مہار پکڑوں گا اور وہ چاہیں یا نہ چاہیں میں انھیں حق کی منزل تک لے آؤں گا۔(۲)

مظلوموں اور محروموں کے حق کا دفاع کرنا امیر المومنین حضرت علیؑ کا سب سے اہم اور اصلی مقصد تھا جس سے آپ کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹے بڑے بڑے واقعات تو دور کی بات چھوٹی سے چھوٹی منزل میں بھی آپ ظلم کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: ایک دن امیر المومنین علیؑ شدید گرمی میں اپنے گھر پہونچے دیکھا ایک عورت آپ کے انتظار میں بیٹھی ہے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج۳۲، ص۳۸۶

(۲) نہج البلاغہ، خطبہ۱۳۶، و ایم اللّٰہ لانصغن المظلوم من ظالمه و لاقودن الظالم بخزامته حتی اورده منهل الحق و ان کان کارهاً.

اس نے عرض کیا: اے امیر المومنین میرے شوہر نے مجھ پر ظلم کیا ہے میرے حق میں زیادتی کی ہے اورقسم کھائی ہے کہ مجھے مارے گا میں اس سے ڈر رہی ہوں میری مدد کیجئے۔

امیر المومنینؑ نے عرض کیا: تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ موسم کچھ ٹھنڈا ہو جائے پھر تمہارے ساتھ تمہارے گھر چلتا ہوں۔

اس نے عرض کیا: میرا شوہر بہت غصہ میں تھا اگر دیر میں جاؤں گی تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں حالات اور بدتر نہ ہو جائیں۔

امیر المومنینؑ نے کچھ سوچ کر کہا: نہیں! خدا کی قسم مظلوم کا حق حاصل کرنا ہے تیرا گھر کہاں ہے اس کے بعد اس عورت کے ساتھ اس کے گھر گئے دروازہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: السلام علیکم . ایک جوان گھر سے باہر نکلا۔

امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا: خدا سے ڈرو تم نے کیوں اپنی زوجہ کو ڈرایا ہے اور اسے گھر سے نکال دیا ہے۔

وہ جوان جو حضرت علیؑ کو نہیں پہچانتا تھا کہنے لگا آپ سے کیا مطلب؟ خدا کی قسم میں اسے جلا دوں گا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: میں تجھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر رہا ہوں اور تو میرے سامنے اس طرح اپنی زوجہ کو دھمکی دے رہا ہے۔

اس وقت راستہ سے گذرنے والوں نے آپ کو السلام علیکم یا امیر المومنین کہہ کر سلام کیا وہ جوان مولا کو پہچان کر ڈر گیا اور عرض کیا: اے امیر المومنین مجھے معاف کر دیں آج سے میں اپنی زوجہ کا خیال رکھوں گا۔

امیر المومنینؑ نے اپنی تلوار کو نیام میں رکھ کر عورت سے کہا، اپنے گھر میں جاؤ لیکن ایسا کوئی کام نہ کرنا کہ تمہارا شوہر پھر اسی طرح غصہ ہو جائے۔(۱)

قانون کے سامنے سب برابر

حضرت علیؑ قانون کے سلسلہ میں سب کو برابر سمجھتے تھے یہاں تک خود اپنے آپ کو ایک نصرانی کے مقابلہ میں قانونی اعتبار سے برابر سمجھتے تھے۔

(۱) بحار الانوار، ج۴۱،۵۷

شعبی کا بیان ہے: علی ابن ابی طالبؑ نے اپنی زرہ ایک نصرانی کے پاس دیکھی اس کو قاضی شریح کے پاس لے گئے اور قاضی سے کہا یہ زرہ میری ہے میں نے نہ اسے بیچا ہے اور نہ کسی کو ہدیہ دیا ہے شریح نے اس نصرانی سے کہا: امیر المومنینؑ کے اس دعویٰ کے سلسلہ میں تم کیا کہتے ہو؟ نصرانی نے کہا زرہ میری ہے لیکن میں امیر المومنین کو جھوٹا نہیں سمجھتا۔

قاضی شریح نے امیر المومنینؑ سے عرض کیا: کیا آپ کے پاس اپنے دعویٰ کے لئے کوئی گواہ موجود ہے؟ امیر المومنینؑ نے جواب دیا: نہیں میرے پاس گواہ نہیں ہے۔

شریح نے اس نصرانی کے حق میں فیصلہ دے دیا، نصرانی زرہ لیکر جانے لگا کچھ دور گیا تھا کہ واپس آیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس طرح فیصلہ کرنا پیغمبروں کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنا ہے۔

امیر المومنینؑ فیصلہ کے لئے مجھے اپنے ہی منصوب کئے قاضی کے پاس لیکر گئے اور قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دیا۔ " **اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده رسوله**"

اے امیر المومنینؑ یہ زرہ آپ ہی کی ہے جس زمانے میں آپ صفین کی طرف جا رہے تھے یہ زرہ آپ کے اونٹ سے گر گئی تھی میں نے اسے اٹھالیا تھا یہ زرہ آپ کی ہے آپ اسے لے لیجئے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اب جب کہ تو مسلمان ہوگیا ہے تو یہ زرہ تیری ہے اس کے بعد آپ نے اس کو اپنے گھوڑے پر سوار کر لیا۔(۱)

شعبی کا بیان ہے کہ بعد میں مجھے خبر ملی کہ یہی نصرانی خوارج سے جنگ میں مولائے کائنات کے لشکر میں تھا۔

جعدہ ابن بعیر حضرت علیؑ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا ابھی دو لوگ فیصلہ کے لئے آپ کی خدمت میں آئیں گے. ان میں سے ایک آپ کو اپنے جان و مال سے زیادہ دوست رکھتا ہے اور دوسرا آپ کا دشمن ہے اس طرح کہ اگر اس کا بس چلے تو آپ کو قتل کر دے لہٰذا اپنے دوست کے حق میں فیصلہ کیجئے گا امیر المومنینؑ نے اس کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا: حکم، حقیقت میں خدا کا حکم ہے لہٰذا حق کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئے۔(۲)

---

(۱) ترجمۃ الامام علی ابن ابی طالبؑ، ج ۳، ص ۱۹۶
(۲) ترجمۃ الامام علی ابن ابی طالب، ج ۳، ص ۲۰۰

دوسرے امام

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

امام حسنؑ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد حضرت علی ابن ابی طالبؑ اور والدہ ماجدہ جناب فاطمہؑ بنت رسولؐ تھیں آپ کی کنیت ابو محمد تھی اور مشہور القاب تقی، طیب، ذکی، سید، سبط اور ولی تھے۔

پیغمبر اسلامؐ نے آپ کی ولادت کے وقت اسماء بنت عمیس اور ام سلمہ سے فرمایا: جب فاطمہ زہرا علیہا السلام کا لخت جگر دنیا میں آجائے تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا اور وہیں رہنا جب تک میں آنہ جاؤں۔

جب پیغمبر اسلامؐ تشریف لائے تو آپ نے اس نومولود کی ناف کاٹی اور اس کے منھ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اس کے بعد آپ نے فرمایا: **اللّٰھم انی اعوذ بک من الشیطان الرجیم.** (خدایا میں شیطان رجیم سے تیری پناہ مانگتا ہوں) اس کے بعد فرمایا: اس کا نام حسن رکھو اور آپ نے حکم دیا کہ ایک گوسفند عقیقہ کرکے اس کا گوشت غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

اس بابرکت بچہ کی آمد سے صرف پیغمبرؐ علیؑ اور فاطمہ زہراؑ ہی نہیں بلکہ پورا خاندان نبوت خوش ہوا۔

امام حسنؑ ۷ سال اور چند مہینہ اپنے نانا پیغمبر اسلامؐ کے ہمراہ رہے اس کے بعد ۴۰ھ تک اپنے والد ماجد حضرت علیؑ کے ساتھ زندگی بسر کی اور ان کی شہادت کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے اس وقت آپ کی عمر مبارک ۳۷ سال تھی مولائے کائناتؑ کی شہادت کے بعد اور معاویہ کے ساتھ صلح سے پہلے آپ کی ظاہری خلافت کا زمانہ چھ مہینہ اور تین دن تھا۔

۴۱ھ میں آپ کو مجبوراً معاویہ کے ساتھ صلح کرنا پڑی اس کے بعد آپ کوفہ سے مدینہ آ گئے دس سال تک مدینہ میں رہے اور ۲۸ رصفر ۵۰ھ میں جام شہادت نوش فرمایا، آپ کے جسم اطہر کو بقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کی شہادت کی وجہ کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ معاویہ نے امامؑ کی زوجہ جعدہ کو ایک لاکھ درہم بھیجے تھے کہ آپ کو زہر دیدے اور اس سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اس کے ساتھ اپنے بیٹے یزید کی شادی کر دے گا لہٰذا جعدہ نے امامؑ کو زہر دیدیا۔(۱)

پیغمبر اسلامؐ کی محبت

جیسا کہ بہت سی روایات میں ہے کہ پیغمبر اسلامؐ اپنی بیٹی فاطمہ زہراؑ اور ان کے دونوں بیٹوں سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔

ابو ہریرہ کا بیان ہے: میں جب بھی حسن ابن علیؑ کو دیکھتا ہوں تو میرے آنسو بہنے لگتے ہیں اس لئے کہ ایک دن رسول خداؐ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ امام حسنؑ مسجد میں داخل ہوئے اور سیدھے جا کر پیغمبر اسلامؐ کی آغوش میں بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ آپ کی ریش مبارک میں ڈال دیا پیغمبر اسلامؐ نے امام حسنؑ کا منہ کھولا اور اپنے ہونٹ ان کے ہونٹوں پر رکھ دیئے اور فرمایا: پروردگار میں حسن کو دوست رکھتا ہوں اور جو لوگ حسن کو دوست رکھتے ہیں ان کو بھی دوست رکھتا ہوں. پیغمبر اسلامؐ نے اس بات کی تین مرتبہ تکرار کی۔(۲)

ابو ہریرہ کا بیان ہے: میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے جو حسن و حسین سے محبت کرے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھے وہ مجھ سے دشمنی کرتا ہے۔(۳)

ابوبکر کا بیان ہے: پیغمبر اسلامؐ خطبہ دینے میں مصروف تھے کہ امام حسنؑ مسجد میں داخل ہوئے اور

---

(۱) اعلام الوری، ج۱، ص۴۰۲، مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۳۳، کشف الغمہ، ج۲، ص۱۴۴۔۱۴۰؛ بحار الانوار، ج۴۳، ص۲۵۵

(۲) کشف الغمہ، ج۲، ص۱۴۹

(۳) کشف الغمہ، ج۲، ص۱۵۳، عن ابی هریره، قال: سمعت رسول اللّٰہؐ، یقول: من احب الحسن و الحسین فقد اجبنی و من ابعضهما فقد ابعضنی.

سیدھے منبر پر چلے گئے رسول خداؐ نے ان کو گود میں لیکر فرمایا: میرا یہ بیٹا سید و سردار ہے اور خداوند عالم اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح قائم کرے گا۔(۱)

ابوذر غفاری بیان کرتے ہیں: کہ پیغمبر اسلامؐ نے مجھے حکم دیا کہ حسنؑ و حسینؑ سے محبت کروں اور میں رسول خدا کی محبت کی بنا پر حسنؑ و حسینؑ اور جو بھی ان سے محبت کرتا ہے اس سے محبت کرتا ہوں۔(۲)

سلمان فارسی بیان کرتے ہیں: میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: پروردگار میں حسن و حسین اور ان سے محبت کرنے والوں کو دوست رکھتا ہوں اور فرمایا: جو شخص حسنؑ و حسینؑ سے محبت کرتا ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں اور خدا بھی اس سے محبت کرتا ہے اور جس سے خدا محبت کرے اسے وہ اپنی جنت میں داخل کر لیتا ہے اور جو ان سے دشمنی کرے میں اس کو دشمن رکھتا ہوں اور جو میرا دشمن ہو خدا بھی اس کو دشمن رکھتا ہے اور جس کو وہ دشمن رکھے اس کو جہنم میں داخل کر دیتا ہے۔(۳)

ایسی دسیوں احادیث موجود ہیں لیکن ہم یہاں بس اسی پر اکتفا کر رہے ہیں۔

امامت کی دلیلیں

پیغمبر اسلامؐ نے متعدد احادیث میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی امامت کا تذکرہ کیا ہے حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے بھی اپنی شہادت کے وقت اپنے بیٹے امام حسنؑ کو امامت کے لئے منتخب فرمایا اور ان کو اپنا وصی بنایا ہے اور اپنے بعد امام کے طور پر پہچنوایا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بارے میں فرمایا: میرے یہ دونوں بیٹے امام ہیں چاہے قیام کریں یا خاموشی اختیار کر لیں۔(۴)

(۱) کشف الغمہ، ج۲، ص۱۷۲، عن ابی بکرہ قال: بینما النبیؐ یخطب اذصعد الیه الحسنؑ فضمه الیه و قال: ان ابنی هذا سید و ان الله تعالی یصلح به بین فئتین من المسلمین عظمتین.

(۲) بحارالانوار، ج۴۳، ص۲۶۹

(۳) بحارالانوار، ج۴۳، ص۲۷۵، سلمان فارسی، قال: سمعت رسول اللهؐ یقول فی الحسن و الحسین: اللّهم! انی احبهما فاحبهما و احبب من احبهما. و قالؐ: من احب الحسن و الحسین احبه و من احبه احبه الله. و من احبه الله ادخله الجنة و من ابغضهما ابغضته و من ابغضته ابغضه الله و من ابغضه الله ادخله النار.

(۴) اثبات الهداة، ج۵، ص۱۳۴، قال النبیؐ للحسن و الحسین: ابنای هذان امامان قاما او قعدا.

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: پیغمبر اسلام، نے صرف حضرت علیؑ سے وصیت فرمائی تھی لیکن حضرت علی نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ دونوں کے بارے میں وصیت فرمائی لہٰذا امام حسنؑ امام حسینؑ کے بھی امام تھے۔(۱)

سلیم ابن قیس کا بیان ہے کہ میں حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی وصیت کا گواہ ہوں مولا نے حسینؑ، محمد اور تمام اہل بیتؑ اور شیعوں کے تمام بزرگوں کو گواہ بنایا اس کے بعد کتابیں اور اسلحے امام حسنؑ کے حوالہ کئے پھر فرمایا: بیٹا پیغمبر اسلامؑ نے مجھے حکم دیا تھا کہ تمہیں اپنا وصی بناؤں کتابیں اور اسلحے تمہارے حوالہ کروں جیسا کہ پیغمبر اسلامؑ نے خود مجھے اپنا وصی بنایا تھا اور کتابیں اور اسلحہ میرے حوالہ کئے تھے۔(۲)

غلام شہر ابن آشوب کا بیان ہے: جب حضرت علیؑ کوفہ کی طرف سفر کرنے والے تھے تو انھوں نے اپنی کتابیں اور وصیت نامہ ام سلمہ کے حوالہ کیا جب امام حسنؑ مدینہ واپس آئے تو ام سلمہ نے وہ چیزیں آپ کے حوالہ کردیں۔(۳)

محمد ابن حنفیہ نے امام علی ابن الحسینؑ سے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ رسول خداؐ نے امامت اور وصیت امیر المومنینؑ کے سپرد کی تھی اور انھوں نے امام حسنؑ اور ان کے بعد امام حسینؑ کے سپرد کی تھی۔(۴)

طارق ابن شہاب کا بیان ہے: امیر المومنین حضرت علیؑ نے حسنؑ وحسینؑ سے فرمایا: کہ تم دونوں میرے بعد امام، جوانان جنت کے سردار اور گناہ کے ارتکاب سے معصوم ہو خدا تمہاری حفاظت کرے اور تمہارے دشمنوں پر اس کی لعنت ہو۔(۵)

فضل ابن حسن طبری نے کتاب اعلام الوریٰ میں لکھا ہے کہ شیعوں نے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے شیعوں کی ایک جماعت کے سامنے اپنے بیٹے امام حسنؑ کی امامت کا اعلان کیا

(۱) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۱۲۶، عن ابی عبد اللہؑ قال: اوصی رسول اللہؐ الی علی و حدہ و اوصی علی الی الحسن و الحسین جمیعا و کان الحسن امامه.

(۲) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۱۲۶

(۳) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۱۲۲

(۴) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۱۲۳

(۵) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۱۳۳، طارق بن شهاب قال: قال امیر المومنینؑ للحسن و الحسین انتما امامان بعدی و سیدا شباب اهل الجنة و المعصومون. حفظکما اللّٰه و لعنة اللّٰه علی من عاداکما.

اور امیر المومنینؑ کی شہادت کے فوراً بعد امام حسنؑ نے لوگوں کے سامنے خطبۂ امامت پڑھا۔اس کے بعد عبداللہ ابن عباس نے کھڑے ہو کر کہا: اے لوگو! یہ تمہارے پیغمبر کے بیٹے اور تمہارے امام ہیں ان کی بیعت کرو، لوگ ان کی بیعت میں ایک دوسرے پر سبقت لینا چاہ رہے تھے۔(۱)

ابو عبداللہ جدلی کا بیان ہے: جس وقت امیر المومنین علیؑ نے اپنے فرزند امام حسنؑ سے وصیت فرمائی تھی میں وہاں موجود تھا اس کے بعد انھوں نے آپ کی وصیت نقل کی ہے۔(۲)

جب امیر المومنین حضرت علیؑ کے سر پر ابن ملجم ملعون کی ضربت لگی اس کے بعد کچھ لوگ آپ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے فرمایا: تم لوگ باہر جاؤ میں وصیت کرنا چاہتا ہوں اس وقت چند شیعوں کے علاوہ سب باہر چلے گئے۔

آپ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: میں حسنؑ و حسینؑ کو اپنا وصی قرار دیتا ہوں ان کی اطاعت کرنا اس لئے کہ پیغمبر اسلامؐ نے ان کی امامت کے بارے میں واضح طور پر بیان کیا ہے۔(۳)

اصبغ ابن نباتہ بیان کرتے ہیں: جس وقت امیر المومنینؑ کو ابن ملجم ملعون کی ضربت لگی آپ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو بلایا اور فرمایا: میں آج رات میں دنیا سے چلا جاؤں گا میری باتوں کو سنو! اے حسن تم میرے وصی، میرے بعد امام ہو گے اور تم اے حسین وصیت میں اپنے بھائی کے شریک ہو جب تک وہ زندہ ہیں خاموش رہنا اور ان کی اطاعت کرنا ان کے بعد تم ناطق اور امر الٰہی کے قائم کرنے والے ہو۔(۴)

---

(۱) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۱۳۳

(۲) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۱۳۷

(۳) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۱۳۸، ان امیر المؤمنین لما ضربه ابن ملجم قال: دعونی و اهل بیتی اعهد الیهم. فقام الناس الا قلیل من شیعته. فحمد اللّٰه و اثنی علیه وقال: انی اوصی الحسن و الحسین. فاسمعوا لهما و اطیعوا امرهما. فقد كان النبی نص علیهما بالامامة من بعدی.

(۴) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۱۴۰، الاصبغ بن نباته، قال: ان علیا لما ضربه المعلون بن ملجم دعا بالحسن و الحسین فقال: انی مقبوض فی لیلتی هذه ماسمعا قولی. و انت یا حسن! وصیی و القائم بالامر بعدی. و انت یا حسین! شریكه فی الوصیة، فاصمت و كن لأمره تابعاً ما بقی. فاذا خرج من الدنیا فانت الناطق من بعده و القائم بالامر عنه.

عبادت و بندگی

کمال الدین طلحہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا عبادت کی تین قسمیں ہوتی ہیں:
ا۔صرف بدن کے ذریعہ ۲۔صرف مال کے ذریعہ ۳۔بدن اور مال دونوں کے ذریعہ
بدن کی عبادت جیسے نماز، روزہ، قرآن مجید کی تلاوت اور مختلف اذکار
مال کے ذریعہ عبادت جیسے صدقات، بخشش، خیرات اور حسن سلوک وغیرہ
اور دونوں کے ذریعہ عبادت جیسے حج، جہاد، عمرہ وغیرہ
امام حسنؑ کی عبادت ان تینوں قسموں میں اعلیٰ درجہ پر تھی۔

آپ کی نمازیں اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنا اور راتوں کو قیام کرنا مشہور ہے. آپ کے صدقات کے سلسلہ میں حلیۃ الاولیاء میں نقل ہوا ہے کہ امام حسنؑ نے دومرتبہ اپنا تمام سرمایہ راہ خدا میں قربان کر دیا اور تین مرتبہ اپنی آدھی دولت فقراء میں تقسیم کی یہاں تک کہ اپنے جوتے بھی تقسیم کئے۔

بدن اور مال دونوں کے ذریعہ انجام پانے والی عبادت کے بارے میں حلیۃ الاولیاء کے مصنف نے امام حسنؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں خدا سے شرم محسوس کرتا ہوں کہ حج کے سفر میں سوار ہو کر جاؤں آپ نے بیس مرتبہ حج کے لئے مدینہ سے مکہ کا سفر پیدل طے کیا جب کہ آپ کے پاس سواری کا انتظام تھا۔(۱)

آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ اخلاق، کردار، شرافت اور سیادت کے اعتبار سے رسول خداؐ سے بہت مشابہ تھے۔(۲)

امام جعفر صادقؑ نے اپنے والد ماجد سے اور انھوں نے امام سجادؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: امام حسن ابن علی بن ابی طالبؑ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گذار سب سے بڑے زاہد اور تمام لوگوں سے افضل تھے حج کے لئے پیدل بلکہ کبھی کبھی پا برہنہ سفر کرتے تھے جب موت کو

---

(۱) کشف الغمہ، ج۲، ص۱۸۱
(۲) کشف الغمہ، ج۲، ص۱۴۲

یاد کرتے تھے تو گریہ فرماتے تھے اور جب خدا کے سامنے اعمال پیش ہونے کو یاد کرتے تھے تو چیخ مار کر بیہوش ہو جاتے تھے جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو خوف خدا سے آپ کے بدن میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔(۱)

جب جنت یا جہنم کو یاد کرتے تھے تو سانپ کے کاٹے ہوئے انسان کی طرح تڑپتے تھے جنت کے بارے میں خدا سے دعا کرتے تھے اور جہنم سے اس کی پناہ مانگتے تھے قرآن کی تلاوت کے وقت جب کبھی آیۂ ﴿یا ایها الذین آمنوا﴾ پر پہونچتے تھے، تو فرماتے تھے "لبیك اللّٰهم لبیك" ہمیشہ آپ کے لبوں پر ذکر الٰہی رہتا تھا آپ لوگوں میں سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ فصیح تھے۔(۲)

امام رضاؑ نے اپنے آباء واجداد سے نقل کیا ہے کہ امام حسنؑ موت کے وقت گریہ فرما رہے تھے آپ سے عرض کیا گیا: فرزند رسولؐ آپ تو پیغمبر اسلامؐ کے نزدیک امتیازی حیثیت کے حامل ہیں اور آپ نے بیس حج پیدل کئے ہیں تین مرتبہ اپنے اموال کو فقراء کے درمیان تقسیم کیا ہے پھر بھی اس طرح گریہ فرما رہے ہیں آپ نے فرمایا: میرے گریہ کے دو سبب ہیں ایک قیامت کا خوف اور دوسرے دوستوں کی جدائی۔(۳)

امام حسنؑ جب مسجد کے دروازہ پر پہونچتے تھے تو سر کو بلند کر کے عرض کرتے تھے "**الٰهی ضیفک ببابک یا محسن قد اتاک المسیٔ فتجاوز عن قبیح ما عندی بجمیل ما عندک یا کریم**" خدایا تیرا مہمان تیرے دروازہ پر کھڑا ہے اے احسان کرنے والے تیرے پاس برائی کرنے والا آیا ہے لہٰذا میری برائیوں سے اپنی خوبیوں کے طفیل میں درگذر کر۔(۴)

جب نماز سے فارغ ہو جاتے تھے تو طلوع آفتاب تک کسی سے گفتگو نہیں کرتے تھے۔(۵)

---

(۱) بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۳۳۱
(۲) بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۳۳۱
(۳) بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۳۳۲
(۴) بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۳۳۹
(۵) بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۳۳۹

عطاو بخشش اور حسن سلوک

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ایک شخص عثمان ابن عفان کے پاس گیا جو مسجد کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اوران سے کسی چیز کا مطالبہ کیا عثمان نے اسے پانچ درہم عطا کردیئے اس شخص نے کہا مجھے ایسے لوگوں کا پتہ بتادیں جو مجھے اس سے زیادہ دے سکیں عثمان نے مسجد کے ایک گوشہ کی طرف اشارہ کیا جہاں امام حسنؑ امام حسینؑ اور عبداللہ ابن جعفرؓ بیٹھے ہوئے تھے وہ شخص ان کے پاس گیا ان کو سلام کیا اوران سے مدد کا مطالبہ کیا۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

لوگوں سے کچھ مانگنا حرام ہے سوائے ان تین صورتوں میں سے، کسی ایک صورت میں، مقتول کی دیت کے لئے، جس قرض کے ادا کرنے کا وقت ہو چکا ہو اس کے لئے، یا جب بہت زیادہ فقر میں مبتلا ہو. تیری مشکل ان میں سے کیا ہے اس نے عرض کیا انھیں میں سے کسی ایک مشکل میں مبتلا ہوں امام حسنؑ نے پچاس درہم امام حسینؑ نے ۴۹ درہم اور جناب عبداللہ ابن جعفر نے ۴۸ درہم اسے عطا کئے۔

عثمان نے اس کرم اور احسان کو دیکھ کر کہا ان جوانوں کی طرح کون ہوسکتا ہے ان لوگوں نے اپنے والد ماجد سے علم حاصل کیا ہے اور خیر وحکمت تک پہونچے ہوئے ہیں۔(۱)

سعید ابن عبدالعزیز کا بیان ہے:

حسن ابن علیؑ نے ایک شخص کو دیکھا جو دعا کر رہا تھا اور خدا سے درخواست کر رہا تھا کہ اسے دس ہزار درہم عطا کردے، آپ گھر گئے اور اس کے لئے دس ہزار درہم بھیج دیئے۔(۲)

ایک شخص امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ کو اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے اتنی ساری نعمتیں بغیر کسی شفیع کے آپ کو عطا کردیں مجھے اس ظالم و جابر دشمن سے نجات دلا دیں جو نہ بزرگوں کا احترام کرتا ہے اور نہ بچوں پر ترس کھاتا ہے امام حسنؑ ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے

(۱) بحارالانوار، ج۴۳، ص۳۳۲

(۲) بحارالانوار، ج۴۳، ص۳۴۱

سیدھے ہو کر بیٹھے اور فرمایا: تیرا دشمن کون ہے جس سے میں تجھے انصاف دلا سکوں۔
اس شخص نے جواب دیا: غربت اور افلاس۔

امامؑ نے اپنے خادم سے فرمایا: جو کچھ تمہارے پاس ہے حاضر کرو خادم گیا اور پانچ ہزار درہم لے کر آیا آپ نے فرمایا: یہ سب اس شخص کو دیدو اس کے بعد آپ نے فرمایا: کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب یہ دشمن تمہیں ستائے تو انصاف کے لئے میرے پاس آ جانا۔(۱)

ابن عائشہ سے روایت ہے کہ شام کے رہنے والے ایک شخص نے امام حسنؑ کو دیکھا کہ آپ سوار ہو کر کہیں جا رہے ہیں وہ فوراً آپ کو گالیاں دینے لگا اور آپ کی برائی کرنے لگا لیکن آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ جب وہ گالیاں دے چکا تو امام نے اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے سلام کیا اور فرمایا: اے شیخ میرا خیال ہے کہ تم مسافر ہو اور تمہیں غلط فہمی ہو گئی ہے اگر تم مجھے راضی کرنا چاہو تو میں راضی ہونے کے لئے تیار ہوں اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے تو میں عطا کر سکتا ہوں اگر رہنمائی چاہتے ہو تو تمہاری ہدایت کر سکتا ہوں اگر تمہارے پاس سواری کے لئے حیوان نہیں ہے تو میں دینے کے لئے تیار ہوں اگر بھوکے ہو تو میں سیر کر سکتا ہوں اگر تمہارے پاس لباس نہ ہو تو دے سکتا ہوں اگر ضرورت مند ہو تو میں تمہاری ضرورت پوری کرنے کے لئے تیار ہوں اگر سامان سفر میرے گھر لا کر میرے مہمان ہونا چاہو تو مجھے خوشی ہوگی میرا گھر وسیع ہے اور اس میں ضرورت کی چیزیں مہیا ہیں۔

جب اس شامی نے آپ کی باتیں سنیں تو رونے لگا اور عرض کی: "**اشهد انک خليفة رسول اللّٰهؐ. اللّٰه اعلم حيث يجعل رسالته**" میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خلیفۂ رسول اللہؐ ہیں اور خدا ہی جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کس کے حوالے کرے اس سے پہلے آپ اور آپ کے والد میرے سب سے بڑے دشمن تھے لیکن اب آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں اس کے بعد وہ سامان سفر لیکر آپ کے گھر آ گیا اور آپ کا مہمان ہو گیا اور پھر آپ کے خاص عقیدتمندوں میں شمار ہونے لگا۔(۲)

(۱) بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۳۵۰
(۲) بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۳۴۴

امام حسنؑ اپنے والد کے بعد

حضرت علیؑ ۴۰ھ میں ماہ رمضان المبارک کی شب ۲۱ ویں میں شہید ہوئے اور آپ کی وصیت کے مطابق رات ہی میں کسی کو اطلاع دیئے بغیر آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا اسی دن صبح آپ کے فرزند امام حسنؑ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد لوگوں کو اپنے والد کی شہادت کی خبر سنائی۔ اور آپ کے بعض فضائل وکمالات کی طرف اشارہ کر کے گریہ کیا لوگ بھی رو رہے تھے اس وقت عبداللہ ابن عباس کھڑے ہوئے اور کہا اے لوگو! حسن فرزند رسولؐ اور وصی امیر المومنینؑ ہیں خلافت کے لئے ان کی بیعت کرو حاضرین نے امام حسنؑ کی بیعت کر لی اس کے بعد سے آپ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور حکومت سے متعلق امور انجام دینے لگے حکومت کے گذشتہ اعمال اور گورنروں کی کارکردگی کا جائزہ لیا اور ان کے اسی منصب پر باقی رہنے کے احکام صادر کئے بعض نئے گورنر معین کئے اور ان کو مختلف شہروں میں بھیجا انھیں میں سے عبداللہ ابن عباس کو بصرہ کا حاکم معین فرمایا۔

دوسری طرف معاویہ جس نے شام میں ایک طاقتور حکومت قائم کر رکھی تھے جب اس کو لوگوں کے ذریعہ امام حسنؑ کی بیعت کی خبر ملی تو اس نے پہلے دو زبردست جاسوس کوفہ اور بصرہ کی طرف روانہ کئے تاکہ وہاں کی اہم ترین خبروں سے اسے واقف کر سکیں اور امام حسنؑ کی حکومت کے خلاف اندرونی اختلاف ڈال کر لوگوں کے درمیان فساد کرائیں امامؑ کو اس سازش کا علم ہو گیا اور آپ نے حکم دیا کہ ان دونوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے اس کے بعد معاویہ کو ایک خط لکھ کر اس کے اس کام پر اعتراض کیا۔

اس کے بعد معاویہ کے ساتھ اور بھی خط وکتابت ہوئی اور آپ نے اپنے خصوصیات وفضائل بیان کر کے اپنے کو خلافت کا زیادہ حقدار قرار دیا معاویہ جس نے مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی حکومت کے خلاف اپنی حکومت کی توسیع کے لئے برسوں کوشش کی تھی وہ امام حسنؑ کی باتوں کو ماننے اور آپ کا حق دینے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھا اس نے فیصلہ کیا امام حسنؑ کی نئی حکومت کے خلاف مہم چلائے گا اور جس طرح بھی ہو چاہے جنگ ہی کیوں نہ کرنا پڑے حکومت کے سلسلہ میں اپنے اس نئے رقیب کو سیاست کے میدان سے باہر کر دے گا اسی لئے جنگ کا اعلان کر دیا اور ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ عراق کی طرف سفر شروع کیا۔

یہ خبر جب امام حسنؑ تک پہونچی تو آپ بھی معاویہ کے لشکر سے مقابلہ کے لئے لشکر تیار کرنے پر مجبور ہوئے جہاد کے اعلان کے بعد آپ نے حجر ابن عدی کو یہ ذمہ داری سونپی کہ حق کے دفاع کے لئے لوگوں کو تیار کریں کچھ لوگ تیار ہوگئے اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔

لیکن افسوس اکثر لوگوں نے جنگ میں شرکت کے سلسلہ میں ٹال مٹول سے کام لیا اس لئے امام حسنؑ کے لشکر کی تعداد اتنی نہ ہوسکی کہ آپ شام کے اس بڑے لشکر کا مقابلہ کر سکتے اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ تھی کہ یہ تھوڑی سی فوج بھی فکری اور نظریاتی اعتبار سے ہم آہنگ اور منظّم نہیں تھی اور اس میں شریک افراد الگ الگ مقاصد لیکر میدان جنگ میں حاضر ہوئے تھے۔

بعض محققین نے امام حسنؑ کی فوج کو اس طرح تقسیم کیا ہے:

آپ کی فوج میں شامل افراد میں بعض افراد امام حسنؑ کے مخلص حامی اور آپ کے حقیقی شیعہ تھے اور اس سے پہلے مولائے کائناتؑ کی حکومت کی حمایت کر چکے تھے۔

کچھ لوگ معاویہ کی دشمنی میں اس سے بدلہ لینے کے لئے اس کے خلاف میدان جنگ میں آئے تھے ان کا مقصد امام حسنؑ کی حکومت اور خلافت کا دفاع کرنا نہیں تھا۔

کچھ دوسرے لوگوں نے مال غنیمت کی امید پر میدان جنگ میں قدم رکھا تھا حق کا دفاع کرنا ان کا مقصد نہیں تھا کچھ لوگ لشکر امام حسنؑ میں شریک ہونے کے باوجود شک و تردید میں مبتلا تھے اور جنگ کے سلسلہ میں کشمکش کا شکار تھے اور حقیقت میں جنگ کے لئے ان کی نظر میں کوئی مقصد نہیں تھا۔

کچھ افراد ایسے بھی تھے جو جنگ کے مقصد سے ناواقف تھے صرف قبیلہ جاتی تعصب کی بنا پر اپنے قبیلے کے سردار کے ساتھ جنگ میں حاضر ہو گئے تھے۔(۱)

امام حسنؑ کے سامنے اسی لشکر کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا آپ نے اپنا لشکر منظّم کیا اور چار ہزار کا لشکر قبیلہ کندی کے ایک شخص کی قیادت میں انبار کی طرف روانہ کیا اور اسے یہ حکم دیا کہ جب تک میری طرف سے کوئی حکم نہ پہونچے کسی طرح کا کوئی اقدام نہ کرے۔

معاویہ نے ہمیشہ کی طرح مکر و فریب کا سہارا لیا اور پانچ لاکھ درہم امام حسنؑ کی فوج کے سپہ سالار

(۱) کشف الغمہ، ج۲، ص۱۶۵۔۱۶۳

کے لئے روانہ کئے اور اس سے کہا کہ جنگ کا ارادہ ترک کر کے میری طرف آ جاؤ اس کندی سپہ سالار نے وہ درہم لے لئے اور اپنے دوسو حامیوں کے ساتھ معاویہ کی طرف چلا گیا۔

امام حسنؑ کو اس خبر سے بہت افسوس ہوا اور آپ نے قبیلۂ مراد کا دوسرا سپہ سالار اس کی جگہ پر معین فرمایا معاویہ نے اسے پانچ ہزار درہم بھیجے اور یہ لالچ دیا کہ جنگ کے بعد اسے کسی شہر کا حاکم بنا دے گا وہ بھی پیسہ لیکر معاویہ سے مل گیا۔

اس کے علاوہ بعض دوسرے لوگ بھی اسی طرح سے لالچ میں آ گئے اور معاویہ کے پاس چلے گئے جن میں عبید اللہ ابن عباس بھی تھے اس کے علاوہ کوفہ کے قبیلوں کے کچھ سرداروں نے معاویہ کو خط لکھا تھا کہ ہم تمہارے حامی ہیں تم آ ؤ جب قریب پہونچو گے تو ہم حسنؑ کو گرفتار کر کے تمہارے حوالہ کر دیں گے یا ان کو قتل کر دیں گے۔

معاویہ کے ساتھ صلح

جس وقت امام حسنؑ چار ہزار کے لشکر کے ساتھ ساباط میں ٹھہرے ہوئے تھے معاویہ نے کوفیوں اور وہاں کے قبیلوں کے سرداروں کے خطوط آپ کی خدمت میں بھیج دیئے اور لکھا: اے میرے چچازاد میرے اور اپنے درمیان رشتہ داری کو ختم نہ کرو ان افراد پر بھروسہ کر کے دھوکہ میں نہ آؤ یہ لوگ تمہارے ساتھ اور تم سے پہلے تمہارے والد کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں میں آپ سے صلح کے لئے تیار ہوں۔

امام حسنؑ اپنے فوجیوں کے حالات سے باخبر تھے اور اپنے لشکر کی بعض اہم شخصیتوں کے (معاویہ کی طرف) فرار کو دیکھ چکے تھے کوفہ والوں کی بے وفائی ان کے نظریاتی اختلاف اور ان کے الگ الگ مقاصد سے باخبر تھے لہٰذا آپ نے محسوس کیا کہ ایسے حالات میں جنگ کر کے سوائے مسلمانوں کی ایک بڑی تعدا کے قتل وخونریزی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا نیز اس جنگ میں آخر کار دشمن کی فوج ہی کو کامیابی ملے گی اور یہ لوگ شیعوں کے سلسلہ میں مزید دشمنی اور شرارت سے کام لیں گے اگر چہ ایسے حالات میں صلح کرنا بھی کوئی آسان کام نہ تھا۔

امامؑ نے ارادہ کیا کہ خطبہ دے کر اپنے فوجیوں کا امتحان لیں اور اس سلسلہ میں ان کا نظریہ معلوم کریں آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے خطبہ میں ان مطالب کی طرف اشارہ کیا۔

امامؑ کا خطبہ بعض حاضرین کو پسند نہ آیا اور وہ یہ سمجھے کہ آپ معاویہ کے ساتھ صلح کرنا چاہتے ہیں ان میں سے بعض بھڑک اٹھے اور کہنے لگے اے حسن مشرک اور کافر ہو گئے ہو جس طرح تمہارے باپ کافر ہو گئے تھے۔

کچھ لوگوں نے آپ کے خیمہ پر حملہ کر دیا اور اس کو غارت کر دیا یہاں تک کہ آپ کے نیچے سے مصلیٰ کھینچ لیا اور آپ کی دوش سے عبا اتار لی۔

امامؑ نے جب اپنی جان کے لئے خطرہ محسوس کیا تو مجبوراً گھوڑے پر سوار ہو گئے آپ کے کچھ مخلص شیعہ اور خاص اصحاب نے آپ کو گھیرے میں لے لیا تاکہ دوستوں کے بھیس میں آئے ہوئے دشمنوں سے آپ کو بچا سکیں۔

جب رات کی تاریکی میں ساباط سے گذر رہے تھے اچانک ایک شخص نے حملہ کر دیا آپ کی ران پر ایک گہرا زخم لگ گیا آپ کے ہمراہ موجود افراد نے مدد کی اور آپ کو اس بدبخت شخص اور اس کے ساتھیوں سے بچا کر مدائن لے گئے اور وہاں ایک شیعہ کے گھر میں رکھ کر آپ کا علاج کیا گیا۔

اس توہین آمیز رویہ کو دیکھ کر امامؑ کو اپنے لشکر کے حالات کا اور زیادہ اندازہ ہو گیا ایسی فوج کے ساتھ جس میں ایسے افراد ہوں جو اپنے امامؑ اور سردار کو گالیاں دینے پر آمادہ ہوں اور ان کو کافر قرار دیتے ہوں ان کا، خون بہانے کو حلال سمجھتے ہوں اور ان کے اموال کو غارت کرتے ہوں دشمن سے کس طرح مقابلہ کیا جا سکتا ہے. کیا ایسی فوج پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟۔

اس کے علاوہ معاویہ نے بعض قبائل کے سرداروں کے خطوط بھی امام حسنؑ کے پاس روانہ کر دیئے جن میں انھوں نے لکھا تھا کہ ہم حسنؑ کو گرفتار کر کے تمہارے حوالہ کرنے یا ان کو قتل کرنے کے لئے تیار ہیں اس کے ساتھ معاویہ نے امام کو خط میں لکھا کہ آپ کے لشکر والے اس طرح کے افراد ہیں کیا آپ ایسی فوج کے ساتھ مجھ سے جنگ کرنا چاہتے ہیں آپ کی اور اس امت کی بھلائی اسی میں ہے کہ جنگ چھیڑنے سے بچیں اور صلح کو قبول کر لیں اس سلسلہ میں آپ جس شرط کی پیش کش کریں ہم اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہیں اور اس کے پابند رہیں گے۔

امام حسنؑ، معاویہ کے مکر وفریب سے واقف تھے لیکن آپ کے سامنے اس پیش کش کو قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا آپ جانتے تھے کہ اس فوج کے ساتھ معاویہ کے لشکر سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا لہٰذا بہتر ہے کہ خونریزی سے بچنے کے لئے صلح کرلی جائے۔

لہٰذا امام حسنؑ اپنے شرائط پر صلح قبول کرنے کے لئے تیار ہوگئے آپ کی طرف سے صلح کے لئے مندرجہ ذیل شرطیں پیش کی گئی:

۱: معاویہ خودکو امیر المومنین نہ کہلوائے۔

۲: گواہی کے لئے پاس نہ بلایا جائے۔

۳: حضرت علیؑ کے شیعہ ہر جگہ امان میں رہیں اور کسی کو کوئی اذیت نہ پہونچائی جائے۔

۴: صفین اور جمل کی لڑائی میں شہید ہونے والے حضرت علیؑ کے لشکر والوں کی اولاد میں ہزار ہزار درہم تقسیم کئے جائیں۔

۵: معاویہ قرآن وسنت اور صالح خلفاء کی سیرت پر عمل کرے۔

۶: اپنے بعد کسی کو ولی عہد نہ بنائے اور خلافت مسلمانوں کی شوریٰ پر چھوڑ دے۔

۷: حسنؑ وحسینؑ اور دوسرے اہل بیتؑ کے سلسلہ میں کسی طرح کی خفیہ یا اعلانیہ سازش نہ کرے اور ان کو خوفزدہ نہ کرے۔

معاویہ نے تمام شرائط منظور کرلئے اور یہ عہد کیا کہ ان شرطوں کی پابندی کرے گا۔

اس طرح صلح کے معاہدے پر دونوں طرف سے دستخط ہوگئے لیکن معاویہ نے صلح کے شرائط پر عمل نہیں کیا اور ابتدا ہی سے اپنی خیانت کے ارادہ کو ظاہر کرنے لگا اس نے نخیلہ جاکر نماز جماعت کے بعد خطبہ دیا اور اس میں کہا کہ میں نے تم سے جنگ اس لئے نہیں کی کہ تم نماز پڑھو روزہ رکھو حج کے لئے جاؤ زکاۃ ادا کرو ان کو تو تم انجام ہی دیتے ہو بلکہ میں نے تم سے جنگ کی تاکہ تمہارے اوپر حکومت کرسکوں اور خدا نے وہ حکومت مجھے عطا کردی جب کہ تم نہیں چاہتے تھے میں نے حسن ابن علیؑ سے کچھ کاموں کا وعدہ کیا ہے لیکن ان پر عمل ہرگز نہیں کروں گا۔(۱)

---

(۱) بحار الانوار، ج۴۴، ص۶۹۔۱؛ کشف الغمہ، ص۱۶۹۔۱۶۴، مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۴۰۔۳۶

تیسرے امام

امام حسین علیہ السلام

امام حسینؑ ۳ یا ۵ رشعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد ماجد حضرت علی ابن ابی طالبؑ اور مادر گرامی جناب فاطمہ زہرا بنت رسولؐ تھیں۔

آپ کی کنیت: ابوعبداللہ اور القاب: رشید، طیب، سید، سبط، وفی اور مبارک تھے۔

آپ کی ولادت کے وقت جبرئیل امین مبارک باد دینے کے لئے خدمت پیغمبرؐ میں حاضر ہوئے اور خدا کی طرف سے یہ پیغام لائے کہ ان کا نام حسین رکھیں پیغمبر اسلامؐ نے داہنے کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت کہی ساتویں دن دو گوسفند آپ کے عقیقہ کے لئے ذبح کئے اور ان کا گوشت فقراء میں تقسیم کیا۔

امام حسینؑ نے بعض اقوال کی بنیاد پر اس دنیا میں ۵۶ سال چند مہینے زندگی بسر کی جس میں چھ سال چند مہینہ اپنے جد پیغمبر اسلامؐ کے ہمراہ رہے ان کی وفات کے بعد اپنے والد ماجد حضرت علیؑ کے ہمراہ زندگی بسر کی مولائے کائناتؑ کی شہادت کے بعد دس سال اپنے بھائی کی امامت میں آپ کے ساتھ رہے اور ۵۰ھ میں ان کی شہادت کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے۔

روز عاشورہ ۶۱ھ میں میدان کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا: آپ کا جسم اطہر کربلائے معلیٰ ہی میں سپرد خاک کیا گیا ہے۔(۱)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۰۱۔۲۰۰، کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۵۲۔۲۱۶، اعلام الوری، ج ۱، ص ۴۲۰، مطالب السؤول، ج ۲، ص ۴۹ و ۵۱ و ۶۹ و ۷۰

امامت کی دلیلیں

امام حسینؑ کی امامت کو ثابت کرنے کے لئے ان تمام دلیلوں کو ذکر کیا جاسکتا ہے جن کا تذکرہ پہلے کیا جاچکا ہے اس کے علاوہ پیغمبر اسلاؐم نے متعدد احادیث میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی امامت کا تذکرہ کیا ہے پیغمبر اسلاؐم نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بارے میں فرمایا: میرے دونوں بیٹے امام ہیں چاہے قیام کریں یا خاموشی اختیار کریں۔(۱)

اس کے علاوہ امام حسنؑ نے بھی اپنی شہادت کے وقت آپ کی امامت کا اعلان کیا۔

امام جعفر صادقؑ نے ایک حدیث میں فرمایا: حسن ابن علیؑ نے اپنی شہادت کے وقت اپنے بھائی محمد حنفیہ کو بلایا اور فرمایا: کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ میری شہادت کے بعد حسین ابن علیؑ امام ہوں گے ان کی امامت خداوند عالم کی مرضی سے ہے اور پیغمبر اسلاؐم نے اس کے بارے میں واضح طور پر بیان کیا ہے اور خداوند عالم جانتا ہے کہ تم اہل بیتؑ خدا کے بہترین بندے ہو حضرت محمدؐ کو خداوند عالم نے نبوت کے لئے منتخب کیا ہے انھوں نے امامت کے لئے حضرت علیؑ کو معین کیا میرے والد حضرت علیؑ نے میری امامت کا اعلان کیا اور میں نے امامت کے لئے حسینؑ کو منتخب کیا۔

محمد ابن حنفیہ نے عرض کیا: بھائی آپ ہمارے امام ہیں آپ اپنی ذمہ داری پر عمل کریں۔(۲)

علی ابن یونس عاملی نے کتاب صراط مستقیم میں لکھا ہے:

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے اپنے فرزند امام حسینؑ کی امامت کا تذکرہ اسی طرح کیا تھا جس طرح امام حسنؑ کی امامت کا تذکرہ کیا تھا شیعوں نے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ نے اپنی شہادت کے وقت امام حسینؑ کو امام منتخب کیا نبوت کی امانتیں اور امامت کے اسرار آپ کے حوالہ کیئے۔ اور شیعوں کو ان کی امامت سے آگاہ کردیا اور ان کو اپنے بعد پرچم ہدایت قرار دیا اور یہ ایک واضح اور مشہور امر ہے جو کسی سے بھی مخفی نہیں ہے۔(۳)

---

(۱) اثبات الہداۃ، ج ۵، ص ۱۷۱۔۱۳۴

(۲) اثبات الہداۃ، ج ۵، ص ۶۹، بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۷۴

(۳) اثبات الہداۃ، ج ۵، ص ۱۷۳

مسعودی نے کتاب اثبات الوصیہ میں لکھا:

جس وقت امام حسنؑ بیمار ہوئے ان کے بھائی ابوعبداللہ (امام حسینؑ) ان کے پاس حاضر ہوئے دونوں میں گفتگو ہوئی امام حسنؑ نے اپنے بھائی امام حسینؑ کو اپنا وصی قرار دیا ان کو اسم اعظم کی تعلیم دی انبیاء کی میراث اور امیر المومنینؑ کی وصیت ان کے حوالہ کی۔ (۱)

محمد حنفیہ نے امام زین العابدینؑ سے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ رسول خداؐ نے اپنی وصیت اور اپنے بعد کی امامت امیر المومنینؑ کے حوالہ کی تھی اور انھوں نے یہ عہدہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے حوالہ کیا تھا۔ (۲)

امام حسینؑ کے فضائل

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین کو دوست رکھتا ہے خدا اس کو دوست رکھتا ہے۔ (۳)

اسی طرح آپ نے فرمایا: جو زمین اور آسمان میں لوگوں کے سب سے زیادہ محبوب انسان کی طرف دیکھنا چاہے وہ حسین کی طرف دیکھے۔ (۴)

حذیفہ نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا نے حسینؑ کو جو فضیلت عطا کی ہے وہ کسی آدمی کو نہیں دی سوائے یوسف ابن یعقوب کے۔

حذیفہ یمانی کا بیان ہے: میں نے پیغمبر اسلامؐ کو دیکھا وہ حسین کا ہاتھ پکڑے ہوئے فرما رہے تھے اے لوگو! یہ حسین ابن علیؑ ہیں ان کو پہچان لو خدا کی قسم وہ جنت میں ہوں گے اور ان کے دوست

---

(۱) اثبات الہداۃ، ج ۵، ص ۱۷۴

(۲) اثبات الہداۃ، ج ۵، ص ۱۷۰

(۳) بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۶۱، قال رسول اللّٰہؐ حسین منی و انا من حسین. احب اللّٰہ من احب حسینا حسین سبط من الاسباط.

(۴) بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۹۷، قال رسول اللّٰہؐ: من احب ان ینظر الی احب اھل الارض و السماء فلینظر الی الحسین.

اور دوستوں کے دوست بھی جنت میں ہوں گے۔(۱)

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: حسن وحسین میرے اور اپنے پدر بزرگوار کے بعد زمین پر سب سے افضل ہیں اور ان کی ماں دنیا کی عورتوں میں سب سے بہتر ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: حسن وحسین دو پھول ہیں۔(۲)

اسی طرح آپ نے فرمایا: حسن وحسین جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے والدان سے افضل ہیں۔(۳)

امام حسینؑ کی عبادت وبندگی

امام حسینؑ سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں خدا سے اس قدر خوفزدہ ہیں تو آپ نے فرمایا: قیامت کی سخت منزلوں سے کسی کو امان نہیں ہے سوائے اس شخص کے جو خدا سے ڈرتا ہو۔(۴)

عبداللہ ابن عبید کا بیان ہے: امام حسینؑ نے ۲۵ حج پیدل کئے جب کہ آپ کے پاس سواری کا جانور موجود تھا۔(۵)

امام زین العابدینؑ سے عرض کیا گیا کیوں آپ کے بابا کے فرزندوں کی تعداد اتنی کم ہے تو آپ

---

(۱) بحارالانوار، ج۴۳، ص۲۶۲، حذیفه بن الیمان قال: رایت النبیؐ آخذا بید الحسین بن علی و هو یقول: یا ایها الناس! هذا الحسین بن علی فاعرفوه. فو الذی نفسی بیده انه لفی الجنة و محبیه فی الجنة و محبی محبیه فی الجنة.

(۲) بحارالانوار، ج۴۳، ص۳۱۶، ابن عمر عن النبیؐ قال: الحسن و الحسین هما ریحانی من الدنیا.

(۳) بحارالانوار، ج۴۳، ص۲۶۴، قال رسول اللّٰه: الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة و ابوهما خیر منهما.

(۴) بحارالانوار، ج۴۴، ص۱۹۲، و من زهدهؑ انه قیل له: ما اعظم خوفك من ربك؟ قال: لایأمن یوم القیامه الا من خاف اللّٰه فی الدنیا.

(۵) بحارالانوار، ج۴۴، ص۱۹۳، قال عبد اللّٰه بن عبید لقد حج الحسین بن علی خمسة و عشرین حجة ماشیاً و ان النجائب لتقاد معه.

نے فرمایا: مجھے ان کے ذریعہ خود اپنی ولادت پر تعجب ہے اس لئے کہ وہ ہر روز رات و دن میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔(۱)

راوی کا بیان ہے کہ میں نے حسن و حسین کو دیکھا کہ آپ حج کے لئے پیدل تشریف لے جا رہے ہیں جو سوار ان کے پاس سے نکلتا ہے اپنی سواری سے اتر جاتا ہے اور ان کے ساتھ پیدل چلنے لگتا ہے ان میں سے بعض کے لئے پیدل چلنا مشکل تھا انھوں نے سعد ابن ابی وقاص سے کہا ہمارے لئے پیدل چلنا مشکل ہے لیکن اچھا نہیں لگتا کہ یہ دونوں بزرگ سید پیدل چلیں اور ہم سوار ہو کر چلیں. سعد نے یہ بات امام حسنؑ تک پہونچادی اور عرض کیا کہ کاش آپ لوگ ایسے لوگوں کی حالت کا خیال رکھتے ہوئے اپنی سواری پر سوار ہو جاتے امام حسینؑ نے جواب دیا کہ ہم سوار نہیں ہو سکتے اس لئے کہ ہم نے یہ عہد کیا ہے پیدل حج کریں گے لیکن دوسرے مسافروں کا خیال رکھتے ہوئے ہم اس راستہ سے الگ ہو جائیں گے یہ کہہ کے وہ دونوں حضرات اس راستہ سے دور ہو گئے۔

حسن سلوک اور راہ خدا میں خرچ کرنا

امام حسینؑ، اسامہ ابن زید کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اسامہ بیمار تھے اور کہہ رہے تھے "واغمــــاہ" امام نے ان سے فرمایا: بھائی آپ کو کیا غم ہے انھوں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میرے اوپر ساٹھ ہزار درہم کا قرض ہے میں ڈر رہا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں میں مر جاؤں اور میرے اوپر قرض کا بوجھ رہ جائے امام نے ان سے فرمایا: پریشان نہ ہو تمہاری موت سے پہلے ہی میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا اور آپ نے ایسا ہی کیا۔(۲)

شعیب ابن عبدالرحمٰن کا بیان ہے: امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آپ کی دوش مبارک پر کچھ نشانات دیکھے گئے امام سجادؑ سے ان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ نشانات کھانے کے اس بوجھ کے ہیں جو میرے والد بیواؤں، یتیموں اور غریبوں کے یہاں پہونچایا کرتے تھے۔(۳)

---

(۱) بحارالانوار، ج۴۴، ص۱۹۶، قیل لعلی بن الحسن: ما اقل ولد ابیك؟ فقال: العجب کیف ولدت؟ کان یصلی فی الیوم و اللیلة الف رکعة.

(۲) بحارالانوار، ج۴۴، ص۱۹۴

(۳) بحارالانوار، ج۴۴، ص۱۹۵

امام حسینؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: پیغمبر اسلامؐ کے اس قول کا صحیح ہونا میرے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ نماز کے بعد سب سے اہم عمل مومن کے دل کو خوش کرنا ہے البتہ اس طرح کہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو۔

ایک دن آپ نے ایک غلام کو دیکھا کہ ایک کتے کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا ایک نوالہ خود کھاتا تھا اور ایک نوالہ کتے کے سامنے ڈال دیتا تھا آپ نے اس غلام سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا:

اے فرزند رسولؐ میں بہت غمزدہ ہوں اس کتے کو خوش کر رہا ہوں شاید خداوند عالم مجھے بھی خوش کر دے میرا مالک ایک یہودی ہے میں اس سے چھٹکارا چاہتا ہوں۔

امام حسینؑ اس غلام کے مالک کے یہاں تشریف لے گئے اور اس غلام کے عوض دوسو دینار اس یہودی کو دیئے اس یہودی نے عرض کیا یہ غلام آپ کے قدموں پر نثار کہ آپ یہاں تشریف لائے میں نے یہ زراعت بھی اسے بخش دی یہ دوسو دینار بھی آپ رکھ لیجئے امام حسینؑ نے فرمایا: میں نے تمہارا ہدیہ قبول کرلیا اور سب کچھ غلام کو عطا کر کے اس کو آزاد کر دیا۔

اس یہودی کی زوجہ جو یہ منظر دیکھ رہی تھی اس نے کہا میں اسلام لاتی ہوں اور اپنا مہر معاف کئے دیتی ہوں اس یہودی مرد نے کہا میں بھی مسلمان ہوگیا اور یہ گھر اپنی زوجہ کو عطا کر دیا۔(۱)

انس کا بیان ہے: میں حسین ابن علیؑ کے پاس تھا ایک کنیز آپ کے پاس آئی اور آپ کی خدمت میں پھولوں کی ایک شاخ پیش کی۔

امام نے کنیز سے کہا: تمہیں راہ خدا میں آزاد کیا۔

انس نے عرض کیا کہ فرزند رسولؐ پھولوں کی یہ شاخ اتنی قیمتی تو نہیں تھی کہ آپ نے اس کے بدلہ اس کنیز کو آزاد کر دیا۔

آپ نے فرمایا: خدا نے مجھے اسی طرح کی تعلیم دی ہے۔

اس نے فرمایا ہے: ﴿اذا حییتم بتحیة فحیوا بأحسن منها او ردوها﴾ پھولوں کی شاخ سے بہتر اس کو آزاد کرنا تھا۔(۲)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۹۴

(۲) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۹۵

امام حسینؑ کے ایک غلام سے کچھ غلطی ہوگئی جس کی اسے سزا ملنا چاہئے تھی۔
اس غلام نے جب یہ محسوس کیا کہ اسے سزا ملے گی۔
تو عرض کیا: اے میرے مولا "**والکاظمین الغیظ**"
امام نے فرمایا: میں نے بخش دیا۔
اس نے عرض کیا: مولا "**والعافین عن الناس**"
حضرت نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کر دیا۔
اس نے عرض کیا: "**واللّٰہ یحب المحسنین**"
حضرت نے فرمایا: تجھے راہ خدا میں آزاد کر دیا اور جتنا تجھے عطا ہو چکا ہے اس سے دوگنا اور دیا جائے گا۔(۱)

ایک دیہاتی عرب امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: فرزند رسولؐ پوری دیت کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور میں اس کو ادا کرنے سے عاجز ہوں۔

میں نے یہ طے کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ کریم شخص سے اس کا مطالبہ کروں گا اور میری نظروں میں اہلبیتؑ رسولؐ سے زیادہ کریم کوئی نہیں ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: میں تجھ سے تین سوال کروں گا اگر تم ان میں سے ایک کا جواب دو گے تو تیرے مطالبہ کا ایک تہائی عطا کروں گا اگر دو سوالوں کا جواب دے گا تو دو تہائی دوں گا اور اگر تینوں سوالوں کا جواب دیا تو سارا مال عطا کر دوں گا۔

اس اعرابی نے عرض کیا: کہ کیا فرزند رسولؐ آپ جیسی عظیم شخصیت اتنے علم و فضل کے باوجود مجھ جیسے شخص سے سوال کرے؟۔

امامؑ نے فرمایا: ہاں میں نے اپنے جد رسول خداؐ سے سنا ہے "**المعروف بقدر المعرفه**".

اس اعرابی نے عرض کیا: آپ سوال کیجئے اگر معلوم ہوگا تو بتادوں گا ورنہ آپ سے معلوم کرلوں گا.**و لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ**.

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۹۵

امام حسینؑ نے اس سے دریافت کیا سب سے بہتر عمل کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: خدا پر ایمان۔

امامؑ نے پوچھا: ہلاکتوں سے نجات کا ذریعہ کیا ہے؟

اس نے عرض کیا: خدا پر اعتماد کرنا۔

امامؑ نے سوال کیا: انسان کی زینت کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: وہ علم جس کے ساتھ صبر ہو۔

امامؑ نے فرمایا: اگر یہ نہ ہو۔

اس نے عرض کیا: تو وہ مال جو انصاف اور جوانمردی کے ساتھ ہو۔

امامؑ نے فرمایا: اگر یہ بھی نہ ہو تو کون سی چیز زینت ہے؟

اس نے عرض کیا: وہ فقر و تنگدستی جس کے ساتھ صبر ہو۔

امامؑ نے پوچھا: اگر یہ بھی نہ ہو تو۔

اس شخص نے عرض کیا: کہ اس صورت میں چاہئے کہ آسمان سے ایک بجلی گرے اور اس کو جلا دے۔

امام حسینؑ ہنسے اور اس کو ایک ہزار دینار عطا کر دیئے اور اپنی انگوٹھی جس کی قیمت دوسو درہم تھی اس کو عطا کر کے فرمایا: اس پیسہ سے اپنا قرض ادا کرو اور اس انگوٹھی کو بیچ کر اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کا سامان فراہم کرو اس اعرابی نے پیسہ اور انگوٹھی لیکر عرض کیا خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں قرار دے۔(۱)

امام حسینؑ اپنے بھائی کے بعد

امام حسن ۲۸ صفر ۴۹ھ میں شہید ہوئے اور امام حسینؑ اسی دن سے اپنے جد پیغمبر اسلامؐ، اپنے والد مولائے کائناتؑ اور اپنے بھائی امام حسنؑ کے ارشادات اور وصیتوں کی روشنی میں منصب امامت وخلافت پر فائز ہوئے آپ کی حکومت اور خلافت کے لئے ماحول کو سازگار بنانے کی ذمہ داری تمام

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۹۴

لوگوں پر تھی لیکن عملی طور پر ایسا نہیں ہوا اس لئے کہ ایک طرف مولائے کائنات اور بنی ہاشم کے خلاف معاویہ کی وسیع تبلیغات تھیں تو دوسری طرف اسلامی ممالک میں معاویہ کی بڑھتی ہوئی طاقت اور اس کی طرف سے سماج کی سر برآوردہ شخصیتوں کو بڑے بڑے تحفے تحائف دیئے جانے کی وجہ سے کسی میں اس کی مخالفت کی ہمت نہیں تھی۔

اس کے علاوہ معاویہ اور امام حسنؑ کے درمیان صلح نامے میں طے ہو چکا تھا کہ معاویہ اپنے بعد کسی کو اپنا ولی عہد نہیں بنائے گا اور خلیفہ کا انتخاب لوگوں کے اوپر چھوڑ دے گا جو یہ کہ امیر المومنین حضرت علیؑ کے طرفداروں کے لئے امید کی ایک کرن تھی لہٰذا امام حسینؑ نے مصلحت یہی سمجھی کہ اپنے بھائی کی صلح پر پابند رہا جائے اور اپنے شرعی حق کے مطالبہ کے لئے فی الحال کسی طرح سخت اقدام نہ کیا جائے بلکہ اس کے لئے کسی مناسب موقع کا انتظار کیا جائے اسی لئے آپ نے عراق کے بعض شیعوں کے اس مطالبہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جن میں انھوں نے چاہا تھا کہ معاویہ کو معزول کر کے اپنا جائز حق حاصل کرنے لئے قیام کریں اسی طرح دس سال گذر گئے یہاں تک نیمہ رجب ۶۰ھ کو معاویہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔(۱)

معاویہ کی موت کے بعد حالات بدل گئے ایسے حالات میں امام حسینؑ اور آپ کے حامیوں کو یہ امید نظر آئی کہ شاید بنی امیہ کی حکومت کو ختم کر کے علوی طرز کی حکومت قائم کرنے کے حالات فراہم ہو جائیں اس لئے کہ:

۱) ایک طرف صلح نامہ کی مدت تمام ہو چکی ہے اور اب امام حسینؑ پر اس کی پابندی ضروری نہیں رہ گئی ہے۔

۲) دوسری طرف معاویہ نے صلح نامہ کے مطابق یہ عہد کیا تھا کہ اپنے بعد اپنا جانشین معین نہیں کرے گا لیکن معاویہ نے اپنے اس عہد پر عمل نہیں کیا اور اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنا دیا اس معاہدہ کی خلاف ورزی کا سب کو علم تھا اور وہ اس سے ناراض تھے۔

---

(۱) اسد الغابہ، ج۴، ص۳۸۷، الارشاد، ج۲، ص۳۲

۳) تیسرے یہ کہ معاویہ نے یہ عہد کیا تھا کہ امیر المومنین حضرت علیؑ پر لعنت کو بند کردے گا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

۴) معاویہ نے عہد کیا تھا کہ قرآن اور سنت رسولؐ کے مطابق عمل کرے گا اور اس نے اپنے اس عہد کی بھی خلاف ورزی کی۔

۵:) یزید، جس کو معاویہ نے اپنا جانشین بنایا تھا وہ حکومت کے تجربہ سے بالکل بے بہرہ، فسق و فجور اور شراب نوشی میں مشہور ایک نوجوان تھا ایسے شخص کو خلافت رسولؐ کا حقدار قرار نہیں دیا جاسکتا تھا۔ لہٰذا یزید کی بیعت اور اس کی حکومت کی تائید آپ کی نظر میں کسی طرح بھی صحیح نہیں تھی۔

واقعۂ عاشوراء

عاشور کا واقعہ تاریخ اسلام بلکہ تاریخ عالم کا سب سے دردناک واقعہ ہے اس دردناک واقعہ میں فرزند رسولؐ امام حسینؑ کو آپ کے تمام فضائل و کمالات اور آپ کے بارے میں پیغمبر اسلامؐ کی بیحد تاکید کے باوجود آپ کی اولاد اور دوسرے اعزاء، اقرباء، انصار کے ساتھ اس شخص کے حکم سے شہید کر دیا گیا جو خود کو رسول اکرمؐ کا خلیفہ اور جانشین سمجھتا تھا وہ بھی ایسی بے رحمی کے ساتھ جس نے انسانی تاریخ کے چہرہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داغدار بنا دیا۔

امام حسینؑ کی بہتر معرفت کے لئے اس دردناک واقعہ پر روشنی ڈالنا ضروری ہے اگر چہ اس واقعہ کی مزید تحقیق کے لئے ایک مفصل کتاب کی ضرورت ہے جو فی الحال میسر نہیں لیکن ہم کوشش کریں گے کہ اس واقعہ کے اہم ترین پہلوؤں کی طرف مختصر اشارہ ضرور کریں۔

امام حسینؑ کو دار الامارہ میں بلایا جانا

معاویہ کی موت کے بعد اس کا بیٹا اس کی جگہ تخت حکومت پر بیٹھا اور اس نے مدینہ میں اپنے حاکم ولید ابن عتبہ کو خط لکھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو حسین ابن علی سے میری بیعت لے لو جب یہ خط ولید کو ملا تو اس نے امام حسینؑ کو دار الامارہ میں بلایا اور آپ کو معاویہ کی موت کی خبر سے آگاہ کرنے کے بعد آپ سے مطالبہ کیا کہ یزید کی بیعت کریں امامؑ نے اس سلسلہ میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنے کی

مہلت چاہی آپ کی اس پیش کش کو قبول کرلیا گیا اور امام وہاں سے باہر نکل آئے آپ یزید کی بیعت کر کے کسی طرح بھی اس کی حکومت کی تائید نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ اس کو اس خلافت کے لائق ہرگز نہیں سمجھتے تھے۔

دوسرے دن مروان ابن حکم نے مدینہ کی گلی میں امام حسینؑ کو دیکھا اور آپ سے کہا کہ میں آپ کی بھلائی چاہتا ہوں یزید کی بیعت میں آپ کی دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی ہے لہٰذا میری بات مانیں اور یزید کی بیعت کرلیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا:

میں اس دن سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جس دن امت اسلام یزید جیسے خلیفہ کی خلافت میں مبتلا ہو میں نے اپنے جد رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حکومت آل ابوسفیان پر حرام ہے۔(۱)

دوسرے دن دوبارہ ولید نے امام حسینؑ کو بلوایا اور مزید تاکید کے ساتھ اپنی بیعت کا مطالبہ دہرایا اور اس سلسلہ میں اپنی خیر خواہی کا اظہار کیا امام پھر مہلت لے کر دارالامارہ سے باہر چلے گئے۔

امام حسینؑ کا ارادہ یزید کی بیعت کرنے کا نہیں تھا لہٰذا آپ نے امت کی بھلائی اس میں دیکھی کہ مدینہ سے چلے جائیں آپ کے بھائی محمد حنفیہ کو آپ کا یہ فیصلہ معلوم ہوا تو انھوں نے عرض کیا اگر یزید کی بیعت کرنا نہیں چاہتے تو مکہ یا یمن چلے جائیں کسی دوسرے شہر جانے میں مصلحت نہیں ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اگر کوئی پناہ گاہ اور کوئی منزل نہ ہوتی تب بھی یزید کی بیعت نہ کرتا۔(۲)

امامؑ کی وصیت اور مدینہ سے نکلنا

امامؑ نے محمد ابن حنفیہ سے فرمایا: آپ مدینہ میں رہیں اور ہم کو یہاں کے حالات سے باخبر کرتے رہیں۔

---

(۱) بحارالانوار، ج۴۴، ص۳۲۶، انا للہ و انا الیہ راجعون اذ قد بلیت الامة براع مثل یزید. و لقد سمعت جدی رسول اللہ یقول: الخلافة محرمة علی آل ابی سفیان.

(۲) بحارالانوار، ج۴۴، ص۳۲۹، یا اخی! واللہ لو لم یکن ملجا و لا ماویٰ، لما بایعت یزید بن معاویة.

امامؑ نے ان کے نام اس طرح کا خط لکھا:

خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے، یہ حسین ابن علی کی اپنے بھائی محمد ابن حنفیہ سے وصیت ہے:

میں گواہی دیتا ہوں خدائے وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول اوراس کے بندہ ہیں اور وہ خدا کی طرف سے حق کو لائے ہیں اور جنت وجہنم حق ہے اور قیامت آنے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے اور مردے حساب وکتاب اور جزاء وسزا کے لئے دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔

میرا اس سفر پر نکلنا سرکشی تکبر اور زندگی کے راحت وآرام کے لئے نہیں ہے میں فساد یا ظلم کے لئے نہیں نکل رہا ہوں بلکہ میرا مقصد اپنے جد کی امت کی اصلاح ہے میرا ارادہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروں اور اپنے جد رسول خداؐ اور اپنے بابا امیر المومنینؑ کی سیرت کو زندہ کروں جو میرے حق کو قبول کرے گا خدا اس کے حق کو قبول کرے گا اور جو حق کو ماننے سے انکار کرے گا میں صبر کروں گا یہاں تک کہ خدا میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کردے خدا بہترین فیصلہ کرنے والا ہے بھائی یہ آپ سے میری وصیت ہے مجھے خدا نے توفیق دی ہے میں اس پر بھروسہ کرکے اس کی طرف جارہا ہوں۔(۱)

امام حسینؑ اپنے جد رسول خداؐ اپنی والدۂ ماجدہ جناب فاطمہ زہراؑ اور اپنے بھائی امام حسنؑ کی قبر سے وداع ہوئے ۳ شعبان یا ۲۸/رجب ۶۰ھ کی رات مدینہ سے مکہ کا سفر کیا۔

آپ کے گھر والے آپ کی اولاد آپ کے بھائی، بھتیجے، بہنیں، بھانجے اور چچازاد بھائی اور اکثر اہل بیتؑ اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔(۲)

---

(۱) بحارالانوار، ج۴۴، ص۳۲۹، بسم اللّٰہ الرحمان الرحیم. هذا ما اوصی به الحسین بن علی ابن ابی طالب الی اخیه محمد بن حنفیه. ان الحسین یشهد ان لا اله الا اللّٰہ وحده لاشریك له و ان محمداً عبده و رسوله جاء بالحق من عند الحق. و ان الجنة و النار حق، و ان الساعة آتیة لاریب فیها. و ان اللّٰہ یبعث من فی القبور . و انی لم اخرج اشرا و لا بطرا و لا مفسدا و لاظالماً و انما خرجت لطلب الاصلاح فی امة جدی ارید ان آمر بالمعروف وانهی عن المنکر و اسیر بسیرة جدی و ابی علی ابن ابی طالب. فمن قبلنی بقبول الحق فاللّٰہ اولی بالحق، و من ردّ علی اصبر حتی یقضی اللّٰہ بینی و بین القوم بالحق و هو خیر الحاکمین. و هذا وصیتی . یا اخی! الیك. و ما توفیقی الا باللّٰہ علیه توکت و الیه انیب.

(۲) بحارالانوار، ج۴۴، ص۳۲۹

امام حسینؑ کا یہ قافلہ تیزی سے سفر کرتا ہوا چند دن کے بعد مکہ پہونچ گیا عبداللہ ابن زبیر جو پہلے ہی مکہ پہونچ کر حرم میں پناہ لے چکے تھے اور اس بات کے منتظر تھے کہ لوگ ان کی بیعت کر لیں امام حسینؑ کے وہاں پہونچنے سے پریشان ہوئے اس لئے کہ ان کو معلوم تھا امام حسینؑ کے ہوتے ہوئے کوئی ان کی بیعت نہیں کرے گا۔

مکہ کے لوگوں اور خانۂ خدا کی زیارت کے لئے آئے ہوئے افراد کو جب امام حسینؑ کی آمد کا علم ہوا تو وہ آپ کے گھر آنے جانے لگے امام حسینؑ پورے شعبان، رمضان، شوال، ذی القعدہ اور آٹھ ذی الحجہ تک مکہ میں رہے اس مدت میں آپ آئندہ پیش آنے والے حالات کا جائزہ لیتے رہے۔

امامؑ کو اہل کوفہ کی دعوت

ادھر کوفہ میں بھی معاویہ کے مرنے اور یزید کے خلیفہ ہونے کی خبر پہونچ چکی تھی اور ان کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ امام حسینؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور مکہ کی طرف ہجرت کر لی ہے لہٰذا کچھ شیعہ ایک شخص کے گھر جمع ہوئے اور امام حسینؑ کو عراق آنے کی دعوت دینے اور آپ کی حمایت کے بارے میں گفتگو کی آخر کار سب نے متفق ہو کر فیصلہ کیا کہ ان کو کوفہ بلایا جائے اور حکومت کی تشکیل میں ان کی حمایت کی جائے۔

اس فیصلہ کے بعد امام حسینؑ کے نام اس طرح کا خط لکھا گیا کہ "انه ليس لنا امام فاقبل الينا لعل الله ان يجمعنا بك على الحق "ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ کوفہ تشریف لے آیئے شاید خدا آپ کے ذریعہ ہم لوگوں کو حق کے اوپر متحد کر دے۔

اس کے بعد خط پر دستخط کئے گئے مہر لگائی گئی اور چند شیعوں کے ذریعہ وہ خط امام حسینؑ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔

اس خط کے بعد بھی بہت سے خطوط آپ کی خدمت میں بھیجے گئے جن کی تعداد ۱۵۰ یا ان سے زیادہ لکھی گئی ہے بعض مورخین نے خطوط کی تعداد ساٹھ (۶۰) سے لیکر بارہ ہزار تک لکھی ہے۔

کوفہ والوں کے خط کا جواب اور کوفہ کی طرف جناب مسلم کا سفر

جب خطوط کی تعداد میں اضافہ ہوا اور امام حسینؑ نے ان خطوط کا مضمون ملاحظہ فرمایا: تو ان کا جواب اس طرح لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. یہ خط حسین ابن علیؑ کی طرف سے ہے مسلمین اور مومنین کی جماعت کے نام: ہانی اور سعید تمہارے خطوط مجھ تک لیکر آئے یہ دونوں افراد تمہارے آخری نمائندے تھے میں نے تمہارے خطوط ملاحظہ کئے ان تمام خطوط کا خلاصہ یہ تھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ تشریف لے آیئے شاید خدا آپ کے ذریعہ حق کی طرف ہماری ہدایت کر دے۔

میں اسی مقصد کے لئے اپنے بھائی اپنے چچا کے بیٹے اور اپنے معتمد مسلم ابن عقیل کو تمہاری طرف روانہ کر رہا ہوں تا کہ وہ قریب سے حالات کا جائزہ لیں اگر انھوں نے مجھے لکھا کہ صاحب عقل اور صاحب فضیلت و شرف افراد اور وہاں کے اکثر لوگ اپنے لکھے ہوئے ان خطوط پر عمل کرنا چاہتے ہیں جو مجھ تک پہونچے ہیں اور جن کو میں نے دیکھا ہے تو میں جلد ہی تمہاری طرف روانہ ہو جاؤں گا. خدا کی قسم کوئی بھی امامت کا اہل نہیں ہے سوائے اس شخص کے جو قرآن کے مطابق عمل کرتا ہو عدل و انصاف قائم کرتا ہو اور دین حق قبول کر کے اپنی ذمہ داریوں پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔(۱)

اس خط کو لکھ کر مسلم ابن عقیل کے حوالہ کیا اور ان کو یہ ذمہ داری سونپی کہ قیس ابن مسہر صیداوی عمارہ ابن عبد اللہ سلولی اور عبد الرحمٰن ابن عبد اللہ ازدی کے ساتھ کوفہ کی طرف جائیں اس خط کو کوفہ والوں تک پہونچا کر وہاں کے حالات کا قریب سے جائزہ لیں اور ہمیں ان سے باخبر کریں جناب مسلم وہ خط لیکر کوفہ روانہ ہو گئے شروع میں آپ شیعوں میں سے ایک شخص جناب مختار ابن ابو عبیدہ کے گھر تشریف لے گئے شیعوں نے آپ کو خوش آمدید کہا آپ سے ملاقات کی آپ نے بھی ان کے نام امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنا دیا ان لوگوں کی آنکھوں میں خوشی اور ملاقات کے شوق میں آنسو چھلک آئے اور انھوں نے امام حسینؑ کے نائب کے طور پر جناب مسلم کی بیعت کی، بیعت کرنے والوں کی تعداد ۱۸ ہزار تک پہونچ گئی بعض لوگوں نے یہ تعداد چالیس ہزار افراد تک ذکر کی ہے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۳۴

جناب مسلم کا خط امام حسینؑ کے نام

جب جناب مسلم ابن عقیل نے لوگوں کا ایسا استقبال دیکھا تو امام حسینؑ کو خط کے ذریعہ کوفہ والوں کے عظیم استقبال سے باخبر کیا اور آپ سے درخواست کی کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے کوفہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔(۱)

دوسری طرف یزید کے بعض حامیوں نے یزید کو خط لکھ کر کوفہ میں جناب مسلم کی آمد اور لوگوں کے ذریعہ ان کی بیعت سے باخبر کیا اور اس کو لکھا کہ اگر کوفہ چاہیئے تو کوئی طاقتور حاکم بھیجا جائے ورنہ کوفہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔

جب یزید کے پاس یہ خط پہونچا تو اس نے اپنے مشاورین کے سامنے اس کو پیش کیا اس کے مشاورین میں سے ایک نے مشورہ دیا کہ عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کا حاکم منصوب کر دیا جائے یزید نے اس پیش کش کو قبول کر لیا اور کوفہ کی حکومت کے سلسلہ میں حکم نامہ عبید اللہ ابن زیاد کے نام تحریر کر دیا جو اس وقت بصرہ کا حاکم تھا یزید نے وہ حکم نامہ اس کے پاس بھیج دیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا کہ فوراً کوفہ پہونچو اور مسلم کو گرفتار کر کے ان کو قتل کر دو۔

عبید اللہ ابن زیاد کی کوفہ آمد

عبید اللہ ابن زیاد رات میں کوفہ میں داخل ہوا اور اسی صبح کوفہ کی بعض بڑی شخصیتوں کو دار الامارہ میں طلب کیا اور ان پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ مسلم ابن عقیل نے کوفہ آ کر لوگوں میں اختلاف ڈال دیا ہے ان سے کہدو کہ ایسا کرنے سے باز آجائیں ورنہ سزا کے لئے تیار رہیں اور اس سلسلہ میں تم لوگوں کو بھی میری مدد کرنا ہے تا کہ یزید کا لطف و کرم تمہارے شامل حال ہو۔

دوسری طرف اپنے جاسوسوں کو حکم دیا کہ مسلم ابن عقیل کی رہائش گاہ کا پتہ لگائیں اور اس سلسلہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ رقم بھی ان کے حوالہ کی۔

مسلم ابن عقیل کو کوفہ میں ابن زیاد کی آمد اور اپنے حامیوں کے درمیان اس طرح کی باتیں

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۳۷-۳۳۶

کرنے کا علم ہوا تو آپ نے خطرہ محسوس کیا اور اپنی جگہ تبدیل کر لی اور خفیہ طور پر ہانی ابن عروہ کے گھر تشریف لے گئے اتفاق سے ایک جاسوس کو اس کی خبر ہوگئی اور اس نے ابن زیاد کو آگاہ کر دیا۔

ابن زیاد نے ہانی کو بلا کر ان پر عتاب کرتے ہوئے کہا: میں نے سنا ہے کہ تم نے مسلم کو اپنے گھر میں پناہ دے رکھی ہے اور خود ان کے لئے فوج اور اسلحہ جمع کر رہے ہو۔

ہانی نے اس کا انکار کیا تو ابن زیاد نے جاسوس کو پیش کر دیا ہانی سمجھ گئے کہ اب راز فاش ہو چکا ہے لہٰذا انھوں نے کہا: میں نے ان کو اپنے گھر میں بلایا نہیں تھا بلکہ وہ خود ہی مہمان کے طور پر آگئے اور میں نے مجبوراً ان کو اپنے گھر میں رکھ لیا ابن زیاد نے کہا: اب انھیں میرے حوالہ کر دو۔

ہانی نے کہا میں اپنا مہمان تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا البتہ میں ان سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرے گھر کو چھوڑ کر جہاں چاہیں چلے جائیں ابن زیاد نے اپنے ہاتھوں میں موجود عصا کو، ہانی کے سر اور چہرے پر اتنا مارا کہ خون جاری ہو گیا اور اس نے ان کو ایک کمرہ میں قید کرنے کا حکم دیدیا۔

جناب مسلم کا قیام اور ان کی شہادت

جناب مسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے اپنے اصحاب کو جن کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی حکم دیا کہ جہاد کے لئے تیار ہو جائیں۔(۱)

وہ لوگ مسجد اور اس کے اطراف میں جمع ہو کر دار الامارہ پر حملہ کے لئے تیار ہو گئے ابن زیاد نے جب یہ حالات دیکھے تو اپنے حامیوں سے کہا کہ مسلم کی فوج کے درمیان جا کر جس طرح بھی ممکن ہو ان کو متفرق کرو۔

ان میں سے کچھ لوگوں نے جناب مسلم کے حامیوں کے درمیان جا کر یہ مشہور کر دیا کہ شام کی فوجیں راستہ میں ہیں اور عنقریب پہونچنے والی ہیں وہ لوگ یہاں پہونچ کر تم لوگوں کا قتل عام کر دیں گے اپنے اوپر اور اپنی اولاد پر ترس کھاؤ اور اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ تا کہ یزید تمہارے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرے۔

اس دھمکی سے جناب مسلم کے حامیوں پر خوف و ہراس طاری ہو گیا اس طرح کہ مائیں بیچ میں

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۴۸

آ کر اپنے بچوں کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے باہر لے جانے لگیں تھوڑی ہی دیر میں جناب مسلم کے حامی آپ کو چھوڑ کر چلے گئے اور نماز مغرب میں بمشکل صرف ۳۰ آدمی باقی رہ گئے اور مسجد سے نکلتے وقت صرف دس آدمی آپ کے ساتھ تھے اور جب مسجد کے دروازہ سے باہر نکلے تو ایک آدمی بھی آپ کے ساتھ نہیں تھا۔

مسلم اکیلے کوفہ کی گلیوں میں بھٹکنے لگے اور آخر کار طوعہ نامی ایک عورت کے گھر مہمان ہو گئے دوسرے دن جب ابن زیاد کو مسلم کی رہائش گاہ کا پتہ چلا تو اس نے کچھ لوگوں کو ان کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا مسلم نے تنہا ان سے جنگ کی اور آخر کار امان کے بہانے سے گرفتار ہو گئے ان کو ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا اس نے انتہائی بے دردی کے ساتھ ۹ ذی الحجہ کو عرفہ کے دن آپ کو شہید کر دیا(۱) اور اسی وقت ہانی ابن عروہ کو بھی شہید کر دیا گیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جناب مسلم شہادت کے وقت گریہ کر رہے تھے لوگوں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا: خدا کی قسم میں قتل ہونے کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں اس لئے کہ شہادت ہماری میراث ہے میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میرے خط کی وجہ سے امام حسینؑ اور ان کے اہلبیتؑ کوفہ آ جائیں گے میں ان کی وجہ سے رو رہا ہوں اس کے بعد آپ نے محمد ابن اشعث سے کہا اگر ہو سکے تو امام حسینؑ کو ایک خط لکھ دے اور میری طرف سے ان سے کہہ دے کہ مسلم اس قوم میں گرفتار ہو چکے ہیں اور عنقریب قتل کر دیئے جائیں گے لہٰذا آپ مع اپنے اہلبیتؑ کے اس سفر سے باز آ جائیں اس لئے کہ کوفہ والے اپنے وعدہ کو وفا نہیں کریں گے۔(۲)

امام حسینؑ کی مکہ سے کوفہ کی طرف روانگی ۸ ذی الحجہ بروز ترویہ عین اسی دن ہوئی جس دن جناب مسلم نے ابن زیاد کے خلاف قیام کیا تھا۔(۳)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۶۳۔۳۵۰

(۲) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۵۴

(۳) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۶۳

امام حسینؑ کا عراق کے سفر کا ارادہ

۱۔ امام حسینؑ کے نام کوفہ کے شیعوں کے بہت سے خطوط آئے، جن میں آپ کو یہ کہہ کر عراق بلایا گیا تھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، آپ تشریف لے آیئے۔

۲۔ اہل کوفہ کے ذریعہ جناب مسلم کا عظیم استقبال اور ان کی بیعت جس کو دیکھ کر امام حسینؑ کو جناب مسلم کا یہ خط کہ اب تک میرے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار افراد بیعت کر چکے ہیں۔

۳۔ معاویہ کی موت، یزید کی جانشینی جو ایک فاسق، فاجر، عیاش اور بے تجربہ جوان تھا اور حکومت وخلافت کے لئے اس کے اندر کوئی صلاحیت نہیں تھی. مذکورہ اسباب کو نظر میں رکھ کر اس بات کا زیادہ احتمال پایا جاتا تھا کہ مسلمان اور خاص طور پر شیعہ معاویہ کے ظلم وستم، بیت المال کے سلسلہ میں من مانی اور اسلامی اقدار سے لا پرواہی بلکہ معاویہ اور اس کی حکومت کے ذمہ داروں کی طرف سے اپنی پامالی سے عاجز آ گئے ہوں اور مولائے کائنات کی اسلامی حکومت کے ختم ہو جانے کا احساس کر رہے ہوں اور شاید اپنی گذشتہ کوتاہیوں کی تلافی کرنا چاہتے ہوں۔

ان حالات کو دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اسلامی حکومت کے قیام کے لئے ایک عمومی انقلاب کی فضا ہموار ہے لہٰذا اس صورتحال کو دیکھ کر امام حسینؑ نے اپنی ذمہ داری سمجھی اگر چہ اس ذمہ داری کو نبھانا انتہائی مشکل اور خطرناک تھا لیکن ایسے حالات میں امام حسینؑ کے لئے حجت تمام ہو چکی تھی اور آپ کے لئے کوفہ والوں کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے عراق کی طرف سفر کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

البتہ اس کا انجام دو حال سے خالی نہیں تھا یا یہ کہ کوفہ والے اپنے وعدوں پر عمل کریں گے اور خالص اسلامی حکومت کے قیام میں آپ کی مدد کریں گے اس صورت میں برسوں سے اپنی منزل کھو کر بھٹک رہی اسلامی حکومت کو اس کی منزل مل جائے گی اور کم سے کم عراق میں مولائے کائنات جیسی حکومت قائم ہو جائے گی جس کا اثر بعد میں دوسری اسلامی سرزمین من جملہ شام تک بھی پہونچ سکتا تھا۔

اس صورت میں اسلام اور مسلمانوں کو ایک عظیم کامیابی مل جاتی۔

دوسری صورت یہ تھی کہ اہل کوفہ اپنے وعدہ پر عمل نہ کریں اور امام حسینؑ کو اپنے اس شرعی اور اہم قیام میں اکیلا چھوڑ دیں جس کے نتیجہ میں آپ کی شہادت ہو جائے اس صورت میں بھی امام حسینؑ

خدا کی طرف سے عائد کی گئی اپنی شرعی ذمہ داری پر عمل کر کے یزید کی حکومت کے خلاف اپنے خونی انقلاب اور قیام کے ذریعہ دنیا کے سامنے بنی امیہ کی حکومت کے غیر شرعی ہونے کا اعلان بہر حال کردیں گے جس سے اس کی حکومت کی بنیادیں کمزور ہو جائیں گی اس لئے کہ پیغمبر اسلامؐ، امیرالمومنینؑ اور حضرت علیؑ اور فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے فرزند کا کسی حکومت کے مقابلہ میں قیام کرنا اس حکومت کے غیر شرعی ہونے کی بہترین دلیل ہے۔

امام حسینؑ نے محسوس کیا کہ ایسی صورت میں مسلمانوں کو دینداری، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اسلام اور اسلامی اقتدار سے دفاع اور اسلامی حکومت کے قیام کی راہ میں جہاد کا درس دیا جاسکتا ہے اور یہ بھی ایک طرح کی کامیابی ہے۔

مدینہ سے نکلتے وقت اور مکہ سے عراق کی طرف سفر شروع کرنے کے وقت اسی طرح راستہ میں امام حسینؑ کے خطبات اور اقوال کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ دوسرے احتمال کو بعید نہیں سمجھ رہے تھے اور شہادت کی خوشبو محسوس کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو اس کے لئے تیار کر رہے تھے لیکن چوں کہ ذمہ داری کا احساس تھا لہٰذا آپ کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا اسی وجہ سے مکہ سے کوفہ کی طرف سفر کے وقت اپنے اصحاب کے سامنے خطبہ دیا اور اس سفر کے بارے میں اپنے احساسات اور سفر کے خطرناک نتائج سے باخبر کرنے کے بعد فرمایا: کہ جو اس بات سے راضی ہے کہ اپنا خون ہماری راہ میں بہائے اور اپنے کو خدا سے ملاقات کے لئے تیار کرے وہ اس سفر میں ہمارے ساتھ رہے میں انشاءاللہ صبح سویرے عراق کی طرف سفر کروں گا۔(۱)

اسی شب میں محمد حنفیہ جو اس وقت مکہ میں تھے آپ کی خدمت میں پہونچے اور عرض کی بھائی آپ کوفہ والوں کو پہچانتے ہیں جنہوں نے آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ خیانت کی ہے مجھے ڈر ہے کہیں آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ نہ کریں اور آپ کو بھی اکیلا چھوڑ دیں اگر آپ مناسب سمجھیں تو مکہ ہی میں رہیں یہاں آپ کا احترام محفوظ ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: بھائی میں اس بات سے ڈر رہا ہوں کہ یزید کے کارندے مکہ ہی میں مجھے شہید کردیں اور مکہ کی حرمت پامال ہو جائے یا مجھے گرفتار کر کے یزید کے حوالہ کردیں۔

(۱) بحارالانوار، ج۴۴، ص۳۶۷، من كان فينا باذلا مهجته، موطنا على لقاء الله نفسه فليرحل معنا؛ فاني راحل مصبحًا، ان شاء الله.

محمد حنفیہ نے عرض کیا: اگر آپ کو یہ خوف ہے تو یمن یا کسی پہاڑی علاقہ میں چلے جائیں وہاں آپ محفوظ رہیں گے۔

آپ نے جواب میں فرمایا: اس سلسلہ میں سوچوں گا۔ (۱) دوسرے افراد بھی اسی طرح کی مصلحتوں کا اظہار کر رہے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کے فیصلہ میں امام حسینؑ کے مستحکم عزم و حوصلہ میں تزلزل پیدا نہیں کر سکا اور ان کو عراق کی طرف سفر کرنے سے نہیں روک سکا۔

عراق کی طرف سفر

آٹھ ذی الحجہ کی صبح امام حسینؑ نے اپنے گھر والوں اپنی اولاد بھائیوں بھتیجوں بہنوں اور بھانجوں چچازاد بھائیوں اور اپنے اصحاب و انصار کے ساتھ مکہ سے عراق کی طرف سفر شروع کیا ابھی جناب مسلم کی شہادت کی خبر نہیں پہونچی تھی۔ (۲)

امام حسینؑ کو راستہ میں متعدد افراد ملے جنہوں نے آپ کے اس بے موقع سفر سے تعجب کا اظہار کیا اور اس سے اکثر نے کوفہ کے سفر میں خطرات کا اظہار کیا اور آپ سے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے آپ کو اس سفر سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔

لیکن امام حسینؑ نے ان کے مشوروں پر عمل نہ کیا گویا آپ کو ذمہ داری کا احساس اتنا زیادہ تھا کہ اس کو پورا کرنے کی راہ میں اس طرح کے مشورے اثر انداز نہیں ہو سکتے تھے۔

آپ کو ثعلبیہ نامی جگہ پر جناب مسلم اور جناب ہانی کی شہادت کی خبر ملی۔

عبد اللہ ابن سلیمان اور منذر ابن مشمعل کا بیان ہے کہ ہم نے ایک شخص کو دیکھا جو کوفہ کی طرف سے آ رہا تھا ہم نے اس سے کوفہ کے حالات دریافت کئے تو اس نے کہا میرے نکلنے سے پہلے ہی مسلم ابن عقیل اور ہانی ابن عروہ کو شہید کیا جا چکا تھا میں نے خود ہی دیکھا کہ ان کا جسم مبارک بازار میں زمین پر کھینچا جا رہا ہے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۶۴

(۲) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۶۶

ان دونوں نے ثعلبیہ پہونچ کر امام حسینؑ سے ملاقات کی اور آپ کو مسلم ابن عقیل اور ہانی ابن عروہ کی شہادت سے باخبر کیا۔

امامؑ نے فرمایا: "انا للہ و انا الیہ راجعون رحمۃ اللہ علیہما"

ان دونوں نے عرض کیا: آپ کو خدا کی قسم اپنی اور اپنے اہلبیتؑ کی جان خطرہ میں نہ ڈالئے اور اس سفر سے باز آجایئے اس لئے کہ کوفہ میں کوئی بھی آپ کا مددگار یا شیعہ نہیں ہے بلکہ ہمیں ڈر ہے کہ اہل کوفہ بھی دشمن کی فوج کے ساتھ مل کر آپ سے جنگ کریں گے۔

امام حسینؑ نے جناب عقیل کی اولاد کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم لوگوں نے سنا کہ مسلم شہید ہو گئے اب تمہارا کیا خیال ہے ان لوگوں نے عرض کیا: فرزند رسول ہم واپس نہیں جاسکتے جب تک مسلم کے خون کا انتقام نہ لے لیں یا خود بھی اس راہ میں شہید نہ ہو جائیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: مسلم اور ہانی کی شہادت کے بعد زندگی کا مزہ جاتا رہا۔

لوگوں نے عرض کیا: البتہ آپ میں اور مسلم میں فرق ہے اگر آپ کوفہ پہونچ جائیں تو ممکن ہے کوفہ والے آپ کی حمایت پر اکٹھا ہو جائیں۔(۱)

دوسری طرف جب عبید اللہ ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ مکہ سے کوفہ کی طرف چل چکے ہیں تو اپنی فوج کے کمانڈر حصین ابن نمیر کو فوج تیار کر کے قادسیہ بھیجا۔(۲)

ابن زیاد کا پروگرام یہ تھا کہ امام حسینؑ کوفہ نہ آنے پائیں اور کوفہ سے باہر ہی امام اور ان کے اصحاب و انصار کا محاصرہ کر کے ان کو اسیر کر لے۔

اسی مقصد سے عبید اللہ ابن زیاد نے حر ابن یزید ریاحی کو ایک ہزار لشکر کے ہمراہ امام حسینؑ کا راستہ روکنے کے لئے بھیجا۔

امام حسینؑ بھی جلد از جلد شیعوں کے مرکز کوفہ پہونچنا چاہتے تھے جہاں سے نصرت کے وعدہ کے ساتھ آپ کو مسلسل خطوط بھیجے گئے تھے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج۴۴، ص۳۷۳

(۲) بحار الانوار، ج۴۴، ص۳۶۹

حر سے ملاقات

امام حسین اپنے اصحاب کے ساتھ کوفہ کی طرف سفر کر رہے تھے کہ اچانک راستہ میں حر ابن یزید ریاحی اور اس کی ایک ہزار فوج کا سامنا ہوا جو قادسیہ سے وہاں پہونچے تھے۔

جب امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب نماز ظہر کے لئے ٹھہرے تو حر نے بھی اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ نماز امام حسینؑ کی اقتدا میں ادا کریں امام حسینؑ نے نماز کے بعد لشکر والوں کے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا: میں بغیر بلائے یہاں نہیں آیا ہوں تم نے لکھا تھا ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ کوفہ آجائیں شاید خداوند عالم آپ کی وجہ سے اس امت کو متحد کردے۔''

اب میں آگیا ہوں اگر تم اپنے وعدوں پر قائم ہو تو میں یہاں رہوں اور اپنی ذمہ داری پر عمل کروں گا اور اگر تم اپنے وعدوں اور اپنے لکھے ہوئے خطوط سے پشیمان ہو اور میری آمد سے ناخوش ہو تو میں اپنے وطن واپس چلا جاؤں۔

حر نے عرض کیا: مجھے ان خطوط کی کوئی خبر نہیں ہے امام حسینؑ نے اپنے ایک صحابی سے کہا خطوط کی وہ بوری لے آؤ اور حر کو دکھاؤ۔

حر نے عرض کیا: میں ان خطوط لکھنے والوں میں سے نہیں ہوں مجھے عبیداللہ کی طرف سے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ آپ سے الگ نہ ہوں جب تک کوفہ میں آپ کو اس کے حوالہ نہ کردوں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ کوفہ ہرگز نہیں جاؤں گا۔

حر نے کہا: خدا کی قسم میں آپ کو چھوڑ نہیں سکتا اور آپ کو واپس نہیں جانے دوں گا اگر چہ مجھے جنگ کا حکم بھی نہیں دیا گیا ہے۔

امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: سوار ہو جاؤ اور راستہ ایسا منتخب کیا جو نہ کوفہ جاتا ہو اور نہ مدینہ حر کے سپاہی ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ یہ قافلہ سرزمین نینوا پر پہونچ گیا اس وقت عبیداللہ کی طرف سے ایک خط پہونچا جس میں لکھا تھا جس جگہ میرا خط تمہیں ملے حسینؑ کو وہیں روک لینا کسی ایسے بیابان میں جہاں نہ پانی ہو اور نہ پیڑ پودے ہوں۔

حر نے وہ خط پڑھ کر امام حسینؑ کو سنا دیا اور کہا کہ آپ کو یہیں ٹھہرنا پڑے گا۔(۱)

---

(۱) بحار الانوار، ج۴۴، ص ۳۸۱۔۳۷۶

امام حسینؑ کربلا میں

امام حسینؑ اوران کے اصحاب کربلا کی سرزمین پراترے اور وہیں خیمے نصب کر لئے گئے حر کے سپاہی بھی ان کے مقابلہ میں خیمہ زن ہو گئے۔

دوسری محرم ۶۱ھ تھی اور اب حالات اس طرح کے بن گئے تھے کہ امام حسینؑ کے قیام کے دوسرے رخ یعنی آپ کی شہادت کا زیادہ احتمال پیدا ہو گیا تھا۔

امام حسینؑ نے خطبہ دیا اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد اپنے اصحاب سے فرمایا: کہ تم لوگ ہمارے ساتھ پیش آنے والے حادثات کو دیکھ رہے ہو. دیکھو دنیا بدل گئی ہے اور اس نے کتنی بری شکل اختیار کرلی ہے دنیا کی خوبیاں ختم ہوگئیں ہیں. ایک خطرناک چراگاہ کی طرح پست زندگی کے علاوہ کچھ اور باقی نہیں رہ گیا ہے کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں کیا جارہا ہے اور باطل کو روکا نہیں جارہا ہے ایسے حالات میں مومن کو حقیقتاً موت اور خدا کی طرف واپسی کی طرف مائل ہونا چاہئے میں ان حالات میں موت کو سعادت وخوشبختی اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو مصائب وآلام اور عذاب کے علاوہ کچھ اور نہیں سمجھتا ہوں۔(۲)

آپ کے بعض اصحاب جیسے زہیر ابن قین، ہلال ابن نافع اور بریر ابن خضیر کھڑے ہوئے اور عرض کی فرزند رسولؐ ہم حق کے دفاع اور آپ کے ہمراہ جنگ کے لئے شہادت تک تیار ہیں اور اس بات کو اپنے لئے قابل فخر سمجھتے ہیں۔

اس وقت تک امام حسینؑ کوفہ والوں کی نصرت سے بالکل مایوس نہیں ہوئے تھے اور آپ کو امید تھی کہ اگر ان کو آپ کے کربلا پہونچنے کی خبر ملے گی تو آپ کی نصرت کے لئے دوڑے آجائیں گے اس وجہ سے اتمام حجت کے لئے اس مضمون کا ایک خط لکھا اور اپنے ایک صحابی کے ذریعہ کوفہ کے بعض بزرگوں کے نام روانہ کیا۔

---

(۲) بحارالانوار، ج۴۴،ص۳۸۱، فقام الحسین خطیبا فی اصحابه فحمد الله واثنی علیه ثم قال: انه قد نزل من الامر ما قد ترون. و ان الدنیا تغیرت و تنکرت و ادبر معروفها و لم یبق منها الا صبابة. کصبابة الاناء و خسیس عیش کالمرعی الوبیل! الا ترون الی الحق لا یعمل به و الی بالباطل لایتناهی عنه؟ لیرغب المؤمن فی لقاء ربه حقا حقا! فانی لا اری الموت الا سعادة و لا الحیاة مع الظالمین الا برماً.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تمہیں معلوم ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی حیات میں فرمایا تھا کہ جو بھی کسی ایسے ظالم حاکم کو دیکھے جو خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر رہا ہو اور خدا کے ساتھ کئے گئے عہد کو توڑ رہا ہو رسول خداؐ کی سنت کے خلاف عمل کر رہا ہو اور لوگوں پر ظلم وستم کو جائز سمجھتا ہو اور وہ شخص اس حاکم کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرے تو خدا پر لازم ہے کہ اس شخص کو اس ظالم حاکم کے ساتھ محشور کرے تمہیں معلوم ہے کہ یہ قوم (بنی امیہ) شیطان کی تابع ہے اس نے خداوند عالم کی اطاعت سے منھ موڑ رکھا ہے ان لوگوں نے زمین میں فساد پھیلایا ہے حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے بیت المال کے مصرف میں اپنے کو اور اپنے رشتہ داروں کو مقدم سمجھتے ہیں خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں تم سب کو معلوم ہے کہ میں خلافت اور حکومت کے سلسلہ میں دوسروں سے زیادہ حقدار ہوں۔

تمہارے خطوط ہم تک پہونچے اور تمہارے نمائندوں نے تمہاری بیعت سے ہمیں آگاہ کیا تم نے لکھا تھا ہم آپ کو اکیلا نہیں چھوڑیں گے اب اگر تم اپنے وعدوں پر عمل کرو تو اپنے مقصد تک پہونچ سکتے ہو. میں میرا گھرانا اور میری اولاد تمہارے ساتھ ہے میں تمہارے لئے نمونہ عمل ہوں گا لیکن اگر تم نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور بیعت کی پابندی نہیں کی کہ ایسا تم سے بعید نہیں ہے اس سے پہلے تم ہمارے پدر بزرگوار، ہمارے بھائی اور ہمارے چچا کے فرزند کے ساتھ بھی ایسا ہی کر چکے ہو فریب خوردہ ہے وہ شخص جو تمارے دھوکہ میں آجائے آگاہ رہو کہ تم نے اپنا حصہ ضائع کر دیا ہے "من نكث فانما ينكث على نفسه" جو عہد توڑے وہ خود اس کا ذمہ دار ہوگا خدا کو بھی تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔(۱)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۸۱، بسم اللّٰه الرحمان الرحيم. من الحسين بن علي الى سليمان بن صرد و المسيب بن نجبة و رفاعة بن شداد و عبد اللّٰه بن وائل، و جماعة المؤمنين. اما بعد؛ فقد علمتم ان رسول اللّٰهؐ قد قال في حياته: من راى سلطانا جائرا مستحلا لحرم اللّٰه ناكثا لعهد اللّٰه، مخالفا لسنة رسول اللّٰه، يعمل في عباد اللّٰه بالاثم و العدوان ثم لم يغير بقول ولا فعل كان حقا على اللّٰه ان يدخله مدخله. و قد علمتم ان هؤلاء القوم قد لزموا طاعة الشيطان و تولوا عن طاعة الرحمان واظهروا الفساد و عطلوا الحدود و استأثروا بالفئ و احلوا حرام اللّٰه و حرموا حلاله و انى احق بهذا الامر لقرابتي من رسول اللّٰهؐ.........

ابن زیاد کو حر کا خط

دوسری طرف حر ابن یزید ریاحی نے بھی ابن زیاد کو اس طرح خط لکھا:

حسین ابن علیؑ نے تسلیم ہونا گوارہ نہیں کیا تو میں تمہارے حکم کے مطابق ان کو کربلا کی بے آب و گیاہ زمین میں لے آیا اب میں تمہارے حکم کا منتظر ہوں۔

ابن زیاد نے حر کی اطلاع پر جنگ کا فیصلہ کیا امام حسینؑ کے اصحاب و انصار کی تعداد اگر چہ ۷۲ افراد یا زیادہ سے زیادہ سو افراد سے زیادہ نہیں تھی اور اس سے جنگ کے لئے حر کا ایک ہزار کا لشکر کافی ہونا چاہئے تھا لیکن ابن زیاد نے فیصلہ کیا کہ ایک طاقتور فوج تیار کر کے بھیجے گا اس لئے کہ وہ امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب و انصار کی شجاعت اور جانثاری سے بخوبی واقف تھا اور اسے معلوم تھا کہ ان میں سے ہر ایک جب تک ہمارے کئی آدمیوں کو قتل نہیں کرے گا خود قتل نہیں ہوگا وہ یہ احتمال بھی دے رہا تھا کہ بعض شیعہ بھی امام کی نصرت کے لئے جس طرح بھی ممکن ہوگا اپنے کو امام تک پہونچائیں گے۔

اس کے علاوہ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید ایک بڑی فوج دیکھ کر امام حسینؑ مرعوب ہو جائیں اور خود کو ہمارے سامنے تسلیم کر دیں۔

اسی وجہ اور شاید بعض دوسری وجوہات کی بنیاد پر ابن زیاد نے مصلحت یہی سمجھی کہ ایک بڑی اور اسلحوں سے لیس فوج تیار کرے اس مقصد کے لئے اس نے لوگوں کو مسجد میں بلایا اور ان کے سامنے خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! ابوسفیان کی اولاد کو پہچانتے ہو اور ان کو تم نے جیسا چاہا ویسا ہی پایا اب تم لوگ امیر المومنین یزید کو پہچانتے ہو وہ نیک سیرت اور اچھی عادات و اطوار کا مالک ہے اپنی رعایا کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے وہ بجا طور پر عطا و بخشش کرتا ہے اس نے راستوں کو پر امن کر دیا ہے جیسا کہ اپنے

.......و قد اتتنی کتبکم و قدمت علی رسلکم بیعتکم و انکم لا تسلمونی و لا تخذلونی. فان وفتیم لی ببیعتکم فقد اصبتم حظکم و رشدکم و نفسی مع انفسکم و اهلی و ولدی مع اهالیکم و اولادکم. فلکم بی اسوة. و ان لم تفعلوا و نقضتم عهودکم و خلعتم بیعتکم. فلعهدی ماهی منکم بنکر لقد فعلتموها بابی و اخی و ابن عمی و المغرور من اغتربکم فحظکم اخطأتم و نصیبکم ضیعتم. و من نکث فانما ینکث علی نفسه و سیغنی الله عنکم. و السلام.

زمانے میں معاویہ بھی ایسا ہی تھا اس کا بیٹا یزید بھی اپنے باپ کے بعد لوگوں پر احسان کرتا ہے اور ان کو مال و دولت سے بے نیاز کر دیتا ہے ان کا احترام کرتا ہے۔

وہ تمہاری روزی میں سو فیصدی اضافہ کرے گا اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں دی جانے والی رقم میں اضافہ کروں اور تمہیں اس کے دشمن کی طرف روانہ کروں تم اس کی اطاعت کرو اس کے بعد وہ منبر سے نیچے اترا اور ان کے درمیان ایک عظیم سرمایہ تقسیم کیا اور حکم دیا کہ میدان جنگ کی طرف روانہ ہو کر عمر ابن سعد کی سرکردگی میں امام حسینؑ سے جنگ کرو اس طرح بیس (۲۰) سے تیس (۳۰) ہزار کا لشکر جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔(۱)

عمر ابن سعد جو پہلے ہی سے ''رے'' کی حکومت کے لئے معین کیا جا چکا تھا ابن زیاد نے اسے بلایا اور اس سے کہا: پہلے حسین ابن علی سے جنگ کے لئے جاؤ جنھوں نے یزید کے خلاف خروج کیا ہے اور زمین پر فساد برپا کر رہے ہیں (العیاذ باللہ) تم جا کر اس فتنہ کو ٹھنڈا کرو اس کے بعد ''رے'' کی حکومت کی طرف جانا۔

عمر ابن سعد نے اس سے کہا کہ یہ ذمہ داری کسی اور کو سونپ دی جائے ابن زیاد نے کہا: اس شرط کے ساتھ کہ ''رے'' کی حکومت واپس کردو۔

عمر سعد نے ایک رات سوچنے کے لئے مہلت مانگی دوسرے دن صبح ''رے'' کی حکومت ہاتھ سے نکل جانے کے خوف سے امام حسینؑ سے جنگ کے لئے تیار ہو کر کربلا کی طرف روانہ ہو گیا۔(۲)

عمر سعد کی فوج کربلا پہونچ گئی اور امام حسینؑ کی مختصر سی فوج کے مقابلہ میں صف آرا ہو گئی ان کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا رہا لیکن امام حسینؑ کی مدد کے لئے کوئی تیار نہیں ہوا امام حسینؑ نے جب یہ حالات دیکھے تو عمر ابن سعد کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور اس سے ملاقات اور گفتگو کی پیش کش کی عمر سعد نے ان کی پیش کش قبول کر لی اور اسی شب دونوں لشکروں کے بیچ ایک خصوصی نشست ہوئی۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اے ابن سعد کیا تو خدا اور قیامت سے نہیں ڈرتا اور مجھ سے جنگ کرنا چاہتا

(۱) بحار الانوار، ج۴۴، ۳۸۶۔۳۸۵

(۲) بحار الانوار، ج۴۴، ص۳۸۴

ہے تو جانتا ہے کہ میں پیغمبرؐ کا فرزند ہوں یزید کے سپاہیوں کو چھوڑ دے اور میری مدد کے لئے آ جا اس میں خدا کی رضا اور تیری آخرت کی بھلائی ہے۔

عمر سعد نے عرض کیا: مجھے ڈر ہے کہ میرا گھر ویران کر دیا جائے گا۔

امامؑ نے فرمایا: میں تیرے لئے اس سے بہتر گھر بنا دوں گا۔

اس نے عرض کیا: مجھے خوف ہے کہ میری کھیتی اور جائداد چھین لی جائے گی۔

امامؑ نے فرمایا: میں حجاز میں اپنی اس سے بہتر جائداد و املاک تجھے عطا کر دوں گا۔

اس نے عرض کیا: مجھے اپنے گھر والوں اور اپنے اہل وعیال کی فکر ہے اور ان کے حق میں خوفزدہ ہوں۔

یہ سن کر امامؑ خاموش ہو گئے اور پھر آپ نے کچھ نہیں کہا۔(۱)

ایک دوسری روایت کے مطابق اس ملاقات کے بعد عمر سعد نے عبید اللہ ابن زیاد کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا:

خدا نے چاہا کہ جنگ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے اور امت کے امور کی اصلاح ہو جائے اس لئے کہ حسینؑ نے مجھے پیش کش کی ہے کہ اپنے واطن واپس چلے جائیں گے یا کسی سرحدی علاقہ میں جا کر ایک عام مسلمان کی طرح زندگی بسر کریں گے۔

جس وقت وہ خط ابن زیاد کے پاس پہونچا اس نے کہا: یہ خط حسین کی خیر خواہی میں لکھا گیا ہے شمر ابن ذی الجوشن جو وہیں موجود تھا بولا کہ اے امیر کس طرح اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہو گئے اب جب حسین تمہاری سرزمین میں آ چکے ہیں تو تمہارے اختیار میں ہیں لیکن خدا کی قسم اگر بغیر بیعت کے حسین اپنے وطن واپس پہونچ گئے تو وہ طاقتور ہو جائیں گے اور تم کمزور ہو جاؤ گے موقع ہاتھ سے نہ نکلنے دو کہ بعد میں شرمندہ ہونا پڑے۔لہٰذا انھیں چاہئے کہ پہلے اپنے کو ہمارے سامنے تسلیم کریں پھر تمہیں اختیار ہے کہ ان کو سزا دو یا معاف کر دو۔

ابن زیاد کو شمر کی بات پسند آئی اور اس نے کہا: تیری بات صحیح ہے یہ خط لے جا کر عمر کو دے اور کہہ کہ میرا حکم حسین اور ان کے اصحاب کے سامنے پیش کرو اگر وہ لوگ قبول کریں تو انھیں زندہ میرے پاس بھیج دو اور اگر انکار کریں تو ان سے جنگ کرو اگر عمر سعد میرے حکم پر عمل کرے تو اس

(۱) بحار الانوار، ج۴۴، ص ۳۸۸

کی اطاعت کرنا اور اگر وہ حسین سے جنگ کرنے سے کترائے تو میری طرف سے تو فوج کا حاکم ہے عمر کی گردن مار کر اس کا سر میرے پاس بھیج دے۔

عمر سعد کو ابن زیاد کا خط

ابن زیاد نے عمر ابن سعد کو اس مضمون کا ایک خط لکھا: میں نے تجھے اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تو حسین کا دفاع کرے یا ان کی سفارش کرے. خیال رکھ اگر حسین اور ان کے اصحاب میرا حکم مانیں اور تسلیم ہو جائیں تو ان کو زندہ میرے پاس بھیج دے اور اگر انکار کریں تو ان پر حملہ کر کے ان سب کو قتل کر دے اور قتل کے بعد ان کے بدن ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کے اعضاء و جوارح کو کاٹ دے۔

اس لئے کہ وہ اسی سزا کے مستحق ہیں حسین کی شہادت کے بعد ان کی لاش پر گھوڑے دوڑانا وہ سرکش اور ستمگر ہیں [العیاذ باللہ] اگر چہ مجھے معلوم ہے کہ موت کے بعد گھوڑوں کے دوڑنے کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے لیکن جو میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنا۔

اگر تو نے میرے حکم پر عمل کیا تو تجھے ہم سے انعام ملے گا اور اگر اس کے انجام دینے سے انکار کیا تو فوج کی کمان شمر ابن ذی الجوشن کے حوالہ کر کے کنارہ کش ہو جا شمر عبید اللہ ابن زیاد سے خط لیکر عمر سعد کے پاس پہونچا عمر نے وہ خط لے کر پڑھا اور شمر سے کہا: ''وائے ہو تجھ پر خدا تجھ پر لعنت کرے میرا خیال ہے تیری وجہ سے ابن زیاد نے میری پیش کش کو قبول نہیں کیا مجھے اصلاح کی امید تھی لیکن تو نے فساد برپا کر دیا خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ حسین ہرگز تسلیم نہیں ہوں گے اس لئے کہ ان کے پہلو میں ان کے باپ کا دل ہے۔

شمر نے کہا جواب دے؟ کیا چاہتا ہے؟ امیر کے حکم کی اطاعت کرے گا اور اس کے دشمن سے جنگ کرے گا یا فوج کو میرے حوالہ کر دے گا۔

عمر نے جواب دیا: نہیں میں فوج کی کمان تجھے ہرگز نہیں دے سکتا تو صرف پیادوں کی قیادت کر۔ (۱)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۹۰۔۳۸۹

نومحرم

نومحرم تک جنگ ہونے یااس کے شروع ہونے کا وقت واضح نہیں تھا اسی دن عبید اللہ ابن زیاد کا خط اس کی فوج کے کمانڈر عمر ابن سعد کو ملا کہ جتنی جلدی ممکن ہو حسین کا کام تمام کردے۔ اگر تسلیم ہو جائیں تو انہیں زندہ میرے پاس بھیج دو اور میں ان کے بارے میں فیصلہ کروں لیکن اگر تسلیم ہونے سے انکار کریں تو ان کو قتل کرنے کے بعد ان کے بدن کو مثلہ کردو۔

اس خط کے بعد عمر ابن سعد نے فیصلہ کیا کہ امام حسینؑ سے جنگ کرے گا اس لئے کہ اسے معلوم تھا کہ حسین ہرگز تسلیم نہ ہوں گے اس نے نومحرم پنجشنبہ کی دوپہر کے بعد اپنی فوج کو حکم دیا "یا خیل اللّٰہ ارکبی و بالجنۃ ابشری"

اس کے فوجی سوار ہوکر امام حسینؑ کے خیموں کی طرف چلے امام حسینؑ اس وقت خیمہ کے باہر زانوؤں پر سر رکھے بیٹھے تھے اور آپ کی آنکھ لگ گئی تھی آپ کی بہن جناب زینب یہ منظر دیکھ رہی تھیں جب انھوں نے فوج کے آنے کی آواز سنی تو اپنے بھائی کے پاس آئیں اور فرمایا: بھائی کیا آپ فوج کے حملہ آور ہونے کی آواز نہیں سن رہے ہیں فوجیں نزدیک آ گئی ہیں۔

امام حسینؑ نے زانو سے سر اٹھایا اور فرمایا: بہن ابھی میں نے اپنے جد رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: عنقریب تم میرے پاس آنے والے ہو۔!!(۱)

اس کے بعد امام حسینؑ نے اپنے بھائی جناب عباسؑ سے فرمایا: ابن زیاد کی فوج کی طرف جاؤ اور ان سے اس طرف آنے کا مقصد معلوم کرو۔

حضرت عباسؑ تیزی سے ابن زیاد کے لشکر کی طرف بڑھے اور ان سے پوچھا کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟

ان لوگوں نے کہا: عبید اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں کا کام تمام کردیں۔

اگر تسلیم ہونا چاہو تو تمہیں زندہ اس کے پاس بھیج دیں گے وہ تمہارے بارے میں خود فیصلہ کرے گا۔ اور اگر تسلیم نہ ہوئے تو ہم مجبوراً تم سے جنگ کریں گے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۹۱

حضرت عباسؑ نے واپس آ کران لوگوں کا جواب اپنے بھائی امام حسینؑ سے بیان کیا۔

امام حسینؑ نے جناب عباسؑ سے فرمایا: ان کے پاس جاؤ اگر وہ ایک رات کی مہلت دینے پر راضی ہو جائیں تو مہلت لے لو۔

تا کہ اس شب میں نمازیں پڑھیں اور دعائیں کریں اور اپنے پروردگار سے طلب مغفرت کریں۔

خداوند عالم جانتا ہے کہ میں نماز، قرآن مجید کی تلاوت اور دعا و استغفار سے کتنی محبت کرتا ہوں۔

حضرت عباسؑ نے ابن زیاد کی فوج کے پاس جا کر امام حسینؑ کی پیش کش دہرائی ان لوگوں نے اس کو قبول کرلیا اور ایک دن کے لئے جنگ کو ٹال دیا گیا۔(۱)

فوج کو تیاری کا حکم

اب جنگ کا ہونا یقینی ہو چکا تھا اور امام حسینؑ کی مختصر سی فوج کا دشمنوں کی اتنی بڑی فوج کے ذریعہ مکمل محاصرہ کیا جا چکا تھا لہٰذا اب امام کی فوج میں اور اضافہ کا امکان بھی ختم ہو گیا تھا ان حالات کو دیکھتے ہوئے جنگ کا نتیجہ پہلے ہی سے معلوم تھا کہ اس جنگ کا انجام ایک باعزت موت اور راہ خدا میں شہید ہو جانا ہے اس لئے کہ امام حسینؑ ہرگز یزید کے سامنے تسلیم نہیں ہو سکتے تھے لہٰذا آپ نے فیصلہ کیا اسی مختصر سی فوج کے ساتھ انتہائی شجاعت و بہادری سے دشمن کی اس بڑی فوج کا مقابلہ کریں گے اور شہادت کی حد تک ان کے ذریعہ اسیری کی ذلت برداشت نہ کریں گے آپ نے اس عظیم مقصد کو پورا کرنے کے لئے اس کے اسباب اور مقدمات کو فراہم کرنا ضروری سمجھا اور اپنے اصحاب و انصار یہاں تک کہ اپنے گھر والوں کو بھی اس فیصلہ کے لئے تیار کیا اس سلسلہ میں آپ نے چند امور انجام دیئے۔

۱۔ **اپنے اصحاب و انصار کا امتحان:** امام حسینؑ اپنے اصحاب و انصار کو اچھی طرح پہچانتے تھے اور ان کے ایمان، عہد و پیمان کی پابندی اور وفاداری سے بخوبی واقف تھے اس کے باوجود آپ نے چاہا کہ ان کو نئے حالات اور شہادت کے یقینی ہو جانے سے باخبر کر دیں تا کہ اگر ان کے

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۹۲

درمیان کچھ ایسے افراد ہوں جو شہادت قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو وہ بیعت کے اخلاقی دباؤ میں نہ رہیں اگر وہ اپنی جان کی حفاظت کر سکتے ہیں تو جان بچا کر چلے جائیں اس لئے غروب آفتاب کے وقت آپ نے اپنے اصحاب وانصار کو ایک خیمہ میں جمع کیا اور ان کو نئے حالات سے آگاہ کیا کہ اب شہادت یقینی ہے جو اس کے لئے تیار نہ ہو وہ اخلاقی دباؤ میں نہ رہے اور اپنی جان بچا کر واپس چلا جائے۔

امام زین العابدینؑ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

میرے والد بزرگوار نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: میری نظر میں تم سے بہتر اور تم سے زیادہ باوفا اصحاب کسی کے نہیں تھے اور میں نے اپنے اہلبیتؑ سے بہتر کسی کے اہلبیت کو بہتر نہیں پایا خدا تمہیں بہترین جزائے خیر دے میرا گمان نہیں تھا کہ لوگ میرے ساتھ ایسا برتاؤ کریں گے، اپنے وعدوں پر عمل نہیں کریں گے اور میری مدد سے ہاتھ کھینچ لیں گے اور میرا انجام جنگ اور شہادت ہوگا۔

اب میں اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھائے لیتا ہوں اور تمہیں آزاد کئے دیتا ہوں تم جہاں جانا چاہو چلے جاؤ اور میری طرف سے کسی قسم کا دباؤ محسوس نہ کرو رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر اپنی جان بچا کر نکل جاؤ۔

یہ سن کر میرے چچا عباس کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ ہم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے ہم چلے جائیں اس لئے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں خدا ایسا دن نہ لائے کہ آپ نہ ہوں اور ہم زندہ رہیں جناب عباس کے بعد، امامؑ کے دوسرے بھائی بھتیجے آپ کی اولاد اور عبداللہ ابن جعفر کی اولاد نے کھڑے ہو کر اسی طرح کی باتیں کہیں۔

اس کے بعد میرے والد نے جناب عقیل کے بھائیوں کو مخاطب کیا اور فرمایا: تمہارے لئے مسلم کی شہادت ہی کافی ہے میں تم کو اجازت دیتا ہوں جہاں چاہو چلے جاؤ۔

ان لوگوں نے عرض کیا: سبحان اللہ ہم آپ کو تنہا چھوڑ کر کس طرح چلے جائیں ہم کہاں جائیں گے اور لوگوں سے کیا کہیں گے یہ کہیں گے کہ اپنے سردار اور اپنے آقا کو تنہا چھوڑ کر آئے ہیں بغیر اس کے کہ دشمن پر ایک تیر چلائیں یا تلوار اور نیزہ کے ذریعہ ان کا دفاع کریں۔

فرزند رسولؐ ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے ہم آپ کی خدمت میں رہیں گے اور اپنی جان و مال اور

اپنے گھر والوں کو آپ پر فدا کردیں گے اب جو مصیبت آپ پر آئے گی وہ ہم بھی برداشت کریں گے **"قبح اللہ العیش بعدک"** خدا آپ کے بعد زندگی کا برا کرے۔(۱)

اس کے بعد اصحاب کی باری آئی. مسلم ابن عوسجہ کھڑے ہوئے اور عرض کی. اے فرزند رسولؐ ہم آپ کو اکیلا چھوڑ دیں ہم کہاں جائیں گے نہیں! خدا کی قسم ہم ہرگز نہیں جائیں گے جب تک اپنا نیزہ دشمنوں کے سینوں میں پیوست نہ کردیں اور اپنی تلوار سے ان پر ضرب نہ لگائیں اگر میرا اسلحہ بیکار ہو جائے تو پتھروں سے ان پر حملہ کروں گا میں آپ سے الگ نہیں ہوسکتا۔

اے فرزند رسولؐ خدا کی قسم میں آپ کی مدد سے دست بردار نہیں ہوسکتا تا کہ خدا آگاہ رہے کہ ہم نے رسول خداؐ کے بعد ان کے اہلبیتؑ کی حرمت کا پاس ولحاظ رکھا۔

خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ سے دفاع کرتے ہوئے شہید ہو جائیں گے اور میرے بدن کو جلا دیا جائے گا اور اس کی راکھ کو اڑا دیا جائے گا اور دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا اور ایسا ستر مرتبہ ہوگا تب بھی آپ کی حمایت سے دست بردار نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ آپ کے سامنے قتل ہو جاؤں۔

اے فرزند رسول خداؐ ہم آپ کو اکیلا کیسے چھوڑ دیں جب کہ مجھے معلوم ہے کہ ایک بار سے زیادہ قتل نہیں ہوں گا اور اس کے بعد ایسی کرامت حاصل ہوگی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔

مسلم ابن عوسجہ کے بعد کچھ دوسرے اصحاب بھی کھڑے ہوئے اور ہر ایک نے اپنے اعتبار سے مسلم ابن عوسجہ جیسی باتیں کہیں اس کے بعد امام حسینؑ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔(۲)

امام حسینؑ نے اس طرح ایسے حساس وقت میں بھی اپنے اصحاب و انصار کا امتحان لے لیا اصحاب نے بھی اپنے عہد پر استقامت اور اپنے جذبۂ وفاداری سے آپ کو آگاہ کردیا۔

۲۔ پناہ گاہ کی تشکیل: جنگ کے دوران کسی بھی فوج کے لئے ایک بڑا خطرہ پناہ گاہ کا نہ ہونا ہوتا ہے اسی لئے ہر فوج جنگ کے لئے پہاڑی، بلند ٹیلے، نخلستان یا کسی وسیع دریا کا کنارہ تلاش کرتی ہے لیکن امام حسینؑ کی جنگ کا میدان ایسا نہیں تھا ابن زیاد کے سپاہیوں نے امام حسینؑ کو ایسی جگہ اتارا تھا جہاں کوئی پہاڑ، ٹیلہ یا نخلستان نہیں تھا اور چاروں طرف سے حملہ کیا جاسکتا تھا ایسے میدان میں

(۱) بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۹۲

(۲) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۹۳

جنگ کرنا بے انتہا مشکل ہوتا ہے امام حسینؑ نے اس مشکل کو حل کرنے کے لئے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ خیمہ قریب قریب لگائیں اور ان کی رسیاں ایک دوسرے کے اندر ہی رکھیں اس طرح آپ نے پیچھے سے حملہ کا راستہ بند کر دیا اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ خیموں کی پشت پر خندق کھود کر اس کو لکڑیوں سے بھر دیا جائے تا کہ جنگ کے وقت ان میں آگ لگا دی جائے اور دشمن کے راستہ میں ایک اور رکاوٹ پیدا ہو جائے۔(۱)

خود خندق کا کھودا جانا بھی امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کے خیموں پر حملہ سے مانع تھا۔

۳۔ فوج کو منظّم کرنا: ابن زیاد کے ذریعہ امام حسینؑ کے خلاف تھوپی گئی جنگ فوجی طاقت اور جنگ کے امکانات کے اعتبار سے برابر کی جنگ نہیں تھی اس لئے کہ امام حسینؑ کی فوج کی تعداد ۷۲ افراد یا زیادہ سے زیادہ ایک سو چالیس افراد بیان کی گئی ہے۔

لیکن ابن زیاد کی فوج کی تعداد ۲۲ ہزار سے لیکر تیس ہزار تک لکھی ہے(۲) جس کو ہرگز برابر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

لیکن تعداد کے اس واضح فرق کی وجہ سے امام حسینؑ یا ان کے اصحاب کے اوپر نفسیاتی طور سے کچھ دباؤ نہیں تھا اور وہ ہرگز احساس کمتری، کمزوی یا شک و تردید محسوس نہیں کر رہے تھے بلکہ اپنے دفاع کے لئے بالکل تیار تھے اور اپنی مختصر سی فوج کو منظّم کر رہے تھے۔

امام حسینؑ نے زہیر ابن قین کو میمنۂ لشکر پر اور حبیب ابن مظاہر کو میسرہ پر قرار دیا اور اپنے بھائی جناب عباس کو لشکر کا علمبردار بنایا۔(۳)

ان امور سے فراغت کے بعد امام حسینؑ اور ان کے اصحاب و انصار اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے اور پوری رات نماز، قرآن کی تلاوت اور خداوند عالم کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول رہے۔

امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب و انصار نے عاشور کی شب جاگ کر بسر کی اس عالم میں کہ ان کے خیموں سے خداوند عالم کے ساتھ راز و نیاز اور مناجات کی آوازیں اس طرح آرہی تھیں جس طرح شہد

(۱) بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۴۔۳

(۲) بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۴

(۳) بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۹۴

کی مکھیوں کے بھن بھنانے کی آوازیں آ رہی ہو اور وہاں برابر رکوع و سجود اور قیام بجالایا جارہا تھا۔(۱)

عاشور کا دن

ماہ محرم کی دسویں تاریخ کو عاشورا کہا جاتا ہے ۶۱ھ میں اسی دن کربلا کی سرزمین پر انتہائی دردناک حادثات رونما ہوئے جو قیامت تک فراموش نہیں کئے جاسکتے۔

عاشور کے دن امام حسینؑ اور یزیدی فوج کے درمیان شدید جنگ ہوئی جس کا انجام انتہائی دردناک تھا امام حسینؑ تمام اصحاب و انصار کے ساتھ انتہائی بے دردی سے شہید کر دیئے گئے صرف حضرت علی ابن الحسینؑ چوتھے امام جو سخت بیمار تھے باقی رہ گئے۔

مورخین اور مقاتل لکھنے والوں نے اس دن کے حادثات کو مفصل طور پر تحریر کیا ہے اور ہر شہید کے لئے ایک الگ فصل قائم کی ہے جس میں اس کے میدان جنگ میں جانے اس کی رجز خوانی بہادری اس کے ذریعہ مارے جانے والے افراد کی تعداد اس کی شہادت کی کیفیت اور اس کے قاتل کا نام ذکر کیا ہے۔

ہم اس مختصر کتاب میں عاشور کے دن پیش آنے والے دردناک واقعات کا ذکر تفصیل سے نہیں کر سکتے صاحبان مطالعہ اس موضوع پر لکھی جانے والی سینکڑوں کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں لیکن کربلا کے خونریز واقعہ کی حقیقت سے واقفیت کے لئے ہم امام حسینؑ اور ان کے اصحاب و انصار اور یزید ابن معاویہ اور اس کی فوج کے درمیان ایک مختصر موازنہ کریں گے. جس سے دونوں کی حقیقت واضح ہو جائے۔

دونوں طرف کے فوجوں کے سربراہ

حسین ابن علیؑ اور یزید ابن معاویہ خاندان، طرز فکر اور مقصد کے اعتبار سے بالکل ایک دوسرے کے مقابل تھے اور دونوں دو الگ الگ مقاصد کے حصول کی کوشش کر رہے تھے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج۴۴، ص۳۹۴

امام حسینؑ ایک شریف باعظمت اور دین دار انسان تھے جو اپنی روح کی گہرائیوں سے اسلام اور اسلامی اقدار پر ایمان و یقین رکھتے تھے آپ ایک پاکیزہ اور معصوم انسان تھے خالص انسانی اور اسلامی جذبات سے لبریز اور تمام حالات میں ان کے پابند تھے. پیغمبر اسلامؐ نے بارہا آپ کی تمجید فرمائی تھی جیسے ایک حدیث میں فرمایا تھا حسنؑ و حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔(۱)

کردار اور طرز عمل کے یہ دو نمونے ملاحظہ فرمائیں:

جس وقت امام حسینؑ کو حر ابن یزید ریاحی کی فوج کا سامنا ہوا اور آپ نے یہ محسوس کیا کہ وہ لوگ پیاسے ہیں. آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ان سب کو یہاں تک کہ ان کے گھوڑوں کو بھی سیراب کردیں ان کا ایک سپاہی جو پیاس کی شدت کی بنا پر پانی نہیں پی پارہا تھا خود امام حسینؑ نے پانی پینے کے لئے اس کی مدد کی۔(۲)

لیکن ابن زیاد نے اپنی فوج کے کمانڈر عمر سعد کو حکم دیا کہ حسین اور ان کے اصحاب و انصار اور ان کے گھر والوں پر پانی بند کر دیا جائے اور ان کے خیموں میں ایک قطرہ پانی بھی نہ جانے دیا جائے۔(۱)

یہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ امام حسینؑ کسی طرح بھی جنگ پر مائل نہ تھے اور آپ کی یہی کوشش تھی کہ جنگ کی ابتدا آپ کی طرف سے نہ ہو بلکہ جنگ کی ابتدا میں بھی جب ایک سب سے خبیث اور سب سے خطرناک دشمن شمر ابن ذی الجوشن کا سامنا ہوا اور آپ کے ایک صحابی نے اس کو تیر کا نشانہ بنانا چاہا تو آپ نے منع کر دیا اور فرمایا: میں جنگ کی ابتدا کرنا نہیں چاہتا۔(۲)

لیکن عمر ابن سعد نے اپنی فوج کو جنگ کی ابتدا کا حکم دیا اور اپنے فوجیوں سے کہا: تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ کیوں جنگ شروع نہیں کرتے؟۔(۳)

(۱) بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۶۳

(۲) بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۳۷۶

(۳) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۸۹

(۴) بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۵

(۵) بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۰

یہ کہہ کر اس نے پانچ سو تیر اندازوں کو حکم دیا کہ حسینؑ اور ان کے اصحاب و انصار پر تیروں کی بارش کر دیں۔(۱)

یزید ابن معاویہ ایک لاابالی شخص تھا جو اسلامی اقدار اور اس کے احکام و قوانین کا مطلق خیال نہیں کرتا تھا زیاد ابن ابیہ جس سے معاویہ نے یزید کی خلافت کے لئے اقدام کرنے کو کہا تھا اس نے معاویہ کو لکھا تھا کہ ہم کس طرح یزید کی ولی عہدی کی بات کر سکتے ہیں اور اس کے لئے لوگوں سے بیعت لے سکتے ہیں جب کہ وہ کتوں اور بندروں سے کھیلنے والا ہے وہ طرح طرح کے رنگین لباس پہنتا ہے ہمیشہ شراب پیتا رہتا ہے اور ساز و موسیقی کی آواز پر تھرکتا ہے۔(۲)

یزید ہی وہ شخص تھا جس نے اپنی غیر شرعی حکومت کے استحکام اور امام حسینؑ سے بیعت لینے کے لئے مدینہ میں اپنے نمائندہ کو لکھا تھا کہ حسین ابن علیؑ سے بیعت لو اور اگر منع کریں تو انھیں قتل کر دو۔(۳)

امام حسینؑ نے مجبوراً مکہ کی طرف ہجرت کی لیکن یزید نے کچھ افراد معین کر دیئے اور ان کو حکم دیا کہ امام حسینؑ کو عین حرم امن الٰہی میں شہید کر دیں جس کی وجہ سے امام حسینؑ کو کوفہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔(۴)

آخر کار یزید کے حکم سے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب و انصار کو کربلا کے میدان میں شہید کر دیا گیا اور ان کے اہلبیتؑ کو اسیر کر کے شام لے جایا گیا۔

اس یزید نے مسلم ابن عقبہ کو حکم دیا تھا کہ پانچ ہزار سپاہیوں کے ساتھ مدینۂ رسولؐ پر حملہ کرے اور تین دن تک مدینہ کی عورتوں اور لڑکیوں کو اپنے سپاہیوں پر مباح کر دے۔

ان لوگوں نے ان کے اموال کو غارت کیا اور ایسے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا جس سے تاریخ

(۱) بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۲۰
(۲) تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۲۰
(۳) تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۴۱
(۴) تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۴۹

کا چہرہ سیاہ ہوکر رہ گیا آخر کار ان لوگوں نے مدینہ کے لوگوں سے بیعت لی کہ یزید کے غلام بن کر رہیں۔(۱)

امام حسینؑ کے والد ماجد پیغمبر اسلامؐ کے بعد اسلام کی دوسری اہم شخصیت تھے جن کے فضائل و کمالات کی طرف پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔

وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے پیغمبر اسلامؐ کی آواز پر لبیک کہی جب کہ اس وقت سن بلوغ تک کو بھی نہیں پہونچے تھے۔

انہوں نے ہمیشہ اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی خدمت کی، کلام الٰہی کے کاتب اور حافظ قرآن تھے، شب ہجرت پیغمبر اسلامؐ کے بستر پر سوئے تاکہ آپ کی جان دشمنوں کے حملہ سے محفوظ رہے، جناب فاطمہ زہرؑا کے شوہر اور پیغمبر اسلامؐ کے داماد تھے، آپ انتہائی شجاع انسان تھے، دور پیغمبرؐ تمام اسلامی جنگوں میں شرکت کی اور بہت سے دشمنان اسلام آپ کے ہاتھوں سے مارے گئے۔

نبوت کے تمام علوم پیغمبر اسلامؐ سے سیکھے اور مخزن علوم نبوت قرار پائے اسلام اور اقدار اسلامی پر دل و جان سے ایمان رکھتے تھے اور خود تمام اسلامی اقدار کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

یزید کا باپ معاویہ ابن ابوسفیان تھا ابن ابی الحدید نے اس طرح معاویہ کا تعارف کرایا ہے:

وہ ریشمی لباس پہنتا تھا سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھاتا تھا جب ابودرداء نے ان کی حرمت کے بارے میں حدیث رسولؐ بیان کی تو اس نے جواب دیا: میری نظر میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس کردار سے اور اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود نبوت کا بھی قائل نہیں تھا۔

اپنی من مانی سے لوگوں پر حد جاری کرتا تھا۔

بعض ایسے افراد جن کا کوئی جرم نہیں ہوتا تھا ان پر حد جاری کر دیتا تھا۔

بعض لوگوں پر جرم ثابت ہونے کے باوجود حد جاری نہیں کرتا تھا۔

زیاد ابن ابیہ کو اپنے سیاسی مقاصد کی بنا پر اپنے باپ ابوسفیان کا بیٹا قرار دے لیا جب کہ پیغمبر اسلامؐ کی حدیث تھی "الولد للفراش"

(۱) تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۲۵۰

بیت المال کے اموال اپنی من مانی سے خرچ کرتا تھا اور انھیں اپنے ذاتی خرچ میں بھی لاتا تھا۔

حجر ابن عدی اور ان کے ساتھیوں کو شہید کیا۔

پیغمبر اسلامؐ کے عظیم صحابی ابوذر غفاری کو گالیاں دیں اور ان کو پالان شتر پر سوار کر کے مدینہ بھیجا۔

حضرت علی ابن ابی طالبؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ پر منبر سے لعنت کرتا تھا۔

اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا جب کہ وہ ہمیشہ شراب پیتا رہتا تھا، شطرنج اور تنبور بازی کرتا تھا اور گلوکار کنیزوں کے بیچ میں سوتا تھا۔(۱)

امام حسینؑ کے جد حضرت محمد ابن عبد اللہؐ تھے جن کا علم و ایمان اخلاقی بلندی اور خاندانی شرافت واضح ہے اور اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یزید کا جد ابوسفیان ابن حرب تھا ابوسفیان مشرکین کا سردار تھا اور ہمیشہ پیغمبر اسلامؐ سے دشمنی کیا کرتا تھا اور ان کی پیروی کرنے والوں کو آزار و اذیت دیتا تھا۔(۲)

جنگ بدر میں مسلمانوں سے جنگ کے لئے کفار و مشرکین کی تشویق کر رہا تھا اسی جنگ میں اس کا ایک بیٹا حنظلہ ہلاک ہوا اور دوسرا بیٹا عمر ابن ابوسفیان اسیر ہوا تھا۔(۳)

جنگ احد میں بھی مسلمانوں سے جنگ کے لئے کفار کو تیار کر کے لایا تھا اسی جنگ میں پیغمبر اسلامؐ کے چچا حمزہ ابن عبد المطلب شہید ہوئے اور ان کا جگر ابوسفیان کی زوجہ ہند کے لئے تحفہ میں بھیجا گیا۔

اس نے غصہ کی شدت میں اس کو منھ میں رکھ کر چبالیا اور اس کے بعد خود حمزہ کے جنازہ کے سرہانے جا کر ان کے بدن مبارک کو مثلہ کیا، یعنی آپ کے ناک کان اور دوسرے اعضاء و جوارح کاٹے اور ان کا کنگن اور ہار بنا کر پہنا۔(۴)

ابوسفیان نے اس جنگ کے خاتمہ پر جس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے تھے خوشی کا اظہار

(۱) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۵، ص ۱۲۹ تا ۱۳۱

(۲) انساب الاشراف، ج ۱، ص ۱۱۶

(۳) انساب الاشراف، ج ۱، ص ۳۰۱۔۲۹۷

(۴) انساب الاشراف، ج ۱، ص ۳۲۲۔۳۱۲

کیا وہ کہہ رہا تھا: اعل هبل! لنا عزی و لا عزی لکم. (۱)

ابوسفیان فتح مکہ تک اپنے کفر پر باقی رہا اور پیغمبر اسلامؐ اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کرتا رہا. فتح مکہ کے بعد اپنی جان کے خوف سے ظاہراً اسلام لے آیا۔ (۲)

اس کے بعد سے اگر چہ بظاہر مسلمان رہا اور پیغمبر اسلامؐ نے بھی اس کے ساتھ رحم کا برتاؤ کیا لیکن تاریخ کے بعض واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا اور حقیقت میں ایک منافق تھا۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے: عثمان لوگوں کی بیعت کے بعد اپنے گھر گئے بنی امیہ کے بہت سے افراد ان کے گھر میں جمع تھے اور دوسروں کو گھر میں نہیں آنے دے رہے تھے ابوسفیان جو اس وقت نابینا ہو چکا تھا وہ بھی وہاں موجود تھا اس نے وہاں موجود افراد کی طرف رخ کر کے کہا: کیا بنی امیہ کے علاوہ کوئی اور بھی یہاں موجود ہے؟

لوگوں نے کہا: نہیں!

اس نے کہا: اے بنی امیہ اب جب حکومت تمہارے ہاتھ میں آ گئی ہے اس کی قدر کرو اور ایک گیند کی طرح اپنے درمیان نچاتے رہو خیال رکھنا دوسرے اس کو تمہارے ہاتھ سے نہ لے سکیں قسم ہے اس چیز (بت) کی ابوسفیان جس کی قسم کھاتا ہے نہ کوئی عذاب ہے اور نہ حساب و کتاب نہ جنت ہے نہ جہنم نہ حشر کا تصور ہے اور نہ قیامت آنے والی ہے۔ (۳)

دونوں طرف کے سربراہوں کے مقاصد

امام حسینؑ اور یزید دونوں کا مقصد بالکل ایک دوسرے سے الگ تھا۔

امام حسینؑ کا مقصد جیسا کہ محمد حنفیہ کے نام آپ کی وصیت سے معلوم ہوتا ہے تین چیزیں تھیں:

۱۔ اپنے جد پیغمبر اسلامؐ کی امت کی اصلاح کرنا۔

---

(۱) انساب الاشراف، ج۱، ص ۳۲۷

(۲) انساب الاشراف، ج۱، ص ۳۶۱۔۳۵۵

(۳) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج۹، ص ۵۳

۲۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔
۳۔ پیغمبر اسلاؐم اور امیر المومنین علیؑ کی فراموش شدہ سیرت کو زندہ کرنا۔ (۱)

امام حسینؑ ان تینوں مقاصد کو دو ممکنہ راستوں سے حاصل کرنا چاہتے تھے. ایک حقیقی اسلامی حکومت کی تشکیل کے ذریعہ اگر اس کے لئے مناسب ماحول اور امکانات فراہم ہو جائیں۔

دوسرے اگر اسلامی حکومت کے قیام کے لئے ماحول سازگار نہ ہو سکے اور جنگ وخونریزی کی نوبت آ جائے تو مع اپنے اصحاب وانصار کے شہادت کی حد تک انتہائی جواں مردی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر کے اِس طرح عملی طور پر مسلمانوں کو دینداری، خدا کی راہ میں جہاد، اسلام اور اقدار اسلامی کے دفاع کا سبق سکھایا جا سکے گا۔

اس کے علاوہ آپ کے قیام کے ذریعہ یزید کی حکومت کا غیر شرعی اور غیر قانونی ہونا بھی ثابت ہو جائے گا اِس کی بد کرداری، ظلم وستم اور اس کا باطنی کفر ونفاق بے نقاب ہو جائے گا اور اس طرح بنی امیہ کے خلاف قیام کا ماحول فراہم ہو جائے گا۔

حضرت امام حسینؑ کے قیام کا پہلا مقصد اگر چہ حاصل نہ ہو سکا یعنی اسلامی حکومت کا قیام نہ ہو سکا لیکن دوسرا مقصد مکمل طور پر حاصل ہو گیا۔

یزید ابن معاویہ کے بھی اس جنگ میں دو مقاصد تھے:

ا: پیغمبر اسلاؐم کے فرزند حسین ابن علیؑ سے بیعت لے کر اپنی غیر شرعی اور غیر اسلامی حکومت کو مضبوط کرنا اور اپنی حکومت کے لئے ان کی تائید حاصل کر کے ظلم وستم اور عیاشی کو جاری رکھنا۔

یعقوبی تحریر کرتے ہیں:

ا: یزید ابن معاویہ نے اپنے باپ کی موت کے بعد مدینہ کے حاکم ولید ابن عتبہ کو لکھا کہ جیسے ہی تمہیں میرا خط ملے حسین ابن علیؑ اور عبداللہ ابن زبیر کو بلا کر ان سے میری بیعت لے لو اگر بیعت سے انکار کریں تو ان دونوں کو قتل کر کے ان کے سر میرے پاس بھیج دو۔ (۲)

۲: بنی ہاشم سے دشمنی اور ان سے انتقام لینا خاص طور پر علی ابن ابی طالبؑ کی اولاد سے اس لئے

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۲۹
(۲) تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۴۱

کہ جنگ بدر میں یزید کے چچا اور بعض دوسرے قریش کے سردار اور یزید کے رشتہ دار عقبہ شیبہ ولید اور ابو جہل ہلاک ہوئے تھے۔(۱)

یزید اور معاویہ یہ دونوں اگر چہ اسلام کے دعویدار تھے لیکن جاہلیت کے زمانے کے کینے ابھی تک ان کے دلوں میں جگہ بنائے تھے اس لئے کربلا کے واقعہ کے سلسلہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس واقعہ سے یزید کا ایک مقصد پیغمبر اسلامؐ کی اولاد سے انتقام لینا تھا تاریخ کی کتابوں میں اس بات کے شواہد موجود ہیں۔

لکھا ہے کہ جس وقت امام حسینؑ کے اہلبیتؑ اسیر ہو کر شام پہونچے یزید کے سپاہی امام حسینؑ کا سر مبارک لے کر یزید کے دربار میں حاضر ہوئے یزید نے حکم دیا کھانے کا دستر خوان بچھایا جائے دستر خوان پر امام کا سر مبارک رکھا گیا یزید اپنے اصحاب کے ساتھ شراب پی پی کر کھانا کھا رہا تھا، امام حسینؑ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر اس کے اوپر شطرنج کھیل رہا تھا اور امام حسینؑ، ان کے والد ماجد اور ان کے جد بزرگوار کا مذاق اڑاتا جا رہا تھا۔

جب کھیل میں اپنے مقابل پر کامیاب ہو جاتا تھا تو فقاع نامی شراب کا جام پی کر بچی ہوئی شراب پھینک دیتا تھا۔(۲)

اور اس مضمون کے اشعار پڑھتا تھا:

اے کاش ہمارے بدر کے بزرگ موجود ہوتے اور حسین کی شہادت اور ان کے اہلبیتؑ کی اسیری کو دیکھتے تو خوش ہو کر کہتے شاباش یزید، تو نے بدر میں مارے جانے والوں کا بدلہ لے لیا۔(۳)

دونوں طرف کی فوجوں میں موازنہ

امام حسینؑ اور یزید ابن معاویہ کے سپاہی اپنی شخصیت اور طرز تفکر کے اعتبار سے اپنے اپنے رہبروں کی طرح ہی تھے۔

(۱) بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۶۷

(۲) بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۷۶

(۳) بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۸۶

امام حسینؑ کے اصحاب وانصار دیندار، باایمان، عدالت پسند، ایثار رکھنے والے، شجاع، بہادر، باوفا، صاحب کرامت، متقی، غیرتمند، حرص وہوس سے پاکیزہ، انصاف پسند اور خیر خواہ تھے وہ مال و منال، جاہ وحشم اور منصب کی تلاش میں امام کے ساتھ نہیں آئے تھے بلکہ وہ لوگ امامؑ کے پاکیزہ مقصد سے آگاہ تھے اور اس کے حصول کے لئے امام کے ساتھ آئے تھے ان لوگوں نے امام کے مقاصد کے حصول کے لئے انتہائی شجاعت اور بہادری سے جنگ کی اور ولایت کا دفاع کرتے ہوئے آخر کار انتہائی جوش وخروش اور جذبۂ ایثار وقربانی کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا اور اپنے معبود کی بارگاہ میں پہونچ گئے۔

امام حسینؑ کے اصحاب وانصار میں سے ہر شہید کے لئے تاریخ کی کتابوں میں انتہائی اہم اور دلچسپ نکات ذکر ہوئے ہیں جن سے ان کے مراتب ایمان، اخلاص، فضائل وکمالات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور وہ ہماری زندگی کے لئے انتہائی سبق آموز اور مفید ہوسکتے ہیں لیکن افسوس کہ یہاں پر ان کو ذکر کرنے کا موقع نہیں ہے لہٰذا ہم صرف دو نمونے ذکر کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں:

پہلا نمونہ: ۹ محرم کو عصر کے بعد شمر ابن ذی الجوشن امام حسینؑ کے خیموں کے نزدیک آیا اور کہا کہ میری بہن کے بیٹے کہاں ہیں وہ عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان کے بارے میں پوچھ رہا تھا جو ام البنین کی اولاد تھے ام البنین کی شمر ابن ذی الجوشن سے قرابت داری تھی۔

جناب عباس، شمر کی بات کا جواب دینا نہیں چاہ رہے تھے لیکن امام حسینؑ نے فرمایا: جاؤ جا کر دیکھو وہ کیا کہہ رہا ہے؟

جناب عباسؑ نے شمر کے پاس جا کر پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ شمر نے جواب دیا میں عبید اللہ ابن زیاد کی طرف سے تم لوگوں کے لئے امان نامہ لایا ہوں لہٰذا تم لوگ امان میں ہو لہٰذا اپنے کو ہلاکت میں مبتلا ہونے سے بچا سکتے ہو۔

حضرت عباسؑ نے جواب میں فرمایا: خدا تجھ پر اور تیرے امان نامہ پر لعنت کرے ہم امان میں ہیں اور فرزند رسولؐ کے لئے امان نہیں ہے۔(۱)

(۱) بحار الانوار، ج۴۴، ص۳۹۱

دوسرا نمونہ: عاشور کے دن ظہر کے وقت جب جنگ کا میدان گرم تھا تو آپ کے ایک صحابی ابو ثمامہ صیداوی نے امام حسینؑ سے عرض کیا میری جان آپ پر قربان ہو جائے دشمن نزدیک آ رہے ہیں لیکن ہم جب تک زندہ ہیں آپ پر آنچ نہ آنے دیں گے میں چاہتا ہوں یہ نماز پڑھ لوں پھر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔

امام حسینؑ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: خدا تمہیں نمازگذاروں میں شمار کرے۔

ظہر کی نماز کا اول وقت ہے ابن زیاد کے سپاہیوں سے کہہ دو ہمیں مہلت دیدیں اور ہم اپنی نماز ادا کرلیں۔

دشمن کی فوج کے ایک سپاہی نے کہا: حسین تمہاری نماز قبول نہیں ہے۔

حبیب ابن مظاہر نے اس کے جواب میں فرمایا: او خبیث! فرزند پیغمبرؐ کی نماز قبول نہیں ہوگی اور تیری نماز قبول ہوگی؟

اس کے بعد زہیر ابن قین اور سعید ابن عبداللہ نے اپنے کو تیروں کے مقابلہ میں سپر قرار دیا تا کہ امام حسینؑ نماز ادا کرسکیں جدھر سے بھی تیر آتا تھا سعید ابن عبداللہ بڑھ کر اس کو اپنے سینے پر روک لیتے تھے کہ کہیں وہ تیر امام حسینؑ کو نہ لگ جائے آخر کار زخموں سے چور ہو کر وہ زمین پر گر پڑے اور عرض کیا پروردگار میرا سلام اپنے پیغمبرؐ تک پہونچا دے اور میرے جسم کے زخموں سے ان کو آگاہ کردے۔ پروردگار تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے رسولؐ کی ذریت کا دفاع کرنے میں کوتاہی نہیں کی ہے۔

اتنا کہہ کر سعید دنیا سے رخصت ہو گئے جب ان کے جنازہ کو دیکھا گیا تو تلواروں کے زخم کے علاوہ تیرہ تیر آپ کے جسم مبارک پر لگے تھے۔(۱)

یزید کے طرفدار اور اس کے سپاہی اسی کی طرح تھے اور اپنے دنیاوی اور حیوانی مقاصد کے حصول کے لئے کربلا میں آئے تھے یزید کی فوج کے افراد مال و دولت کے دلدادہ ہوئی وہوس اور خواہشات نفسانی کے غلام، جاہ و حشم کے حریص، بے نام و نشان، ضعیف الایمان اور خود فروش لوگ تھے جو اپنے حیوانی مقاصد کے حصول کے لئے کسی طرح کے جرائم کا ارتکاب کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۹۱

یزید کی حکومت کے استحکام کے لئے کوشاں تھے تا کہ اس کے ذریعہ مال و دولت، جاہ و حشم اور منصب حاصل کرسکیں۔

عبیداللہ ابن زیاد جو اقتدار اور منصب کا دلدادہ تھا یزید کی طرف سے کوفہ کی حکومت ملنے کے بعد اس کی خوشامد میں کربلا کی خونریز جنگ کی قیادت کے لئے تیار ہو گیا اور ایسے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا جن کو بیان تک نہیں کیا جاسکتا۔(۱)

ابن زیاد جب کوفہ پہونچا تو اس نے مسلم کے گرد جمع افراد کو متفرق کرنے کے لئے لالچ اور دھمکیوں کا سہارا لیا۔(۲)

اس نے لوگوں کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے پر تیار کرنے کے لئے بھی یہی حربہ استعمال کیا۔(۳)

فوج کا کمانڈر عمر ابن سعد اس خوف سے امام حسینؑ سے جنگ کے لئے تیار ہو گیا تا کہ ''رے'' کی حکومت کا پروانہ واپس نہ لیا جائے اور انتہائی سنگین جرائم کا ارتکاب کیا۔(۴)

البتہ ایمان کی کمزوری اور جہالت بھی اس کے اس فیصلہ کا ایک اہم سبب تھی ایمان کی کمزوری، جہالت اور کسی پہچان کا نہ ہونا ہی تھا کہ ابن زیاد کے سپاہی ہر طرح کے جرم و جنایت یہاں تک کہ ایسے بے رحمانہ سلوک پر بھی تیار تھے جو جنگی قوانین کے اعتبار سے جرم محسوس ہوتے ہیں امام حسینؑ کے اصحاب وانصار ان کی عورتوں اور بچوں پر فرات کا پانی بند کر دیا اس طرح کہ حسینؑ کے خیموں سے العطش العطش کی آوازیں بلند تھیں۔

نابالغ بچوں بلکہ شیرخوار بچوں تک کو قتل کرنے سے گریز نہیں کیا امام حسینؑ اور ان کے اصحاب وانصار کی شہادت کے بعد انتہائی بے رحمی سے ان کے سروں کو ان کے جسموں سے الگ کیا اور ان کو فوج کے افسروں میں تقسیم کر دیا تا کہ یزید اور ابن زیاد سے انعام لے سکیں.شہیدوں کے لباس یہاں تک انتہائی کم قیمت لباسوں تک کو لوٹ لیا، امام حسینؑ کے خیمہ کو غارت کر دیا۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۲۹

(۲) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۴۱۔ ۳۴۰

(۳) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۸۶۔ ۳۸۵

(۴) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۸۴

امامؑ کے گھرانے کی بچیوں کے گوشوارے چھیننے میں ان کے کانوں کی لوؤں کے پھٹنے تک کا احساس نہیں کیا۔

خیموں میں آگ لگادی۔

اپنی فوج کے مقتولین کو دفن کردیا لیکن امام حسینؑ، ان کے اصحاب وانصار کی لاشوں کو بے گور و کفن چھوڑ کر وہاں سے چلے گئے جب کہ مسلمان کی تکفین وتدفین واجب ہے۔

شہداء کے گھر والوں کو اسیر کرلیا اور جنگی اسیروں کی طرح کربلا سے کوفہ لے جا کر ابن زیاد کے دربار میں ان کی توہین کی گئی۔

کوفہ اور شام کے راستہ میں دیہاتوں اور شہروں میں ان کی تشہیر کی اور انھیں تماشا بنا کر پیش کیا.

شام پہونچ کر شہر کو آراستہ کرایا گیا ان کو دیکھنے کا اعلان کیا گیا، پیغمبر اسلامؐ کے اہل بیتؑ کو شام کی گلیوں اور بازاروں میں پھرایا گیا اس کے بعد یزید کے دربار میں لے جا کر ان کی توہین کی گئی۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ تمام جرائم اور مظالم ان لوگوں نے کئے جو خود کو مسلمان اور انھیں پیغمبر اسلامؐ کا پیرو سمجھتے تھے جو انہیں شہید اور اسیروں کے جد بزرگوار تھے۔

امام حسینؑ کے مقاصد اور ان کے حصول کے ذرائع

کربلا کے خونریز واقعہ میں امام حسینؑ کے مقصد کی صحیح معرفت کے لئے بہتر ہے کہ اس سلسلہ میں خود آپ کے کلام کا سہارا لیا جائے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ: امام حسینؑ نے مدینہ سے نکلتے وقت محمد حنفیہ سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: "**انی لم اخرج اشراً و لابطراً و لا مفسداً و لا ظالماً و انما خرجت لطلب الاصلاح فی امة جدی ارید ان آمر بالمعروف و انهی عن المنکر واسیر بسیرة جدی و ابی علی ابن ابیطالبؑ**" (۱)

امام حسینؑ نے اپنے اس کلام میں تین چیزوں کو اپنے قیام کا مقصد قرار دیا ہے مسلمانوں کے

(۱) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۲۹

اموری کی آصلاح، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اپنے جد رسول خداؐ اور اپنے بابا علی مرتضیؑ کی سیرت کو زندہ کرنا۔

اگر غور کیا جائے تو یہ اندازہ ہوگا کہ آپ کے قیام کا سب سے اہم مقصد امت کے امور کی اصلاح تھی جس نے پیغمبر اسلامؐ کی سیرت کو بھلا دیا تھا اور عبادت، سماجیات، اخلاق، سیاست، اقتصاد غرض کہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں گمراہی کا شکار ہوگئی تھی امام حسینؑ کا مقصد تھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ اس امت کی اصلاح کے تمام مراحل طے کئے جائیں۔

اس بنا پر امام حسینؑ کے قیام اور آپ کی تحریک کو ایک اعتراض آمیز اصلاحی تحریک کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے جو حالات اور ماحول کے پیش نظر مختلف مراحل میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صورت میں آگے بڑھی۔

پہلا مرحلہ: مدینہ سے ہجرت

معاویہ کی موت کے بعد اس کے بیٹے یزید نے مدینہ کے حاکم ولید کو خط لکھا کہ حسین ابن علیؑ سے بیعت لے لے اور اگر وہ انکار کریں تو ان کو قتل کردے۔

امام حسینؑ جو یزید کی حکومت کو قانونی اور شرعی حکومت نہیں سمجھتے تھے اور کسی طرح بیعت کر کے اس کی تائید نہیں کر سکتے تھے لہٰذا آپ نے بیعت سے انکار کر دیا اور اس کی حکومت پر اعتراض اور اس سے ناراضگی کے اظہار کے لئے مدینہ سے مکہ کی طرف ہجرت کر لی آپ کا یہ عمل ایک طرح سے نہی عن المنکر ہی تھا۔

دوسرا مرحلہ: مکہ میں قیام

عملی اعتراض کے ساتھ ساتھ ممکنہ صورت میں امام حسینؑ مکہ میں رہ کر مختلف دور دراز شہروں سے حج کے لئے آئے ہوئے افراد کے سامنے یزید کی حکومت کے خلاف اعتراض اور اپنی ناراضگی کی آواز بلند کرنا چاہتے تھے۔ یہ بھی ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی کا ایک طریقہ تھا لیکن مکہ میں دو نئے حادثات رونما ہوئے جو آپ کے اس ارادہ پر اثر انداز ہو سکتے تھے۔

ایک یہ کہ مکہ میں امام حسینؑ کے قیام کے دوران کوفہ کے شیعوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ امام حسینؑ نے یزید کی بیعت نہیں کی ہے اور آپ مکہ میں قیام پذیر ہیں جس کے بعد ان لوگوں نے بہت سارے خطوط لکھ کر آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔

دوسرے یہ کہ امام حسینؑ کو معلوم ہوا کہ یزید نے چند افراد کو مکہ میں آپ کو خفیہ طور پر قتل کرنے کی ذمہ داری دیکر بھیجا ہے۔

تیسرا مرحلہ: کوفہ کی طرف روانگی

ان نئے حوادث کے پیش نظر حالات بدل گئے ایک طرف امامؑ کے لئے مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا اس طرح آپ قتل ہو جاتے تو حرم الٰہی کا تقدس بھی پامال ہو جاتا اور آپ کے خون بہہ جانے کا کوئی فائدہ بھی نہ ہوتا. دوسری طرف کوفہ کے شیعوں نے آپ کو بلایا تھا آپ کے پاس ان کی دعوت قبول نہ کرنے کے لئے کوئی حجت نہیں تھی۔

لہٰذا آپ نے اپنی ذمہ داری سمجھی کہ کوفہ کی طرف سفر کریں اور اپنے اس اعتراض آمیز سفر کو جاری رکھیں لیکن پھر بھی احتیاط کے پیش نظر آپ نے پہلے مسلم ابن عقیل کو کوفہ روانہ کیا تا کہ قریب سے حالات کا جائزہ لیں اور آپ کو وہاں کے حالات سے آگاہ کریں کچھ عرصہ بعد امام حسینؑ کے پاس جناب مسلم کا خط پہونچا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ کوفہ کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے میری بیعت کر لی ہے اور آپ کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔

ان حالات میں امام حسینؑ نے محسوس کیا کہ انھیں عراق جانا چاہئے اس لئے کہ اس طرح ایک طرف آپ اپنے اعتراض آمیز سفر کو جاری رکھ سکتے ہیں اور دوسری طرف کوفہ والوں کے خطوط اور مسلم کی اطلاع سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بغیر جنگ وخونریزی کے ایک اسلامی حکومت کی تشکیل کے حالات فراہم ہو گئے ہیں جس کے نتیجہ میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد آپ اپنے جد پیغمبر اسلامؐ کی سیرت کو زندہ کر سکتے ہیں اور اس طرح مسلمانوں کے حالات میں بہتری پیدا ہو سکتی ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عالی ترین مرتبہ ہے۔

اس سلسلہ میں اگر کوفہ والوں نے اپنے وعدہ پر عمل نہ کیا یا اس راستہ میں کوئی دوسری مشکل پیدا

ہوگئی تو نئے حالات اور نئی جگہ کے مطابق دوسری ذمہ داری پر عمل کریں گے اور کسی بھی حال میں اپنے اعتراض کی آواز کو خاموش نہیں ہونے دیں گے۔

اس صورت حال کے پیش نظر امام حسینؑ نے حج کو عمرہ مفردہ سے بدلا اور کوفہ روانہ ہوگئے۔

چوتھا مرحلہ: جناب مسلم کی شہادت کی خبر

امام حسینؑ نے ثعلبیہ میں جناب مسلم کی شہادت کی خبر سنی اور اس طرح آپ کو نئے حالات کا سامنا ہوا لہٰذا اب آپ کو انہیں حالات کے مطابق فیصلہ کرنا تھا اس سلسلہ میں آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جناب مسلم کی شہادت کی خبر بغیر کسی رازداری کے اپنے اصحاب کے سامنے بیان کردی اور ان کے نظریات معلوم کئے اولاد عقیل نے عرض کیا کہ ہم مسلم کے خون کا انتقام لینا چاہتے ہیں چاہے اس راہ میں خود بھی قتل ہوجائیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: مسلم اور ہانی کی شہادت کے بعد زندگی کا مزہ ختم ہوگیا۔

بعض اصحاب نے عرض کیا فرزند رسولؐ خدا کی قسم آپ مسلم نہیں ہیں کوفہ والوں نے آپ کو بلایا ہے لہٰذا آپ جیسے ہی کوفہ پہونچیں گے وہ آپ کے گرد اکٹھا اور آپ کی حمایت پر کمربستہ ہوجائیں گے۔

ان حالات میں امام حسینؑ کے پاس صرف دو راستے باقی رہ گئے تھے یا کوفہ کی طرف سفر جاری رکھیں یا کوفہ کا ارادہ بدل کر کسی اور جگہ چلے جائیں اور وہاں نئے حالات کے مطابق اپنی ذمہ داری کو ادا کریں۔

امام حسینؑ نے پہلے راستہ کا انتخاب کیا اس لئے کہ ایک تو ابھی آپ کوفہ والوں کی حمایت سے بالکل مایوس نہیں ہوئے تھے اور آپ کے اصحاب وانصار کا بھی یہی خیال تھا۔

دوسرے اگر کوفہ والے اپنے وعدہ پر عمل نہ بھی کرتے تب بھی وہاں رہ کر نئے حالات کے مطابق بہتر طریقہ سے اپنی ذمہ داری کو ادا کیا جاسکتا تھا اور اپنی اعتراض آمیز تحریک جاری رکھی جاسکتی تھی اس لئے آپ نے فیصلہ کیا کہ آپ کوفہ جائیں گے۔

امام حسینؑ نے اس بات کے پیش نظر کہ ممکن ہے اب تک کے سفر میں آپ کے ساتھ کچھ ایسے افراد ہوں جو اب اس خطرناک سفر میں ساتھ رہنا نہ چاہیں اور شرم وحیا کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں اس

جگہ ایک اہم کام یہ کیا کہ اپنے اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا: جیسا کہ تم لوگوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ مسلم شہید ہو چکے ہیں اور کوفہ کے حالات بدل گئے ہیں لیکن میرا ارادہ اب بھی کوفہ جانے کا ہے میں اپنی بیعت تم لوگوں پر سے اٹھائے لیتا ہوں جو چاہے مجھے چھوڑ کر جہاں اس کا دل چاہے جا سکتا ہے۔

امامؑ کے ساتھ سفر کرنے والوں میں چند افراد امامؑ کو چھوڑ کر چلے گئے اور امام حسینؑ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

پانچواں مرحلہ: حر کے لشکر کا سامنا

امام حسینؑ جتنی جلدی بھی ممکن ہو کوفہ پہونچ جانا چاہتے تھے لیکن آپ کو کوفہ پہونچنے سے پہلے حر کے لشکر کا سامنا ہوا ان لوگوں نے آپ کا راستہ بند کر دیا۔

امامؑ نے حر سے فرمایا: کہ مجھے کوفہ والوں نے بلایا ہے اگر وہ لوگ اپنے اس فیصلہ سے پشیمان ہو گئے ہیں تو میں واپس حجاز یا کسی اور جگہ چلا جاؤں گا۔

حر نے جواب دیا: مجھے اس کی خبر نہیں ہے مجھے حکم ملا ہے کہ آپ کو اسیر کر کے ابن زیاد کے پاس کوفہ لے جاؤں اور وہاں وہ جو چاہے آپ کے بارے میں فیصلہ کرے۔

امام حسینؑ کے سامنے یہ نئی صورت حال پیش آ گئی تھی ابن زیاد کے سامنے تسلیم ہو جانا ذلت کے ساتھ بیعت یا رسوائی کے ساتھ شہادت کے سوا کچھ اور نہیں تھا اور آپ اس کو ہرگز قبول نہیں کر سکتے تھے اس لئے آپ نے راستہ بدل دیا اور کوفہ کے بجائے کسی نئی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ اس کشمکش کو ختم کریں اور دوسرے مقامات پر اپنی اعتراض آمیز تحریک کو آگے بڑھائیں۔

چھٹا مرحلہ: کربلا کی زمین پر اترنا

امام حسینؑ کا قافلہ سفر کر رہا تھا اور حر کے لشکر والے امامؑ پر بغیر کوئی دباؤ ڈالے امام کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ یہ قافلہ کربلا پہونچ گیا وہیں پر حر کے پاس ابن زیاد کا خط پہونچا کہ حسینؑ کو یہیں روک لو اور ان کو آگے نہ بڑھنے دو۔

ابن زیاد کے اس حکم کے بعد حالات پھر بدل گئے۔

امام حسینؑ نہ کوفہ جاسکتے تھے اور نہ کسی اور منزل کی طرف سفر کر سکتے تھے یہاں بھی امامؑ کے سامنے دو راستے تھے چند دن اور زندہ رہنے کے لئے ذلت برداشت کرتے ہوئے تسلیم ہو جاتے یا دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے اور اس مقدس دفاع کی راہ میں عزت و سربلندی کے ساتھ شہادت کے عظیم درجہ پر فائز ہو جاتے۔

امام حسینؑ ایسے حساس اور خطرناک حالات میں بھی اپنے مقصد کو زندہ رکھنے سے غافل نہیں ہوئے .اور شہادت کی حد تک شجاعت و جوانمردی کے ساتھ جنگ اور دفاع کا فیصلہ کیا تا کہ عملی طور پر مسلمانوں کو آزادی، دینداری، عدالت پسندی اور ظلم و جور کے خلاف جہاد کا سبق سکھائیں بنی امیہ کی غیر قانونی اور غیر شرعی حکومت کی بنیادیں متزلزل کردیں. یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سب سے آخری اور اہم ترین مرحلہ تھا۔

چوتھے امام

امام زین العابدین علیہ السلام

چوتھے امام زین العابدینؑ بعض اقوال کی بناپر ۱۵ جمادی الاول ۳۱ھ یا ۳۶ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔(۱)

آپ کے والد ماجد حسین ابن علیؑ اور والدہ ماجدہ جناب شہر بانو بنت یزدجرد تھیں(۲) آپ کی کنیت ابوالحسن، ابوالقاسم، ابومحمد اور آپ کے مشہور ترین القاب زین العابدین سید العابدین، زین الصالحین اور سجاد ہیں۔(۳)

آپ کی شہادت بعض اقوال کی بناپر ۱۲ محرم ۹۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔(۴) اور بقیع کے قبرستان میں دفن ہوئے آپ ۵۷ سال زندہ رہے دو سال کے تھے جب آپ کے جد بزرگوار حضرت علیؑ شہید ہوئے. دس سال اپنے چچا امام حسنؑ کی امامت کے زمانے میں رہے ۶۱ھ میں عاشور کے دن اپنے والد ماجد کی شہادت کے بعد ۲۲ سال کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہوئے آپ کی امامت کی مدت ۳۵ سال تھی۔(۵)

---

(۱) بحارالانوار، ج ۴۶، ص ۱۴

(۲) بحارالانوار، ج ۴۶، ص ۱۳

(۳) بحارالانوار، ج ۴۶، ص ۴

(۴) مشہور تاریخ ۲۵ محرم ہے. (مترجم)

(۵) بحارالانوار، ج ۴۶، ص ۸ و ۱۵۴

امامت کی دلیلیں

امام علی ابن الحسین زین العابدینؑ کی امامت پر ان عام دلیلوں کے علاوہ جو بارہ اماموں کی امامت کے سلسلہ میں بیان کی جا چکی ہیں کچھ مخصوص دلیلیں بھی موجود ہیں جو ان کے پدر بزرگوار کے ذریعہ بیان کی گئی ہیں۔

ابوبکر حضرمی نے امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جس وقت امام حسینؑ عراق کے سفر پر جا رہے تھے اپنا وصیت نامہ اور کتابیں ام سلمہ کے پاس امانت رکھیں جب علی ابن الحسینؑ کربلا سے واپس آئے تو ام سلمہ نے وہ امانتیں آپ کے حوالہ کر دیں۔(۱)

فضیل ابن یسار نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے جس وقت امام حسینؑ عراق کے سفر پر جانے والے تھے اپنی کتابیں، وصیتنامہ اور بعض دوسری چیزیں پیغمبر اسلام کی زوجہ جناب ام سلمہؑ کے سپرد کیں اور فرمایا جب میرا بیٹا آپ کے پاس آئے یہ امانتیں اس کے حوالہ کر دینا امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند امام زین العابدینؑ نے ام سلمہ کے پاس جا کر وہ امانتیں آپ سے حاصل کر لیں۔(۲)

ابوالجارود نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ امام حسینؑ نے اپنی شہادت سے پہلے اپنی بیٹی فاطمہ کو بلوایا اور ایک کتاب جو لپٹی ہوئی تھی اور ایک وصیت جو ظاہر اور نمایاں تھی ان کے حوالہ کی اس وقت علی ابن الحسینؑ سخت بیمار تھے فاطمہ نے بعد میں وہ کتاب اور وصیت علی ابن الحسینؑ کے حوالہ کر دی خدا کی قسم وہ کتاب اب ہمارے پاس ہے۔

ابوالجارود نے عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو اس کتاب میں کیا لکھا ہے؟

آپ نے جواب دیا: جن چیزوں کی ایک انسان کو ضرورت ہوتی ہے۔ خدا کی قسم اس کتابمیں اسلام کے تمام احکام اور حدود درج ہیں یہاں تک ایک کھرونچ لگ جانے کا جرمانہ بھی لکھا ہے۔(۳)

---

(۱) اثبات الہداۃ، ج ۵، ص ۲۱۲

(۲) اثبات الہداۃ، ج ۵، ص ۱۲۱

(۳) اثبات الہداۃ، ج ۵، ص ۲۱۳

عبداللہ ابن عقبہ کا بیان ہے:

میں حسین ابن علیؑ کے پاس تھا کہ علی ابن الحسینؑ وہاں تشریف لائے میں نے امام حسینؑ سے عرض کیا اگر خدانخواستہ آپ کو موت آجائے تو ہمارا امام کون ہوگا؟

آپ نے جواب دیا: میرا یہ بیٹا! یہ خود بھی امام ہے اور دوسرے ائمہ بھی اسی کی نسل سے ہوں گے۔(۱)

مسعودی نے اپنی کتاب اثبات الوصیہ میں لکھا ہے حسین ابن علیؑ نے کربلا میں امام زین العابدینؑ کو بلایا جو بیمار تھے اسم اعظم اور انبیاء کی میراث آپ کے حوالہ کی اور ان سے یہ بتایا کہ علوم، صحیفہ اور اسلحہ ام سلمہ کے سپرد کر کے آئے ہیں اور ان سے کہہ دیا ہے وہ سب کچھ تمہیں دیدیں۔(۲)

سید مرتضی علیہ الرحمہ نے عیون المعجزات میں تحریر فرمایا ہے: روایت کرنے والوں نے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ نے وصیت فرمائی ہے: اسم اعظم اور انبیا کی میراث آپ کے فرزند علی ابن الحسینؑ کے حوالہ کردیں اور فرمایا: وہ میرے بعد امام ہوں گے۔(۳)

محمد ابن مسلم کا بیان ہے میں نے امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ امام حسینؑ کی انگوٹھی کس کو ملی میں نے سنا ہے کہ کربلا میں آپ کی انگوٹھی کو آپ کے دست مبارک سے اتار لیا گیا۔

آپ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے بلکہ امام حسینؑ نے اپنے فرزند علی بن الحسینؑ کو اپنا وصی بنایا اور اپنی انگوٹھی اور منصب امامت آپ کے حوالہ کیا جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ نے یہی کام مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ کے سلسلہ میں اور انہوں امام حسنؑ اور امام حسنؑ نے امام حسینؑ کے سلسلہ میں انجام دیا تھا علی ابن الحسینؑ کے بعد وہ انگوٹھی میرے والد کے پاس رہی اور اب میرے پاس موجود تھے میں ہر جمعہ کو وہ انگوٹھی پہن کر نماز پڑھتا ہوں۔

محمد ابن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا آپ نماز پڑھ رہے ہیں نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اپنی انگلی میری طرف بڑھائی میں نے دیکھا کہ آپ کے دست مبارک میں انگوٹھی ہے جس پر "لا الہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ" کی عبارت نقش ہے۔

(۱) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۲۱۵

(۲) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۲۱۶

(۳) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۲۱۶

امامؑ نے فرمایا: یہ میرے جد امام حسینؑ کی انگوٹھی ہے۔(۱)

کتاب کشف الغمہ کے مصنف نے علی ابن الحسینؑ کی امامت کو ثابت کرنے کے لئے چند دلیلیں اور ذکر کی ہیں:

۱۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ امام زین العابدینؑ اپنے والد کے بعد علم وعمل کے اعتبار سے اپنے زمانے کے تمام لوگوں میں سب سے افضل تھے اور عقلی طور پر افضل کے ہوتے ہوئے غیر افضل کو امام نہیں بنایا جا سکتا ہے۔

۲۔ عقل اور نقلی دلائل کے مطابق امام کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے اور زمین کسی وقت بھی حجت خدا سے خالی نہیں ہوسکتی۔

دوسری طرف اس زمانے میں جو دوسرے افراد امامت کے دعویدار تھے ان کے پاس اپنی امامت کے لئے کوئی قابل قبول دلیل نہیں تھی اور ان کا دعوی صحیح نہیں تھا لہٰذا امام زین العابدینؑ کا امام ہونا ثابت ہے اس لئے کہ زمین بغیر امام کے قائم نہیں رہ سکتی۔

۳۔ خود پیغمبر اسلامؐ نے امام علی ابن الحسینؑ کی امامت کی تصریح فرمائی ہے جیسے حدیث لوح جس کو جابر نے پیغمبر اسلامؐ سے نقل کیا ہے اور امام محمد باقرؑ نے اپنے والد اور انھوں نے اپنے جد انھوں نے فاطمہ بنت رسولؐ سے نقل کیا ہے کہ اس لوح میں ۱۲ اماموں کے نام درج ہیں جن میں امام سجادؑ کا نام بھی موجود ہیں۔

بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کی حیات ہی میں علی ابن الحسینؑ کی امامت کے بارے میں خبر دی تھی۔

اسی طرح امام حسینؑ نے اپنی شہادت سے پہلے اپنے فرزند علی کی امامت کے بارے میں وصیت فرمائی تھی اور آپ نے وصیت نامہ ام سلمہ کے حوالہ کر دیا تا کہ ان کی شہادت کے بعد اس کو علی ابن الحسینؑ کے حوالہ کر دیں ام سلمہ سے اس وصیت کا مطالبہ آپ کے دعوائے امامت کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔(۲)

---

(۱) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۱۷

(۲) کشف الغمہ، ج۲، ص۲۶۵

جابر ابن عبداللہ انصاری نے عرض کیا: یا رسول اللہ علی ابن ابیطالبؑ کی نسل میں کون لوگ امام ہیں تو آپ نے فرمایا: حسنؑ و حسینؑ جنت کے جوانوں کے سید و سردار اور ان دونوں کے بعد سید العابدینؑ ان کے بعد باقر محمد ابن علیؑ اے جابر تمہیں ان کا زمانہ نصیب ہوگا ان کو میرا اسلام کہہ دینا ان کے بعد صادق جعفر ابن محمد ان کے بعد کاظم موسیٰ ابن جعفر ان کے بعد رضا علی ابن موسیٰ ان کے بعد تقی محمد ابن علی ان کے بعد نقی علی ابن محمد ان کے بعد ذکی حسن ابن علی ان کے بعد ان کے فرزند قائم بہ حق مہدی امت، امام ہوں گے جو ظلم وستم سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

اے جابر یہ میرے خلفا، اوصیاء، میری اولاد اور میری عترت ہیں ان کی اطاعت میری اطاعت ہے اور ان کی مخالفت میری مخالفت ہے جو ان سب کا، یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے اس نے میرا انکار کیا ان کے وجود کی برکت سے خدا نے زمین کو محفوظ رکھا ہے ورنہ وہ اپنے اوپر بسنے والوں کو نگل لیتی۔(۱)

فضائل اور اخلاقی کمالات

علی ابن الحسینؑ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ باعظمت اور صاحب شرافت انسان تھے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ایک منادی قیامت میں آواز دے گا زین العابدین (عبادت گذاروں کی زینت) کہاں ہیں اس وقت علی ابن الحسینؑ صفوں کے درمیان آگے بڑھتے ہوئے دکھائی دیں گے۔(۲)

علی ابن الحسینؑ خلیفہ وقت عمر ابن عبدالعزیز کے پاس سے اٹھ کر گئے تو اس نے حاضرین سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب شرف کون ہے لوگوں نے عرض کیا خود آپ سب سے زیادہ صاحب شرف ہیں اس نے کہا تم نے صحیح نہیں کہا لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب شرف وہ ہے جو ابھی یہاں سے اٹھ کر گیا ہے۔(۳)

(۱) کمال الدین وتمام النعمۃ، ج۱،ص۳۷۲
(۲) بحارالانوار، ج۴۶،ص۳
(۳) بحارالانوار، ج۴۶،ص۳

ہشام ابن عبدالملک خلیفہ ہونے سے پہلے حج کے لئے گیا اور حجر الاسود کا بوسہ لینا چاہا لیکن مجمع کی کثرت کی وجہ سے وہاں تک نہیں پہونچ سکا. اسی وقت علی ابن الحسین زین العابدینؑ پہونچے حاجیوں نے آپ کے لئے راستہ چھوڑ دیا اور آپ نے حجر الاسود کا بوسہ لیا ہشام کے ہمراہ افراد نے اس سے پوچھا یہ کون ہے جس کے لئے لوگوں نے خود بخود راستہ بنا دیا۔

ہشام نے کہا میں ان کو نہیں پہچانتا۔

فرزدق نے ہشام کی بات سن کر کہا لیکن میں انھیں خوب پہچانتا ہوں وہ علی ابن الحسین زین العابدینؑ ہیں اس کے بعد انھوں نے امام کی مدح میں بہترین اشعار نظم کئے۔(۱)

ابوحازم سفیان ابن عیینہ اور زہری کا بیان ہے کہ ہم نے تمام بنی ہاشم میں علی ابن الحسین سے زیادہ صاحب فضیلت اور ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔(۲)

آپ کی عبادت اور شب زندہ داری

علی ابن ابیطالبؑ کے بعد علی ابن الحسینؑ سب سے زیادہ عبادت گذار تھے اس طرح آپ کا لقب زین العابدین پڑ گیا۔

امام جعفر صادقؑ نے آپ کے بارے میں فرمایا: جب نماز کا وقت آتا تھا تو آپ کے بدن میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا چہرہ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور خرمے کے نو روئیدہ پودے کی طرح کانپتے تھے۔(۳)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: جس وقت میرے والد نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو آپ کے اندر درخت کے اس تنے کی طرح استقامت ہوتی تھی جو اپنی جگہ سے بالکل حرکت نہیں کرتا۔(۴)

ابوحمزہ ثمالی کا بیان ہے: میں نے علی ابن الحسینؑ کو دیکھا کہ نماز کی حالت میں عبا آپ کی دوش

(۱) کشف الغمہ، ج۲، ص۲۹۱
(۲) بحارالانوار، ج۴۶، ص۹۷
(۳) بحارالانوار، ج۴۶، ص۵۵
(۴) بحارالانوار، ج۴۶، ص۶۴

مبارک سے گر گئی لیکن آپ جب تک نماز سے فارغ نہیں ہوئے اسے صحیح نہیں کیا۔

میں نے اس کا سبب دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا تھا کسی انسان کی نماز قبول نہیں ہوتی مگر صرف اتنی جتنے میں اس کا دل خدا کی طرف متوجہ رہے۔(۱)

جس وقت آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو آپ کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا، جسم مبارک میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا، حالت متغیر ہو جاتی تھی۔ اور جب اس کے بارے میں دریافت کیا جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ میں ایک عظیم بادشاہ کے سامنے حاضر ہونا چاہتا ہوں جس وقت آپ نماز میں مشغول ہوتے تھے ہر چیز کو نظر انداز کر دیتے تھے اور کوئی آواز نہیں سنتے تھے۔(۲)

امام سجادؑ کے فرزند عبد اللہ فرماتے ہیں: میرے والد راتوں کو اتنی نمازیں پڑھتے تھے کہ تھک جاتے تھے اور بچوں کی طرح زمین پر کھسک کھسک کر بستر تک تشریف لے جاتے تھے۔(۳)

امام زین العابدین علی ابن الحسینؑ سے اگر بعض نوافل کسی وجہ سے چھوٹ جاتی تھی تو رات میں ان کی قضا بجالاتے تھے اور اپنی اولاد سے فرماتے تھے اگر چہ نوافل واجب نہیں ہیں لیکن میں چاہتا ہوں جس چیز کی عادت پڑ جائے اسے انجام دیتے رہو میرے والد سفر و حضر کسی بھی حالت میں نماز شب ترک نہیں کرتے تھے۔(۴)

ابوحمزہ ثمالی کے والد کا بیان ہے: میں نے علی ابن الحسینؑ کو کعبہ کے پاس دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں آپ نے اپنے قیام کو اتنا طول دیا کہ تھک گئے اس طرح کہ کبھی ایک پیر پر زور دیکر کھڑے ہوتے تھے اور کبھی دوسرے پیر پر۔

میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: ''**یا سیدی! تعذبنی و حبک فی قلبی اما و عزتک لئن فعلت لتجمعن بینی و بین قوم طال ما عادیتهم فیک**''

''اے میرے سید و سردار تو مجھے عذاب دے گا جب کہ تیری محبت میرے دل میں ہے کیا تو اس

(۱) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۶۶

(۲) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۸۰

(۳) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۹۹

(۴) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۹۸

کے باوجود مجھے ان کے درمیان جہنم میں رکھے گا جنھیں میں صرف تیرے لئے دشمن رکھتا تھا؟

زہری کا بیان ہے کہ علی ابن الحسینؑ فرماتے تھے: اگر پوری دنیا کے لوگ مرجائیں اور میرے پاس قرآن ہو تو مجھے ہرگز ڈر نہ لگے گا اور جس وقت آپ "مالك يوم الدين" پر پہونچتے تھے تو اتنا زیادہ دہراتے تھے کہ لگتا تھا موت آنے والی ہے۔(۱)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: علی ابن ابی طالبؑ کی بیٹی فاطمہؑ نے علی ابن الحسینؑ کو دیکھا کہ عبادت کی کثرت سے تھک کر چور ہوگئے ہیں جابر ابن عبداللہ انصاری کے پاس گئیں اور ان سے کہا: اے صحابی رسولؐ ہمارا آپ پر حق ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی عبادت کی کثرت کی بنا پر موت کے قریب پہونچ جائے تو آپ اسے نصیحت کریں کہ وہ اپنی سلامتی کا خیال رکھے علی ابن الحسینؑ جو اپنے پدر بزرگوار کی تنہا یادگار ہیں ان کی پیشانی اور گھٹنوں پر گھٹے پڑ گئے ہیں آیئے ان سے بات کیجئے شاید اتنی زحمت اور تکلیف اٹھانے سے باز آجائیں۔

جابر امام زین العابدینؑ کی خدمت میں پہونچے دیکھا آپ محراب میں عبادت الٰہی میں مصروف ہیں۔

امامؑ جابر کے احترام میں اٹھے ان کی مزاج پرسی کی اور انھیں اپنے برابر میں بٹھایا۔

جابر نے عرض کیا: فرزند رسولؐ آپ کو معلوم ہے کہ خدا نے جنت کو آپ اور آپ کے چاہنے والوں کے لئے خلق کیا ہے اور دوزخ کو آپ کے دشمنوں کے لئے پیدا کیا ہے لہٰذا عبادت کے لئے اپنے کو اتنی زیادہ زحمت کیوں دیتے ہیں۔

علی ابن الحسینؑ نے فرمایا: اے صحابی رسولؐ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ میرے جد رسول خداؐ "قد غفر الله له ما تقدم من ذنبه و ماتأخر" عبادت کی راہ میں کتنی سعی کرتے تھے آپ کی پنڈلیوں اور آپ کے قدموں پر ورم آجاتا تھا اور عبادت کے بارے میں ٹوکنے والوں سے فرماتے تھے: "افلا اکون عبداً شکوراً" کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

جب جابر نے دیکھا کہ علی ابن الحسینؑ پر آپ کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے تو عرض کیا:

(۱) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۰۷

اے فرزند رسولؑ اپنی جان کی سلامتی کا خیال رکھیں اس لئے کہ آپ ایسے گھرانے سے متعلق ہیں جن کے طفیل میں اہل زمین سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور بارش ہوتی ہے۔

امام سجادؑ نے فرمایا: اے جابر میں جب تک زندہ ہوں اپنے آباء واجداد کی سنت سے دست بردار نہیں ہوں گا یہاں تک کہ ان سے ملحق ہوجاؤں۔(۱)

علی ابن الحسینؑ نے پیدل حج کیا اور مدینہ سے مکہ کا سفر ۲۰ دن میں طے کیا۔(۲)

فقراء ومساکین کے ساتھ حسن سلوک

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: میرے والد نے دو مرتبہ اپنے اموال کو دو حصوں پر تقسیم کرکے ایک حصہ فقراء میں تقسیم کردیا۔(۳)

علی ابن الحسینؑ روٹیوں اور کھانے سے بھرے ہوئے تھیلے لیجا کر فقراء و مساکین میں تقسیم کرتے تھے اور فرماتے تھے صدقہ غضب الٰہی کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔(۴)

عمرو ابن دینار کا بیان ہے: زید ابن اسامہ نے اپنی موت کے وقت گریہ کیا علی ابن الحسینؑ جو وہاں موجود تھے انھوں نے گریہ کا سبب دریافت کیا۔ انھوں نے عرض کیا: میرے اوپر پندرہ ہزار دینار کا قرض ہے اور اس کو ادا کرنے سے قاصر ہوں مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں مجھے موت آجائے اور میرے اوپر قرض کا بوجھ رہ جائے۔

امامؑ نے فرمایا: تم پریشان نہ ہو تمہارا قرض میرے ذمہ ہے میں اسے ادا کردوں گا۔(۵)

عبداللہ حالت احتضار میں تھے اور ان کے پاس ان کے قرض دار جمع تھے جو ان سے اپنے قرض کا مطالبہ کررہے تھے۔

---

(۱) بحارالانوار، ج۴۶، ص۶۰
(۲) بحارالانوار، ج۴۶، ص۷۶
(۳) بحارالانوار، ج۴۶، ص۹۰
(۴) بحارالانوار، ج۴۶، ص۱۰۰
(۵) بحارالانوار، ج۴۶، ص۵۶

عبد اللہ نے کہا: میرے پاس کچھ نہیں ہے جو تمہیں دے سکوں لیکن اپنے دو چچا زاد بھائیوں علی ابن الحسینؑ اور عبد اللہ ابن جعفر میں سے کسی ایک کے لئے وصیت کرتا ہوں کہ وہ تم لوگوں کا قرض ادا کر دیں تم جس کو چاہو منتخب کر لو قرضداروں نے عرض کیا کہ عبد اللہ ابن جعفر اگر چہ ثروتمند ہیں اور علی ابن الحسینؑ کے پاس مال و دولت نہیں ہے لیکن ہماری نظر میں وہ بہتر ہیں اور ہم انھیں پر راضی ہیں۔

جب یہ خبر امام علی ابن الحسینؑ تک پہونچی تو آپ نے فرمایا: میں غلہ تیار ہونے کے وقت تم لوگوں کا قرض ادا کر دوں گا۔

قرضدار راضی ہو گئے جب کہ اس وقت آپ کے پاس غلہ نہیں تھا اتفاق سے فصل تیار ہونے کے وقت خداوند عالم نے آپ کے لئے یہ امکان فراہم کر دیا کہ آپ نے سب کا قرض ادا کر دیا۔(۱)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: میرے والد رات کی تاریکی میں درہم و دینار کی تھیلیوں اور کھانے سے بھرے ہوئے تھیلوں کو اپنی پیٹھ پر لاد کر فقراء و مساکین کے دروازوں پر دستک دے دے کر ان کے درمیان درہم و دینار اور کھانا تقسیم کرتے تھے جب کہ اپنے چہرے کو ڈھکے رہتے تھے تاکہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے آپ کی شہادت کے بعد لوگوں کو علم ہوا کہ وہ انجان شخص علی ابن الحسینؑ ہی تھے۔(۲)

زہری کا بیان ہے: میں نے سردی کی ایک رات میں جب بارش ہو رہی تھی علی ابن الحسینؑ کو دیکھا آپ نے اپنی پیٹھ پر آٹا لاد رکھا تھا میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ آپ کی پیٹھ پر کیا ہے تو آپ نے فرمایا: سفر کا ارادہ ہے اپنی زاد راہ ایک مطمئن جگہ منتقل کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے عرض کیا کہ آپ اجازت دیں میرا غلام آپ کے بوجھ کو اٹھا کر پہونچا دے گا آپ نے اجازت نہیں دی میں نے عرض کیا: اچھا اجازت دیں، میں خود ہی آپ کی مدد کر دوں۔

آپ نے فرمایا: مجھے خود یہ بوجھ اٹھا کر منزل تک پہونچانا چاہئے تمہیں خدا کا واسطہ ہمارا پیچھا چھوڑ دو اور اپنا کام کرو۔

میں نے چند روز کے بعد امامؑ کو دیکھا کہ آپ ابھی سفر پر تشریف نہیں لے گئے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۹۴

(۲) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۶۲

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ آپ ابھی تک سفر پر نہیں گئے۔

آپ نے فرمایا: اے زہری وہ سفر وہ نہیں تھا جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ آخرت کا سفر تھا میں اپنے کو اس کے لئے تیار کر رہا ہوں موت کی تیاری دو طریقہ سے ہوتی ہے حرام سے پرہیز اور کار خیر میں مال خرچ کرنے سے۔(۱)

جب یزید کی فوج نے مدینہ پر حملہ کیا تو امام علی ابن الحسین زین العابدینؑ نے چار سو گھرانوں کی کفالت کی اور یہ کفالت اس وقت تک جاری رہی جب تک مسلم ابن عقبہ کی فوجیں مدینہ چھوڑ کر چلی نہیں گئیں۔(۲)

آپ کی تواضع اور انکساری

امام زین العابدینؑ اپنی سواری پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ آپ کا گذر اس طرف سے ہوا جہاں چند کوڑھی بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے ان لوگوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی۔

آپ نے فرمایا: میں روزہ سے ہوں ورنہ تمہاری دعوت قبول کر لیتا۔

جب آپ گھر پہونچے تو حکم دیا کہ ان لوگوں کے لئے بہترین کھانا تیار کیا جائے اس کے بعد ان لوگوں کو اپنے یہاں مہمان بلایا اور ان کے ساتھ میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔(۳)

عفو واحسان

امام زین العابدینؑ کے ایک صحابی نے روایت کی ہے کہ آپ کے ایک رشتہ دار نے آپ کے اصحاب کے سامنے آپ کو بہت برا بھلا کہا لیکن آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھوڑی دیر کے بعد اپنے اصحاب سے فرمایا: تم لوگوں نے اس کی باتیں سنیں اب میں اس کا جواب دینا چاہتا ہوں. اگر چاہو تو میرے ساتھ آسکتے ہو اس صحابی کا بیان ہے کہ اصحاب آپ کے ساتھ اس شخص کے گھر کی طرف چلے راستہ میں میں نے سنا کہ آپ اس آیت کی تلاوت فرماتے جا رہے تھے.

---

(۱) بحار الانوار، ج ٦٦، ص ٦٥

(۲) بحار الانوار، ج ٤٦، ص ١٠١

(۳) بحار الانوار، ج ٤٦، ص ٩٤

"والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس و اللہ یحب المحسنین"

جب اس شخص کے گھر پہونچے وہ گھر سے اس انداز سے نکلا جیسے حملہ کرنے کے لئے تیار ہو اس لئے کہ وہ سمجھ رہا تھا علی ابن الحسینؑ اس سے بدلہ لینے آئے ہیں۔

اس وقت امامؑ نے اس سے فرمایا: بھائی تم نے میرے بارے میں ایسی ایسی باتیں کہیں اگر تمہاری باتیں صحیح ہیں تو میں توبہ کرتا ہوں اور اگر جھوٹی اور غلط ہیں تو خدا تمہارے گناہ کو بخش دے وہ شخص اپنے کہے پر شرمندہ ہو گیا آپ کی پیشانی کا بوسہ لے کر عرض کیا میں نے جو کچھ کہا وہ آپ میں نہیں پایا جاتا بلکہ میں خود ہی اس کا زیادہ مستحق تھا۔(۱)

امام زین العابدینؑ کی کنیز آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنے جا رہی تھی کہ اچانک اس کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ کر آپ کے سر پر گر گیا اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔

امامؑ نے سر اٹھا کر کنیز کی طرف دیکھا۔

کنیز نے عرض کیا: خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے: "والکاظمین الغیظ"

امامؑ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ روک لیا کنیز نے عرض کیا: "والعافین عن الناس"

امامؑ نے فرمایا: خدا تیرے گناہ معاف کر دے۔

کنیز نے عرض کیا: "واللہ یحب المحسنین"۔

امامؑ نے فرمایا: میں نے تجھے آزاد کیا تو جہاں چاہے جا سکتی ہے۔(۲)

امام سجادؑ کے یہاں کچھ لوگ مہمان تھے اور آپ کا خادم مہمان کے لئے کباب لا رہا تھا اچانک لوہے کی سیخ ایک بچہ کے سر پر گر گئی غلام پریشان ہو گیا۔

امامؑ نے فرمایا: تو نے عمداً ایسا نہیں کیا اور تو آزاد ہے۔(۳)

ایک شخص نے گھر سے باہر کہیں آپ کو برا بھلا کہا اور آپ کی توہین کی، امام کے ہمراہ موجود افراد نے چاہا اس شخص پر حملہ کریں لیکن امامؑ نے ان کو منع کر دیا۔

---

(۱) بحار الانوار، ج۴۶، ص۵۴

(۲) بحار الانوار، ج۴۶، ص۶۸

(۳) بحار الانوار، ج۴۶، ص۹۹

اس کے بعد اس شخص سے فرمایا: جو تم سے مخفی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے اگر تم ضرورتمند ہو تو میں مدد کر سکتا ہوں اس کے بعد آپ نے اس شخص کو ایک لباس عطا کیا اور حکم دیا کہ اس کو ایک ہزار درہم عطا کئے جائیں۔

وہ شخص آپ کے اس حسن سلوک کو دیکھ کر اپنے عمل سے شرمندہ ہو گیا اور اس کے بعد جب کبھی آپ کو دیکھتا تھا تو کہتا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں آپ پیغمبر اسلامؐ کے فرزند ہیں۔(۱)

علی ابن الحسینؑ رات میں اپنے چچازاد بھائی کے یہاں تشریف لے جا کر انجان طریقہ سے ان کی مدد کرتے تھے جب کہ وہ کہتے تھے خدا آپ پر رحم کرے کہ آپ میری مدد کرتے ہیں علی ابن الحسینؑ میری مدد نہیں کرتے خدا میری طرف سے ان کو جزائے خیر نہ دے۔

آپ ان کی باتیں سن کر برداشت کر لیتے تھے لیکن کبھی اپنے کو ظاہر نہیں کرتے تھے آپ کی شہادت کے بعد جب ان کی مدد کا سلسلہ رک گیا تو ان کو احساس ہوا کہ وہ مدد کرنے والے علی ابن الحسینؑ ہی تھے لہٰذا ان کی قبر مطہر پر جا کر گریہ کیا کرتے تھے۔(۲)

امام زین العابدینؑ ایک جگہ سے گذرے جہاں چند لوگ آپ کی غیبت کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم صحیح کہہ رہے ہو تو خدا ہمیں بخش دے اور اگر جھوٹ بول رہے ہو تو تمہیں معاف کر دے۔(۳)

امام زین العابدینؑ کی حیات بابرکت

امام زین العابدینؑ کی حیات بابرکت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ ولادت سے امامت تک

۲۔ امامت سے شہادت تک

(۱) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۹۹

(۲) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۰۰

(۳) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۹۶

ولادت سے امامت تک

آپ دو سال تک اپنے دادا امیر المومنینؑ کے ساتھ رہے دس سال اپنے چچا امام حسنؑ کی امامت کا زمانہ دیکھا اور اپنے بچپنے اور جوانی میں اس دور کے تمام ناخوشگوار حالات کا مشاہدہ کیا۔

آپ نے دیکھا کہ معاویہ ابن ابی سفیان نے آپ کے چچا امام حسنؑ کی حکومت کو ناحق غصب کرلیا اس کے علاوہ اور منبروں پر خطبوں میں، نماز کے قنوت میں ان کے جدا امیر المومنینؑ پر لعنت بھیجتا ہے۔

آپ کی عمر مبارک ۱۲ سال تھی کہ آپ کے چچا امام حسنؑ کو زہر دیدیا گیا اور ان کو اپنے جد کے پہلو میں دفن تک نہیں ہونے دیا گیا۔

اس کے بعد دس سال تک آپ نے اپنے والد بزرگوار امام حسینؑ کے ساتھ زندگی بسر کی اور نوجوانی اور جوانی کا دور اپنے والد کے ہمراہ گذارا اس مدت میں بھی آپ معاویہ کے ذریعہ حکومت غصب کرنے اور طرح طرح کے ظلم وستم کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔

امام حسینؑ کے مدینہ سے مکہ اور پھر مکہ سے عراق کے سفر میں آپ امام حسینؑ کے ہمراہ تھے اس وقت آپ کی عمر مبارک تقریباً ۲۲ سال تھی عاشور کے دلخراش واقعہ میں موجود تھے اور اپنے والد، بھائیوں، چچا اور ان کی اولاد، دوسرے اعزاء واقربا اور اصحاب وانصار کی شہادت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا بیماری کی شدت کی وجہ سے خود میدان جنگ میں حاضر نہ ہوسکے جس سے آپ کی جان بچ گئی خدا کی مرضی تھی کہ زمین حجت خدا سے خالی نہ رہے۔

آپ کی امامت کا دور

امام زین العابدینؑ ۱۰ محرم ۶۱ھ کو اپنے والد کی شہادت کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے اور ہر چیز سے پہلے آپ پر دو انتہائی اہم اور فی الفور ذمہ داریاں عائد ہوئیں۔

۱۔ پیغمبر اسلامؐ کے اہل بیتؑ کے باقیماندہ افراد اور دیگر شہداء کے گھر والوں کی حفاظت اور ان کو درپیش خطرات سے بچانا جو یزید کے ظالم و جابر جلاد صفت فوجیوں کے ہاتھوں گرفتار تھے امام زین العابدینؑ نے اپنی پھوپھی زینب وام کلثوم کے ساتھ اس اہم ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دیا۔

۲۔ دوسری اہم ذمہ داری امام حسینؑ کی ذات بابرکت سے دنیا کو روشناس کرانا اور کربلا کی تحریک میں آپ کے مقصد کو آگے بڑھنا اور یزید کے کارندوں کے جرائم اور ان کی سنگدلی، کا پردہ بھی فاش کرنا تھا جو جنگی قوانین کے سراسر مخالف تھی یہ ایک انتہائی اہم کام تھا جو امام حسینؑ کے مقصد کو آگے بڑھانے کے لئے بہت ضروری تھا۔

اس لئے کہ یزید اور اس کے کارندے امام حسینؑ کے اس قیام اور کربلا کے اس خونی واقعہ کو حکومت کے خلاف فساد پھیلانے والوں کی بغاوت اور امن وامان کے خلاف ان کی سازش قرار دیکر ان کے خون کو حلال بنا کر پیش کرنا چاہتے تھے ان کا مقصد تھا کہ اس طرح وہ اپنے جرائم پر پردہ ڈال کر لوگوں کی عام رائے اپنے حق میں کرلیں گے وہ چاہتے تھے کہ کربلا کے اس ہولناک واقعہ پر جو لوگوں کی نظروں سے دور ایک بیابان میں رونما ہوا ہے جتنی جلدی ہوسکے پردہ ڈال دیں اور اس کے بارے میں کسی کو صحیح اطلاعات نہ مل سکیں۔

اگر یزید اور اس کے کارندے اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جاتے تو امام حسینؑ اور ان کے اصحاب وانصار کے قیام کا مقصد ہی فوت ہو جاتا۔

لہٰذا امام زین العابدینؑ نے اپنا فریضہ سمجھا کہ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام کے سفر میں ہر مناسب موقع سے فائدہ اٹھائیں اور دشمنوں کے ظلم وستم اور ان کی سنگدلی کو بے نقاب کریں اور اپنے والد کا صحیح تعارف پیش کر کے لوگوں کو ان کے مقصد سے روشناس کرائیں۔

حضرت امام زین العابدینؑ نے جناب زینب وام کلثوم علیہما السلام کی مدد سے اس سفر میں بھی ہر مناسب موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی ادا کیا کوفہ اور شام کے لوگوں کے سامنے خطبہ دیئے ابن زیاد اور یزید کے دربار میں تقریر کر کے ان کے ظلم وستم کے خلاف احتجاج کیا۔

امام سجادؑ اور زینب وام کلثوم کے خطبوں تقریروں اور باتوں کا اثر تھا کہ کوفہ کے لوگوں میں ہیجان پیدا ہوگیا۔ وہاں کی عورتیں مرد سب اہل بیتؑ کی مظلومیت اور ان کے خلاف ہونے والے مظالم کو یاد کر کر کے روتے تھے سر وسینہ پیٹتے تھے اور امام حسینؑ کی نصرت میں اپنی کوتاہی پر شرمندگی کا اظہار کرتے تھے۔

شام میں بھی اسی طرح کے حالات تھے جس کی وجہ سے یزید کو اہل بیتؑ سے معذرت کرنا پڑی

وہ ان مظالم کا ذمہ دار ابن زیاد کو ٹھہرایا کرتا تھا اور آخر کا اہل بیتؑ کو عزت واحترام کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔

یزید اور ابن زیاد کے ذریعہ اہل بیتؑ اور شہداء کے گھر والوں کی گرفتاری کا مقصد اگر چہ ان پر نفسیاتی دباؤ ڈالنا اور اپنے اقتدار کا اظہار کر کے بنی امیہ کے خلاف ہر طرح کی اٹھنے والی آواز کو دبانا تھا لیکن امام زین العابدین علیہ السلام اور زینب کبریٰ علیہا السلام کے ذریعہ اس سفر میں ہونے والی تقاریر اور خطبوں نے اہل بیتؑ کی اسیری کی سازش کو ناکام بنا کر اس کا اثر الٹا کر دیا اور یہ اسیری خود اسیر کرنے والے کی رسوائی کا ذریعہ بن گئی۔

امام زین العابدینؑ مدینہ میں

امام زین العابدینؑ اہل بیتؑ کے باقیماندہ افراد اور شہداء کے گھر والوں کے ساتھ مدینہ واپس آئے اور امامت سے متعلق امانتیں ام سلمہ سے حاصل کر کے اپنے فرائض امامت کی انجام دہی میں مصروف ہو گئے۔

آپ کا پہلا فرض اور ذمہ داری اہل بیتؑ اور شہدا کے گھر والوں کی حفاظت اور بے سرپرست افراد کی کفالت تھی۔

دوسری ذمہ داری عاشور کے دلخراش واقعہ اور اپنی اسیری کے دوران پیش آنے والے واقعات کی تبلیغ اور اس سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو واقف کرانا تھی آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ ہر وقت اور ہر مناسب موقع پر تمام شہداء اور خصوصاً اپنے والد بزرگوار کو یاد کر کے گریہ فرماتے تھے اور لوگوں کے سامنے عاشور کے مصائب بیان فرماتے تھے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: علی ابن الحسینؑ نے ۲۰ سال اور ایک دوسری روایت کے مطابق ۴۰ سال تک گریہ فرمایا: جب آپ کے پاس کھانا لایا جاتا تھا تو آپ گریہ فرماتے تھے ایک دن آپ کے ایک خادم نے عرض کیا میری جان آپ پر فدا ہو جائے مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ روتے روتے اپنی جان نہ دے ڈالیں۔

امامؑ نے جواب میں فرمایا: میں اپنا غم والم خداوند عالم کے سامنے پیش کرتا ہوں جو میں جانتا

ہوں وہ تمہیں نہیں معلوم. جب میں اولاد فاطمہ میں سے کسی کی شہادت کو یاد کرتا ہوں تو بے اختیار آنسو میری آنکھوں سے رواں ہو جاتے ہیں۔(۱)

جب آپ پانی پینا چاہتے تھے اتنا گریہ فرماتے تھے تو کہ آپ کی آنکھوں کے آنسو پانی کے پیالہ میں بھر جاتے تھے اور جب آپ سے اس بے قراری کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ میں کیسے گریہ نہ کروں جب کہ میرا باپ پیاسا مار ڈالا گیا اور جو پانی جنگل کے حیوانوں تک کے لئے مباح تھا ان کو نصیب نہ ہوا۔(۲)

امام زین العابدینؑ کی گریہ وزاری اور نوحہ و ماتم کا مقصد صرف عزاداری نہیں تھا بلکہ آپ کا یہ عمل بنی امیہ کے ظلم وستم کے خلاف ایک طرح کا احتجاج اور ان کے سیاہ کارناموں کا پردہ فاش کرنا تھا۔

امام زین العابدینؑ کی تیسری ذمہ داری اسلامی حکومت کا قیام اور معاشرہ کو اسلامی قوانین کے مطابق ڈھالنا تھی۔حکومت کا قیام اور سماج کے امور کی دیکھ بھال امامت کی ایک اہم ذمہ داری ہے اور آپ کے اندر اس کی صلاحیت بھی تھی لیکن چونکہ اس کے لئے ماحول سازگار نہیں تھا اور لوگ آپ کی حمایت کے لئے تیار نہیں تھے لہٰذا آپ نے اس سلسلہ میں بظاہر کوئی عملی اقدام نہیں کیا۔

خاص طور پر واقعہ کربلا کے بعد گھٹن اور خوف کا جو ماحول پیدا ہو گیا تھا اس میں کسی طرح کے عملی اقدام کی گنجائش بھی باقی نہیں رہ گئی تھی اور اگر حکومت کے قیام کے لئے کوئی تحریک چلائی جاتی تو اس کو ناکامی ہی کا سامنا کرنا پڑتا۔

امامؑ کی چوتھی ذمہ داری اسلامی احکام وقوانین کا نفاذ اور اسلامی تعلیمات کو رائج کرنا تھا اور اس کے لئے آپ بہترین صلاحیتوں کے مالک تھے لیکن حکومت کے غاصبوں کی گھناؤنی سازشوں کے نتیجہ میں مسلمان آپ کی تعلیمات سے مکمل فیض حاصل نہیں کر سکے۔

بنی امیہ کی حکومت کے ذمہ دار ایک طرف علی ابن ابی طالبؑ پر جھوٹے الزامات لگا کر آپ پر لعنت کرتے تھے اور پیغمبر اسلامؐ کے اہل بیتؑ کے خلاف لوگوں کے ذہن خراب کرتے تھے اور دوسری طرف اہل بیتؑ کے حامیوں اور آپ کے شیعوں کی نقل وحرکت پر دقیق نظر رکھتے تھے اور اس سلسلہ

(۱) بحار الانوار، ج۴۶، ص۱۰۸

(۲) بحار الانوار، ج۴۶، ص۱۳۲

میں انتہائی حساس تھے کہ کہیں وہ اہل بیتؑ کے گھرانہ میں آمدورفت کر کے لوگوں کے سامنے ان کی احادیث نہ بیان کرنے لگیں یا ان کی مدح سرائی نہ کرنے لگیں اگر کوئی ایسا کرتا تھا تو اس کو مختلف قسم کی سزاؤں اور محرومیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

ایسے حالات میں کس کی ہمت تھی کہ امام زین العابدینؑ کی خدمت میں علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتا اور کس طرح آپ اپنی تعلیمات لوگوں کے درمیان عام کرتے؟ لیکن ان تمام رکاوٹوں کے باوجود آپ نے ہر مناسب موقع سے فائدہ اٹھایا اور حتی الامکان اپنی تعلیمات سے لوگوں کو بہرہ مند فرمایا: اس سلسلہ میں مختلف موضوعات میں بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں سب سے اہم رسالہ حقوق ہے۔

امام زین العابدینؑ نے اس مختصر لیکن مطالب سے پر رسالہ میں تمام حقداروں کے حقوق کی طرف اشارہ فرمایا ہے. آپ نے اس سلسلہ میں صرف انسانوں کے حقوق ہی بیان نہیں کئے بلکہ ان کے افعال نماز، روزہ، صدقہ، حسن سلوک وغیرہ کو بھی صاحب حق سمجھ کر ان کے حقوق کی طرف اشارہ کیا ہے یہ ایک انتہائی اہم بے مثال اور بہترین مضامین پر مشتمل رسالہ ہے جس کی تفصیلات کے لئے خود اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ کی دعائیں

امام زین العابدینؑ کی بہتر معرفت کے لئے ضروری ہے کہ آپ سے مروی دعاؤں کا مطالعہ کیا جائے دعا کو کوئی معمولی عمل یا صرف خداوند عالم سے انسان کی درخواست نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ آیات وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا ایک طرح کی عبادت، بلکہ سب سے اہم عبادت ہے جو انسانی زندگی کے کمال اور اس کے خداوند عالم سے قریب ہونے کا ذریعہ ہے۔ دعا کی حالت میں انسان کی روح مادی دنیا سے پرواز کر کے اپنے خدا سے رابطہ برقرار رکھتی ہے اور اپنی کمزوری اور احتیاج کا اعتراف کر کے غنی مطلق کی بارگاہ میں پناہ لیتی ہے اور اس سے مدد مانگتی ہے اور یہ عبادت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ بہت زیادہ مناجات کرتے تھے اور ہر حال میں خدا کی طرف متوجہ رہتے تھے اور ہمیشہ اسی سے مدد طلب کرتے تھے اس سلسلہ میں پیغمبر اسلامؐ علی ابن ابیطالبؑ اور علی ابن الحسینؑ زیادہ مشہور ہیں۔

دعا اور حدیث کی کتابیں ان تینوں بزرگوں کی دعاؤں سے بھری پڑی ہیں پیغمبر اسلامؑ سے مروی دعائیں ایک ضخیم کتاب میں جمع ہوئی ہیں جس کا نام "الصحیفة النبویه" ہے. مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی دعاؤں کے مجموعہ کا نام ''الصحیفة العلویه '' ہے. اور علی ابن الحسین امام زین العابدینؑ کی دعاؤں کا مجموعہ ''الصحیفة السجادیه'' کے نام سے مشہور ہے دعاؤں کا یہ مجموعہ اتنا اہم اور بیش قیمت تھا کہ اس کو زبور آل محمد کے نام سے یاد کیا گیا۔

ان دعاؤں کے مطالعہ سے توحید، خدا کی معرفت، صفات ثبوتیہ، صفات سلبیہ، قیامت، آخرت، خداوند عالم کی عبادت اور اس کے ساتھ راز و نیاز کرنے کے طریقے، اس کے سامنے دست سوال دراز کرنے کے انداز، قرب پروردگار اور اس کی جانب سیر و سلوک تعلیمات، بہترین اخلاق، بری صفات سے پرہیز، دنیا و آخرت میں انسان کی حقیقی ضرورتوں اور ایک انسان کے دوسرے انسان کے ساتھ رابطہ، حسن معاشرت اور ان کے تئیں ذمہ داریوں کے بارے میں بہترین دروس ہیں۔

آپ کی دعائیں انتہائی بامعنی اور حیرت انگیز ہیں کوئی عام انسان ایسی دعائیں ہرگز پیش نہیں کرسکتا اور اپنے پروردگار کے ساتھ اس طرح راز و نیاز نہیں کرسکتا۔

امید ہے کہ تمام مسلمان خصوصاً شیعیان اہل بیتؑ ان دعاؤں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔

پانچویں امام

امام محمد باقر علیہ السلام

پانچویں امام محمد ابن علیؑ ۳ صفر یا پہلی رجب ۵۷ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد علی ابن الحسینؑ اور والدہ ماجدہ فاطمہ ام عبداللہ بنت امام حسنؑ تھیں آپ کی کنیت ابوجعفر اور القاب باقر العلوم، شاکر، ہادی تھے۔ (۱)

آپ کی عمر مبارک ۵۷ سال تھی ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ کو مدینہ منورہ میں آپ کی شہادت ہوئی اور آپ کا جسم اطہر قبرستان بقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ (۲)

امامت کی دلیلیں

بارہ اماموں کی امامت پر بیان کی گئی گذشتہ عام دلیلوں کے علاوہ خود امام محمد باقرؑ کی امامت کی کچھ خاص دلیلیں بھی ہیں جن میں آپ کے والد علی ابن الحسینؑ نے آپ کی امامت کے بارے میں وضاحت کی ہے۔

اسماعیل ابن محمد ابن عبداللہ ابن علی ابن الحسینؑ نے امام ابوجعفرؑ سے روایت کی ہے کہ، آپ نے فرمایا: امام علی ابن الحسینؑ نے اپنی شہادت کے وقت ایک صندوق نکالا اور فرمایا: محمد اس صندوق کو لے جا کر اپنے پاس محفوظ کرلو۔

....

(۱) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۲۲

(۲) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۱۷

جس وقت امام زین العابدینؑ کی شہادت ہوئی امام محمد باقرؑ کے بھائی آپ کے پاس آئے اور اس صندوق میں سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا۔

آپ نے فرمایا: اس صندوق میں آپ لوگوں کا کوئی حصہ نہیں ہے اگر اس میں آپ لوگوں کا کچھ حصہ ہوتا تو وہ الگ سے میرے حوالہ نہ کرتے اس صندوق میں پیغمبر اسلامؐ کا اسلحہ اور ان کی کتابیں ہیں۔(۱)

عیسی ابن عبداللہ نے اپنے والد اور انھوں نے اپنے جد سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی ابن الحسینؑ اپنی شہادت کے وقت اپنی اولاد کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے درمیان اپنے فرزند محمد ابن علیؑ کی طرف رخ کر کے فرمایا: محمد اس صندوق کو اپنے گھر لے جاؤ اس صندوق میں درہم و دینار نہیں تھے بلکہ وہ صندوق علمی کتابوں سے بھرا تھا۔(۲)

محمد ابن عبدالجبار سے بھی اسی طرح کی حدیث نقل ہوئی ہے۔(۳)

ابان ابن عثمان نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن جابر امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے فرزند محمد باقرؑ بھی وہاں موجود تھے۔

جابر نے عرض کیا: یہ کون ہے امام زین العابدینؑ نے فرمایا: میرا بیٹا اور میرے بعد صاحب الامر محمد باقر ہے۔(۴)

عثمان ابن عثمان ابن خالد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے بیان کیا جس وقت علی ابن الحسینؑ بیمار ہوئے اپنے بیٹوں محمد، حسن، عبداللہ، عمر، زید اور حسین کو بلایا اور ان میں اپنے بیٹے محمد ابن علی کو اپنا وصی معین فرمایا ان کو باقر لقب عطا کیا اور اپنی تمام اولاد کے امور آپ کے سپرد کئے۔(۵)

مالک ابن اعین جہنی کا بیان ہے: علی ابن الحسینؑ نے اپنے فرزند محمد ابن علی کو اپنا وصی بنایا اور

(۱) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۲۶۱
(۲) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۲۶۲
(۳) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۲۶۲
(۴) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۲۶۳
(۵) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۲۶۴

فرمایا: بیٹا میں نے تمہیں اپنا خلیفہ اور جانشین قرار دیا ہے۔(۱)

زہری کا بیان ہے کہ میں نے علی ابن الحسینؑ سے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ اگر آپ نہ رہیں تو ہم کس کی طرف رجوع کریں؟

آپ نے امام محمد باقرؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ان کی طرف! یہ میرا وصی میرا وارث اور میرے علم کا خزانہ باقر العلوم ہے یہ پیغمبر اسلامؐ سے ہمارا عہد و پیمان ہے۔(۲)

ابو بصیر نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا: مجھ سے میرے والد کی وصیتوں میں سے ایک وصیت یہ تھی کہ جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو تمہارے علاوہ مجھے کوئی اور غسل و کفن نہ دے اس لئے کہ امام کو امام کے علاوہ کوئی اور غسل و کفن نہیں دے سکتا۔(۳)

سید مرتضیٰ فرماتے ہیں: کہ جب امام زین العابدینؑ کی شہادت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے فرزند امام محمد باقرؑ کو بلایا اور کچھ شیعوں اور خاص افراد کے سامنے آپ کو اپنا وصی قرار دیا آپ کی امامت کے بارے میں واضح طور پر بیان کیا اسم اعظم اور انبیاء کی میراث آپ کے حوالہ فرمائی۔(۴)

مسعودی نے اپنی کتاب اثبات الوصیہ میں بھی ایسی ہی حدیث نقل کی ہے۔(۵)

فضائل و کمالات

امام محمد باقرؑ دوسرے ائمہؑ کی طرح تمام انسانی کمالات کا مجموعہ، ان کا مکمل نمونہ اور ہر قسم کے عیب و نقص سے پاک تھے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تحریر کیا ہے:

ابوجعفر امام محمد باقرؑ ابن علی ابن الحسینؑ اپنے تمام بھائیوں کے درمیان اپنے والد علی ابن الحسینؑ

---

(۱) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۲۶۴

(۲) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۲۶۴

(۳) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۲۶۴

(۴) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۲۶۵

(۵) اثبات الہداۃ، ج۵، ص۲۶۵

کے جانشین، آپ کے وصی اور آپ کے بعد امام تھے علم وفضل اور زہد و سیادت کے اعتبار سے ان سب سے افضل تھے۔

شیعہ اور اہل سنت دونوں میں سب سے زیادہ مشہور اور سب سے زیادہ جلیل القدر تھے دینی علوم، سنت پیغمبر، تفسیر قرآن اور آداب زندگی کے بارے میں جو کچھ آپ کے وجود مبارک سے ظاہر ہوا امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد میں سے کسی اور سے ایسا ظاہر نہیں ہوا۔

آپ کے زمانے میں موجود صحابہ اور تابعین اور بزرگ فقہا اپنے دینی مسائل آپ سے نقل فرماتے تھے آپ علم وفضل میں مشہور تھے اور آپ کی مدح سرائی میں اشعار کہے جاتے تھے۔(۱)

ابوالفدا نے آپ کے بارے میں تحریر کیا ہے:

محمد ابن علی ابن الحسینؑ ابوجعفر باقرؑ ایک جلیل القدر تابعی تھے علم وعمل، سیادت وشرافت میں امت اسلامی کے اہم ترین شخصیات میں سے تھے اثنا عشری شیعہ انھیں بارہ اماموں میں سے ایک امام مانتے ہیں۔

آپ نے پیغمبر اسلامؐ کے اصحاب سے بہت سے احادیث نقل کی ہیں اور بہت سے تابعین نے خود آپ سے روایات نقل کی ہیں آپ کے روایوں میں آپ کے فرزند امام جعفر صادقؑ، حکم ابن عتبہ، ربیعہ، اعمش، ابواسحٰق سبیعی، اوزاعی، اعرج ابن جریح، عطا، عمرو ابن دینار اور زہری وغیرہ ہیں۔

سفیان ابن عینہ نے نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: میرے والد مجھ سے اس حال میں حدیث بیان کرتے تھے کہ روی زمین پر پیغمبر اسلامؐ کی امت میں سب سے بہتر تھے۔

عجلی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے: وہ مدینہ کے موثق تابعین میں سے تھے۔

محمد ابن سعد کا بیان ہے: وہ موثق اور کثیر الحدیث تھے۔(۲)

اسی طرح ابوالفداء نے آپ کے بارے میں تحریر کیا ہے۔

ابوجعفر محمد ابن علی ابن الحسین ابن علی ابن ابی طالبؑ کے والد زین العابدینؑ تھے اور آپ کے جد امام حسینؑ تھے جو کربلا میں شہید ہوئے. آپ کو باقر اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ علم کا سینہ چاک کر

(۱) الارشاد، ص ۱۵۷

(۲) البدایہ والنہایہ، ج ۹، ص ۳۳۸

کے احکام الٰہی کا استنباط کرتے تھے ذکر الٰہی کرنے والے اور صابر وشاکر انسان تھے آپ پیغمبر اسلامؐ کی پاکیزہ نسل میں سے تھے اور عظیم حسب ونسب کے مالک تھے خطرات سے آگاہ تھے گریہ زیادہ فرماتے تھے جدال اور دشمنی سے پرہیز کرتے تھے۔(۱)

احمد بن جعفر ہیثمی نے آپ کے بارے میں تحریر کیا ہے:

ابوجعفر محمد باقرؑ علم، عبادت اور زہد وتقوی میں اپنے والد علی ابن الحسینؑ کے وارث تھے آپ کو باقر اس لئے کہا گیا ہے کہ آپ حقائق کو کشف کرنے والے تھے آپ نے علم وحکمت کے ایسے خزانہ ظاہر کئے کہ عقل کے اندھے اور فاسد العقیدہ افراد کے علاوہ کوئی بھی ان کا انکار نہیں کرسکتا اسی وجہ سے آپ کو علم کا سینہ چاک کرنے والا اور ان کی نشر واشاعت کرنے والا قرار دیا گیا ہے آپ کا قلب مبارک نورانی، علم وعمل، پاکیزہ نفس اور طیب وطاہر تھا۔

آپ بہترین اخلاق کے مالک تھے، آپ نے اپنی عمر مبارک خداوند عالم کی اطاعت میں بسر کی آپ کا سیر وسلوک عرفانی منزل میں بیان کی حدوں سے کہیں بلند ہے سیر وسلوک اور عرفان کے سلسلہ میں آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں جن کو یہاں پر بیان کرنے کا محل نہیں ہے۔(۲)

علم وحکمت

امام محمد باقرؑ اپنے زمانے میں ایک عظیم فقیہ اور بزرگ علماء میں شمار کئے جاتے تھے پیغمبر اسلامؐ نے پہلے ہی سے آپ کے علمی مرتبہ کی خبر دے دی تھی۔

جابر ابن عبد اللہ انصاری نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا: اے جابر تم میری نسل میں میرے ایک فرزند سے ملاقات کروگے جو میرا ہمنام ہوگا وہ علم کا سینہ چاک کر کے حقائق کو آشکار کرے گا جب تم اس سے ملاقات کرنا میرا سلام کہہ دینا۔

جابر نے امام محمد باقرؑ سے ملاقات کی اور ان کو پیغمبر اسلامؐ کا سلام پہونچایا۔(۳)

(۱) البدایہ والنہایہ، ج۹، ص۳۳۹
(۲) الصواعق المحرقہ، ص۲۰۱
(۳) الفصول المہمہ، ص۱۹۳

بہت سی بزرگ شخصیات نے آپ کے علمی مرتبہ کی تعریف کی ہے جس میں سے مندرجہ ذیل افراد کا نام لیا جاسکتا ہے. ابن برقی نے آپ کو صاحب فضل فقیہ اور نسائی نے مدینہ کے فقہاء میں سے، ایک اہم تابعی قرار دیا ہے۔(۱)

عبداللہ ابن عطاء مکی کا بیان ہے: علماء محمد ابن علیؑ کے سامنے جس طرح انکساری کرتے تھے کسی اور کے سامنے نہیں کرتے تھے میں نے حکم ابن عتبہ کو دیکھا اپنے اس عظیم مرتبہ اور جلالت کے باوجود جب محمد ابن علیؑ کے سامنے جاتے تھے تو اس بچہ کی طرح ہو جاتے تھے جو اپنے استاد کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔(۲)

جابر ابن جعفی جس وقت امام محمد باقرؑ سے حدیث نقل کرتے تھے، فرماتے تھے: وصی اولیاء اور وارث انبیاء محمد ابن علی نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے۔(۳)

ابن ابی الحدید نے آپ کے بارے میں لکھا ہے محمد ابن علی حجاز کے عظیم فقہاء میں سے تھے لوگوں نے آپ اور آپ کے فرزند جعفرؑ سے علم فقہ کو حاصل کیا ہے آپ کا لقب باقر العلوم تھا آپ کی ولادت سے پہلے ہی پیغمبر اسلامؐ نے یہ لقب آپ کو عطا کیا تھا جابر ابن عبداللہ کو ان سے ملاقات کی بشارت دی تھی اور جابر سے فرمایا تھا ان کو میرا اسلام کہہ دینا۔(۴)

شیخ مفید تحریر فرماتے ہیں:

امام ابوجعفر محمد باقرؑ سے آغاز خلقت کائنات، تاریخ انبیاء، جنگوں، پیغمبر اسلامؐ کی سیرت اور سنتوں، مناسک حج اور تفسیر قرآن کے سلسلہ میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جنھیں شیعہ سنی دونوں علماء نے نقل کیا ہے آپ نے بدعت پھیلانے والوں اور باطل نظریات والوں سے مناظرہ کیئے اور لوگوں نے بہت سے علوم آپ سے نقل فرمائے ہیں۔

امام محمد باقرؑ کی علمی منزلت ثابت کرنے کے لئے آپ کی احادیث موجود ہیں جو مختلف علوم و

(۱) تہذیب التہذیب، ج۹، ص۳۵۰

(۲) بحار الانوار، ج۴۶، ص۲۸۶، الارشاد، ص۱۶۰

(۳) بحار الانوار، ج۴۶، ص۲۸۶

(۴) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج۱۵، ص۲۷۷

فنون جیسے عقائد، کلام، فلسفہ، فقہ، اخلاق، تاریخ، سماجی مسائل، تفسیر، وغیرہ کے سلسلہ آپ کے ذریعہ بیان ہوئی ہیں اور آج بھی حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔(۱)

آپ سے مروی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے آپ کے فرزند امام جعفر صادقؑ کے بعد دوسرے تمام ائمہ میں سب سے زیادہ روایات آپ ہی سے مروی ہیں۔

امام محمد باقرؑ نے اپنی زندگی میں بہت سے صاحب علم اور ممتاز شاگردوں کی تربیت فرمائی جو آپ کے اصحاب اور آپ کی روایت نقل کرنے والے شمار ہوتے ہیں جن میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔

ابوحمزہ ثمالی، ثابت ابن دینار، قاسم ابن محمد ابن ابی بکر، علی ابن رافع، ضحاک ابن مزاحم خراسانی، حمید ابن موسیٰ کوفی، ابوالفصل سدیر ابن حکیم ابن صہیب صیرفی، عبد اللہ برقی، یحییٰ ابن ام طویل مطعمی، حکیم ابن جبیر فرزدق فرات ابن احنف، ایوب ابن حسن ابو محمد قریش سدی کوفی، طاؤس ابن کیسان ہمدانی، ابان ابن تغلب ابن ریاح، قیس ابن رمانہ، ابوخالد کابلی، سعید ابن مسیّب مخزومی، عمر ابن علی ابن الحسین، اوران کے بھائی عبداللہ جابر ابن محمد ابن ابی بکر۔(۲)

اسد حیدر نے آپ کے شاگردوں اور آپ سے روایت نقل کرنے والوں کے بارے میں اس طرح بیان کیا ہے:

عمرو ابن دینار مجمی، عبدالرحمٰن ابن عمر اودعی، عبدالملک کابن عبدالعزیز، قرہ ابن خالد سدرسی محمد ابن متکدر، یحییٰ ابن کثیر، ابوبکر محمد بیان سلم ابن عبید زہری، ابوعثمان ربیعہ ابن عبد الرحمٰن ابو محمد سلیمان ابن مہران اسدی، ابومحمد عبداللہ ابن ابی بکر انصاری، زید ابن علی ابن الحسینؑ موسیٰ ابن سلہ ابوجہنم موسیٰ ابن ابی عیسی حناط، ابوالمغیر ہ قاسم ابن فصل قاسم ابن محمد ابن ابی بکر تیمی، محمد ابن شوقہ حجاج ابن ارطاۃ معروف ابن مربوز کوفی، ابان ابن تغلب، برید ابن معاویہ علجی، ابوحمزہ ثمالی ثابت ابن دینار جابر ابن یزید جہنمی محمد بیان مسلم ابن ریاح، حمران بیان عین شیبانی، زرارہ ابن اعین شیبانی، عبدالملک ابن اعین شیبانی۔(۳)

(۱) الارشاد، ص ۱۶۳

(۲) سیرۃ رسول اللہ واہل بیتہ، ج ۲، ص ۲۲۸

(۳) الامام الصادقؑ والمذاہب الاربعہ، ج ۲، ص ۴۴۰، اسد حیدر،

امام محمد باقرؑ کے علوم کے ذرائع

۱۔ امام محمد باقرؑ نے تقریباً ۳۵ سال اپنے والد امام زین العابدینؑ کے ساتھ گزارے اور آپ سے بہت سے علوم سیکھے۔

۲۔ احادیث کی کتابیں جو آپ کو میراث میں ملی تھیں مذکورہ کتابیں پیغمبر اسلامؐ کے املا اور حضرت علیؑ کے دست مبارک سے لکھی ہوئی تھیں۔

۳۔ اپنی ذاتی صلاحیتوں اور خداوند عالم کی تائید کے مطابق قرآنی آیات سے استنباط واستدلال۔

۴۔ کشف باطنی اور الہام غیبی۔

عبادت اور بندگی

اپنے والد امام زین العابدینؑ کی طرح امام محمد باقرؑ عبادت، ذکر خدا، دعا، مناجات، بارگاہ الٰہی میں تضرع وزاری اور خشوع وخضوع کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز تھے اور اس اعتبار سے اپنے زمانے کے تمام لوگوں میں نمایاں تھے جس کے بعض نمونہ یہاں ذکر کئے جا رہے ہیں:

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: میرے والد کثیر الذکر تھے راستہ چلتے وقت، کھانا کھاتے وقت یہاں تک کہ لوگوں سے بات چیت کرنے میں بھی ذکر الٰہی سے غافل نہیں رہتے تھے کلمۂ لا الہ الا اللہ ہر وقت آپ کی زبان مبارک پر رہتا تھا کبھی کبھی ہم سب کو جمع کر کے حکم دیتے تھے کہ طلوع آفتاب تک ذکر الٰہی میں مصروف رہیں اور جو لوگ قرآن پڑھنا جانتے تھے ان سے فرماتے تھے قرآن مجید کی تلاوت کریں۔(۱)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: میرے والد آدھی رات میں خداوند عالم کی بارگاہ میں گریہ زاری فرماتے ہوئے کہتے تھے "امرتنی فلم ائتمر و نهيتني فلم انزجر فها انا عبد ك بين يديك و لا اعتذر" (۲) معبود تو نے مجھے حکم دیا میں نے اس پر عمل نہیں کیا، تو نے مجھے منع کیا لیکن میں اس سے نہیں رکا اب تیرا یہ بندہ تیری بارگاہ میں عذر چاہتا ہے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۹۷

(۲) کشف الغمہ، ج ۲، ص ۳۳۰

امام محمد باقرؑ کے غلام افلح کا بیان ہے: میں آپ کے ساتھ حج کرنے گیا جب آپ مسجد الحرام پہونچے کعبہ پر نظر ڈالی تو اتنا گریہ کیا کہ آپ کی آواز بلند ہوگئی میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں کاش آپ آہستہ گریہ فرماتے۔

امامؑ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر اے افلح میں کیوں گریہ نہ کروں اس طرح، شاید خداوند عالم مجھ پر اپنی رحمت نازل کردے اور اس کا لطف و کرم میرے شامل حال ہو جائے اور کل قیامت میں کامیاب ہو جاؤں۔

افلح کا بیان ہے: اس کے بعد آپ نے طواف کیا اور مقام ابراہیم پر نماز پڑھی جس وقت آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا گریہ کی وجہ سے سجدہ کی جگہ آپ کے آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔(۱)

جابر جعفی کا بیان ہے محمد ابن علیؑ نے مجھ سے فرمایا: اے جابر میں پریشان اور فکر مند ہوں میں نے عرض کیا آپ کے مغموم اور فکر مند ہونے کی کیا وجہ ہے۔

آپ نے فرمایا: جس کے دل میں خالص دین الٰہی نے اپنی جگہ بنالی ہو وہ خدا کی عبادت میں مصروف رہتا ہے اور غیر خدا کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

اے جابر! دنیا کی اوقات اس سواری کے برابر جس پر تم سوار ہوتے ہو یا اس لباس کے برابر جس کو پہنتے ہو یا اس زوجہ کے برابر جس کے ساتھ خلوت کرتے ہو، بھی نہیں ہے۔

اے جابر مومنین دنیا کی بقا پر بھروسہ نہیں کرتے اور خود کو موت اور آخرت میں حاضری سے محفوظ نہیں سمجھتے وہ جو کچھ اپنے کان سے سنتے ہیں وہ ان کو ذکر خدا سے غافل نہیں کرتا دنیا کی چمک دمک ان کے لئے جلوۂ الٰہی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی ان لوگوں کو نیک اعمال انجام دینے والوں کی جزا ملے گی۔

متقی افراد دنیا میں سب سے کم خرچ کرنے والے اور تمہارے لئے بہترین مددگار ہیں اگر تم بھول جاؤ تو خدا کی یاد دلاتے ہیں اور اگر ذکر خدا کرو تو تمہاری مدد کرتے ہیں ان کی زبان خدا کے لئے حق بولتی ہے اور وہ خداوند عالم کے اوامر کو قائم کرتے ہیں۔ اپنی محبتوں کو خداوند عالم کی محبت پر قربان کرتے ہیں اپنے پاکیزہ قلوب کے ذریعہ خدا اور اس کی محبت پر نظر رکھتے ہیں اپنے مالک حقیقی کی اطاعت میں دنیا سے خوف زدہ رہتے ہیں اور اسی طرح کا کردار اپنے شایان شان سمجھتے ہیں دنیا کو ایک ایسی منزل کی

(۱) کشف الغمہ، ج۲، ص۳۲۹

طرح دیکھو جہاں کچھ دیر وقتی طور پر قیام کرنا ہے اور بہت جلدی ہی وہاں سے چلا جانا ہے یا اس مال کی طرح دیکھو جو خواب میں ملتا ہے اور جاگنے کے بعد موجود نہیں رہتا خدا کے دین اور اس کی حکمت کی حفاظت میں کوشاں رہو۔(۱)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ میں ہر رات اپنے والد بزرگوار کا بستر بچھاتا تھا اور انتظار کرتا تھا کہ آپ آرام فرمانے کے لئے تشریف لائیں اس کے بعد میں اپنے بستر پر چلا جاتا تھا ایک رات میں نے آپ کا بستر بچھایا اور انتظار میں رہا کہ آپ تشریف لائیں لیکن آپ نہیں آئے اور جب تمام لوگ سو گئے تو میں اپنے والد کی تلاش میں باہر نکلا آپ کو دیکھا آپ سجدہ کی حالت میں تھے میں نے آپ کے آہ و نالہ کی آواز سنی آپ سجدہ میں فرما رہے تھے "سبحانك اللهم انت ربی حقا حقاً سجدت لك يارب تعبداً و رقاً اللهم ان عملی ضعیف فضاعفه لی اللهم قی عذابك يوم تبعث عبادك و تب علی انك انت التواب الرحيم" پاک و منزہ ہے تو اے معبود تو برحق ہے تو برحق ہے اے پروردگار میں تیرا سجدہ کرتا ہوں تیری بندگی اور غلامی کی وجہ سے معبود میرا عمل ضعیف ہے تو اسے دوگنا کر دے معبود مجھے اس دن کے عذاب سے محفوظ رکھ جس دن تیرے بندے اٹھائے جائیں گے معبود میری توبہ قبول کر لے تو توبہ قبول کرنے والا ہے۔(۲)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جس وقت میرے والد کسی چیز سے غمزدہ ہوتے تھے اپنے بچوں اور گھر کی عورتوں کو جمع کر کے دعا کرتے تھے اور وہ لوگ آمین کہتے تھے۔(۳)

ابان ابن میمون قداح کا بیان ہے. حضرت ابو جعفرؑ امام محمد باقرؑ نے مجھ سے فرمایا: قرآن پڑھو میں نے عرض کیا کہاں سے فرمایا: نویں سورہ سے میں نے وہ سورہ ڈھونڈھنا چاہا تو آپ نے فرمایا: سورہ یونس سے پڑھو جب میں اس آیت پر پہونچا ﴿الذين أحسنو الحسنیٰ و زيادة و لا يرهق وجوهم قترة و لا ذلة﴾ تو آپ نے فرمایا: کافی ہے پیغمبر اسلامؐ فرماتے تھے کہ مجھے اس بات سے تعجب ہے کہ میں قرآن پڑھوں اور میرے بال سفید نہ ہو جائیں۔(۴)

(۱) کشف الغمہ، ج۲، ص۳۳

(۲) بحار الانوار، ص۳۰۱

(۳) بحار الانوار، ج۴۶، ص۲۹۷

(۴) بحار الانوار، ج۴۷، ص۳۰۲

حسن وسلوک اور راہ خدا میں انفاق

امام محمد باقرؑ کوئی دولتمند انسان نہیں تھے اور آپ کا خرچ بھی زیادہ تھا لیکن اس کے باوجود حتی الامکان صدقہ دیتے تھے اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: میرے والد مالی اعتبار سے اپنے دوسرے اقرباء سے کمزور تھے اور آپ کی زندگی کا خرچ ان سے زیادہ تھا اس کے باوجود ہر جمعہ کو ایک دینار صدقہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جمعہ کے دن صدقہ دینا دوسرے دنوں میں صدقہ دینے سے بہتر ہے۔(۱)

حسن ابن کثیر کا بیان ہے کہ میں نے اپنی احتیاج اور اپنی طرف سے دوستوں کی لاپرواہی کے بارے میں امام محمد باقرؑ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: کتنے برے ہیں ایسے دوست جو دولت کے وقت انسان کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور ضرورت کے وقت اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

اس کے بعد اپنے غلام کو حکم دیا کہ ایک تھیلی جس میں سات سو درہم ہیں انہیں دیدے اس کے بعد مجھ سے فرمایا: ان کو خرچ کر اور جب پھر ضرورت پڑے مجھے خبر کر دینا۔(۲)

عمر ابن دنیار اور عبیداللہ ابن عبید کا بیان ہے ہم جب بھی امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو آپ ہمیں پیسے اور لباس عطا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے یہ لباس پہلے سے ہی تم لوگوں کے لئے مہیا کر رکھا تھا۔(۳)

سلیمان ابن قرم کا کہنا ہے: حضرت امام محمد باقرؑ پانچ سو چھ سو یا بعض اوقات ہزار درہم تک مجھے عطا کرتے تھے اور کسی وقت بھی اپنے بھائیوں، سوال کرنے والوں اور اپنے سے امید لگانے والوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے تھکتے نہیں تھے۔(۴)

امام محمد باقرؑ کی کنیز سلمیٰ کا بیان ہے جو لوگ آپ کے پاس آتے تھے ان کو بغیر کھانا کھلائے

(۱) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۹۴

(۲) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۹۴

(۳) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۸۸

(۴) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۸۸

واپس نہیں جانے دیتے تھے ان کو پیسے اور لباس عطا کرتے تھے میں نے آپ سے درخواست کی کہ کچھ کم دیا کریں تو آپ نے فرمایا: دین میں سب سے بہترین نیکی اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک ہے۔(۱)

امام جعفر صادقؑ کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کی خدمت میں حاضر تھا انھوں نے اسی (۸۰) ہزار دینار مدینہ کے ضرورت مند افراد میں تقسیم کئے۔(۲)

جب کہ آپ اپنی اور اپنے گھر والوں کی زندگی کا خرچ چلانے کے لئے کام کرتے تھے اور مدینہ کی شدید گرمی میں پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔

محمد ابن منکدر کا بیان ہے میں نہیں سوچتا تھا کہ علی ابن الحسینؑ اپنے بعد اپنے جیسا جانشین چھوڑ کر جائیں گے میں نے آپ کے فرزند محمد ابن علی کو دیکھا میں ان کو نصیحت کرنا چاہتا تھا لیکن انھوں نے خود مجھے نصیحت کر دی اصحاب نے پوچھا تمہیں کس طرح نصیحت کی تو اس نے بیان کیا میں شدید گرمی کے وقت مدینہ کے باہر گیا تھا دیکھا کہ محمد ابن علی جو ایک فربہ جسم کے مالک ہیں اپنے دو غلاموں کا سہارا لئے ہوئے ہیں مجھے تعجب ہوا کہ قریش کے ایک بزرگ اتنی شدید گرمی میں دنیا طلب کرنے باہر نکلے ہیں میں نے سوچا کہ جا کر ان کو نصیحت کروں ان کے نزدیک گیا اور سلام کیا آپ نے پھولی ہوئی سانس اور بہتے ہوئے پسینہ کے ساتھ میرے سلام کا جواب دیا میں نے عرض کیا کہ قریش کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ اس شدید گرمی کے وقت طلب دنیا میں باہر نکلے ہوئے ہیں؟ اگر اس حالت میں آپ کو موت آجائے تو خدا کو کیا جواب دیں گے آپ نے غلاموں کے کاندھوں سے ہاتھ اٹھا کر کہا خدا کی قسم اگر اس حال میں مجھے موت آجائے تو میں خدا کی اطاعت کرتا ہوا دنیا سے جاؤں گا میں اس لئے کام کرنے کے لئے نکلا تھا کہ تیرا یا تیرے جیسوں کا محتاج نہ ہوں مجھے اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ خدا کی نافرمانی کی حالت میں موت نہ آجائے۔

محمد ابن منکدر کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا خدا آپ پر رحمت نازل کرے میں سوچ رہا تھا آپ کو نصیحت کروں گا آپ نے مجھے نصیحت کر دی۔(۳)

---

(۱) کشف الغمہ، ج۲، ص۳۳۰

(۲) بحار الانوار، ج۴۶، ص۳۰۲

(۳) بحار الانوار، ج۴۶، ص۲۸۷

چھٹے امام

امام جعفر صادق علیہ السلام

امام جعفر صادقؑ بعض اقوال کی بنا پر ۱۷ربیع الاول ۸۳ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد امام محمد باقرؑ اور والدہ ماجدہ فاطمہ ام فروہ بنت قاسم ابن محمد تھیں القاب صادق، فاضل، طاہر، قائم، کافل، منجی اور صابر تھے آپ کی کنیت ابوعبداللہ، ابواسماعیل اور ابوموسیٰ تھی۔

۱۵ یا ۲۵ رشوال ۱۴۸ھ کو ۶۵ سال کی عمر میں آپ کی شہادت ہوئی اور آپ کا جسد مطہر قبرستان بقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

آپ بارہ سال تک اپنے جد امام زین العابدینؑ کے ساتھ رہے اور انیس سال اپنے والد امام محمد باقرؑ کے ہمراہ زندگی بسر کی آپ کی امامت کا زمانہ چونتیس سال تھا۔(۱)

امام جعفر صادقؑ کی شخصیت

امام جعفر صادقؑ حسب ونسب، علم وفقہ عبادت وعرفان سیر وسلوک اور اخلاقی کمالات میں اپنے زمانے کی سب سے عظیم اور سب سے مشہور شخصیت تھی جس کی گواہی بہت سے بزرگ علماء نے دی ہے۔

مدینہ کے فقیہ مالک ابن انس نے آپ کے بارے میں کہا ہے: کہ میں کبھی کبھی جعفر ابن محمد صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا وہ میرا احترام کرتے تھے میرے لئے مخدہ (عبا) بچھاتے تھے اور فرماتے

(۱) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۱۱۔۱

تھے مالک میں تمہیں دوست رکھتا ہوں میں آپ کے اس عمل سے خوش ہوتا تھا اور خدا کا شکر ادا کرتا تھا میں دیکھتا تھا کہ آپ ہمیشہ ان تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں رہتے تھے یا روزہ سے ہوتے تھے یا نماز میں مصروف رہتے تھے یا ذکر الٰہی کرتے ہوئے ملتے تھے لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار سب سے بڑے زاہد اور سب سے زیادہ مہربان تھے بہت زیادہ حدیث بیان فرماتے تھے آپ کے ساتھ نشست میں لطف آتا تھا اور اس سے بہت فائدہ حاصل ہوتا تھا۔

جب پیغمبر اسلامؐ کے حوالہ سے کوئی حدیث نقل کرتے تھے آپ کے چہرہ کا رنگ اس طرح زرد یا سبز ہو جاتا تھا کہ پہچاننا مشکل ہو جاتا تھا۔

مجھے ایک سال آپ کے ہمراہ حج کا شرف حاصل ہوا جب آپ نے احرام کے لئے تلبیہ (لبیك اللّٰھم لبیك) کہنا چاہا تو آپ کی آواز گلے میں گھٹ کر رہ ہوگئی اور آپ تلبیہ نہیں کہہ سکے آپ کی حالت ایسی ہوگئی کہ قریب تھا اپنے مرکب سے زمین پر گر جائیں میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ تلبیہ کہنا ضروری ہے۔

تو آپ نے فرمایا:

اے ابن عامر لبیك اللّٰھم کہنے کی جرأت کس طرح کروں جب کہ مجھے خوف ہے کہیں خداوند عالم جواب میں "لا لبیك و لا سعدیك" کہہ دے۔(۱)

مالک ابن انس کا بیان ہے: خدا کی قسم میں نے زہد، فضل، عبادت اور پرہیزگاری میں جعفر ابن محمد سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔(۲)

عمرو ابن ابی المقدام کا بیان ہے: میں نے جب جعفر ابن محمد کی طرف دیکھا فوراً سمجھ گیا کہ یہ پیغمبر اسلامؐ کی نسل سے ہیں۔(۳)

زید ابن علیؑ فرماتے ہیں کہ ہر زمانے میں ہم اہلبیتؑ میں سے کوئی نہ کوئی شخص ایسا موجود رہتا ہے جس کے ذریعہ خدا اپنے بندوں پر حجت تمام کرتا ہے اس زمانے کی حجت میرے بھتیجے جعفر ابن محمد ہیں جو

(۱) بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۱۶

(۲) بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۲۰؛ مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۲۹۷؛ حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۱۹۳

(۳) بحارلانوار، ج ۴۷، ص ۲۹؛ تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۱۰۴؛ مناقب آل ابی طالبؑ، ج ۴، ص ۲۷۰

ان کی پیروی کرے گا گمراہ نہیں ہوگا اور جو ان کی مخالفت کرے گا اس کی ہدایت نہیں ہوسکتی۔(۱)

اسماعیل ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں ایک دن ابو جعفر منصور کے پاس گیا دیکھا وہ رو رہا ہے اور اس کی ڈاڑھی اس کے آنسوؤں سے تر ہے اس نے مجھ سے کہا تمہیں نہیں معلوم اہلبیتؑ پر کیسی مصیبت پڑی ہے۔

میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین کیا کوئی حادثہ پیش آیا ہے؟

اس نے کہا دنیا کے سید سردار اور صالحین کی یادگار کی رحلت ہوگئی ہے میں نے سوال کیا کس کی اس نے جواب دیا: جعفر ابن محمدؑ کی۔

میں نے عرض کیا خداوند عالم اس مصیبت میں آپ کو اجر اور طول عمر عطا کرے اس نے کہا جعفر ابن محمدؑ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں خداوند عالم کا ارشاد ہے ﴿**ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا**﴾ جعفر ان لوگوں میں سے تھے جن کو خدا نے منتخب کیا ہے اور وہ نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے تھے۔(۲)

ابن حیان نے جعفر ابن محمد کو موثق افراد میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ فقہ، علم اور فضل میں اہلبیتؑ کے بزرگوں اور سرداروں سے تھے ان کی احادیث کے ذریعہ دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔(۳)

شہرستانی نے امام جعفر صادقؑ کے بارے میں لکھا ہے: وہ دین اور ادب میں مختلف علوم وفنون کے ماہر تھے حکمت اور دنیا سے زہد کے سلسلہ میں کمال کی منزل پر فائز اور صاحب تقویٰ تھے خواہشات نفسانی سے پرہیز کرتے تھے کچھ عرصہ مدینہ میں رہے وہاں آپ کے شیعہ اور آپ کے چاہنے والے آپ کے علوم سے فائدہ اٹھاتے رہے اس کے بعد عراق تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔(۴)

احمد ابن حجر ہیثمی نے لکھا ہے: امام محمد باقرؑ کی اولاد میں سب سے بہتر امام جعفر صادقؑ تھے اسی وجہ سے آپ اپنے والد کے خلیفہ اور ان کی وصی قرار پائے لوگوں نے آپ سے بہت سے علوم نقل کئے

(۱) مناقب ابن شہر آشوب، ج۴، ص۲۹۹
(۲) تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۳۸۳
(۳) تہذیب التہذیب، ج۲، ص۱۰۴
(۴) الملل والنحل، ج۱، ص۱۶۶

ہیں جو پوری اسلامی دنیا میں مشہور ہوئے. دین کے بڑے بڑے رہنماؤں نے بھی آپ سے احادیث نقل کی ہیں جیسے یحیٰ ابن سعید ابن جریح، مالک، سفیانی، ابوحنیفہ شعبہ، ایوب بجستانی۔ (۱)

ابن صباغ مالکی نے تحریر کیا ہے: جعفر ابن محمد اپنے بھائیوں کے درمیان اپنے والد کے خلیفہ وصی اوران کے بعد امام تھے فضائل، ذہانت اور عظمت وجلالت میں سب سے بہتر تھے لوگوں نے بہت سے علوم آپ سے نقل کئے ہیں جن کا چرچا ہر جگہ ہوا کرتا تھا جتنی احادیث آپ سے نقل ہوئی ہیں اہلبیتؑ میں کسی اور سے نقل نہیں ہوئی ہیں۔ (۲)

محمد ابن طلحہ شافعی نے لکھا ہے: جعفر ابن محمد صادقؑ اہلبیتؑ کے بزرگوں اور سرداروں میں سے تھے آپ بہت سے علوم کے حامل، بہت عبادت گذار، ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والے، زاہد اور بہت زیادہ تلاوت قرآن کرنے والے تھے قرآن کریم کے معانی میں غور فرماتے تھے اور علوم قرآن کے سمندر سے جواہرات نکالتے اور عجیب وغریب نتائج حاصل کرتے تھے اپنی عمر کو مختلف قسم کی طاعات وعبادات کے لئے تقسیم کرر کھا تھا اوراس سلسلہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہتے تھے آپ کی زیارت انسان کو آخرت کی یاد دلاتی تھی آپ کی باتوں کو سن کے انسان زہد اختیار کرنے پر مائل ہو جاتا تھا اور آپ کے اتباع میں جنت کی ضمانت تھی۔

آپ کو دیکھ کر ہر شخص آپ کے پاکیزہ کرداراور اولا د رسولؐ ہونے کی گواہی دیتا تھا۔

بہت سے دینی رہنماؤں اور علماء نے آپ سے احادیث نقل کی ہیں جیسے یحیٰ ابن سعید المناری، ابن جریح، مالک ابن انس ثوری، ابن عینیہ، شعبہ، ایوب بجستانی وغیرہ. یہ لوگ آپ سے حدیث نقل کرنا اپنے لئے باعث شرف سمجھتے تھے اوراس میں اپنی تعریف سمجھتے تھے۔ (۳)

شیخ مفید نے آپ کے بارے میں لکھا ہے: صادق جعفر ابن محمد ابن علی ابن الحسینؑ اپنے بھائیوں کے درمیان اپنے والد کے وصی خلیفہ اور ان کے بعد امام معین ہوئے آپ فضائل کے اعتبار سے سب سے افضل تھے شیعہ اور اہل سنت دونوں ہی کی نظر میں سب سے زیادہ مشہور اور

---

(۱) الصواعق المحرقہ، ص ۲۰۱

(۲) الفصول المہمہ، ص ۲۰۴

(۳) مطالب السؤول، ج ۲، ص ۱۱۰

صاحب عظمت وجلالت تھے آپ کے علوم تمام شہروں میں پھیلے ہوئے تھے اہلبیتؑ میں کسی سے بھی اتنی زیادہ احادیث نقل نہیں ہوئی ہیں علماء حدیث نے آپ کی روایت نقل کرنے والے موثق راویوں کی تعداد چار ہزار بتائی ہے۔(۱)

امامت کی دلیلیں

پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ بارہ اماموں کی امامت پر مختلف قسم کی بہت سی دلیلیں قائم کی گئی ہیں جو ان میں سے ہر ایک کی امامت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں ان دلیلوں کو عام دلیلیں کہا جاتا ہے اس کے علاوہ ہر امام کے لئے الگ الگ بھی دلیلیں موجود ہیں جو گذشتہ امام کے ذریعہ اپنے بعد آنے والے امام کی امامت کے اعلان کی صورت میں بیان ہوئی ہیں یہاں پر عام دلیلوں کی تکرار کی ضرورت نہیں ہے صرف خاص دلیلوں کے ذکر پر اکتفا کی جارہی ہے۔

ابونصر کا بیان ہے: امام محمد باقرؑ نے اپنی وفات کے وقت اپنے فرزند جعفر صادقؑ کو بلایا تا کہ عہدۂ امامت آپ کے حوالہ کرسکیں زید ابن علی نے عرض کیا اگر آپ بھی حسن وحسینؑ کی طرح عمل کرتے تو برا نہ ہوتا۔

آپ نے فرمایا: اے ابوالحسین امانتوں کو مثالوں سے قیاس نہیں کیا جاسکتا امامت ایک پہلے سے کیا ہوا عہد ہے جو خدا کی حجتوں کے ذریعہ پہونچ چکا ہے۔(۲)

ابوصباح کنانی کا بیان ہے: امام ابوجعفرؑ نے اپنے فرزند ابوعبداللہ کی طرف دیکھا اور مجھ سے فرمایا: ان کو دیکھ رہے ہو وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمةً و نجعلھم الوارثین﴾ (۳)

جابر ابن یزید جعفی کا بیان ہے: امام ابوجعفر محمد باقرؑ سے آپ کے بعد امام قائم کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ابوعبداللہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا: خدا کی قسم میرا یہ فرزند ہم اہل بیتؑ کا قائم ہے۔

(۱) الارشاد، ج۲، ص۱۷۹

(۲) بحارالانوار، ج۴۷، ص۱۲

(۳) بحارالانوار، ج۴۷، ص۱۳

علی ابن حکم نے امام ابوجعفرؑ کے دوست طاہر سے نقل کیا ہے کہ طاہر کا بیان ہے کہ میں آپ کی خدمت میں تھا جعفر ابن محمد وہاں تشریف لائے امام نے فرمایا: یہ تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہیں۔(۱)

عبدالاعلی نے امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے والد امام محمد باقرؑ نے اپنی شہادت کے وقت فرمایا: کچھ لوگوں کو گواہی کے لئے بلاؤ میں نے قریش کے چار افراد جن میں سے ایک نافع (مولای عبداللہ عمر) بھی تھے اپنے والد کے پاس بلایا اس کے بعد آپ نے فرمایا: لکھو: ''هـذا ما اوصی یعقوب ببنیه. یا بنی ان الله اصطفی لکم الدین فلاتموتن الا و انتم مسلـمـو ن'' محمد ابن علی اپنے بیٹے جعفر سے وصیت کرتے ہیں کہ ان کو اس ''بردی'' لباس میں جس میں جمعہ کے دن نماز پڑھتے تھے کفن دیں ان کا عمامہ ان کے سر پر لگائیں ان کی قبر کو چوکور بنائیں اور زمین سے چار انگل اونچی رکھیں اور ان کے پرانے لباس کو ان کے بدن سے الگ کر دیں اس کے بعد گواہوں سے فرمایا: جاؤ خدا تم لوگوں پر رحمت نازل کرے میں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ گواہوں کی کیا ضرورت تھی فرمایا: بیٹا مجھے خوف تھا کہ کہیں تم سے یہ کہہ کر کہ تمہارے والد نے کوئی وصیت نہیں کی ہے تم پر غلبہ حاصل کرلیا جائے میں نے چاہا کہ تمہارے پاس حجت اور دلیل رہے۔(۲)

جابر ابن یزید جعفی نے روایت کی ہے: کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے قائم کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اپنا ہاتھ امام جعفر صادقؑ کے شانے پر مار کر کہا خدا کی قسم یہ قائم آل محمد ہے۔

عنبسہ ابن مصعب کا بیان ہے: جس وقت امام ابوجعفر محمد باقرؑ کی شہادت ہوئی میں آپ کے فرزند امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جابر کی حدیث آپ کے سامنے بیان کی تو آپ نے فرمایا: جابر صحیح کہہ رہے ہیں کیا ہر امام اپنے سے پہلے والے امام کے بعد قائم نہیں ہوتا۔(۲)

محمد ابن مسلم کہتے ہیں: میں امام محمد باقرؑ کے پاس تھا کہ آپ کے فرزند جعفر اس عالم میں کہ سر پر گیسو اور ہاتھ میں عصا تھا جس سے وہ کھیل رہے تھے اپنے والد کے پاس حاضر ہوئے امام باقرؑ نے

(۱) بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۱۳

(۲) بحارلانوار، ج ۴۷، ص ۱۴؛ الفصول المہمہ، ص ۲۰۴، الارشاد، ج ۲، ص ۱۸۱

(۳) بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۱۵، الارشاد، ج ۲، ص ۱۸۰

ان کو اپنی آغوش میں لے لیا اپنے سینہ سے لگایا اس کے بعد فرمایا: میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں کھیلو نہیں۔

اس کے بعد مجھ سے فرمایا: میرے بعد یہ تمہارے امام ہوں گے ان کی اقتدا کرنا اور ان کے عمل سے فائدہ اٹھانا خدا کی قسم یہ وہی صادق ہیں جن کو پیغمبر اسلامؐ نے اس نام سے یاد کیا ہے خداوند عالم دنیا اور آخرت میں ان کے تمام شیعوں کی مدد کرے گا اور ان کے دشمنوں پر تمام انبیاء کی لعنت ہوگی. اس وقت جعفر ہنسے تو ان کا چہرہ تمتما اٹھا۔

امام محمد باقرؑ نے مجھ سے فرمایا: میرے بیٹے سے جو چاہو پوچھ لو۔

میں نے سوال کیا کہ اے فرزند رسولؐ ہنسی بدن میں کس جگہ سے آتی ہے؟

آپ نے فرمایا: عقل دل سے، غم والم کلیجہ سے سانس پھیپھڑوں سے اور ہنسی تلّی سے آتی ہے میں نے اٹھ کر آپ کے سر کا بوسہ لیا۔(۱)

ہمام ابن نافع کا بیان ہے: کہ امام ابو جعفرؑ نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا: کہ جب میں نہ رہوں تو ان کی اقتدا کرنا وہ میرے بعد امام اور میرے جانشین ہیں یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنے دست مبارک سے امام جعفر صادقؑ کی طرف اشارہ کیا۔(۲)

ہشام ابن سالم نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے والد نے اپنی شہادت کے وقت مجھ سے فرمایا: اے جعفر میں تم کو اپنے اصحاب کے بارے میں وصیت کرتا ہوں تو میں نے عرض کہ بابا جان میں ان کی ایسی تربیت کروں گا کہ حصول علم اور زندگی کے امور میں کسی کے محتاج نہ رہیں۔(۳)

سورہ ابن کلیب کا بیان ہے: ایک دن زید ابن علی نے مجھ سے کہا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تمہارے دوست جعفر امام ہیں؟

میں نے عرض کیا: اس وجہ سے کہ ہم پہلے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں جاتے تھے جب کبھی کوئی مسئلہ پوچھتے تھے تو آپ فرماتے تھے: قال رسول اللّٰہؐ و قال عز و جل فی کتابہ.

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۷ ص ۱۵

(۲) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۱۵

(۳) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۲،؛ الارشاد، ج ۲ ص ۱۸۰

یہاں تک کہ آپ کے بھائی کی شہادت ہوگئی ان کے بعد ہم حصول علم کے لئے اہلبیتؑ منجملہ آپ کے پاس آئے میں نے دیکھا کہ آپ لوگ ہمارے بعض مسائل کا جواب دیتے ہیں اور بعض کا جواب نہیں دے پاتے۔اس کے بعد ہم آپ کے بھتیجے جعفر کے پاس گئے ہم ان سے جو سوال بھی کرتے تھے اپنے والد کی طرح فوراً جواب دیدیتے تھے اور فرماتے تھے:قال رسول اللہؐ و قال تعالیٰ ،زید ابن علی یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ ایسا اس وجہ سے ہے کہ ان کے پاس علی ابن ابیطالبؑ کی کتابیں ہیں۔(۱)

عمرو ابن ابی المقدام کا بیان ہے:امام جعفر صادقؑ کو عرفہ کے دن میدان عرفات میں دیکھا کہ آپ بلند آواز سے فرمارہے تھے ایہاالناس رسول خداؐ امام تھے ان کے بعد علی ابن ابیطالبؑ امام تھے ان کے بعد حسنؑ ان کے بعد حسین ابن علیؑ امام تھے ان کے بعد علی ابن الحسینؑ ان کے بعد محمد ابن علیؑ امام تھے اس کے بعد(ھَہْ)

آپ نے یہ بات سامنے والوں کی طرف رخ کرکے داہنی طرف والوں کی طرف رخ کرکے اور بائیں طرف والوں کی جانب رخ کرکے پھر اپنے پیچھے والے افراد سے مخاطب ہوکے فرمائی اور ہرایک کے لئے تین مرتبہ تکرار کی۔

جب میں منیٰ گیا تو کلمۂ (ھـہ) کی تفسیر عرب کے ادیبوں سے دریافت کی انھوں نے فرمایا:بنی فلاں کی زبان میں کلمۂ (ھَہْ) کے معنی "انا فاسئلونی" (یعنی میں ہوں مجھ سے سوال کرو) میں نے بعض دوسرے لوگوں سے بھی سوال کیا ان لوگوں نے بھی یہی معنی بتائے۔(۲)

عبدالغفار ابن قاسم کا بیان ہے:میں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا:اے فرزند رسولؐ اگر آپ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو ہم آپ کے بعد کس کی طرف رجوع کریں؟

آپ نے فرمایا:جعفر کی طرف وہ میری اولاد کے سردار اور ائمہ کے والد ہیں اور اپنے قول وفعل میں صادق ہیں۔(۳)

---

(۱)بحارالانوار،ج۴۷،ص۳۶؛مناقب آل ابی طالب،ج۴،ص۲۷۲

(۲)بحارالانوار،ج۴۷،ص۵۸

(۳)اثبات الہداۃ،ج۵،ص۳۲۸

شیخ مفید نے امامت کی دلیلوں کے بارے میں فرمایا ہے: عقلی دلیلوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام کو تمام انسانوں سے افضل ہونا چاہئے اور امام جعفر صادقؑ ایسے ہی تھے اس لئے کہ آپ کا علم، زہد اور عمل آپ کے دوسرے بھائیوں چچا کی اولاد اور اپنے زمانے کے تمام افراد میں سب سے بہتر تھا۔(۱)

علم وحکمت

ائمہ معصومینؑ کی ایک اہم ترین ذمہ داری ان صحیح اسلامی تعلیمات اور اخلاقی فضائل وکمالات کی ترویج ہوتی ہے جو انھوں نے پیغمبر اسلامؐ سے حاصل کی ہوتی ہیں تمام ائمہ معصومینؑ اس ذمہ داری کو انجام دینے کے لئے مکمل صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں لیکن افسوس کہ عام طور پر ظالم و جابر حکمرانوں کی طرف سے پابندیوں کا سامنا رہتا ہے ظالم وجابر خلفاء خلافت غصب کرنے کے علاوہ اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کی اجازت بھی نہیں دیتے جن کی عام طور پر لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے ائمہ معصومینؑ کے پیرو بھی حکومت کے دباؤ کی وجہ سے ان کی خدمت میں پہونچ کر اسلامی تعلیمات حاصل کرنے کی جرأت نہیں کر پاتے اور مجبوراً تقیہ کی زندگی بسر کرتے ہیں خاص طور پر بنی امیہ کی حکومت کے زمانے میں اسلامی دنیا میں خوف اور گھٹن کا ماحول تھا اور علی ابن ابیطالبؑ اور دوسرے اہلبیتؑ کے خلاف باطل پروپیگنڈہ کیا جاتا تھا لیکن امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں اس فضا میں کچھ تبدیلی آئی اور خوف اور گھٹن کا ماحول کچھ کم ہوا تو لوگوں کو اہلبیتؑ کی مظلومیت کا احساس ہوا اور لوگوں نے پیغمبر اسلامؐ کی خالص تعلیمات کی ضرورت محسوس کی جو ائمہ معصومینؑ کے پاس امانت تھیں۔

بنی امیہ کی حکومت متزلزل ہونے لگی اور اس پر زوال کے بادل منڈلانے لگے تو انھوں نے مجبوراً کچھ پابندیاں اٹھالیں بنی عباس کی حکومت کا ابتدائی دور بھی ایسا ہی تھا ان کی حکومت ابھی مضبوط نہیں ہوئی تھی لہٰذا وہ بھی مجبوراً اہلبیتؑ پر زیادہ پابندیاں عائد نہیں کر رہے تھے۔

امام جعفر صادقؑ نے بہت سے علماء ودانشور شاگردوں کی تربیت کی اور مختلف علوم وفنون سے

(۱) الارشاد، ج۲، ص۱۸۲

متعلق ہزاروں حدیثیں ان کو تعلیم فرمائیں جو آج بھی احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں اگر حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ زیادہ تر احادیث انھیں دونوں ائمہؑ سے مروی ہیں۔

کتاب مناقب میں لکھا ہے: جتنے علوم امام جعفر صادقؑ کے ذریعہ منظر عام پر آئے اتنے کسی اور کے ذریعہ نہیں آسکے بعض علماء احادیث نے آپ کے موثق راویوں کی تعداد کو شمار کیا ہے اور ان کی تعداد چار ہزار افراد بتائی ہے۔(۱)

ابونعیم کی کتاب حلیۃ الاولیاء میں نقل ہوا ہے کہ دینی رہنماؤں اور بزرگوں نے جعفر ابن محمدؑ سے روایات نقل کی ہیں جیسے مالک ابن انس، شعبہ ابن الحجاج، سفیان ثوری، ابن جریح، عبداللہ ابن عمرو، روح ابن قاسم، سفیان عیینہ، سلیمان ابن بلال، اسماعیل ابن جعفر، حاتم ابن اسماعیل، عبدالعزیز ابن مختار، وہب ابن خالد، ابراہیم ابن طہان. مسلم نے اپنی صحیح میں آپ سے روایت نقل کی ہے اور اس سے استدلال کیا ہے۔(۲)

دوسروں کا بھی کہنا ہے کہ مالک، شافعی، حسن، صالح، ابوایوب سجستانی عمرو ابن دینار اور احمد ابن حنبل نے بھی امام جعفر صادقؑ سے روایات نقل کی ہیں۔

مالک ابن انس کا بیان ہے: ابھی تک علم وفضل، عبادت اور پرہیز گاری میں جعفر ابن محمد سے بہتر کوئی نہیں دیکھا گیا۔(۳)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جو کچھ آسمان وزمین، جنت ودوزخ اور ماضی اور مستقبل میں پایا جاتا ہے میں وہ سب جانتا ہوں اور قرآن کے ذریعہ اس کو سمجھتا ہوں اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ کھول کر فرمایا اس طرح خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے ﴿فیه تبیان کل شیٔ﴾(۴)

صالح ابن اسود کا بیان ہے: میں نے جعفر ابن محمد سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا جو چاہو مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ اس لئے کہ میرے بعد میری طرح کوئی اور حدیث بیان نہیں کرسکتا۔(۵)

---

(۱) مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۲۶۸
(۲) مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۲۶۹
(۳) مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۲۶۹
(۴) مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۲۷۰
(۵) بحارالانوار، ج۴۷، ص۳۳

اسماعیل ابن جابر نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا خداوند عالم نے حضرت محمدؐ کو نبوت کے لئے منتخب فرمایا اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ان پر کتاب نازل فرمائی جس کے بعد کوئی اور کتاب نہیں آئے گی اس کتاب میں کچھ چیزوں کو حلال کیا ہے اور کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے خدا کی حلال کی ہوئی چیز قیامت تک حلال اور اس کی حرام کی ہوئی چیز قیامت تک حرام رہے گی ماضی مستقبل اور حال کے تمام حالات و واقعات اس آسمانی کتاب میں موجود ہیں اس کے بعد آپ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اور ان سب کو میں جانتا ہوں۔(۱)

امام جعفر صادقؑ فرماتے تھے ہمارے علوم کی چار قسمیں ہیں :۱۔ اکٹھا کئے ہوئے علوم. ۲۔مکتوب. ۳۔ جو کچھ ہمارے دلوں میں الہام ہوتا ہے جو کچھ ہمارے کانوں میں کہا جاتا ہے کتاب جفر احمر ۴۔ جفر ابیض، مصحف فاطمہ، کتاب جامعہ ہمارے پاس ہے اور ان میں انسانوں کی ضرورت سے متعلق تمام ضروری مسائل درج ہیں۔(۲)

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے: ابوحنیفہ کے اصحاب جیسے ابو یوسف اور محمد وغیرہ نے علم فقہ ابوحنیفہ سے حاصل کیا ہے .شافعی محمد ابن حسن کے شاگرد تھے جنھوں نے علم فقہ ابوحنیفہ سے سیکھا تھا احمد ابن حنبل نے علم فقہ شافعی سے حاصل کیا لہٰذا ان کا علم فقہ بھی ابوحنیفہ ہی کی طرف پلٹتا ہے اور ابو حنیفہ نے جعفر ابن محمدؑ سے علم حاصل کیا ہے۔(۳)

مسعودی نے لکھا ہے: ابوعبداللہ جعفر ابن محمد عوام وخواص دونوں کے لئے نشستیں رکھتے تھے لوگ مختلف شہروں سے آتے تھے اور آپ سے حلال وحرام کے مسائل، تفسیر، تاویل قرآن اور قضاوت کے احکام سیکھتے، آپ کے پاس سے کوئی بھی آپ کے جوابات سے راضی اور مطمئن ہوئے بغیر واپس نہیں جاتا تھا۔(۴)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۳۵
(۲) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۲۶
(۳) شرح نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۱۸
(۴) اثبات الوصیہ، ص ۱۵۶

عبادت اور بندگی

امام جعفر صادقؑ اپنے آباء واجداد کی طرح عبادت، بندگی معبود، خضوع وخشوع، ذکر الٰہی، اور دعا ونماز میں اپنے زمانے کے تمام لوگوں میں سب سے افضل تھے۔ جس کے بعض نمونے اشارہ کے طور پر ذکر کئے جارہے ہیں:

روایت میں ہے کہ امام جعفر صادقؑ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت فرمارہے تھے کہ اچانک آپ پر غشی طاری ہوگئی ہوش آنے پر جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں نے قرآن مجید کی بعض آیات کی اتنی تکرار کی جیسے انھیں خود خداوند عالم یا جبرئیل امین سے براہ راست سن رہا ہوں۔(۱)

ابان ابن تغلب نے بیان کیا ہے: میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا آپ نماز میں مشغول ہیں میں نے رکوع وسجود میں آپ کے ذکر کو گنا تو دیکھا کہ آپ نے ساٹھ مرتبہ تسبیح پروردگار کہی ہے۔(۲)

حمزہ ابن حمران اور حسن ابن زیاد کا بیان ہے: ہم امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا آپ کچھ لوگوں کے ساتھ نماز میں مشغول ہیں آپ نے ذکر سبحان ربی العظیم وبحمدہ کی ۳۳ یا ۳۴ مرتبہ تکرار کی۔(۳)

یحییٰ ابن علاء کا بیان ہے: امام جعفر صادقؑ ماہ رمضان المبارک کی تیئیسویں شب میں بہت سخت بیمار تھے اور آپ میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں تھی آپ نے حکم دیا آپ کا بستر مسجد النبی میں پہونچا دیا جائے اور صبح تک وہیں عبادت میں مصروف رہے۔(۴)

ابان ابن تغلب بیان کرتے ہیں: میں مکہ کے سفر میں امام جعفر صادقؑ کے ہمراہ تھا جب آپ حرم پہونچے سواری سے اترے غسل کیا اپنے جوتے ہاتھ میں لئے پا برہنہ حرم میں داخل ہوئے۔(۵)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۵۸
(۲) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۵۰
(۳) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۵۰
(۴) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۵۳
(۵) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۵۴

حفص ابن بختری نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں جوانی کے ایام میں عبادت میں بہت سعی کرتا تھا میرے والد نے فرمایا عبادت کے سلسلہ میں اپنے کو اتنی زحمت میں نہ ڈالو اس لئے کہ خداوند عالم جب اپنے کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کی تھوڑی سی عبادت کو بھی قبول کر لیتا ہے۔(۱)

معاویہ ابن وہب کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادقؑ کے ساتھ مدینہ کے بازار کی طرف جا رہا تھا وہ اپنے مرکب پر سوار تھے جب بازار کے نزدیک پہونچے تو آپ اپنے مرکب سے اترے اور سجدہ میں گر پڑے اور ایک طویل سجدہ کے بعد جب سر اٹھایا۔

میں نے عرض کیا: کہ آپ نے سواری سے اتر کر سجدہ فرمایا؟

تو آپ نے فرمایا: کہ مجھے خدا کی ایک نعمت یاد آ گئی اسی وجہ سے شکر خدا کا سجدہ بجالایا۔

میں نے عرض کیا: بازار کے پاس جہاں لوگوں کی رفت و آمد ہے۔

آپ نے جواب دیا: مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔(۲)

مالک ابن انس کا بیان ہے: میں کچھ عرصہ جعفر ابن محمد کے پاس آیا جایا کرتا تھا ان کو تین حالتوں میں کسی ایک حالت میں پاتا تھا یا نماز پڑھتے رہتے تھے یا روزہ کی حالت میں ہوتے تے یا قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے حدیث نقل کرتے وقت ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔(۳)

مالک ابن انس ہی کا بیان ہے: کہ ایک مرتبہ حج کے سفر میں امام جعفر صادقؑ کے ساتھ تھا میقات پر آپ نے احرام باندھنے کے لئے اپنی سواری روکی لیکن جتنا بھی چاہا لبیک کہیں نہیں کہہ سکے آواز گلے میں گھٹ کے رہ جاتی ایسا لگتا تھا جیسے اپنی سواری سے گر جائیں گے میں نے عرض کیا کیوں تلبیہ نہیں کہتے تو آپ نے فرمایا: میں کیسے لبیک کہوں جب کہ ممکن ہے خداوند عالم ہمارے جواب میں "لا لبيك و لا سعديك" کہہ دے۔(۴)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۵۵

(۲) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۲۱

(۳) تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۱۰۴؛ مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۲۹۷

(۴) مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۲۹۷

حلال روزی کمانا

امام جعفر صادقؑ کثیر علمی مشاغل رکھنے، اکثر اوقات اپنے علوم کی نشر و اشاعت اور شاگردوں کی تربیت میں مصروف رہنے کے باوجود فرصت کے وقت حلال روزی کے حصول کے لئے سعی کرتے تھے۔

عبدالاعلی کا بیان ہے: میں نے گرمی کے ایک دن امام جعفر صادقؑ کو مدینہ کے ایک راستہ میں دیکھا میں نے عرض کیا میں آپ پر فدا ہو جاؤں خداوند عالم کے نزدیک اتنے اہم مرتبہ پر فائز ہونے اور پیغمبر اسلامؐ سے قرابت داری کے باوجود اس شدید گرمی میں اپنے کو اتنی زحمت میں مبتلا کر رکھا ہے۔

آپ نے فرمایا: میں روزی حاصل کرنے گھر سے باہر نکلا ہوں تا کہ تجھ جیسے لوگوں کا محتاج نہ ہوں۔(۱)

اسماعیل ابن جابر کا بیان ہے: امام جعفر صادقؑ کو دیکھا اپنے کھیت میں ایک سوتی لباس پہن کر بیلچہ لئے ہوئے سنچائی میں مصروف تھے۔(۲)

ابو عمر سجستانی کا بیان ہے: میں نے امام جعفر صادقؑ کو دیکھا ایک موٹا لباس پہنے ہوئے کھیت میں کام کر رہے ہیں اور آپ کے جسم مبارک سے پسینہ بہہ رہا ہے۔

میں نے عرض کیا: اجازت ہو تو میں آپ کی مدد کر دوں؟

امامؑ نے فرمایا: سخت گرمی میں روزی حاصل کرنے کے لئے کام کرنا مجھے پسند ہے۔(۳)

شعیب کا بیان ہے کہ ہم نے امام جعفر صادقؑ کے کھیت میں کام کرنے کے لئے چند مزدور لئے اور یہ طے کیا کہ وہ عصر کے وقت تک کام کریں گے جب وہ لوگ کام سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ان کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ان کی مزدوری دیدو۔(۴)

محمد ابن عذافر نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: امام جعفر صادقؑ نے ایک ہزار

---

(۱) بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۵۵

(۲) بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۵۶

(۳) بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۵۷

(۴) بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۵۷

سات سو دینار میرے والد کو دیئے اور فرمایا ان پیسوں سے میرے لئے تجارت کرو اس کے بعد فرمایا نفع لینا اگر چہ اچھا ہے لیکن میرا مقصد صرف نفع لینا ہی نہیں بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ خداوند عالم مجھے اس حال میں دیکھے میں اس کے دیئے ہوئے فوائد سے بہرہ مند ہو رہا ہوں۔

میرے والد کا بیان ہے کہ میں نے اس مال سے تجارت کی اور مجھے سو دینار کا فائدہ ہوا میں نے امامؑ سے عرض کیا مجھے سو دینار کا فائدہ ہوا ہے اور یہ فائدہ آپ کا ہے آپ نے فرمایا اس پیسہ کو بھی اصلی سرمایہ میں اضافہ کرلو۔

کچھ عرصہ بعد میرے والد کا انتقال ہو گیا امام جعفر صادقؑ نے مجھے لکھا خدا تمہیں سلامت رکھے میرے ایک ہزار آٹھ سو دینار تمہارے والد کے پاس تھے میں نے انھیں اس لئے دیئے تھے کہ وہ اس پیسہ سے میرے لئے تجارت کریں وہ پیسے عمر ابن یزید کے حوالہ کردو. میں نے اپنے والد کے کاغذات دیکھے تو اس میں لکھا تھا کہ ابوموسیٰ کے ایک ہزار آٹھ سو دینار میرے پاس ہیں عبداللہ ابن سنان اور عمر ابن زید بھی اس بات کو جانتے ہیں۔(۱)

حسن سلوک اور راہ خدا میں خرچ کرنا

امام جعفر صادقؑ بھی اپنے آباء و اجداد کی طرح اپنے پاس کثیر سرمایہ نہ ہونے کے باوجود حتی الامکان فقیر، محتاج اور مقروض افراد کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے. جس کے بعض نمونے یہاں ذکر کئے جا رہے ہیں۔

ہشام ابن سالم بیان کرتے ہیں امام جعفر صادقؑ کی عادت تھی کہ رات کی تاریکی میں گوشت، روٹی اور پیسوں سے بھرے ہوئے تھیلے پیٹھ پر لاد کر مدینہ کے فقراء و مساکین کے گھروں پر جاتے تھے اور ان کے درمیان تقسیم کرتے تھے جب کہ وہ لوگ آپ کو پہچانتے بھی نہیں تھے آپ کی وفات کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے امام جعفر صادقؑ تھے۔(۲)

معلی ابن خنیس کا بیان ہے: کہ میں نے ایک رات جب بارش ہو رہی تھی امام جعفر صادقؑ کو

(۱) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۵۶
(۲) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۳۸

دیکھا کہ آپ بنی ساعدہ کے سائبان کی طرف جارہے تھے میں دور سے ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اچانک آپ کی پیٹھ سے کچھ گر پڑا۔

امامؑ نے فرمایا:"بسم اللّٰہ اللّٰھم ردہ علینا"(بسم اللہ معبودتو اسے مجھے واپس کردے) میں نزدیک گیا اور امامؑ کو سلام کیا.امامؑ نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا معلّیٰ جو کچھ زمین پر گیا ہے اسے اٹھانے میں میری مدد کرو۔

میں نے اندھیرے میں دیکھا کچھ روٹیاں پھیل کر بکھر گئیں تھیں ان کے ساتھ مجھے ایک تھیلا بھی ملا۔

میں نے عرض کیا: مجھے اجازت دیں اسے اٹھا کر پہونچادوں۔

آپ نے فرمایا:نہیں اس کا میں زیادہ حقدار ہوں تم میرے ساتھ رہو۔

ہم ساتھ ساتھ گئے یہاں تک کہ بنی ساعدہ کے سائبان کے پاس پہونچ گئے وہاں کچھ فقیر سو رہے تھے آپ نے ان سب کے پاس ایک ایک دودو روٹیاں رکھیں میں نے واپسی پر عرض کیا فرزند رسول کیا ان لوگوں کو حق کی معرفت ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اگر انھوں نے حق پہچان لیا ہوتا تو میں ان کے ساتھ کم سے کم نمک ضرور رکھتا۔(۱)

ہارون ابن عیسیٰ کا بیان ہے:امام جعفر صادقؑ نے اپنے فرزند محمدؒ سے فرمایا تمہارے پاس کتنا مال باقی بچا ہے انھوں نے عرض کیا چالیس دینار۔

آپ نے فرمایا: اسے فقراء میں تقسیم کردو۔

انھوں نے عرض کیا: پھر ہمارے لئے کچھ نہ بچے گا۔

امامؑ نے فرمایا: اس مال کو صدقہ دیدو خدا اس کی جگہ اور عطا کرے گا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ صدقہ روزی کی کنجی ہے۔

محمد نے اپنے والد کے حکم کے مطابق وہ چالیس دینار صدقہ دیدئے تھوڑی ہی دیر میں چار ہزار دینار ایک جگہ سے امامؑ کے لئے آئے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۷،ص ۲۰

امامؑ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: بیٹا ہم نے چالیس دینار خدا کی راہ میں دیئے خدا نے اس کے بدلہ چار ہزار دینار ہمارے لئے بھیج دیئے۔(۱)

ہیاج ابن بسطام کا بیان ہے: امام جعفر صادقؑ کے پاس جو کچھ رہتا تھا سب راہ خدا میں خرچ کر دیتے تھے اس طرح کہ آپ کے اہل و عیال تک کے لئے کچھ باقی نہ بچتا تھا۔(۲)

مفضل ابن قیس بیان کرتے ہیں: میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے اپنی مشکلات بیان کیں اور امام سے دعا کے لئے کہا. امامؑ نے اپنی کنیز سے کہا جو تھیلی ابو جعفر نے میرے لئے بھیجی ہے اسے لے آؤ۔

کنیز نے وہ تھیلی لا کر دی اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا. اس تھیلی میں چار سو دینار ہیں ان سے اپنی مشکلات برطرف کرلو۔

میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ میرا مقصد یہ نہیں تھا میں چاہتا تھا آپ میرے لئے دعا فرمادیں۔

امامؑ نے فرمایا: میں دعا بھی کروں گا۔

لیکن اپنی ساری مشکلات لوگوں کے سامنے بیان نہ کرنا اس لئے کہ ان کی نظر میں حقیر ہو جاؤ گے۔(۳)

ایک محتاج نے امام جعفر صادقؑ سے مدد کی درخواست کی. امامؑ نے اپنے غلام سے پوچھا تیرے پاس کتنے پیسے ہیں اس نے عرض کیا چار سو درہم۔

امامؑ نے فرمایا: یہ پیسہ اس شخص کو دیدو غلام نے پورے چار سو درہم فقیر کو دیدیئے اس نے پیسہ لیکر شکر ادا کیا اور چلا گیا۔

امامؑ نے اپنے غلام سے کہا: اسے واپس بلا لاؤ۔

غلام نے عرض کیا: آپ نے اسے عطا کر دیا اب کیوں کر واپس بلا رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے: بہترین صدقہ وہ ہے جس سے فقیر انسان کی ضرورت پوری ہو جائے میں نے اس کی ساری ضرورتوں کو پورا نہیں کیا. اس کے بعد آپ نے اپنی

(۱) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۳۸

(۲) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۲۳؛ تذکرۃ الخواص، ص ۳۴۲

(۳) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۳۴

انگوٹھی سائل کو عطا کر دی اور فرمایا اس انگوٹھی کی قیمت دس ہزار درہم ہے جب تمہیں ضرورت پڑے تو اس کو بیچ کر اپنی زندگی کی ضروریات میں خرچ کر لینا۔(۱)

عمر ابن یزید کا بیان ہے: ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ کے سامنے اپنی حاجت بیان کر کے آپ سے مدد کی درخواست کی۔

امامؑ نے فرمایا: فی الحال میرے پاس کچھ نہیں ہے جو تمہیں دے سکوں تھوڑی دیر ٹھہرو میرے لئے کچھ سامان آئے گا میں اسے بیچ کر انشاء اللہ تمہاری مدد کر دوں گا۔

اس شخص نے عرض کیا: کہ آپ مجھ سے وعدہ کریں۔

امامؑ نے فرمایا: میں اس خیر کے لئے تم سے کیسے وعدہ کر لوں جو ابھی یقینی نہیں ہے۔(۲)

ولید ابن صبیح کا بیان ہے: ایک شخص امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ معلیٰ ابن ختیس میرے مقروض ہیں اور انھوں نے میرا حق ضائع کر دیا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: تیرا حق معلیٰ کے قاتل نے ضائع کیا ہے اگر معلیٰ زندہ رہتے تو ضرور ادا کرتے اس کے بعد ولید سے فرمایا معلیٰ کا قرض ادا کر دو میں چاہتا ہوں کہ معلیٰ آرام وسکون سے رہیں اگر چہ وہ اب بھی سکون کے ساتھ ہیں۔(۳)

اونٹوں کے ساربان ابوحنیفہ کا کہنا ہے کہ میرے اور میرے ہم زلف کے درمیان میراث کے سلسلہ میں کچھ نزاع تھا ہمارے پاس سے مفضل کا گذر ہوا وہ کچھ دیر رکے اور کہا کہ تم لوگ میرے گھر آؤ ہم لوگ ان کے گھر گئے انھوں نے ہم دونوں کے درمیان چار سو درہم میں صلح کروادی اور وہ درہم اپنے پاس سے دیکر کہا یہ میرے ذاتی پیسہ نہیں ہیں بلکہ امام جعفر صادقؑ کے ہیں انھوں نے مجھ سے فرمایا ہے کہ اگر میرے دو اصحاب میں نزاع ہو تو میرے مال سے ان کے درمیان صلح کرا دینا۔(۴)

فضیل ابن ابی قرہ کا بیان ہے: امام جعفر صادقؑ نے دیناروں سے بھری ہوئی تھیلیاں ایک شخص

(۱) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۶۱
(۲) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۵۸
(۳) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۳۴۷
(۴) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۵۷؛ مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۲۹۵

کو دیں اور فرمایا کہ اس کو میرے فلاں فلاں رشتہ دار کے یہاں دے آؤ اور ان سے کہنا یہ تمہارے لئے عراق سے بھیجی گئی ہیں۔

وہ شخص امامؑ کے حکم کے مطابق وہ رقم ان افراد کے گھر دے آیا وہ لوگ اسے لے کر کہتے تھے خدا تمہیں جزائے خیر دے لیکن میرے اور جعفر کے درمیان فیصلہ کرے، جو ہم پر کوئی توجہ نہیں کرتے۔

جس وقت اس شخص نے آ کر امام کے سامنے ان کی باتوں کو دہرایا امامؑ سجدہ میں گر پڑے اور فرمایا پروردگار مجھے میرے والد کے بیٹوں کے سلسلہ میں متواضع قرار دے۔(۱)

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: فرزند رسولؐ میں نے سنا ہے کہ آپ زراعت سے حاصل ہونے والے غلہ میں کوئی مخصوص عمل انجام دیتے ہیں اس کے بارے میں ہم خود آپ سے سننا چاہتے ہیں امامؑ نے فرمایا، ہاں میں نے حکم دیا ہے کہ جب باغ کے پھل تیار ہو جائیں تو بیچ سے دیوار شگافتہ کر دیں تاکہ جو چاہے باغ میں آ کر پھل کھا سکے اس کے علاوہ میں نے حکم دیا ہے کہ روزانہ دس پھلوں سے بھرے ہوئے دس ظروف تیار کئے جائیں جن میں سے ہر ظرف دس آدمیوں کے کھانے کے لئے کافی ہو دس دس آدمی اندر آ کر کھاتے جائیں اور واپس جاتے جائیں ان میں سے ہر ایک کے لئے تقریباً تین پاؤ خرمے رکھے جائیں اس کے علاوہ باغ کے تمام پڑوسیوں کے لئے جن میں بوڑھے بچے اور عورتیں جو باغ میں نہیں جاسکتے تھے ایک مدخرما بھیجتا ہوں۔

جب ان میں سے مزدوروں، قیمت لگانے والوں وکیلوں اور باقی افراد کے حقوق دے چکتا ہوں تو باقی مقدار مدینہ منگواتا ہوں اس میں سے کچھ اپنے خاندان اور ضرورت مندوں میں دو دو تین تین بار یا اس سے کم و زیادہ جتنی انھیں ضرورت ہوتی ہے تقسیم کرتا ہوں اس سب کے بعد بھی میرے لئے چار سو دینار باقی بچتے ہیں جب کہ پورے باغ کی آمدنی چار ہزار دینار ہوتی ہے۔(۲)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۶۰

(۲) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۵۱

انصاف اور انسان دوستی

ابوجعفر نزاری کا بیان ہے: امام جعفر صادقؑ نے اپنے غلام مصادف کو ایک ہزار دینار دیئے اور ان سے فرمایا اس پیسہ سے تجارت کرو اور مصر جاؤ اس لئے کہ میرے عیال میں اضافہ ہوگیا ہے مصادف نے اس پیسہ سے سامان خریدا اور تاجروں کے قافلہ کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوگئے جب مصر کے قریب پہونچے تو شہر سے باہر ہی کچھ لوگوں نے ان کا استقبال کیا تاجروں نے ان سے اپنے سامان کے بارے میں دریافت کیا جو عام انسانوں کی ضرورت کا سامان تھا ان لوگوں نے بتایا شہر میں ان چیزوں کی کمی ہے ان تاجروں نے عہد کیا کہ اپنا سامان دوگنے نفع سے کم پر نہیں بیچیں گے۔

ان لوگوں نے ویسا ہی کیا اور اپنا سامان دوگنی قیمت پر بیچ کر مدینہ واپس آئے۔

مصادف بھی امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں دو تھیلیاں لیکر حاضر ہوئے جن میں ایک ایک ہزار دینار تھے۔

امامؑ سے عرض کیا: ایک تھیلی میں اصلی سرمایہ ہے اور دوسری میں اتنی ہی مقدار میں اس کا نفع۔

امامؑ نے فرمایا: کہ یہ نفع بہت زیادہ ہے اتنا نفع کیسے حاصل ہوا مصادف نے امامؑ سے سارا ماجرا بیان کیا۔

امامؑ نے فرمایا: سبحان اللہ تم لوگوں نے یہ عہد کیسے کرلیا کہ اپنا سامان دوگنی قیمت سے کم پر نہ بیچو گے۔

اس کے بعد آپ نے ان میں سے ایک تھیلی لے لی اور فرمایا: یہ میرا اصلی سرمایہ ہے اور جو نفع اس راہ سے حاصل ہوا ہے اس کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اے مصادف تلوار چلانا حلال روزی کمانے سے آسان ہے۔(۱)

معتب کا بیان ہے:

امام جعفر صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: مدینہ میں کھانے پینے کا سامان مہنگا ہوگیا ہے ہمارے پاس کھانے کا کتنا سامان ہے۔

---

(۱) بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۵۹

میں نے عرض کیا: چند مہینے کھانے کا سامان ہے۔
امامؑ نے فرمایا: اسے بازار لے جا کر بیچ دو۔
میں نے عرض کیا: کہ مدینہ میں ضرورت کی چیزوں کی کمی ہے۔
امامؑ نے فرمایا: اسے لیجا کر بیچ دو اور ہمارے لئے دوسرے افراد کی طرح روزانہ کا سامان خرید کر لایا کرو۔
آپ نے فرمایا: ہمارے گھر والوں کا کھانا جو اور گیہوں ہونا چاہئے خدا جانتا ہے کہ میں اپنے گھر والوں کے لئے خالص گیہوں مہیا کر سکتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ خدا گواہ رہے کہ میں اپنے اور اپنے گھر والوں کے سلسلہ میں اعتدال اور میانہ روی رکھتا ہوں۔(۱)

مومنین کو شاد کرنے کی تاکید

امام جعفر صادقؑ حسن سلوک کے ساتھ ساتھ مشکلوں میں گرفتار افراد کی مشکلات حل کرنے کے لئے بھی اقدام فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔
ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: نجاشی جس کے پاس اہواز اور فارس کی ولایت ہے اس کے دیوان میں کچھ ٹیکس میرے ذمہ لکھ دیا گیا ہے جس کو ادا کرنے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے نجاشی آپ کا عقیدتمند ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس سے سفارش کر دیں۔
امام جعفر صادقؑ نے ایک خط میں لکھا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم. سر اخاك یسرك اللہ"، تم اپنے بھائی کو خوش کرو خدا تمہیں خوش کرے گا۔
وہ شخص خط لیکر اپنے وطن واپس آ گیا اور نجاشی کے پاس جا کر تنہائی میں اسے وہ خط دیا اور اس سے کہا یہ خط امام جعفر صادقؑ نے تمہارے لئے لکھا ہے نجاشی نے وہ خط لیکر اس کا بوسہ لیا اور اس کو اپنی آنکھوں سے لگایا اور اس سے پوچھا تیری حاجت کیا ہے اس شخص نے عرض کیا کہ آپ کے دیوان میں جو ٹیکس میرے اوپر لگایا گیا ہے میں اسے ادا نہیں کر سکتا نجاشی نے پوچھا کتنا ہے میں نے عرض کیا دس ہزار درہم۔

(۱) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۵۹

نجاشی نے اپنے کاتب کو بلا کر اس سے کہا کہ اس شخص کا قرض میرے ذاتی مال سے ادا کر دو اور حکم دیا کہ آئندہ سال کا ٹیکس بھی اس سے نہ لیا جائے اس کے بعد اس شخص سے فرمایا: کیا میں نے تجھے خوش کر دیا؟

اس نے کہا: ہاں! میں آپ پر قربان جاؤں۔

اس کے بعد نجاشی نے حکم دیا ایک سواری ایک غلام اور ایک کنیز اور ایک موٹا لباس اسے عطا کیا جائے اور ہر چیز دیتے وقت پوچھتا جاتا تھا کہ آیا میں نے تجھے راضی کیا؟ وہ جواب دیتا تھا. ہاں. اس کے بعد نجاشی نے کہا کہ اس کے گھر کا فرش جس پر امام جعفر صادقؑ کا خط مجھے ملا اٹھا دو اور اس شخص کو دیدو پھر اس سے کہا کہ آئندہ جب تمہیں کوئی ضرورت پڑے تو میرے پاس آ جانا۔

اس شخص نے سارا سامان لیا اور وہاں سے چلا گیا کچھ عرصہ بعد امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے نجاشی کے برتاؤ کے بارے میں بیان کیا امام بہت خوش ہوئے اس شخص نے عرض کیا فرزند رسولؐ کیا نجاشی کے عمل سے آپ کو خوشی ہوئی۔

امامؑ نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم خدا اور رسولؐ بھی اس کے اس عمل سے راضی اور خوشنود ہیں۔(۱)

محمد ابن بشر، شہاب کے ایک ہزار دینار کے مقروض تھے اور ان میں اس کے ادا کرنے کی طاقت نہیں تھی وہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ شہاب سے گفتگو کر کے قرض کی ادائیگی میں موسم حج کے بعد تک کی مہلت دلوادیں۔

امام جعفر صادقؑ نے شہاب کو بلوایا اور اس سے فرمایا: تم محمد کے حالات اور ان سے ہمارے روابط سے واقف ہو ان کا کہنا ہے کہ وہ تمہارے ایک ہزار دینار کے مقروض ہیں انھوں نے یہ پیسہ اپنے کھانے پینے اور خواہشات پوری کرنے میں خرچ نہیں کئے ہیں بلکہ ان کا بھی دوسروں پر قرض ہے میں چاہتا ہوں تم اپنا قرض معاف کر دو پھر آپ نے فرمایا: شاید تم سوچ رہے ہو کہ خدا اس مال کے بدلہ ان کی نیکیاں تمہارے نامہ اعمال میں منتقل کر دے گا۔

شہاب نے عرض کیا: ہم یہی سمجھ رہے تھے۔

امامؑ نے فرمایا: خداوند عالم اس سے زیادہ عادل ہے کہ اس کے بندہ سردی کی راتوں میں عبادت

(۱) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۳۷

میں مشغول رہیں اور گرمی کے دنوں میں روزہ رکھیں خانہ خدا کا طواف کریں اس کے بعد وہ یہ سب ان سے لیکر دوسروں کو دیدے۔

نہیں ایسا نہیں ہے. بلکہ خدا کا فضل زیادہ ہے اور وہ اپنے مومن بندوں پر بہت مہربان ہے۔

شہاب نے عرض کیا: فرزند رسولؐ میں نے ان کا قرض معاف کردیا۔(۱)

مصیبت پر صبر

قتیبہ کا بیان ہے: میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دروازہ پر ہی امامؑ کو دیکھا کہ آپ بیمار بیٹے کی عیادت کے لئے انتہائی غمزدہ ہیں۔

میں نے آپ کے فرزند کا حال دریافت کیا. امامؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ابھی اسی بیماری کی حالت میں ہے کچھ دیر بعد امامؑ گھر کے اندر گئے اور جلد ہی دوبارہ واپس آگئے آپ کے چہرہ پر چمک پائی جا رہی تھی اور غم والم کے آثار ختم ہو چکے تھے ہم نے سوچا امامؑ کے فرزند کی حالت بہتر ہوگئی ہے ہم نے بچہ کی حالت دریافت کی۔

امامؑ نے فرمایا: اس کا انتقال ہوگیا۔

میں نے عرض کیا: جب آپ کا بچہ زندہ تھا آپ غمزدہ تھے لیکن اب جب وہ دنیا سے رخصت ہوگیا تو آپ کا غم والم ختم ہوگیا. ایسا کیوں؟

امامؑ نے فرمایا: ہم اہلبیتؑ کی سیرت یہ ہے کہ مصیبت آنے سے پہلے غمزدہ ہوتے ہیں لیکن مصیبت آجانے کے بعد خدا کے حکم پر راضی رہتے ہیں۔(۲)

سفیان ثوری امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کی حالت بدلی ہوئی دیکھی اور اس کا سبب دریافت کیا۔

امامؑ نے فرمایا: میں نے اپنے گھر والوں کو چھت پر جانے سے منع کیا تھا میں جب گھر میں داخل ہوا ایک کنیز کو دیکھا کہ میرے ایک بیٹے کو اپنی دوش پر لئے سیڑھی سے اوپر جارہی ہے مجھے دیکھ کر

(۱) بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۳۶۴

(۲) بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۴۹

خوف سے اس طرح کانپی کہ بچہ زمین پر گر کر مر گیا اب میں اپنے بیٹے کی موت سے پریشان نہیں ہوں بلکہ اس لئے پریشان ہوں کہ کنیز مجھ سے ڈر گئی اور یہ حادثہ اس وجہ سے رونما ہوا اس کے بعد آپ نے کنیز سے فرمایا: میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا تمہارے اوپر کوئی حق نہیں ہے. آپ نے اپنی اس بات کو دو مرتبہ دہرایا۔(۱)

علاء ابن کامل کا بیان ہے: میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت حاضر ہوا اچانک گھر کے اندر سے رونے کی آواز بلند ہوئی. امام جعفر صادقؑ نالہ شیون سن کر اٹھے اور فرمایا: "انا للہ و انا الیہ راجعون" اس کے بعد بیٹھ گئے اور اسی طرح گفتگو جاری رکھی یہاں تک کہ گفتگو ختم ہو گئی تو فرمایا، ہم اپنے بچوں اور اموال کی سلامتی چاہتے ہیں لیکن جب قضاء الٰہی آ جائے تو مناسب نہیں ہے کہ جو خدا نہ چاہتا ہو ہم اس کی تمنا کریں۔(۲)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۲۴؛ مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۲۹۶
(۲) بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۴۹

ساتویں امام

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

امام موسیٰ کاظمؑ ۷/صفر ۱۲۸ھ مکہ اور مدینہ کے درمیان ابوا نامی علاقہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد امام جعفر صادقؑ اور والدہ جناب حمیدہؑ تھیں۔

اسم گرامی موسیٰ اور کنیت ابوالحسن، ابوابراہیم، ابوعلی اور ابواسماعیل تھی اور آپ کے القاب عبد صالح، نفس زکیہ، زین المجتہدین، صابر، امین، زاہد اور صالح تھے آپ کا سب سے مشہور لقب کاظم ہے۔

۲۵ رجب ۱۸۳ھ کو بغداد میں سندی ابن شاہ ملک کے قید خانہ میں شہید ہوئے اور قریش کے قبرستان میں دفن ہوئے جو کاظمین کے نام سے مشہور ہے اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۵ سال تھی آپ نے ۲۰ سال اپنے والد کے ساتھ زندگی بسر کی اور ۳۵ سال منصب امامت پر فائز رہے۔(۱)

امام موسیٰ کاظمؑ نے ماحول فراہم نہ ہونے کی وجہ سے خلفاء وقت کے ساتھ کسی قسم کا ٹکراؤ نہیں رکھا وہ عبادت اور اپنی زندگی کے دوسرے امور کی دیکھ بھال میں مصروف رہنے کے علاوہ اپنا زیادہ وقت دینی علوم کی ترویج، لوگوں کی ہدایت، شاگردوں اور راویان حدیث کی تعلیم و تربیت میں صرف کرتے تھے اس طرح کہ آپ کے شاگرد اپنے زمانے کے بزرگ علماء و فقہاء دین شمار ہوتے تھے۔

لیکن اس کے باوجود آپ کے زمانے کے خلفاء اور حکام آپ کی علمی شخصیت اور سماج میں آپ

---

(۱) الارشاد، ج ۲، ص ۲۱۵؛ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۱ و ۶ و ۷، مطالب السؤول، ج ۲، ص ۱۲۰، الفصول المہمہ، ص ۲۱۴، مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۳۴۸؛ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۹۔۱

کے عزت واحترام سے خوفزدہ اور ہمیشہ آپ اور آپ کے شیعوں کی طرف سے ہوشیار رہتے تھے ان کے نقل وحرکت پر نظر رکھتے تھے اور ان کی زندگی میں مختلف قسم کی مشکلات کھڑی کرتے تھے کئی مرتبہ آپ کو مدینہ سے بغداد بلایا گیا اور کئی مرتبہ آپ کے قتل کا ارادہ بھی کیا گیا لیکن مصلحت پروردگار کہ ایسا نہیں کر سکے اور امامؑ صحیح وسالم دوبارہ مدینہ واپس پہونچ گئے۔

آخر کار اپنے بعض رشتہ داروں کی شکایت پر ہارون رشید کے ذریعہ آپ کو مدینہ سے بغداد بلایا گیا اور ایک طویل مدت تک بصرہ اور بغداد کے قید خانہ میں قید رکھا گیا آپ کا آخری قید خانہ بغداد میں سندی ابن شاہک کا قید خانہ تھا اس قید خانہ میں آپ کے ساتھ بہت سخت برتاؤ کیا جاتا تھا۔

اور ایک دن اسی قید خانہ میں ہارون رشید کے حکم سے سندی ابن شاہک نے آپ کو زہر دیدیا چندروز کے بعد آپ کی شہادت ہوگئی آپ کا جسد اطہر بغداد کے پاس قریش کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔(۱)

امامت کی دلیلیں

پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ امامت کی دلیلوں کو دو قسموں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے، ایک عام دلیلیں جن کو ہر امام کی امامت پر قائم کیا جاسکتا ہے دوسرے خاص دلیلیں جو ہر امام کے لئے اس سے پہلے والے امام کے ذریعہ بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی قسم کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا چکا ہے. یہاں پر صرف ان دلیلوں کا تذکرہ کیا جائے گا جو امام جعفر صادقؑ کے ذریعہ اپنے فرزند امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کے بارے میں بیان کی گئی ہیں۔

شیخ مفید نے لکھا ہے مفضل ابن عمر جعفی معاذ ابن کثیر، عبدالرحمٰن ابن حجاج، فیض ابن مختار، یعقوب ابن سراج، سلیمان ابن خالد، صفوان ابن جمال وغیرہ امام جعفر صادقؑ کے خاص اور قابل اعتماد اصحاب میں سے تھے جنھوں نے ابوالحسن موسیٰ ابن جعفرؑ کی امامت کے بارے میں روایات نقل کی ہیں۔

(۱) الارشاد، ج۲، ص۲۴۳۔۲۳۷

امام جعفر صادقؑ کے دو فرزند اسحٰق اور علی (جن کے صاحب فضیلت اور متقی ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے) ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کا اقرار واعلان کیا ہے۔

مفضل ابن عمر کا بیان ہے: میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ ابو ابراہیم موسیٰ ابن جعفرؑ جو ابھی بچے تھے امام کے پاس تشریف لائے امام جعفر صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: اپنے اس فرزند کے بارے میں تم کو وصیت کرتا ہوں اصحاب میں جس پر تمہیں بھروسہ ہو اس سے ان کے بارے میں وصیت کر دینا۔(۱)

معاذ ابن کثیر کا بیان ہے: میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا: میں خدا سے چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ کو آپ کے والد کا مرتبہ اور منصب عطا کیا اسی طرح آپ کے بعد آپ کی نسل میں بھی کسی کو عطا کر دے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: خداوند عالم نے ایسا شخص ہمیں عطا کر دیا ہے۔

میں نے عرض کیا: وہ کون ہے؟ میں آپ پر قربان جاؤں آپ نے عبد صالح کی طرف اشارہ کیا جو وہاں سو رہے تھے اور فرمایا، یہی جو سو رہے ہیں۔(۲)

عبدالرحمٰن ابن حجاج کا بیان ہے: میں جعفر ابن محمدؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ وہ فلاں منزل میں وہاں کی مسجد میں دعا میں مشغول تھے اور موسیٰ ابن جعفر آپ کی داہنی طرف بیٹھے ہوئے تھے میں نے عرض کیا، کہ آپ کو اپنے ساتھ میری عقیدت اور محبت کا علم ہے آپ کے بعد ولی امر کون ہے؟

آپ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن موسیٰ نے پیغمبر اسلامؐ کی زرہ پہنی تو ان کے جسم پر صحیح آئی۔

میں نے عرض کیا: میرے لئے ثابت ہو گیا اور اب مجھے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔(۳)

فیض ابن مختار کا کہنا ہے: میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ میرا ہاتھ پکڑ لیں اور مجھے جہنم کی آگ سے نجات دیدیں آپ کے بعد آپ کی جگہ پر کون ہوگا؟ اسی وقت ابو ابراہیم جو ابھی بچے تھے وہاں تشریف لائے امام جعفر صادقؑ نے میرے جواب میں ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، یہ تمہارے ولی ہوں گے۔(۴)

---

(۱) الارشاد، ج ۲، ص ۲۱۶؛ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۹
(۲) الارشاد، ج ۲، ص ۲۱۶؛ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۹
(۳) الارشاد، ج ۲، ص ۲۱۷، الفصول المہمہ، ص ۲۱۳؛ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۱۰
(۴) الارشاد، ج ۲، ص ۲۱۷، الفصول المہمہ، ص ۲۱۳؛ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۱۰

منصور ابن حازم کا بیان ہے: میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں موت برحق ہے اور تمام انسانوں کو مرنا ہے اگر آپ کے لئے ایسا حادثہ پیش آ جائے تو آپ کے بعد امام کون ہوگا؟

آپ نے ابوالحسن کے شانہ پر ہاتھ مار کر کہا: یہ تمہارے امام اور ولی ہیں۔

آپ نے یہ بات اس وقت فرمائی جب ابوالحسن موسیٰ ابن جعفر صادقؑ ابھی صرف پانچ سال کے تھے اور عبداللہ ابن جعفرؑ بھی وہاں موجود تھے۔(۱)

عیسی ابن عبداللہ سے روایت ہے: کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا اگر خدانخواستہ آپ کے لئے کوئی حادثہ پیش آ جائے تو ہم کس کا اتباع کریں؟

آپ نے اپنے فرزند موسیٰؑ کی طرف اشارہ فرما کر کہا ان کا۔

میں نے عرض کیا اگر موسیٰ ابن جعفرؑ کے لئے بھی کوئی حادثہ پیش آ جائے تو کس کی طرف رجوع کریں آپ نے فرمایا ان کے فرزند کی طرف۔

میں نے عرض کیا: اگر ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو جب کہ ان کے بڑے بھائی موجود ہوں اور ان کا بیٹا ابھی چھوٹا ہو؟

آپ نے فرمایا: ان کے بیٹے کی طرف ہی رجوع کرنا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔(۲)

طاہر ابن محمد کا بیان ہے: میں نے امام جعفر صادقؑ کو دیکھا آپ اپنے فرزند عبداللہ کو موعظہ فرما رہے تھے کہ تم کیوں اپنے بھائی کی طرح نہیں ہو خدا کی قسم میں ان کے چہرہ پر نور دیکھتا ہوں عبد اللہ نے عرض کیا: کیا ہم دونوں کے والد اور ہماری اصل ایک نہیں ہے؟۔

تو امامؑ نے فرمایا: وہ میرے نفس سے ہیں اور تم میرے بیٹے ہو۔(۳)

یعقوب ابن سراج کا بیان ہے: میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ ابوالحسن کے گہوارہ کے سرہانے کھڑے تھے اور چپکے چپکے ان سے باتیں کر رہے تھے آپ بہت دیر

(۱) الارشاد، ج۲، ص۲۱۷، الفصول المہمہ، ص۲۱۳؛ کشف الغمہ، ج۳، ص۱۰

(۲) الارشاد، ج۲، ص۲۱۸؛ کشف الغمہ، ج۳، ص۱۰

(۳) الارشاد، ج۲، ص۲۱۸؛ کشف الغمہ، ج۳، ص۱۰

تک باتیں کرتے رہے میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ آپ کی باتیں ختم ہوگئیں اس کے بعد میں اٹھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے فرمایا، اپنے مولا کے نزدیک جاؤ اور ان کو سلام کرو میں اس بچہ کے قریب گیا اور سلام کیا انھوں نے فصیح زبان میں میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

اپنی بیٹی جس کا تم نے ابھی نام رکھا ہے جا کر اس کا نام بدل دو اس لئے کہ اس نام سے خدا ناراض ہوتا ہے اس زمانے میں میرے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تھی اور میں نے اس کا نام حمیراء رکھا تھا۔

امام جعفر صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: میرے بیٹے کے حکم پر عمل کرو. میں نے اپنی بیٹی کا نام بدل دیا۔(۱)

صفوان جمال بیان کرتے ہیں: میں نے امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ امر امامت کا حامل کون ہے؟

آپ نے فرمایا: جو لہو ولعب اور فعل عبث انجام نہ دیتا ہو اسی وقت ابوالحسنؑ داخل ہوئے جب کہ آپ کے پاس بکری کا نومولود بچہ تھا اور آپ اس سے فرما رہے ہیں خدا کا سجدہ کرو. امام جعفر صادقؑ نے ان کو گود میں اٹھالیا اور فرمایا، ''بابی انت و امی من لایلهو و لایلعب'' میرے ماں باپ اس پر فدا ہو جائیں جو لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوتا۔(۲)

اسحاق ابن جعفر بیان کرتے ہیں: ایک دن میں اپنے والد کے پاس تھا علی ابن عمر ابن علی نے آپ سے عرض کیا، میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے بعد میں اور دوسرے تمام لوگ کس کی پناہ میں ہوں گے؟

آپ نے فرمایا: جس کے پاس دو زرد لباس اور دو گیسوں ہوں اور وہ ابھی آنے والے ہیں تھوڑی ہی دیر میں دروازہ کھلا اور ابو ابراہیم موسیٰ داخل ہوئے جب کہ وہ ابھی بچے تھے اور دو زرد لباس پہنے ہوئے تھے۔(۳)

محمد ابن ولید کا بیان ہے: میں نے علی ابن جعفر ابن محمد سے سنا ہے انھوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد جعفر ابن محمد سے سنا ہے آپ اپنے مخصوص اصحاب سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے میں

---

(۱) الارشاد، ج۲، ص۲۱۷، اثبات الوصیہ، ص۱۶۲؛ کشف الغمہ، ج۳، ص۱۱

(۲) الارشاد، ج۲، ص۲۱۹

(۳) الارشاد، ج۲، ص۲۱۹

تمہیں اپنے بیٹے موسیٰ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ وہ میری اولاد میں سب سے بہتر اور میرے بعد میرے قائم مقام، میرے خلیفہ اور میرے بعد روی زمین پر حجت ہوں گے۔(۱)

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اس بحث کے خاتمہ میں لکھا ہے: علی ابن جعفر اپنے بھائی موسیٰ سے بہت محبت فرماتے تھے اوران کی اطاعت کرتے تھے ان سے احکام شریعت معلوم کرتے تھے مسائل دریافت کرتے تھے اوران کا جواب سن کر روایت کرتے تھے۔(۲)

نصر ابن قابوس بیان کرتے ہیں: میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا آپ کے بعد کون امام ہوگا؟ آپ نے فرمایا: میرے بیٹے ابوالحسن موسیٰ ابن جعفر میرے بعد امام ہوں گے۔(۳)

سلیمان ابن خالد نے بیان کیا: ہم ایک دن امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں تھے آپ نے اپنے فرزند ابوالحسن کو بلایا اور فرمایا میرے بعد ان کی طرف رجوع کرنا خدا کی قسم وہ تمہارے ولی ہیں۔(۴)

داؤد ابن کثیر کا بیان ہے: میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں اگر آپ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو کس کی طرف رجوع کروں؟

امامؑ نے فرمایا: میرے فرزند موسیٰ کی طرف امام جعفر صادقؑ کی شہادت کے بعد امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت میں مجھے ایک لحظہ کے لئے بھی شک نہیں ہوا۔(۵)

محمد ابن سنان اور ابو علی زراد نے ابراہیم کرخی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں امام جعفر صادقؑ کے پاس تھا ابوالحسن موسیٰ ابن جعفر جو ابھی بچہ تھے وہاں تشریف لائے. میں نے اٹھ کر آپ کے چہرہ کا بوسہ لیا اور بیٹھ گیا امام جعفر صادقؑ نے فرمایا، یہ میرے بعد تمہارے ولی ہیں۔(۶)

امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کے سلسلہ میں وارد ہونے والی روایات اور دلیلوں کے یہ چند نمونے

(۱) الارشاد، ج۲، ص۲۲۰

(۲) الارشاد، ج۲، ص۲۲۰

(۳) اثبات الوصیہ، ص۱۶۲

(۴) کشف الغمہ، ج۳، ص۱۱

(۵) بحار الانوار، ج۴۸، ص۱۴

(۶) بحار الانوار، ج۴۸، ص۱۵

تھے جو آپ کے والد امام جعفر صادقؑ نے بیان کیا تھا اس کے علاوہ آپ کے بہت سے معجزات اور کرامات بھی نقل ہوئے ہیں جس کو اختصار کے پیش نظر ذکر نہیں کیا جا رہا ہے۔

فضائل و کمالات

امام موسیٰ ابن جعفرؑ اپنے آباء و اجداد کی طرح تمام انسانی کمالات کے حامل اور اپنے زمانے کے تمام افراد میں سب سے نمایاں تھے بہت سے علماء نے آپ کی شخصیت کو سراہا ہے جس کے مندرجہ ذیل نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں:

ابن صباغ مالکی نے تحریر کیا ہے: موسیٰ ابن جعفرؑ عظیم، جلیل القدر اور یکتائے روزگار امام تھے آپ ایک عظیم دانشور اور حجت تھے ان کی راتیں عبادت میں بسر ہوتی تھیں خطا کاروں کی خطاؤں کو اتنا زیادہ نظر انداز کرتے تھے کہ آپ کا نام ہی کاظم پڑ گیا آپ عراق کے لوگوں میں باب الحوائج کے نام سے مشہور ہیں۔(۱)

احمد ابن حجر ہیثمی نے لکھا ہے: موسیٰ ابن جعفرؑ علم و معرفت، کمال اور فضیلت میں اپنے والد کے وارث تھے آپ اتنے حلیم اور بردبار تھے کہ آپ کا نام کاظم پڑ گیا آپ عراق کے لوگوں میں باب الحوائج کے نام سے مشہور ہیں اپنے زمانے میں سب سے بڑے عبادت گذار سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ سخی اور صاحب کرم تھے۔(۲)

ابن صباغ مالکی نے ہی لکھا ہے: اپنے زمانے کے تمام افراد میں سب سے بڑے عبادت گذار، سب سے زیادہ عالم، سب سے زیادہ سخی اور صاحب کرم تھے۔

فقراء مدینہ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر برابر درہم و دینار ان کے گھروں میں بھیجتے تھے جب کہ ان کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ درہم و دینار انھیں کہاں سے مل رہے ہیں امام کی شہادت کے بعد ان کو علم ہوا کہ ان کا خرچ کہاں سے آتا تھا۔(۳)

(۱) الفصول المہمہ، ص۲۱۳
(۲) الصواعق المحرقہ، ص۲۰۳
(۳) الفصول المہمہ، ص۲۱۹

ابن حجر عسقلانی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے: کہ آپ کے فضائل وکمالات بہت زیادہ ہیں۔(۱)

خطیب بغدادی نے عبدالرحمٰن ابن صالح ازدی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے بیان کیا جس سال ہارون رشید حج پر گیا قریش کی ایک جماعت اور بعض دوسرے قبائل کے بزرگوں کے ساتھ پیغمبر اسلاؐم کی زیارت کے لئے آپ کے حرم مطہر میں داخل ہوا، موسیٰ ابن جعفرؑ بھی اس کے ہمراہ تھے جب ہارون پیغمبر اسلاؐم کی قبر پر پہونچا، فرمایا "السلام عليك يا ابن عم" ابن عم کہہ کر وہ دوسروں پر فخر جتانا چاہتا تھا لیکن اس کے فوراً بعد امام موسیٰ ابن جعفرؑ قبر مطہر کے نزدیک پہونچے اور فرمایا: "السلام عليك يا ابه" پدر بزرگوار آپ پر سلام ہو یہ سن کر ہارون کا چہرہ اتر گیا۔

اور امامؑ سے عرض کیا: اے ابوالحسنؑ حقیقت میں قابل فخر یہی ہے جو آپ نے فرمایا۔(۲)

ابن شہر آشوب نے تحریر کیا ہے: موسیٰ ابن جعفرؑ فقہ اور حفظ قرآن میں اپنے زمانے کے تمام انسانوں سے بہتر تھے قرآن مجید کی بہترین آواز سے تلاوت کرتے تھے، قرأت قرآن کے وقت گریہ فرماتے تھے ساتھ ساتھ سامعین بھی گریہ فرماتے تھے آپ کی شان اور مرتبہ سب سے افضل تھا آپ کا دست مبارک سب سے زیادہ سخی، زبان سب سے زیادہ فصیح اور قلب مبارک سب سے زیادہ شجاع و بہادر تھا ولایت کا شرف آپ سے مخصوص تھا آپ کو پیغمبر اسلاؐم کی میراث ملی اور خلافت کے منصب پر فائز ہوئے۔(۳)

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تحریر کیا ہے: حضرت امام ابوالحسنؑ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گذار، سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ سخی اور کریم تھے۔(۴)

علی ابن ابی الفتح اربلی نے کمال الدین سے روایت کی ہے: ابوالحسن موسیٰ ابن جعفرؑ کے بارے میں اس طرح ذکر ہے. آپ ایک بزرگ، جلیل القدر، راتوں کو بہت زیادہ عبادت کرنے والے امام تھے، خداوند عالم کی عبادت و بندگی میں سعی فرماتے تھے آپ کی کرامات قابل دید اور عبادات مشہور

(۱) تہذیب التہذیب، ج۱۰، ص۳۴۰

(۲) تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۳۱

(۳) مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۳۴۸

(۴) الارشاد، ج۲، ص۲۳۱

تھیں، فرائض کے پابند تھے رات سجدے اور قیام کی حالت میں بسر فرماتے تھے اور دن میں روزہ رکھتے تھے اور صدقہ دیتے تھے۔

اتنے زیادہ صاحب حلم اور غصہ کو برداشت کرنے والے تھے کہ آپ کو کاظم کہا جانے لگا اپنے ساتھ برائی کرنے والوں کے ساتھ احسان فرماتے تھے ان کی غلطیوں کو معاف کردیتے تھے کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کو عبد صالح کہا جاتا تھا عراق میں باب الحوائج کے نام سے مشہور ہیں آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں جن کے ذریعہ خدا کے نزدیک آپ کے مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔(۱)

مامون کا کہنا ہے: میں نے اپنے باپ رشید سے عرض کیا: اے امیر المومنین جس شخص کا آپ نے اتنا احترام کیا ان کے آنے کے وقت اٹھ کر کھڑے ہوئے ان کا استقبال کیا اور ان کو اپنی جگہ بٹھایا ان کی واپسی کے وقت حکم دیا کہ ہم ان کی رکاب کو پکڑیں وہ کون تھا انھوں نے جواب دیا. وہ لوگوں کے امام خدا کے بندوں پر اس کی حجت اور خلیفہ الٰہی ہیں۔

میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین کیا یہ صفات آپ میں نہیں ہیں؟

انھوں نے کہا: کہ میں ظاہراً اور زبردستی خلیفہ ہوگیا ہوں لیکن موسیٰ ابن جعفر امام برحق ہیں خدا کی قسم پیغمبر اسلام کی جانشینی کے سلسلہ میں مجھ سے اور دوسرے تمام انسانوں سے زیادہ سزاوار ہیں لیکن خدا کی قسم اگر خلافت کے معاملہ میں تم بھی مجھ سے نزاع کروتو میں تمہارا سرتن سے جدا کردوں گا. "فان الملك عقيم" (۲) بادشاہ اپنی حکومت کے سلسلہ میں بانجھ ہوتا ہے۔

علم وحکمت

پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ دینی مسائل سے مکمل واقفیت امامت کے لئے ضروری شرائط میں سے ہے اور یہ فطری طور پر تمام ائمہ معصومینؑ میں پائی جاتی ہے لہٰذا موسیٰ ابن جعفرؑ میں بھی یہ کمال موجود تھا آپ اپنے زمانے میں علم وفقہ میں مشہور تھے۔

---

(۱) کشف الغمہ، ج۳، ص۱

(۲) بحارالانوار، ج۴۸، ص۱۳۱

آپ کے زمانے کے لوگ آپ کے عظیم علمی مرتبہ کا اعتراف کرتے تھے اور آپ کو افقہ (سب سے بڑا فقیہ) سمجھتے تھے۔

ابن صباغ مالکی نے تحریر کیا ہے: موسیٰ ابن جعفرؑ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گذار، سب سے زیادہ عالم، سب سے زیادہ سخی اور کریم انسان تھے۔(۱)

مامون کا بیان ہے: میں نے اپنے والد رشید سے عرض کیا، یہ شخص جس کا آپ نے اتنا احترام کیا کون تھا؟ (۲)

انھوں نے جواب دیا: یہ موسیٰ ابن جعفر علوم انبیاء کے وارث تھے اگر تمہیں صحیح علم چاہئے ہے تو ان سے مل سکتا ہے۔

آپ کے علمی مرتبہ کا اندازہ لگانے کے لئے آپ سے وارد ہونے والی کثیر روایات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے جو احادیث کی کتابوں میں ذکر ہیں اسی طرح اپنے زمانے کے حکام اور علماء اہلسنت کے ساتھ آپ کے مناظرے اور احتجاجات کا مطالعہ اس سلسلہ میں مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

ایک محقق نے مختلف موضوعات سے متعلق آپ کی تمام احادیث کو جمع کیا ہے اور آپ سے روایت نقل کرنے والوں کی تعداد چھ سو اڑتیس (۶۳۸) افراد ذکر کی ہے۔

عبادت اور بندگی

امام موسیٰ کاظمؑ اپنے آباء واجداد کی طرح اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گذار تھے اور ہمیشہ عبادت، دعا، قرأت قرآن، اپنے پروردگار کے تئیں خضوع وخشوع کی حالت میں رہتے تھے بلکہ خداوند عالم کی عظمت، قدرت اور اس کی توحید کے سلسلہ میں اپنی عمیق معرفت کی بنا پر اپنی زندگی کے تمام امور یہاں تک کہ کسب معاش بھی رضائے الٰہی کے لئے ہی انجام دیتے تھے نمونہ کے طور پر تاریخ واحادیث میں ذکر شدہ آپ کی بعض عبادتوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے:

(۱) الفصول المہمہ، ص۲۱۹
(۲) مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۳۳۵

حسن ابن محمد ابن یحییٰ علوی نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ موسیٰ ابن جعفرؑ عبادت میں سعی کی وجہ سے عبد صالح کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔

بعض اصحاب نے نقل کیا ہے کہ آپ مسجد النبیؐ میں داخل ہوتے اور اول شب میں طویل سجدہ بجالاتے آپ سجدہ میں فرماتے تھے. "عظم الذنب عندی فلیحسن العفو من عندك یا اهل التقویٰ و المغفرة" (معبود میرا گناہ بڑا ہے لیکن تیرا عفو اس سے کہیں بہتر ہے اے صاحب تقویٰ اور اے صاحب مغفرت) اور سجدہ کی حالت میں صبح تک اسی دعا کو دہراتے رہے۔(۱)

یحییٰ ابن حسن کا بیان ہے: موسیٰ ابن جعفرؑ عبادت میں سعی کی وجہ سے عبد صالح کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔(۲)

ابن صباغ نے تحریر کیا ہے: موسیٰ ابن جعفرؑ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گذار عالم، سب سے زیادہ سخی اور کریم انسان تھے۔(۳)

ابن حجر نے لکھا ہے: موسیٰ کاظمؑ سب سے بڑے عبادت گذار، سب سے بڑے عالم، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ کریم انسان تھے۔(۴)

ابن جوزی حنفی نے لکھا ہے: موسیٰ ابن جعفرؑ عبادت اور نماز شب میں سعی کی وجہ سے عبد صالح کے نام سے مشہور تھے۔(۵)

یعقوبی نے لکھا ہے: موسیٰ ابن جعفرؑ عبادت میں دوسرے تمام انسانوں سے زیادہ سعی فرماتے تھے اور اپنے والد سے حدیث نقل کرتے تھے۔(۶)

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے: ابوالحسن موسیٰ ابن جعفرؑ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گذار سب سے زیادہ عالم سب سے زیادہ سخی اور کریم انسان تھے روایت میں ہے کہ آپ نماز

(۱) تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۲۷
(۲) تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۳۴۰
(۳) الفصول المہمہ، ص ۲۱۹
(۴) الصواعق المحرقہ، ص ۲۰۳
(۵) تذکرۃ الخواص، ص ۳۴۸
(۶) تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۴۱۴

شب کو نماز صبح سے ملا دیتے تھے. اور پھر طلوع آفتاب تک تعقیبات میں مشغول رہتے تھے پھر سجدہ میں چلے جاتے تھے اور اس طرح ذکر کرتے تھے کہ ظہر تک سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے تھے سجدہ کی حالت میں اس دعا کی بہت زیادہ تکرار فرماتے تھے. "اللّٰھم ان اسئلك الراحة عند الموت و المغفرة بعد الموت و العفو عند الحساب" معبود میں تجھ سے موت کے وقت راحت، موت کے بعد مغفرت اور حساب و کتاب کے وقت عفو و بخشش کا سوال کرتا ہوں۔

آپ کی ایک اور دعا یہ ہوتی تھی. "عظم الذنب من عبدك فليحسن العفو من عندك"

آپ خوف الٰہی میں اتنا گریہ فرماتے تھے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔(۱)

سندی ابن شاہک جو موسیٰ ابن جعفرؑ کے قید خانہ کا نگراں تھا اس کی بہن آپ کے بارے میں بیان کرتی ہے: قید خانہ میں موسیٰ ابن جعفرؑ کی عادت یہ تھی کہ نماز عشاء کے بعد خدا کی حمد و ثنا اور ذکر و عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے نصف شب تک اس میں مصروف رہتے تھے پھر نماز شب شروع کرتے تھے اور اذان صبح تک اس میں مشغول رہتے تھے اس کے بعد نماز صبح پڑھتے تھے اور پھر طلوع آفتاب تک ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے اس کے بعد آفتاب بلند ہونے کے وقت تک آرام فرماتے تھے پھر مسواک کرتے تھے کھانا کھاتے تھے اور ظہر تک سوتے تھے جب سوکر اٹھتے تھے وضو کرتے تھے نماز ظہر بجالاتے تھے اور نماز عصر کی فضیلت کے وقت تک نافلہ میں مشغول رہتے تھے پھر نماز عصر پڑھ کر قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھ جاتے تھے اور مغرب کے وقت تک ذکر خدا میں مشغول رہتے تھے نماز مغرب کے بعد بھی نافلہ بجالاتے تھے یہاں تک کہ نماز عشاء کی فضیلت کا وقت ہو جاتا تھا یہ آپ کی ہمیشہ کی عادت تھی۔

سندی ابن شاہک کی بہن جو امام کو اس حالت میں دیکھتی تھی کہا کرتی تھی کہ جو اس عبد صالح کے ساتھ برائی کرتے ہیں وہ نقصان میں رہیں گے۔(۲)

احمد ابن عبداللہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میں ایک دن فضل ابن ربیع کے

(۱) الارشاد، ج۲، ص۲۳۱

(۲) تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۳۱

پاس گیا وہ چھت پر بیٹھا تھا اس نے کہا اس کھڑکی سے اس گھر میں دیکھو پھر پوچھا کہ کیا دیکھا؟ میں نے کہا ایک کپڑا ہے جو زمین پر پھیلا ہوا ہے۔

اس نے کہا: غور سے دیکھو!

میں نے غور سے دیکھا اور کہا: لگتا ہے کوئی سجدہ میں ہے۔

اس نے پوچھا: تم ان کو پہچانتے ہو، وہ موسیٰ ابن جعفرؑ ہیں رات دن میں ان کی نگرانی کرتا ہوں اور ان کو اس حالت کے علاوہ نہیں پاتا نماز صبح پڑھنے کے بعد طلوع آفتاب تک تعقیبات میں مشغول رہتے ہیں پھر سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور ظہر تک سجدہ کی حالت میں رہتے ہیں انھوں نے کسی کو معین کر رکھا ہے جو ان کو نماز کے اوقات کی خبر دیتا رہے جب ان کو نماز کے وقت کی اطلاع دی جاتی ہے۔

سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں اور بغیر تجدید وضو کے نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں ان کی ہمیشہ کی یہی عادت ہے نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد افطار کرتے ہیں پھر تجدید وضو فرماتے

ہیں اور سجدہ میں چلے جاتے ہیں آدھی رات کے بعد سے طلوع فجر تک نمازیں پڑھتے ہیں۔

بعض عینی شاہدین کا بیان ہے: کہ آپ دعا میں فرماتے تھے: "اللّٰھم انی کنت اسئلك ان تفرغنی لعبادتك و قد فعلت فلك الحمد" معبود میں تجھ سے سوال کرتا تھا کہ مجھے عبادت کا موقع فراہم کر، تو نے یہ موقع فراہم کر دیا تو حمد و شکر کا مستحق ہے۔

ابراہیم ابن ابی البلاد کا بیان ہے، امام ابوالحسنؑ نے فرمایا: کہ میں روزانہ پانچ ہزار مرتبہ **استغفر اللّٰہ** کہتا ہوں۔

راہ خدا میں انفاق اور حسن سلوک

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تحریر کیا ہے کہ موسیٰ ابن جعفرؑ اپنے اقرباء کے ساتھ صلہ رحم فرماتے تھے فقراء مدینہ کا خیال رکھتے تھے راتوں کو ان کے لئے درہم، دینار، آٹا اور خرما پہونچاتے تھے اور ان کو معلوم بھی نہیں ہو پاتا تھا کہ یہ چیزیں ان تک کہاں سے پہونچتی ہیں۔

محمد ابن عبد اللہ بکری کا بیان ہے: میں مدینہ گیا کہ کچھ پیسے قرض لے سکوں لیکن مجھے ایسا کوئی

نہیں ملا جو میری ضرورت پوری کرسکتا ہو. میں نے سوچا بہتر ہے حضرت ابوالحسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوں شاید وہ میری مشکل آسان کردیں آپ مدینہ سے باہر اپنی زراعت کی دیکھ بھال میں مصروف تھے میں آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا آپ اپنے غلاموں کے ساتھ میرے پاس آئے۔

غلاموں کے پاس طرح طرح کے ظروف تھے اور اس میں پکے ہوئے گوشت کے ٹکڑے تھے موسیٰ ابن جعفرؑ نے وہ گوشت تناول فرمایا. میں نے بھی آپ کے ساتھ کھانا کھایا اس کے بعد آپ نے میری حاجت دریافت کی جب میں نے آپ کے سامنے اپنی ضرورت بیان کی آپ میرے پاس سے اٹھ کر گئے اور تھوڑی دیر بعد واپس آئے پہلے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہاں سے ہٹ جائے اس کے بعد مجھے ایک تھیلی عطا کی جس میں تین سو دینار تھے پھر آپ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے میں وہ تھیلی لے کر اپنے مرکب پر سوار ہوا اور وہاں سے واپس آ گیا۔(۱)

عیسیٰ ابن محمد جن کی عمر ۹۰ سال تھی بیان کرتے ہیں: میں نے ام عظام کے کنویں کے پاس ایک کھیت بنایا تھا اس میں تربوز، کھیرے اور لوکی بوئی تھی جب وہ چیزیں تیار ہوگئیں اور انھیں توڑنے کا وقت آیا تو ہمارے کھیت پر ٹڈیوں نے حملہ کردیا اور میرا پورا کھیت چٹ کر گئیں جب کہ میں نے اس میں ۱۲۰ دینار دو اونٹوں کو کرایہ پر بھی صرف کئے تھے میرا سب چلا گیا میں بیٹھا اپنے اس عظیم نقصان کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک ادھر سے موسیٰ ابن جعفرؑ کا گذر ہوا مجھ سے خیریت پوچھی میں نے آپ سے سارا واقعہ بیان کیا۔

آپ نے پوچھا: تم نے اس میں کتنا خرچ کیا تھا میں عرض کیا ۱۲۰ دینار ان دونوں اونٹوں کے کرایہ میں خرچ کئے تھے۔

امامؑ نے اپنے نمائندہ سے فرمایا: ۱۵۰ دینار ابی الغیث کو دیدو۔

اس کے بعد فرمایا: ۳۰ دینار جو زیادہ ہیں تمہارا نفع ہے۔

میں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ میرے لئے دعا فرمادیں خدا برکت عطا فرمائے. آپ نے میرے لئے دعا فرمائی۔(۲)

---

(۱) مناقب آل ابی طالب، ج۴،ص ۳۴۳

(۲) بحارالانوار، ج ۴۸،ص ۱۱۹

بعض علماء کا بیان ہے: امام موسیٰ کاظمؑ کی عطا و بخشش دو سو سے تین سو دینار کے بیچ میں ہوتی تھی اور آپ کی عطا کی ہوئی دینار کی تھیلیاں مشہور تھیں۔(۱)

منصور نے موسیٰ ابن جعفرؑ سے درخواست کی کہ عید نوروز میں تشریف رکھیں تا کہ لوگ آپ سے ملاقات کے لئے آئیں۔

آپ نے فرمایا: میں نے اپنے جد پیغمبر اسلامؐ کی احادیث میں جستجو کی مجھے عید نوروز کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ملی نوروز اہل فارس کی رسموں میں سے ہے اسلام نے اسے ختم کیا ہے میں اسے دوبارہ زندہ کرنا نہیں چاہتا۔

منصور نے عرض کیا سیاسی طور پر فوج کو ہماہنگ رکھنے کے لئے عید نوروز منانا ضروری ہے. آپ کو خدا کی قسم تشریف رکھیں آپ نے منصور کی درخواست کو قبول کیا اور مبارک باد کے لئے بیٹھ گئے فوج کے کمانڈر، امراء اور دوسرے عہدیدار آپ سے ملاقات کے لئے آئے مبارک باددی اور آپ کی خدمت میں ہدایا پیش کئے منصور کا خادم بھی وہاں موجود تھا جو ان ہدایا کی نگرانی کر رہا تھا نشست کے آخر میں ایک بوڑھا شخص آیا اور عرض کیا. اے فاطمہ بنت رسولؐ کے فرزند میں فقیر انسان ہوں میرے پاس کچھ نہیں تھا جو آپ کے لئے ہدیہ لاتا لیکن میرے جد نے تین شعر آپ کے جد کے مصائب کے سلسلہ میں لکھے ہیں میں ان کو پیش کرنا چاہتا ہوں. اس کے بعد اس نے وہ اشعار پڑھے۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے اس سے فرمایا میں نے تمہارا ہدیہ قبول کرلیا اس کے بعد منصور کے خادم سے کہا کہ خلیفہ کے پاس جا کر ہدایا کی فہرست پیش کرو اور اس سے پوچھو کہ ہم ان کا کیا کریں۔

خادم منصور کے پاس گیا اور واپس آ کر عرض کیا کہ خلیفہ کا کہنا ہے یہ تمام اموال میں نے آپ کو عطا کر دیئے آپ جہاں مناسب سمجھیں خرچ کریں۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے اس بوڑھے شخص سے کہا میں نے یہ سب ہدایا تجھے بخش دیئے۔(۲)

لکھا ہے: عمر ابن خطاب کی نسل کا ایک شخص مدینہ میں رہتا تھا موسیٰ ابن جعفرؑ کو بہت اذیت دیتا تھا اور علی ابن ابیطالبؑ کو گالیاں دیتا تھا۔

---

(۱) کشف الغمہ، ج۳، ص۱۹

(۱) مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۳۴۴

امامؑ کے بعض اصحاب نے عرض کیا: اگر آپ اجازت دیدیں تو ہم اسے قتل کردیں۔
آپ نے ان کو اس کام سے سختی سے منع کیا۔
ایک دن اس شخص کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ فلاں جگہ پر اپنے کھیت میں کام کررہا ہے۔
امام موسیٰ کاظمؑ اپنے مرکب پر سوار ہو کر اس کے کھیت کی طرف گئے اس شخص نے اس طرح آپ کو اپنے کھیت میں آتا دیکھ کر تعجب کیا آپ اس کے پاس بیٹھ گئے اور مذاق میں مسکراتے ہوئے پوچھا: اپنے کھیت میں کتنے پیسے خرچ کئے ہیں؟
اس نے عرض کیا: سو دینار۔ آپ نے پوچھا: کتنے کی فصل تیار ہوگی؟
اس نے کہا: میرے پاس علم غیب نہیں ہے۔
امامؑ نے فرمایا: میں پوچھ رہا ہوں تمہیں اس سے کتنے فائدہ کی امید ہے؟
اس نے کہا: مجھے امید ہے کہ دو سو دینار کی فصل تیار ہوگی۔
آپ نے اسے تین سو دینار عطا کئے اور فرمایا: یہ زراعت بھی تمہاری اپنی ہی ہے اس شخص نے اٹھ کر آپ کی پیشانی چوم لی۔
موسیٰ ابن جعفرؑ مدینہ واپس آگئے ایک دن آپ مسجد گئے اور مسجد میں اس شخص کو دیکھا جیسے ہی اس کی نظر موسیٰ ابن جعفرؑ پر پڑی عرض کیا: ﴿**الله اعلم حيث يجعل رسالته**﴾ خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں قرار دے۔
اس شخص کے دوستوں نے جب اس کا یہ رویہ دیکھا تو اس پر اعتراض کیا: اس نے ان سے بحث کرتے ہوئے امام موسیٰ ابن جعفرؑ کی تعریف کی. اس کے بعد ہمیشہ آپ کی تعریف اور مدح وثنا کیا کرتا تھا۔
امام موسیٰ ابن جعفرؑ نے ایک دن اپنے دوستوں سے جو اس کو قتل کرنا چاہتے تھے فرمایا، کہ اس شخص کی اصلاح کے لئے تمہاری پیش کش صحیح تھی یا میرا عمل؟ (۱)
معتب کا بیان ہے: جس وقت پھل پک کر تیار ہوتے تھے امام موسیٰ ابن جعفرؑ فرماتے تھے: ان کو بازار میں بیچ دو اور اپنی ضروریات کے لئے دوسرے مسلمانوں کی طرح روزانہ خرید کر لایا کرو۔ (۲)

(۱) تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۲۸؛ الارشاد، ج ۲، ص ۲۳۳
(۲) بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۱۱۷

آٹھویں امام

امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام

امام علی ابن موسیٰ الرضاؑ بعض اقوال کی بنا پر ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۸ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد امام موسیٰ کاظمؑ تھے اور والدہ کا اسم گرامی ام البنین یا نجمہ تھا۔

آپ کا اسم گرامی علی اور کنیت ابوالحسن تھی القاب رضا، صابر، رضی، وفی، ذکی اور ولی تھے آپ کا سب سے مشہور لقب ''رضا'' ہے ماہ صفر کی آخری تاریخ ۲۰۳ھ شہر طوس کے قریہ سناباد میں آپ کی شہادت ہوئی اور وہیں دفن کیے گئے۔

آپ کی عمر مبارک پچپن سال تھی ۳۵ سال اپنے والد ماجد کے ہمراہ رہے آپ کی امامت کا زمانہ ۲۰ سال تھا۔(۱)

امامت کی دلیلیں

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امامت کی دلیلوں کو دو حصوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ عام دلیلیں یعنی وہ عقلی اور نقلی دلیلیں جو بارہ اماموں میں سے ہر ایک کی امامت پر قائم کی جاسکتی ہیں۔

---

(۱) الارشاد، ج۲، ص۲۴۷؛ بحار الانوار، ج۴۹، ص۲و۳و۲۹۳؛ الفصول المہمہ، ص۲۲۶؛ کافی، ج۱، ص۴۸۶؛ تاریعقوبی، ج۲، ص۴۵۳

۲۔ خاص دلیلیں جو ہر امام کے ذریعہ اپنے بعد آنے والے امام کے بارے میں بیان کی جاتی ہیں ہم یہاں پر صرف امام رضاؑ کی امامت سے متعلق دلیلیں بیان کریں گے۔

شیخ مفید نے تحریر کیا ہے:

موثق متقی اہل علم وفقہ راویوں میں سے جن لوگوں نے امام رضاؑ کی امامت کے بارے میں آپ کے والد سے روایات نقل کی ہیں یہ افراد ہیں:

داؤد ابن کثیر رقی، محمد ابن اسحٰق ابن عمار، علی ابن یقطین، نعیم قابوسی، حسین ابن مختار، زیاد ابن مروان مخزومی، داؤد ابن سلیمان، نصر ابن قابوس، داؤد ابن زربی، یزید ابن سلیط اور محمد ابن سنان۔ (۱)

داؤد رقی کا بیان ہے: میں نے امام ابوابراہیم موسیٰ کاظمؑ سے عرض کیا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں میری عمر زیادہ ہوگئی ہے میرا ہاتھ پکڑ کر جہنم کی آگ سے مجھے بچالیں آپ کے بعد ہمارا ولی کون ہوگا؟

امامؑ نے اپنے فرزند ابوالحسنؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ میرے بعد تمہارے ولی ہیں۔ (۲)

محمد ابن اسحٰق سے روایت ہے:

میں نے ابوالحسن اول یعنی امام موسیٰ کاظمؑ سے عرض کیا: کیا آپ مجھے کسی ایسے شخص کی طرف رہنمائی نہیں کریں گے جس سے میں اپنے دینی مسائل سیکھ سکوں؟

آپ نے فرمایا: یہ میرا بیٹا علی ہے میرے والد میرا ہاتھ پکڑ کر روضۂ رسول کے اندر لے گئے اور فرمایا. خداوند عالم نے فرمایا ہے: ﴿انی جاعل فی الارض خلیفه﴾ اگر خدا نے وعدہ کیا ہے تو وہ اپنے وعدہ پر عمل کرے گا۔ (۳)

حسین ابن نعیم صحاف سے روایت ہے: میں، ہشام ابن حکم اور علی ابن یقطین بغداد میں تھے علی ابن یقطین نے کہا: میں عبد صالح کی خدمت میں تھا آپ نے مجھ سے فرمایا. اے علی ابن یقطین یہ علی میری اولاد کے سردار ہیں میں نے اپنی کنیت ان کو عطا کی ہے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: کہ میں نے اپنی کتابیں ان کو عطا کی ہیں اس

---

(۱) الارشاد، ج۲، ص ۲۴۷

(۲) الارشاد، ج۲، ص ۲۴۸،؛ الفصول المہمہ، ص ۲۵۵

(۳) الارشاد، ج۲، ص ۲۴۸

وقت ہشام نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر مار کر کہا اے علی وائے ہو تم پر تم یہ کیسے کہہ رہے ہو؟

علی ابن یقطین نے عرض کیا: خدا کی قسم میں نے جس طرح سنا تھا بیان کر دیا۔

ہشام نے کہا: پس اپنے والد موسیٰ ابن جعفرؑ کے بعد یہی امام ہوں گے۔ (۱)

نعیم قابوسی کا بیان ہے: ابوالحسن موسیٰؑ نے فرمایا، میرا بیٹا علی میری اولاد میں سب سے بڑا، سب سے محترم اور سب سے زیادہ محبوب ہے وہ میرے ساتھ جفر دیکھتا ہے جب کہ پیغمبرؐ یا وصی پیغمبرؐ کے علاوہ جفر کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ (۲)

حسین ابن مختار کا کہنا ہے: امام ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ جب قید خانہ میں مقید تھے میرے پاس آپ کے خطوط آئے کہ میرے بڑے بیٹے کو میرا عہد اور میری وصیت یہ ہے کہ وہ میرا فلاں فلاں عمل انجام دے اور فلاں شخص اس کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتا جب تک میری تم سے ملاقات ہو یا مجھے موت آ جائے۔ (۳)

زیاد ابن مروان قندی سے روایت ہے: میں ابوابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جس وقت ان کے فرزند ابوالحسن امام رضاؑ بھی وہاں موجود تھے۔

آپ نے فرمایا: یہ میرا فلاں بیٹا ہے ان کی تحریر میری تحریر ان کا کلام میرا کلام ہے اور ان کا نمائندہ میرا نمائندہ ہے یہ جو کچھ کہیں وہ میرا ہی قول ہے۔ (۴)

مخزومی جن کی والدہ جعفر ابن ابیطالب کی نسل سے تھیں بیان کرتے ہیں: ابوالحسن موسیٰؑ نے ہم کو جمع کیا اور فرمایا: کہ کیا تمہیں معلوم ہے میں نے تم کو یہاں کیوں جمع کیا ہے؟

میں نے کہا: نہیں!

آپ نے فرمایا: تم لوگ گواہ رہنا کہ میرا یہ بیٹا میرا وصی، قائم مقام اور میرا جانشین ہے جس کا میرے ذمہ کوئی حق ہو وہ ان سے لے لے۔

---

(۱) الارشاد، ج۲، ص۲۴۹

(۲) الارشاد، ج۲، ص۲۴۹

(۳) الارشاد، ج۲، ص۲۴۹

(۴) الارشاد، ج۲، ص۲۵۰؛ الصول المہمہ، ص۲۲۶

میں نے جس سے جو وعدہ کیا ہے وہ میرے وعدوں پر عمل کرے جو مجھ سے ملاقات کرنے پر مجبور ہو ان کی تحریر اور مشورہ کے ساتھ ملاقات کے لئے آئے۔(۱)

داؤد ابن سلیمان کا بیان ہے: میں نے ابوابراہیمؑ سے عرض کیا کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی حادثہ رونما ہو جائے اور آپ سے ملاقات نہ ہو آپ مجھے بتا دیں کہ آپ کے بعد امام کون ہے؟

آپ نے فرمایا: میرا فلاں بیٹا یعنی ابوالحسن (امام علی رضاؑ)۔(۲)

نصر ابن قابوس کا بیان ہے: میں نے ابوابراہیم امام موسیٰ کاظمؑ سے عرض کیا: میں نے آپ کے والد سے سوال کیا کہ آپ کے بعد امام کون ہے انھوں نے آپ کو اپنے بعد امام بتایا جب آپ کے والد کی شہادت ہوگئی تو امام کے انتخاب کے لئے لوگ ادھر ادھر جانے لگے لیکن میں نے اور میرے اصحاب نے آپ کی امامت کو قبول کیا۔اب آپ فرمائیے کہ آپ کے بعد کون امام ہوگا؟ آپ نے فرمایا: میرا فلاں بیٹا۔(۳)

داؤد ابن زربی کا کہنا ہے: میں امام ابوابراہیمؑ کی خدمت میں کچھ اموال لیکر پہونچا آپ نے بعض کو قبول کرلیا اور بعض کو قبول نہیں کیا۔

میں نے عرض کیا: آپ نے بعض اموال کو قبول کیوں نہیں کیا؟ اور میرے پاس کیوں چھوڑ دیا۔

آپ نے فرمایا: ان کا ولی (امام) خود تم سے ان چیزوں کا مطالبہ کرے گا۔

آپ کی وفات کے بعد ابوالحسن الرضاؑ نے میرے پاس ایک شخص کو بھیجا اور ان اموال کا مطالبہ کیا میں نے وہ اموال آپ کے حوالہ کردیئے۔(۴)

یزید ابن سلیط نے ایک طویل حدیث کے ذیل میں بیان کیا کہ ابوابراہیم نے جس سال آپ کی شہادت ہونے والی تھی مجھ سے فرمایا: میں اس سال گرفتار ہو کر قید خانہ چلا جاؤں گا اس وقت امر امامت میرے بیٹے کی طرف منتقل ہو جائے گا جو علی اور علی کا ہمنام ہے پہلے علی ابن ابی طالبؑ ہیں

(۱) الارشاد، ج۲،ص۲۵۰، الفصول المہمہ ،ص۲۲۶

(۲) الارشاد، ج۲،ص۲۵۱

(۳) الارشاد، ج۲،ص۲۵۱

(۴) الارشاد، ج۲،ص۲۵۱

دوسرے علی، علی ابن الحسینؑ ہیں میرے بیٹے نے پہلے علی سے فہم، حلم، ورع، ذکر اور دین میراث میں پایا ہے اور دوسرے علی سے انھیں مصائب میں مبتلا ہونا میراث میں ملا ہے۔(۱)

محمد ابن سلیمان ابن فضل ہاشمی کا کہنا ہے: میں ابوالحسن موسیٰ ابن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ سخت بیمار تھے میں نے عرض کیا اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آ جائے تو ہم کس کی طرف رجوع کریں؟

آپ نے فرمایا: میرے بیٹے علی کی طرف ان کی تحریر میری تحریر ہے اور وہ میرے وصی اور جانشین ہیں۔(۲)

عبد اللہ ابن مرحوم کا بیان ہے: میں بصرہ سے نکلا اور مدینہ کی طرف چلا راستہ میں حضرت ابوابراہیم امام موسیٰ کاظمؑ سے ملاقات ہوئی جو بصرہ کی طرف جا رہے تھے آپ نے کچھ خطوط میرے حوالہ کئے اور فرمایا یہ خطوط مدینہ جا کر میرے بیٹے علیؑ کے حوالہ کر دینا وہ میرا وصی قائم مقام اور میرا بہترین فرزند ہے۔(۳)

محمد ابن زید ہاشمی کا بیان ہے کہ اب شیعوں کی ذمہ داری ہے کہ علی ابن موسیٰؑ کو اپنا امام مانیں میں نے عرض کیا کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ ابوالحسن ابن جعفرؑ نے ان کو اپنا وصی قرار دیا ہے۔(۴)

حیدر ابن ایوب کا بیان ہے: میں مدینہ میں قبا کی سرزمین پر تھا محمد ابن زید ابن علی بھی تھے لیکن وہ مجھ سے دیر میں پہونچے تھے میں نے عرض کیا، میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیوں اتنی دیر میں پہونچے فرمایا: ابوابراہیم امام موسیٰ کاظمؑ نے مجھے اولاد علی و فاطمہؑ کی ایک جماعت کے ساتھ بلایا تھا ہم سب اٹھارہ افراد تھے آپ نے ہم سے فرمایا، تم لوگ گواہ رہنا کہ میں نے اپنے فرزند علی کو اپنی زندگی اور موت کے بعد اپنا وصی اور وکیل قرار دیا ہے لہٰذا ان کا حکم نافذ ہوگا۔

اس کے بعد محمد ابن زید نے کہا: کہ خدا کی قسم شیعہ موسیٰ ابن جعفرؑ کے بعد ان کے فرزند علی کو اپنا امام قرار دیں گے۔

---

(۱) الارشاد، ج۲، ص۲۵۲
(۲) کشف الغمہ، ج۳، ص۸۸
(۳) بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۵
(۴) بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۶

حیدر نے عرض کیا: خدا موسیٰ ابن جعفرؑ کو طول عمر عطا فرمائے لیکن تم یہ کہاں سے کہہ رہے ہو؟

محمد ابن زید نے کہا: جس وقت امام موسیٰ ابن جعفرؑ نے علی کو اپنا وصی معین کیا اسی وقت امامت بھی ان کے حوالہ کردی۔

علی ابن حکم کا کہنا ہے: کہ اس کے بعد باوجود حیدر اس حال میں دنیا سے گیا کہ اسے علی ابن موسیٰؑ کی امامت میں شک تھا۔(۱)

عبدالرحمٰن ابن حجاج کا بیان ہے: ابوالحسن موسیٰؑ نے اپنے فرزند علیؑ کے بارے میں وصیت فرمائی اور اس سلسلہ میں ایک نامہ لکھ کر مدینہ کے بزرگ افراد کو گواہ بنایا۔(۲)

حسن ابن علی ابن خزاز کا کہنا ہے: میں مکہ کی زیارت کے لئے نکلا علی ابن ابوحمزہ بھی ہمارے ساتھ تھے اور ان کے ساتھ کچھ اموال اور کھانے پینے کا سامان بھی تھا میں نے ان سے پوچھا کہ یہ اموال کہاں لے جا رہے ہو؟

انھوں نے کہا: یہ اموال عبد صالح سے متعلق ہیں اور ان کا حکم ہے کہ انھیں ان کے فرزند علیؑ کو دیدوں آپ نے ان کو اپنا وصی قرار دیا ہے۔(۳)

جعفر ابن خلف کا بیان ہے: میں نے ابوالحسن موسیٰ ابن جعفرؑ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: خوشبخت ہے جو اپنی موت سے پہلے اپنا جانشین دیکھ لے خداوند عالم نے میرے بیٹے علی رضاؑ کو وصی کی صورت میں مجھے دکھا دیا ہے۔(۴)

موسیٰ ابن بکر کا بیان ہے: میں ابوابراہیم امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں تھا آپ نے فرمایا، امام جعفر صادقؑ فرماتے تھے کہ خوش بخت ہے وہ جو موت سے پہلے اپنا جانشین دیکھ لے اس کے بعد آپ نے اپنے فرزند علیؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا خداوند عالم نے انھیں میرے جانشین کی صورت میں مجھے دکھا دیا ہے۔(۵)

(۱) بحارالانوار، ج۴۹، ص۱۶
(۲) بحارالانوار، ج۴۹، ص۱۷
(۳) بحارالانوار، ج۴۹، ص۱۷
(۴) بحارالانوار، ج۴۹، ص۱۸
(۵) بحارالانوار ج۴۹ ص۲۶

ابن فضال کا بیان ہے: میں نے علی ابن جعفرؑ سے سنا آپ نے فرمایا، میں اپنے بھائی موسیٰ ابن جعفرؑ کے پاس تھا خدا کی قسم وہ اپنے باپ کے بعد روی زمین پر خدا کی حجت تھے اس وقت ان کے فرزند علی داخل ہوئے موسیٰ ابن جعفرؑ نے مجھ سے کہا اے علی ابن جعفر یہ آپ کے ولی ہیں یہ میرے لئے ویسے ہی ہیں جیسا میں اپنے والد کے لئے تھا خدا آپ کو اپنی نیت میں ثابت قدم رکھے۔

میں رونے لگا اور سوچا کہ میرے بھائی موسیٰ اپنی موت کی خبر دے رہے ہیں تو آپ نے فرمایا، اے علیؑ خداوند عالم نے جو کچھ مقدر فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا رسول خداؐ، حضرت علیؑ، فاطمہ زہراؑ، امام حسن اور امام حسینؑ ہمارے لئے نمونہ ہوں گے۔

امام موسیٰ ابن جعفرؑ نے یہ سب دوبارہ ہارون کے ذریعہ طلب کئے جانے سے تین دن پہلے فرمایا تھا۔(۱)

امام علی ابن موسیٰ رضاؑ کی امامت کے سلسلہ میں دوسری احادیث بھی موجود ہیں جو حدیث کی کتابوں میں درج ہیں ہم اختصار کے پیش نظر اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کی طرف بہت سے معجزات بھی منسوب ہیں جو احادیث کی کتابوں میں ذکر ہوئے ہیں آپ کی امامت کو ثابت کرنے کے لئے ان سے مدد لی جاسکتی ہے۔

آپ کے فضائل اور سماجی حیثیت

امام رضاؑ اپنے والد بزرگوار کی طرح تمام انسانی کمالات سے آراستہ تھے اور اپنے زمانے کے لوگوں میں ایک مشہور اور منفرد شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تحریر کیا ہے: امام موسیٰ ابن جعفرؑ کے بعد آپ کے فرزند علی ابن موسیٰ الرضاؑ امام ہوئے اس لئے کہ آپ اپنے تمام بھائیوں اور دوسرے اہلبیتؑ میں سب سے افضل تھے آپ کا علم، حلم، تقویٰ اور قوت استدلال سب پر واضح تھی عوام و خواص، شیعہ اور سنی سب آپ کے فضائل و کمالات کا اعتراف کرتے تھے اور آپ کی امامت کے بارے میں آپ کے والد ماجد نے واضح طور پر اعلان کر دیا تھا۔(۲)

---

(۱) بحار الانوار ج ۴۹ ص ۲۶

(۲) الارشاد، ج ۲، ص ۲۴۷

انھوں نے ایک اور جگہ تحریر کیا ہے: علی ابن موسیٰ الرضاؑ اپنے تمام بھائیوں میں سب سے افضل، سب سے زیادہ عقلمند، سب سے محترم اور سب سے زیادہ عالم تھے۔(۱)

ابراہیم ابن عباس کا بیان ہے: میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ امام رضاؑ نے کسی کے ساتھ سختی سے بات کی ہو، یا کسی کی بات کاٹی ہو، یا کسی محتاج کی حاجت کو جسے آپ پورا کر سکتے ہوں رد کیا ہو. میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی کے سامنے پیر پھیلا کر یا دوسروں کی موجودگی میں ٹیک لگا کر بیٹھے ہوں یا اپنے غلاموں کو برا بھلا کہا ہو یا آواز سے ہنسے ہوں آپ کی ہنسی صرف تبسم کی صورت میں ہوتی تھی جب آپ دسترخوان پر بیٹھتے تھے تو تمام غلاموں، خدمت گاروں یہاں تک کہ گھر کے دربان کو بھی اپنے ساتھ بٹھاتے تھے، بہت کم سوتے تھے، روزے بہت رکھتے تھے، مہینہ کے تین روزہ آپ سے کبھی نہیں چھوٹتے تھے اور فرماتے تھے ہر مہینہ میں تین روزہ رکھنے سے پوری عمر روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔

آپ رات کی تاریکی اور تنہائی میں صدقہ دیتے تھے جو یہ کہے کہ ہم نے ان سے افضل کسی کو دیکھا ہے (وہ جھوٹا ہے) اس کی تصدیق نہ کرو۔(۲)

ابن صباغ مالکی نے لکھا ہے: جو شخص بھی علی ابن موسیٰؑ کے حالات پر غور کرے وہ یہ سمجھ جائے گا کہ ان کو اپنے جد علی ابن ابیطالبؑ اور علی ابن الحسینؑ کی میراث ملی ہے. آپ مضبوط ایمان اور بلند مرتبے کے حامل تھے ان کے طرفدار اتنے زیادہ اور ان کے دلائل اتنے واضح تھے کہ مامون نے آپ کو اپنے دل میں جگہ دی اور ملکی امور میں شریک کرنا چاہا اس نے اپنے بعد کے لئے خلافت آپ کے حوالہ کی اور سب کے سامنے آپ کے ساتھ اپنی بیٹی کا عقد کیا آپ نمایاں صفات و کمالات کے حامل تھے شرافت نفس میں ہاشمی تھے اور آپ کی اصل نبوت تھی۔(۳)

زیاد ابن مروان کا بیان ہے: میں امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں تھا امام ابوالحسن رضاؑ بھی موجود تھے امام موسیٰ ابن جعفرؑ نے مجھ سے فرمایا یہ میرے بیٹے علی ہیں ان کی تحریر میری تحریر ہے ان کا کلام میرا کلام ہے اور ان کا نمائندہ میرا نمائندہ ہے وہ جو کچھ کہتے ہیں حق کہتے ہیں۔(۴)

(۱) الارشاد، ج ۲، ص ۲۴۴
(۲) بحارالانوار، ج ۴۹، ص ۹۰؛ مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۳۸۹
(۳) الفصول المہمہ، ص ۲۲۵؛ مطالب السؤول، ج ۲، ص ۱۲۸؛ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۴۹
(۴) الفصول المہمہ، ص ۲۲۶

مامون نے امام رضاؑ کی ولایت عہدی کے سلسلہ میں جو خط لکھا تھا اس میں اس طرح لکھا تھا: میں اپنی خلافت کی ابتدا سے برابر اس کوشش میں تھا کہ اپنی ولی عہدی کے لئے سب سے بہتر شخص تلاش کرسکوں میں نے جستجو کی لیکن مجھے ایسا کوئی نہیں ملا جو علی ابن موسیٰ الرضاؑ سے زیادہ مناسب ہو اس لئے کہ میں نے تقویٰ، علم اور فضل میں ان کو سب سے بہتر پایا انھوں نے دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے مجھے اس بات کا یقین ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے اس وجہ سے میں ان کو اپنا ولی عہد معین کر رہا ہوں۔(۱)

ابو الصلت بیان کرتے ہیں: مامون نے علی ابن موسیٰ الرضاؑ سے کہا چوں کہ آپ کے فضائل، آپ کا زہد، تقویٰ اور عبادت میرے نزدیک ثابت ہے لہٰذا میں آپ کو اپنے سے زیادہ خلافت کا اہل سمجھتا ہوں۔(۲)

علم وحکمت

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ عقلی اور نقلی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ امامت کی سب سے اہم شرط دین سے مربوط تمام مسائل کا علم اور امام کی سب سے اہم ذمہ داری بھی دینی احکام و قوانین کی حفاظت اور ان کی ترویج ہے اور درحقیقت ان ذمہ داریوں کو انجام دینے کے لئے فلسفۂ امامت کو سمجھا جاسکتا ہے تمام ائمۂ معصومینؑ ایسے ہی تھے اور امام رضاؑ بھی اپنے زمانے میں ان تمام صلاحیتوں کے مالک تھے۔

اپنے بیس سالہ دور امامت میں آپ نے احکام شریعت کی نشر و اشاعت اور مخلص علماء کی تربیت کی بھرپور کوشش کی آپ اور آپ کے مخلص شاگردوں کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ آپ کے ذریعہ بہت سی احادیث منظر عام پر آئیں جس کے نمونے آج بھی احادیث کی کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

دین سے مربوط تمام مسائل جیسے معرفت خدا، توحید، خدا کے صفات ثبوتیہ اور سلبیہ کائنات کی

(۱) تذکرۃ الخواص، ص۳۵۳

(۲) بحارالانوار، ص۱۲۹؛ مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۳۹۲

خلقت اور اس کا فلسفہ، عدل الٰہی، جبر و اختیار، قضا و قدر، نبوت، فلسفۂ نبوت، عصمت، علم، امامت اور اس کے شرائط، فلسفۂ امامت، اخلاق فضائل و کمالات، برے اخلاق، حرام چیزیں، گناہ اور ان کی سزائیں اور فقہ کے مختلف ابواب میں آپ کی احادیث موجود ہیں۔

اگر کتب جدید کا مطالعہ کیا جائے تو مذکورہ عنوانات اور دسیوں دوسرے موضوعات کے بارے میں آپ سے مروی احادیث نظر آئیں گی اس کے علاوہ حکام وقت اور دوسرے مذاہب کے علماء کے ساتھ آپ نے بہت سے مناظرے اور مباحثے بھی انجام دیئے جو تاریخ و حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

آپ کے علمی مناظروں کا مطالعہ اور ان پر غور کرنے سے آپ کی علمی برتری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

امام رضاؑ نے اپنی حیات بابرکت میں ایسے مخلص اور صاحب علم شاگردوں کی تربیت کی جنھوں نے آپ کی زندگی میں اور آپ کے بعد دین کے دفاع اور اسلامی تعلیمات کی ترویج کے سلسلہ میں آپ کے مقصد کی پاسبانی کی، آپ کے بعض شاگردوں کے نام یہ ہیں: احمد ابن محمد ابی نصر بزنطی، محمد ابن فضل کرخی، عبد اللہ ابن جندب بجلی، اسماعیل ابن احوص اشعری، احمد ابن محمد اشعری آپ کے خاص اور قابل اعتماد شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ حسن ابن علی خزاز، محمد ابن سلیمان دیلمی، علی ابن حکم انباری، عبد اللہ ابن مبارک نہاوندی، حماد ابن عثمان باب، سعد ابن سعد، حسن ابن سعید اہوازی، محمد ابن فرج رخجی، خلف بصری، محمد ابن سنان، بکر ابن محمد ازدی، ابراہیم ابن محمد ہمدانی، محمد ابن احمد بن قیس اور اسحٰق ابن محمد حصیبی بھی آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔(۱)

ابو الصلت بیان کرتے ہیں: کہ میں نے علی ابن موسیٰ الرضاؑ سے اعلم کسی اور کو نہیں دیکھا جو عالم بھی ان کو دیکھتا وہ میری ہی طرح ان کے اعلم ہونے کی گواہی دیتا تھا۔

مامون مختلف مذاہب کے علماء، فقہاء اور متکلمین کو اپنے دربار میں بلاتا تھا وہ لوگ علی ابن موسیٰ الرضاؑ

(۱) مناقب آل ابی طالب، ج۴، ۳۹۷

سے مناظرہ اور مباحثہ کرتے تھے امام رضاؑ ان پر غالب ہوتے تھے اور وہ سب آپ کے علم و فضل اور اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتے تھے۔

علی ابن موسیٰ الرضاؑ فرماتے ہیں کہ میں روضۂ رسولؐ میں بیٹھتا تھا مدینہ میں علماء کی تعداد زیادہ ہونے کے باوجود جب وہ کسی مسئلہ کا جواب نہیں دے پاتے تھے تو اسے میرے پاس بھیجتے تھے اور میں اس کا جواب دیتا تھا۔

محمد ابن اسحٰق ابن موسیٰ ابن جعفرؑ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ موسیٰ ابن جعفرؑ نے اپنی اولاد سے فرمایا: تمہارے بھائی علی ابن موسیٰ الرضاؑ عالم آل محمد ہیں دینی مسائل ان سے معلوم کرو اور ان کے اقوال کی حفاظت کرو میں نے امام ابوجعفر محمد باقرؑ سے سنا ہے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عالم آل محمد تمہارے صلب میں ہے کاش میں ان سے ملاقات کرتا وہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے ہمنام ہیں۔(۱)

رجاء ابن ابی ضحاک جو مدینہ سے طوس کے سفر میں امام رضاؑ کے ہمراہ تھا کہتا ہے کہ ہم جس شہر میں پہونچتے تھے لوگ احکام دین سیکھنے کے لئے آپ کے پاس جمع ہونے لگتے تھے اور آپ سے مسائل شریعت معلوم کرتے تھے اور آپ ان کے جواب میں اپنے آباء واجداد کے حوالہ سے مولائے کائنات اور پیغمبر اسلامؐ کی احادیث نقل کرتے تھے۔

مامون نے بھی کہا ہاں اے ابن ضحاک وہ روی زمین پر سب سے بہتر، سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ عبادت گذار ہیں۔(۲)

ابراہیم ابن ابی العباس کا بیان ہے: کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ امام رضاؑ سے کوئی سوال کیا گیا ہو اور آپ کو اس کا جواب نہ معلوم ہو میں نے آپ سے اعلم کسی اور کو نہیں دیکھا۔

مامون آپ سے مختلف مسائل معلوم کرتا تھا اور آپ سب کا جواب دیتے تھے آپ کی گفتگو اور جوابات قرآن سے ہوتے تھے آپ ہر تین دن میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور فرماتے تھے اگر میں

(۱) بحار الانوار، ج۴۹، ص۹۵

(۲) بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۰۰

چاہوں تو اس سے کم مدت میں بھی قرآن ختم کرسکتا ہوں لیکن جس آیت پر پہونچتا ہوں آیت اور اس کی شان نزول کے بارے میں غور کرتا ہوں اسی وجہ سے تین دن میں ایک قرآن ختم ہوتا ہے۔(۱)

عبادت اور بندگی

امام رضاؑ اپنے آباء واجداد کی طرح عبادت میں بہت زیادہ سعی فرماتے تھے اپنی واجب نمازیں اول وقت فضیلت میں انتہائی خضوع وخشوع کے ساتھ انجام دیتے تھے نافلہ نمازوں کی بھی پابندی کرتے تھے تہجد شب زندہ داری اور نماز شب کو کبھی ترک نہیں کرتے تھے دعا، ذکر الٰہی اور قرأت قرآن میں مشغول رہتے تھے آپ کی عبادت کے سلسلہ میں بہت مطالب نقل ہوئے ہیں ہم یہاں نمونے کے طور پر صرف بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

رجاء ابن ابی ضحاک بیان کرتا تھا: مامون نے مجھے حکم دیا کہ علی ابن موسیٰ الرضاؑ کو مدینہ سے طوس لے کر آؤں اس کا حکم تھا کہ آپ کو بصرہ، اہواز اور فارس کی طرف سے سفر کرایا جائے اور قم کی طرف سے نہ گذارا جائے مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں رات دن آپ کی نگرانی کروں جب تک شہر ''مرو'' نہ پہونچ جائیں خدا کی قسم میں نے ان سے زیادہ متقی ان سے زیادہ ذکر الٰہی کرنے والا اور ان سے زیادہ خداترس کسی اور کو نہیں دیکھا۔

نماز صبح پڑھنے کے بعد مصلے پر بیٹھے رہتے تھے اور طلوع آفتاب تک ''سبحان اللّٰہ الحمد للہ اللّٰہ اکبر اور لا الہ الا اللّٰہ'' کہتے رہتے تھے اس کے بعد سجدہ میں چلے جاتے تھے اور سورج بلند ہونے تک سجدہ میں رہتے تھے۔

اس کے بعد ظہر تک لوگوں کے لئے حدیث بیان کرتے تھے اور ان کو موعظہ فرماتے تھے اس کے بعد تجدید وضوء فرما کے مصلائے عبادت پر چلے جاتے تھے۔

اذان ظہر کے بعد چھ رکعت نماز نافلہ ادا کرتے تھے پہلی رکعت میں سورۂ حمد اور سورۂ ''قل یاایھا الکافرون'' کی تلاوت فرماتے تھے دوسری رکعت میں حمد وقل ھو اللہ احد پڑھتے تھے اور باقی چار رکعتوں میں بھی حمد اور قل ھو اللہ ہی پڑھتے تھے ہر دو رکعت کے بعد سلام پڑھتے تھے اور دوسری

---

(۱) بحار الانوار، ج۴۹، ص۹۰

رکعت میں رکوع میں جانے سے پہلے قنوت پڑھتے تھے اس کے بعد اذان کہتے تھے اور دو رکعت نماز نافلہ پڑھتے تھے پھر اقامت کہہ کر ظہر کی نماز ادا کرتے تھے نماز ظہر کے بعد دوبارہ "سبحان اللّٰہ الحمد للہ اللّٰہ اکبر اور لا الہ الا اللّٰہ" کہتے تھے اور کچھ دیر تک کہتے رہتے تھے اس کے بعد سجدہ شکر بجالاتے تھے اور سجدہ کی حالت میں سو مرتبہ شکراً للہ فرماتے تھے اس کے بعد چھ رکعت نافلہ پڑھتے تھے جس کی دونوں رکعتوں میں حمد اور قل ھو اللہ پڑھتے تھے ہر دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے تھے اس کے بعد اذان کہہ کر دو رکعت نماز نافلہ ادا کرتے تھے اور پھر اقامت کہہ کر نماز عصر ادا کرتے تھے عصر کی نماز کی تعقیبات میں بھی "سبحان اللّٰہ الحمد للہ اللّٰہ اکبر اور لا الہ الا اللّٰہ" کہتے تھے جب تک خدا چاہے اس کے بعد سجدہ شکر میں چلے جاتے تھے اور سجدہ میں ستر مرتبہ "استغفر اللّٰہ سبحان اللّٰہ الحمد للہ اللّٰہ اکبر اور لا الہ الا اللّٰہ" کہتے تھے۔

جب مغرب کی نماز کا وقت ہو جاتا تھا تو تجدید وضوء کے بعد تین رکعت نماز مغرب ادا فرماتے تھے دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے نماز کے بعد پھر ذکر "سبحان اللّٰہ الحمد للہ و اللّٰہ اکبر و لا الہ الا اللّٰہ" کہتے تھے اور پھر سجدہ شکر میں چلے جاتے تھے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد بغیر کسی سے بات کئے ہوئے چار رکعت نماز نافلہ دو سلام سے ادا کرتے تھے ہر دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے تھے اور پہلی رکعت میں حمد و قل ھو اللہ اور دوسری رکعت میں حمد و قل ایھا الکافرون پڑھتے تھے نماز کے بعد بیٹھ کر تھوڑی دیر تعقیبات پڑھتے تھے اور پھر افطار فرماتے تھے۔

جب رات کا ایک تہائی حصہ گذر جاتا تھا تو چار رکعت عشا کی نماز ادا کرتے تھے دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے نماز کے بعد مصلے پر بیٹھ کر کچھ دیر ذکر "سبحان اللّٰہ الحمد للہ اللّٰہ اکبر اور لا الہ الا اللّٰہ" کہتے تھے پھر سجدہ شکر میں جاتے تھے اس کے بعد آرام کے لئے بستر پر جاتے تھے رات کے آخری تہائی حصہ میں اٹھ جاتے تھے آپ کے زبان مبارک پر ذکر "سبحان اللّٰہ الحمد للہ و اللّٰہ اکبر و لا الہ اللّٰہ اور استغفر اللّٰہ" ہوتا تھا مسواک کرتے تھے وضوء فرماتے تھے پھر نماز شب میں مشغول ہو جاتے تھے آٹھ رکعت نماز شب بجالاتے تھے ہر دوسری رکعت میں سلام ہوتا تھا ہر نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد تیس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے اس کے بعد چار رکعت نماز جعفر طیار دو سلام سے ادا فرماتے تھے دوسری رکعت

میں رکوع سے پہلے تسبیحات کے بعد قنوت پڑھتے تھے نماز جعفر طیار آپ کی نماز شب کا جز شمار ہوتی تھی اس کے بعد باقی دو رکعت نماز ادا کرتے تھے پہلی رکعت میں سورۂ حمد اور سورۂ ملک کی تلاوت فرماتے تھے دوسری رکعت میں سورۂ حمد اور سورۂ ﴿ھل أتی علی الانسان حین من الدھر...﴾ کی تلاوت فرماتے تھے۔

اس کے بعد نماز شفع پڑھتے تھے ہر رکعت میں حمد کے بعد تین مرتبہ قل ھو اللّٰہ پڑھتے تھے دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے تھے اس کے بعد اٹھ کر ایک رکعت نماز وتر بجالاتے تھے اس میں سورہ حمد کے بعد تین مرتبہ سورۂ "قل ھو اللّٰہ احد" اور ایک مرتبہ قل اعوذ برب الفلق اور ایک مرتبہ قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے رکوع سے پہلے قنوت میں یہ دعا پڑھتے تھے: اللّٰھم صلی علی محمد و آل محمد اللّٰھم اھدنا فیمن ھدیت و عافنا فیمن عافیت و تولنا فیمن تولیت و بارك لنا فیما اعطیت و قنا شر ما قضیت فانك تقضی و لا یقضی علیك انہ لا یذل من والیت و لا یعز من عادیت تبارکت ربنا و تعالیت اس کے بعد ستر مرتبہ استغفر اللّٰہ و اسئلہ التوبہ فرماتے تھے سلام کے بعد بیٹھ کر تھوڑی دیر تک تعقیب پڑھتے تھے۔

طلوع فجر کے وقت دو رکعت نماز نافلہ نماز صبح ادا کرتے تھے پہلی رکعت میں سورۂ حمد اور سورۂ قل ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں سورہ حمد اور ﴿قل ھو اللّٰہ احد﴾ پڑھتے تھے طلوع فجر کے بعد اذان واقامت کہتے تھے اور دو رکعت نماز صبح بجالاتے تھے نماز کے بعد بیٹھ کر طلوع آفتاب تک تعقیبات پڑھتے تھے اس کے بعد سجدہ شکر میں چلے جاتے تھے اور سورج بلند ہونے تک سجدہ میں رہتے تھے۔

نماز واجب کی پہلی رکعت میں سورۂ حمد اور انا انزلناہ پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں سورہ حمد اور ﴿قل ھو اللّٰہ احد﴾ کی تلاوت فرماتے تھے جمعہ کے دن کی نماز صبح، نماز ظہر اور نماز عصر میں سورۂ حمد کے بعد سورہ جمعہ اور سورۂ منافقون کی تلاوت فرماتے تھے۔

شب جمعہ نماز عشاء کی پہلی رکعت میں سورۂ حمد اور سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ سبح اسم ربك الاعلیٰ کی تلاوت کرتے تھے۔

دوشنبہ اور پنج شنبہ کو نماز صبح کی پہلی رکعت میں سورۂ حمد اور سورۂ دہر ھل اتی علی

الانسان کی تلاوت فرماتے تھے اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد سورۂ دہر اور سورۂ غاشیہ کی تلاوت فرماتے تھے۔

نماز مغرب وعشاء اور نماز شب، نماز شفع، نماز وتر اور نماز صبح میں بلند آواز سے قرأت کرتے تھے اور نماز ظہر وعصر میں آہستہ قرأت فرماتے تھے تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ حمد کی جگہ تسبیحات اربعہ سبحان اللّٰہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر پڑھتے تھے۔

آپ کی نمازوں میں قنوت کی دعا یہ تھی: رب اغفر و ارحم و تجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاجل الاکرم.

جس جگہ دس دن رکنے کا ارادہ ہوتا تھا روزہ رکھتے تھے نماز مغرب کے وقت پہلے واجب نمازیں ادا کرتے تھے اس کے بعد افطار فرماتے تھے۔

سفر میں واجب نمازیں دو رکعت ادا کرتے تھے سوائے نماز مغرب کے جو تین رکعت ہے۔

سفر وحضر کسی بھی حال میں نافلۂ مغرب وعشاء، نماز شب، شفع، وتر اور نافلہ صبح ترک نہیں کرتے تھے لیکن سفر میں ظہر وعصر کی نافلہ نہیں پڑھتے تھے قصر نمازوں کے بعد تیس مرتبہ سبحان اللّٰہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر کہتے تھے اور فرماتے تھے یہ ذکر نماز کی کمی کو پورا کر دیتا ہے۔

میں نے سفر یا حضر میں نماز ضحیٰ پڑھتے نہیں دیکھا سفر میں روزہ بالکل نہیں رکھتے تھے ہر دعا سے پہلے محمدؐ وآل محمدؐ پر صلوات بھیجتے تھے نماز اور غیر نماز میں صلوات بہت زیادہ پڑھتے تھے راتوں میں قرآن کی تلاوت زیادہ کرتے تھے جب کسی ایسی آیت پر پہونچتے تھے جس میں جنت یا دوزخ کا تذکرہ ہوتا تھا تو گریہ فرماتے تھے اور خداوند عالم سے جنت کی درخواست کرتے تھے اور جہنم سے پناہ مانگتے تھے تمام نمازوں میں بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے کہتے تھے جب قل ھو اللّٰہ احد پڑھتے تھے تو چپکے سے اللہ احد کہتے تھے قل ھو اللّٰہ احد سے کی قرأت کے بعد تین مرتبہ کذالک اللّٰہ ربنا کہتے تھے جب سورہ جحد (قل یا ایھا الکافرون) کی تلاوت کرتے تھے تو اس کے بعد تین مرتبہ فرماتے تھے ربی اللّٰہ و دینی الاسلام جب سورۂ و التین اور والزیتون کی تلاوت فرماتے تھے تو قرأت کے بعد بلی و انا ذالک من الشاھدین کہتے تھے

جب سورۂ لا اقسم بیوم القیامۃ کی تلاوت فرماتے تھے تو اس سے فارغ ہونے کے بعد سبحانک اللّٰھم بلی کہتے تھے۔

جب سورۂ جمعہ کی تلاوت فرماتے تھے اور آیت قل ما عند اللّٰہ خیر من اللھو و من التجارۃ و اللّٰہ خیر الرازقین پر پہونچتے تھے تو "للذین اتقوا" کہتے تھے۔

سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد الحمد للہ رب العالمین کہتے تھے۔

جب سورۂ اعلیٰ کی تلاوت کرتے تھے تو آہستہ سے "سبحان ربی الاعلیٰ" کہتے تھے جب آیت "یا ایھا الذین آمنوا" پڑھتے تھے تو آہستہ سے لبیک اللّٰھم لبیک کہتے تھے۔(۱)

ابراہیم ابن عباس کا بیان ہے کہ ابوالحسن رضاؑ رات میں بہت کم سوتے تھے اور زیادہ تر بیدار رہتے تھے اکثر صبح تک عبادت میں مصروف رہتے تھے روزے بہت رکھتے تھے مہینہ کے تین روزے آپ سے ترک نہیں ہوتے تھے آپ فرماتے تھے کہ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنا گویا پوری عمر روزے رکھنا ہے۔(۲)

راہ خدا میں خرچ اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک

جود و بخشش، فقراء کے ساتھ حسن سلوک، مقروضوں کا قرض ادا کرنا، مومنین کو کھانا کھلانا اور پریشان حالوں کی مدد کرنا پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ کی سیرت تھی امام رضاؑ نے بھی اسی سیرت کو جاری رکھا۔

اسحٰق نوبختی کا بیان ہے: ایک شخص امام رضاؑ کی خدمت میں پہونچا اور آپ سے عرض کیا کہ اپنی شایان شان میری مدد کریں۔

آپ نے فرمایا: اتنی مدد کرنے پر قادر نہیں ہوں۔

اس نے عرض کیا: پھر میری شایان شان مدد کریں۔

---

(۱) بحارالانوار، ج۴۹، ص۹۱

(۲) بحارالانوار، ج۴۹، ص۹۱؛ الفصول المہمہ، ص۲۴۳

امامؑ نے فرمایا: یہ ممکن ہے، یہ کہہ کر غلام کو حکم دیا کہ اس کو دو سو دینار عطا کر دے۔

امام رضاؑ نے خراسان میں عرفہ کے دن اپنا تمام مال راہ خدا میں خرچ کر دیا فضل ابن سہل نے عرض کیا کہ آپ کے اس طرح بخشش کرنے میں مصلحت نہیں ہے اور نقصان ہے۔

امامؑ نے فرمایا: نقصان نہیں بلکہ اصل نفع یہی ہے جو چیز خدا کی راہ میں آخرت کی جزا کی امید پر دیدی جائے اس کو گھاٹا نہ سمجھو۔(۱)

معمر ابن خلاد کا بیان ہے: امام رضاؑ کھانا کھاتے وقت اپنے دسترخوان کے پاس ایک برتن رکھ لیتے تھے اور اچھے کھانوں میں سے تھوڑا تھوڑا اس میں رکھتے رہتے تھے اس کے بعد حکم دیتے تھے کہ اس کو فقراء میں تقسیم کر دیا جائے اس وقت آپ اس آیت کی تلاوت فرماتے رہتے تھے ﴿فلا اقتحم العقبہ..﴾

اس کے بعد آپ فرماتے تھے کہ خدا کو معلوم ہے کہ ہر شخص غلام آزاد نہیں کر سکتا لہٰذا اس طرح کے کھانا کھلانے کو جنت جانے کا ذریعہ قرار دیا۔(۲)

غفاری کا بیان ہے: میں نے آل ابی رافع کے ایک شخص سے فلاں مقدار میں قرض لیا تھا وہ بار بار مجھ سے اپنے قرض کا مطالبہ کر رہا تھا اور میں قرض ادا کرنے پر قادر نہیں تھا اس وجہ سے میں نے نماز صبح مسجد النبی میں پڑھی اور امام رضاؑ کی تلاش میں نکلا آپ اس زمانے میں ”عریض“ میں تھے جب میں وہاں پہونچا امامؑ کو دیکھا امام پیراہن پہنے عبا اوڑھے اپنے مرکب پر سوار تھے۔

مجھے شرم لگی اور میں نے آپ سے کچھ نہیں کہا آپ جب میرے پاس آئے مجھے دیکھا میں نے سلام کیا اور عرض کیا کہ آپ کے فلاں چاہنے والے کا میرے ذمہ قرض ہے اور اس نے اس کے مطالبہ میں مجھے رسوا کر رکھا ہے میں سوچ رہا تھا کہ آپ اسے نصیحت کر دیں وہ اپنے مطالبہ سے دست بردار ہو جائے البتہ میں نے امامؑ سے یہ نہیں بتایا کہ قرض کی مقدار کتنی ہے۔

آپ نے مجھ سے فرمایا: بیٹھو میں ابھی واپس آتا ہوں۔

میں وہیں رکا رہا یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو گیا میں نے نماز مغرب ادا کی روزہ سے بھی تھا

(۱) بحار الانوار، ج۴۹، ص۱۰۰

(۲) بحار الانوار، ج۴۹، ص۹۷

لہٰذا تھک گیا تھا اور واپسی کا ارادہ کر رہا تھا کہ آپ تشریف لے آئے کچھ لوگ آپ کے گرد جمع تھے اور آپ کے سامنے اپنی حاجت پیش کر رہے تھے اور آپ ان کو صدقہ دے رہے تھے اس کے بعد آپ گھر کے اندر گئے اور مجھے بھی گھر میں بلا لیا میں گھر میں داخل ہوا دونوں ساتھ ساتھ بیٹھے میں مدینہ کے حاکم ابن مسیّب کے بارے میں آپ سے گفتگو کر رہا تھا جب میری بات ختم ہوئی۔

تو آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے ابھی تم نے افطار نہیں کیا۔

میں نے عرض کیا: نہیں!

آپ نے حکم دیا: میرے لئے کھانا لایا گیا۔

پھر آپ نے اپنے غلام سے فرمایا: میرے ساتھ کھانا کھائے۔

کھانا کھانے کے بعد مجھ سے فرمایا: اس تکیہ کو ہٹاؤ اور جو اس کے نیچے ہوا سے لے لو۔

میں نے آپ کے حکم پر عمل کیا اور وہاں موجود دینار اٹھائے اور اپنے لباس کی آستین میں رکھ لئے اپنے چار غلاموں کو حکم دیا کہ میرے گھر تک میری ہمراہی کریں۔

میں نے عرض کیا: کہ ابن مسیّب کے افراد رات میں گشت کرتے رہتے ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے آپ کے غلاموں کے ساتھ دیکھیں۔

آپ نے فرمایا: تم صحیح کہہ رہے ہو اس کے بعد اپنے غلاموں سے فرمایا جہاں سے یہ کہیں واپس آ جانا۔

میں اپنے گھر پہونچا چراغ روشن کیا اور دیناروں کو گنا تو وہ ۴۸ دینار تھے جب کہ میرا قرض کل ۲۸ دینار تھا۔

ان میں سے ایک دینار میں کچھ خاص چمک پائی جا رہی تھی مجھے اس سے دلچسپی ہوئی اور میں نے چراغ کے پاس اسے لیجا کر اسے دیکھا اس پر لکھا تھا تمہارا قرض ۲۸ دینار ہے لیکن باقی ۲۰ دینار بھی تمہارے ہی ہیں۔

غفاری کا بیان ہے کہ خدا کی قسم مجھے بالکل صحیح نہیں یاد تھا کہ اس شخص کا مجھ پر کتنا قرض ہے۔(۱)

آپ کے خادم یاسر کا بیان ہے: جب امام رضاؑ تنہائی میں بیٹھتے تھے تو اپنے تمام چھوٹے بڑے

(۱)الارشاد، ج۲،ص۲۵۵؛ بحار الانوار، ج۴۹،ص۹۷

غلاموں کو اکٹھا کرتے تھے اوران سے گفتگو کرتے تھے جب کھانے کے لئے دسترخوان پر بیٹھتے تھے سب کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھاتے تھے۔(۱)

ولی عہدی

امام علی ابن موسیٰ الرضاؑ کی زندگی کا اہم ترین واقعہ آپ کا ولی عہد ہونا ہے مامون نے ۲۰۰ ھ یا ۲۰۱ ھ میں آپ کو مدینہ سے خراسان بلایا۔(۲)

اس سلسلہ میں اپنے چند افراد جیسے رجاء ابن ابی ضحاک اور یاسر خادم کو یہ ذمہ داری سونپی کہ مدینہ جاکر علی ابن موسیٰ الرضاؑ کو اس سفر پر راضی کریں سفر کے دوران ان کے ہمراہ رہیں اوران پر نظر رکھیں یہاں تک وہ خراسان پہونچ جائیں۔

جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے امام رضاؑ اس سفر پر دل سے راضی نہیں تھے اور مامون کے اصرار کی وجہ سے مجبوراً اس کو قبول کیا تھا گویا آپ کو مامون کی نیت پر پہلے ہی سے شک تھا اور آپ خطرہ محسوس کررہے تھے۔

مخول بجستانی کا بیان ہے جس وقت حکومت کے افراد امام رضاؑ کو خراسان لے جانے کے لئے مدینہ آئے میں مدینہ ہی میں تھا آپ اپنے جد کی قبر سے رخصت ہونے کے لئے مسجد النبیؐ میں داخل ہوئے مسجد سے باہر نکلتے اور پھر واپس چلے جاتے تھے اور بلند آواز سے گریہ فرماتے تھے۔

میں آپ کی خدمت میں پہونچا سلام کیا امامؑ نے فرمایا میں اپنے جد کی قبر چھوڑ کر جارہا ہوں میری موت عالم غربت میں ہوگی اور ہارون کے برابر میں دفن ہوں گا۔(۳)

وشاء کا بیان ہے: امام رضاؑ نے مجھ سے فرمایا، جب مجھے مدینہ سے لے جایا جانے لگا تو میں نے اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میرے لئے گریہ کرو اس طرح کہ میں تمہارے گریہ کی

(۱) بحارالانوار، ج۴۹، ص۱۶۴

(۲) بحارالانوار، ج۴۹، ص۱۳۲

(۳) بحارالانوار، ج۴۹، ص۱۱۷

آواز سن لوں اس کے بعد میں نے بارہ ہزار دینار ان میں تقسیم کیئے اور ان سے کہا شاید میں دوبارہ تم لوگوں کے پاس واپس نہ آسکوں۔(۱)

امام رضاؑ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ خراسان کی طرف سفر کیا یہ راستہ کتنے دن میں طے ہوا اس کی تفصیلات کا علم نہیں ہے بعض شہروں میں آپ نے قیام بھی فرمایا کچھ عرصہ کے بعد "مرو" پہونچے جو خراسان کا بڑا شہر تھا یہ ایک آباد شہر تھا جو خراسان کا دارالحکومت بھی تھا مامون اس زمانے میں اسی شہر میں رہتا تھا۔

مامون اور اس کی حکومت کے افراد نے شہر کے دوسرے لوگوں کے ساتھ آپ کا شایان شان استقبال اور بڑا احترام کیا۔

استقبال کی رسومات انجام پانے کے بعد ایک دن مامون نے امام رضاؑ سے عرض کیا میرا ارادہ ہے کہ میں خلافت سے کنارہ کش ہو جاؤں اور اسے آپ کے حوالہ کردوں کہ اس منصب کے لئے آپ سب سے زیادہ موزوں ہیں امام رضاؑ چونکہ مامون کے خفیہ مقاصد سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ اس کے اس عمل میں سچائی نہیں ہے لہٰذا آپ نے خلافت کو قبول نہیں کیا۔

مامون نے پھر اصرار کیا اور کہا اگر خلافت قبول نہیں کرتے تو ولی عہدی قبول کر لیجئے۔امامؑ کو ولی عہدی بھی منظور نہیں تھی لیکن مامون کے اصرار پر مجبور ہو کر ولی عہدی قبول کرنا پڑی مگر آپ نے یہ شرط لگا دی کہ ملکی امور اور کسی کو معزول یا منصوب کرنے میں دخل اندازی نہیں کریں گے۔

مامون نے یہ شرط منظور کر لی اور بنی عباس کے بہت سے افراد، حکومت کے امراء و وزراء اور بنی ہاشم کی ایک جماعت کے سامنے آپ کی ولایت عہدی کا حکم لکھ کر امام کے سامنے پیش کر دیا اور حکم دیا کہ لوگ آپ کی بیعت کریں اور آپ کے نام کا سکہ چلایا جائے۔

آپ کی ولایت عہدی کا حکم تاریخ وحدیث کی کتابوں میں درج ہے۔

مامون کا یہ عمل بظاہر ایک غیر معمولی عمل تھا اور اس کی حکومت کے افراد میں کسی کو اس کی امید نہیں تھی لہٰذا ابتدا میں اسے اپنی حکومت کے بعض امراء اور بنی عباس کے بزرگوں کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا جو کبھی مخفی طور پر اور کبھی علی الاعلان مامون کے اس عمل کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے تھے لیکن مامون ہمیشہ اس کا دفاع کرتا تھا اور اس کو اپنا ایک سنجیدہ اور مصلحت آمیز اقدام بتاتا تھا۔

(۱) بحار الانوار، ج۴۹،ص۱۱۷

اس عمل سے مامون کا مقصد کیا تھا؟ یہ واضح نہیں ہے اور اس کے بارے میں تحقیق کرنے کی ضرورت ہے کیا مامون کے ذریعہ امام کو ولی عہد بنائے جانے میں خلوص تھا؟ اور کیا وہ واقعی حکومت اور خلافت جو اہلبیتؑ کا حق تھا ان کو واپس کرنا چاہتا تھا؟ (۱)

مامون جس نے خلافت پر قبضہ کرنے کے لئے اپنے بھائی سے جنگ کی ہو اور اس میں لاکھوں افراد قتل ہوئے ہوں یہاں تک کہ بھائی کے قتل کے بعد جب مامون کے لئے اس کا سر لایا گیا ہو تو سجدہ کیا ہو اور اس پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ (۲)

یہ بہت بعید ہے کہ وہ خلوص کے ساتھ حکومت علی ابن موسیٰ الرضاؑ کے حوالے کر دے۔

کیا اس بظاہر نیک عمل سے اس کا کوئی سیاسی مقصد تھا اور وہ عوام کے سامنے اپنی کھوئی ہوئی حیثیت واپس پا کر باعزت بننا چاہتا تھا یا اس کا مقصد بنی ہاشم اور علوی سادات کو راضی کرنا تھا جو وقتاً فوقتاً قیام کیا کرتے تھے اور حکومت کے خلاف اقدامات کرتے تھے تاکہ وہ اپنے خونی قیام سے باز آجائیں اس طرح کے احتمالات پائے جاتے ہیں جس پر جامع تحقیق کی ضرورت ہے ان مختصر اوراق میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

افسوس کہ امامؑ کی بے وقت شہادت سے ولی عہدی کا موضوع خود بخود ختم ہو گیا اور جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا آپ کو ۲۰۰ھ میں شہر ''مرو'' میں ولی عہد بنایا گیا لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ کب اور کیوں وہاں سے طوس منتقل ہوئے اور سناباد کے قریہ نوقان میں قیام فرمایا۔

امام رضاؑ کو کچھ عرصہ کے بعد ہی زہر دے دیا گیا اور ماہ صفر ۲۰۳ھ میں آپ کی شہادت ہوگئی وہیں ہارون رشید کی قبر کے برابر میں دفن ہوئے آپ کی عمر مبارک اس وقت ۵۵ سال تھی۔ (۳)

آپ کی ولی عہدی کا دور صرف ۲ سال اور چند مہینہ تھا۔

---

(۱) قرائن اور شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ مامون کے ذریعہ آپ کو ولی عہد بنایا جانا صرف اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے تھا اور اس میں ذرہ برابر خلوص نہیں تھا امام رضاؑ نے اس حقیقت کا مختلف مواقع پر انکشاف کیا مدینہ سے نکلتے وقت سفر میں جگہ جگہ خلافت اور ولی عہدی قبول نہ کر کے اور قبول کرنے کی صورت میں حکومت کے امور میں مداخلت نہ کر کے اور خود مامون کے ذریعہ آپ کو زہر دیا جانا تاریخی اعتبار سے ثابت ہے لہٰذا اس عمل سے اس کی نیت میں صداقت نہ ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ مترجم

(۲) الکامل فی التاریخ، ج۶، ص ۲۸۷

(۳) کافی، ج۱، ص ۴۸۶

نویں امام

امام محمد تقی علیہ السلام

امام محمد تقیؑ ۱۵ یا ۱۹ / رمضان المبارک ۱۹۰ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔(۱)

آپ کا اسم گرامی محمد اور آپ کے والد کا نام علی ابن موسیٰ الرضاؑ تھا آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سبیکہ یا خیزران تھا۔(۲)

آپ کی کنیت ابو جعفر (ثانی) تھی اور القاب قانع، مرتضیٰ، جواد اور تقی تھے۔(۳)

جب آپ کے والد ماجد کی شہادت ہوئی اس وقت آپ کی عمر مبارک ۷ سال اور چند مہینہ تھی آپ کی امامت کا زمانہ سترہ (۱۷) سال تھا۔(۴)

بنی عباس کے خلیفہ معتصم نے آپ کو آپ کی زوجہ ام الفضل بنت مامون کے ساتھ بغداد بلایا آپ ۲۸ محرم ۲۲۰ھ کو بغداد پہونچے اسی سال ماہ ذیقعدہ میں بغداد ہی میں آپ کی شہادت ہوئی اور آپ کا جسد اطہر قریش کے قبرستان میں آپ کے جد امام موسیٰ کاظمؑ کی قبر کے برابر دفن کیا گیا اس وقت آپ کی عمر مبارک ۲۵ سال اور چند مہینہ تھی۔(۵)

---

(۱) آپ کی تاریخ ولادت بنابر مشہور ۱۰ / رجب المرجب ہے۔ مترجم

(۲) کافی، ج ۱، ص ۴۹۲؛ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲

(۳) مطالب السؤول، ج ۲، ص ۱۴۰؛ مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۴۱۰

(۴) بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۲

(۵) بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱

آپ کی امامت کی دلیلیں

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تحریر کیا ہے کہ جن لوگوں نے امام جوادؑ کی امامت کے سلسلہ میں امام علی رضاؑ کے اقوال نقل کئے ہیں وہ یہ ہیں: علی ابن جعفر ابن محمد الصادق، صفوان ابن یحییٰ، معمر ابن خلاد، حسین ابن یسار ابن ابی نصر بزنطی، ابن قیاما واسطی، حسن ابن جہم، ابو یحییٰ الصنعانی، خیرانی اور یحییٰ ابن حبیب زیات وغیرہ۔(۱)

علی ابن جعفر ابن محمدؑ فرماتے ہیں: میں نے ابوجعفر محمد ابن علی رضاؑ کا ہاتھ پکڑ کر عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے نزدیک امام ہیں۔

امام رضاؑ نے گریہ فرمایا اور کہا چچا کیا آپ نے میرے والد سے نہیں سنا کہ آپ فرماتے تھے رسول خداؐ نے فرمایا: میرے والد فدا ہوں کنیزان نوبیہ طیبہ کی سب سے بہتر کنیز کے بیٹے پر جس کی نسل سے ایک ایسا امام آئے گا جو وطن سے دور اپنے والد اور اپنے جد کے خون کا انتقام لے گا ان کی غیبت بہت طولانی ہوگی اس طرح کہ لوگ کہنے لگیں گے کہ وہ انتقال کر گئے ہیں یا انھیں کسی نے ہلاک کر دیا اور اگر ہیں تو کہاں چلے گئے ہیں۔

میں نے عرض کیا: آپ صحیح فرما رہے ہیں میری جان آپ پر فدا ہو جائے۔(۲)

صفوان ابن یحییٰ بیان کرتے ہیں: کہ میں نے امام رضاؑ سے عرض کیا کہ میں ابوجعفر امام محمد تقیؑ کی ولادت سے پہلے آپ سے سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ عنقریب خدا مجھے ایک بیٹا عطا کرے گا اب خدا نے آپ کو بیٹا عطا کیا ہے اور اس کے نور سے ہماری آنکھیں منور ہوگئی ہیں اگر خدانخواستہ آپ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو ہم کس کی طرف رجوع کریں؟

آپ نے فرمایا: ان کی طرف. اور یہ کہہ کہ امام ابوجعفرؑ کی طرف اشارہ کیا جو ان کے برابر میں کھڑے تھے۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں یہ تو ابھی تین سال کے بچے ہیں۔

---

(۱) الارشاد، ج۲، ص۲۷۴

(۲) الارشاد، ج۲، ص۲۷۵

آپ نے فرمایا: ان کی کمسنی اور امامت میں کوئی تضاد نہیں ہے حضرت عیسیٰؑ بھی پیغمبر اور حجت خدا تھے جب کہ ان کی عمر تین سال سے بھی کم تھی۔(۱)

معمرّ ابن خلاد کا بیان ہے: میں نے امام رضاؑ سے سنا ہے کہ آپ نے امامت کی علامتوں کے بارے میں کچھ مطالب بیان کرنے کے بعد فرمایا تمہیں ان علامتوں کی کیا ضرورت ہے میں نے اپنے بیٹے ابوجعفرؑ کو اپنا جانشین اور خلیفہ قرار دیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: ہم ایسے اہلبیتؑ ہیں جن کے بچے بھی بالکل اپنے بزرگوں کی طرح ہوتے ہیں اور ان میں کوئی کمی نہیں پائی جاتی۔(۲)

حسین ابن یسار کا بیان ہے: ابن قیاما نے امام ابوالحسن رضاؑ کو خط لکھا کہ آپ کیسے امام ہو سکتے ہیں جب کہ آپ کا کوئی بیٹا نہیں ہے جو آپ کا جانشین ہو۔

امام رضاؑ نے جواب میں لکھا: تمہیں کیسے معلوم کہ میرا کوئی بیٹا نہیں ہوگا تھوڑے ہی دنوں میں خداوند عالم مجھے ایک بیٹا عطا کرے گا جو حق کو باطل سے الگ کر دے گا۔(۳)

ابن ابی نصر بزنطی کا بیان ہے: ایک دن ابن نجاشی نے مجھ سے کہا تمہارے ولی امام رضاؑ کے بعد کون امام ہوگا؟ اس کو معلوم کر کے مجھے باخبر کرو میں امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابن نجاشی کا سوال دہرایا۔

آپ نے فرمایا: میرے بعد میرا بیٹا امام ہوگا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: کس میں ہمت ہے کہ کہے میرا بیٹا، جب کہ ابھی بیٹا پیدا نہ ہوا ہو۔

اس وقت ابوجعفرؑ کی ولادت نہیں ہوئی تھی کچھ ہی دنوں کے بعد امام ابوجعفرؑ کی ولادت ہوئی۔(۴)

ابن قیاما واسطی جو واقفی مذہب تھا بیان کرتا ہے کہ میں علی ابن موسیٰ الرضاؑ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا، کیا ایک زمانے میں دو امام ہو سکتے ہیں؟

---

(۱) الارشاد، ج ۲، ص ۲۷۷؛ الفصول المہمہ، ص ۲۴۷
(۲) الارشاد، ج ۲، ص ۲۷۷؛ الفصول المہمہ، ص ۲۴۷
(۳) الارشاد، ج ۲، ص ۲۷۷
(۴) الارشاد، ج ۲، ص ۲۷۷

آپ نے فرمایا: نہیں، لیکن ایسا صرف ایک صورت میں ممکن ہے جب ان دونوں میں ایک صامت ہو۔
میں نے عرض کیا: کہ آپ کے پاس امام صامت نہیں ہے۔
آپ نے فرمایا: خدا کی قسم خدا مجھے ایک بیٹا عطا کرے گا جو حق اور اہل حق کی حمایت کرے گا اور باطل کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔
آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا، جب ابھی آپ کے یہاں بیٹے کی ولادت نہیں ہوئی تھی۔(۱)
حسن ابن جہم کا بیان ہے: میں ابوالحسنؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا آپ نے اپنے چھوٹے سے بیٹے کو بلایا، اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا ان کا پیراہن اتارو میں نے ان کا پیراہن اتارا۔
آپ نے فرمایا: ان کے دونوں شانوں کے درمیان دیکھو!
میں نے غور سے دیکھا: مجھے دونوں شانوں کے درمیان مہر جیسی کوئی چیز دکھائی دی۔
آپ نے فرمایا: اسے دیکھ رہے ہو میرے والد کے پاس بھی ایسی ہی علامت تھی۔(۲)
ابو یحییٰ صنعانی کا بیان ہے: میں ابوالحسن رضاؑ کی خدمت میں تھا کہ آپ کے فرزند ابو جعفرؑ کو وہاں لایا گیا جو ابھی بچے تھے آپ نے فرمایا یہ مولود میرے شیعوں کے لئے عظیم برکات کا حامل ہے اور ان کے جیسا کوئی بھی پیدا نہیں ہوا۔(۳)
خیرانی نے اپنے والد سے نقل کیا ہے: کہ انھوں نے کہا کہ میں خراسان میں امام رضاؑ کی خدمت میں تھا ایک شخص نے سوال کیا اگر آپ کے لئے کوئی حادثہ پیش آجائے تو ہم کس کی طرف رجوع کریں؟
آپ نے فرمایا: میرے بیٹے ابو جعفرؑ کی طرف. اس شخص نے گویا آپ کو کمسن سمجھا تو امام رضاؑ نے فرمایا خداوند عالم نے جناب عیسیٰؑ کو نبوت و رسالت عطا کی جب کہ ان کا سن ابو جعفرؑ سے کہیں کم تھا۔(۴)
امام رضاؑ کے کاتب محمد ابن ابی عباد کا کہنا ہے: حضرت رضاؑ اپنے بیٹے محمد کو ہمیشہ کنیت کے ساتھ یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے ابو جعفرؑ نے یہ کہا ہے میں نے ابو جعفرؑ کو یہ لکھا ہے اور ان کا بہت احترام

(۱) الارشاد، ج ۲، ص ۲۷۷
(۲) الارشاد، ج ۲، ص ۲۷۸
(۳) الارشاد، ج ۲، ص ۲۷۹
(۴) الارشاد، ج ۲، ص ۲۷۹؛ الفصول المہمہ، ص ۲۴۷

کرتے تھے جب کہ وہ ابھی بچے تھے مدینہ سے ابوجعفر امام محمد تقیؑ کے انتہائی فصیح و بلیغ خطوط بھی اپنے والد کے پاس خراسان پہونچتے تھے میں نے آپ سے سنا کہ ابوجعفرؑ میرے وصی اور خلیفہ ہیں۔(۱)

مسافر کا بیان ہے کہ امام ابوالحسن رضاؑ نے خراسان میں مجھ سے فرمایا: ابوجعفر کے پاس جاؤ وہ تمہارے امام اور ولی ہیں۔(۲)

ابراہیم ابن ابی محمد کا بیان ہے: میں طوس میں امام رضاؑ کی خدمت میں تھا ایک شخص نے آ کر عرض کیا اگر آپ کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو ہم کس کی طرف رجوع کریں فرمایا میرے بیٹے محمد کی طرف۔(۳)

سوال کرنے والے نے گویا آپ کو ابھی کمسن سمجھا تو امام رضاؑ نے فرمایا: خداوند عالم نے عیسیٰؑ ابن مریم کو نبوت اور شریعت کے قیام کے لئے مبعوث فرمایا. جب کہ آپ کا سن ابوجعفرؑ سے کم تھا۔

ابن بزیغ کا کہنا ہے: امام ابوالحسن علی رضاؑ سے سوال کیا گیا کیا امام کا منصب چچا اور ماموں کو بھی مل سکتا ہے آپ نے فرمایا نہیں. آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ کے یہاں ابھی بیٹے کی ولادت نہیں ہوئی تھی۔(۴)

فضائل و کمالات

جیسا کہ پہلے ثابت بھی کیا جا چکا ہے کہ امام تمام انسانی کمالات کا حامل ایک مکمل انسان ہوتا ہے اور اس میں کسی طرح کا عیب یا نقص نہیں پایا جاتا اور یہ عصمت کے لئے لازم ہے۔

جب کسی شخص کی امامت دلیلوں سے ثابت ہو جائے تو اس کے ذاتی کمالات بھی خود بخود ثابت ہو جائیں گے اس لئے کہ علم، تقویٰ، فضیلت، عبادت اور بہترین اخلاق سے آراستہ ہونا اور ہر قسم کے گناہ اور برے اخلاق سے پاک اور منزہ ہونا امامت کے لئے ذاتی طور پر ضروری ہے اور اس

(۱) بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۱۸
(۲) بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۳۴
(۳) بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۳۴
(۴) الارشاد، ج ۲، ص ۲۷۹

اعتبار سے ائمۂ معصومینؑ کے درمیان کوئی فرق نہیں پایا جاتا ان ذوات مقدسہ میں تمام انسانی کمالات یکساں طور پر پائے جاتے ہیں اس سلسلہ میں بچپنے، نوجوانی، جوانی یا بڑھاپے کا کوئی دخل نہیں ہوتا اگر بعض ائمہ کی تعلیمات ہم تک کم پہونچی ہیں یا ان کی عبادتوں اوران کے فضائل وکمالات سے متعلق معلومات تاریخ کی کتابوں میں کم ہیں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ اس اعتبار سے ان میں کوئی نقص پایا جاتا تھا بلکہ اس میں اس زمانے کے سیاسی اور سماجی حالات، زمانے اور مکان کی مشکلات، نیز ائمۂ معصومینؑ کی عمر کا دخل ہے جس کی وجہ سے ان سے ظاہر ہونے والے کمالات میں فرق محسوس ہوتا ہے۔

انھیں ائمہؑ میں سے ایک امام محمد تقیؑ ہیں اگر چہ آپ سے بہت سی احادیث نقل ہوئی ہیں جو تاریخ کی کتابوں میں آج بھی موجود ہیں لیکن آپ سے مروی احادیث کی مقدار آپ کے آباء واجداد کے برابر نہیں ہے۔

آپ کی عبادت خشوع وخضوع، فقراء ومساکین کے سلسلہ میں انفاق واحسان نیز دوسرے اخلاقی کمالات کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں آپ کے آباء واجداد کی صفات کے برابر تذکرہ نہیں ہے جس کے دو سبب ہوسکتے ہیں۔

۱۔ پہلا سبب یہ ہے کہ آپ کی عمر مبارک ۲۵ سال سے زیادہ نہیں تھی اور جوانی ہی میں آپ کی شہادت ہوگئی اس لئے آپ کے فضائل وکمالات اور آپ کی احادیث لوگوں کے درمیان بیان نہ ہوسکیں۔

۲۔ دوسرا سبب آپ کا کمسنی میں منصب امامت پر فائز ہوجانا ہے. آپ ۷ سال اور چند ماہ کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہوگئے تھے۔

اس کمسنی میں بھی آپ کے اندر تمام دینی معلومات اور تمام انسانی کمالات بدرجۂ اتم پائے جاتے تھے لیکن کمسنی کی وجہ سے آپ کے ذاتی کمالات اکثر افراد کے لئے یہاں تک کہ آپ کے شیعوں کی نظروں سے بھی پوشیدہ رہے جس کی وجہ سے اس زمانے کے بزرگ علماء کی زیادہ توجہ آپ کی طرف نہیں ہوئی اگر چہ آہستہ آہستہ آپ کے فضائل وکمالات لوگوں کے سامنے آتے رہے اور آپ کے عقیدتمندوں میں اضافہ ہوتا گیا لیکن افسوس کہ آپ کی شہادت ہوگئی اور لوگ آپ کی

تعلیمات سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے اس کے باوجود آپ کی جو تعلیمات ہم تک پہونچی ہیں وہ آپ کے عقید تمندوں کے لئے مفید ہوسکتی ہیں۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تحریر کیا ہے: امام ابوجعفر محمد تقی ؑ کی کمسنی کے باوجود آپ کے فضائل و کمالات، علم وحکمت، ادب، عقلی کمال کے بارے میں جب مامون کو علم ہوا اور اس نے آپ کو اپنے زمانے کے تمام بزرگ علماء و دانشوروں سے بہتر پایا تو آپ کا گرویدہ ہوگیا اور آپ کے ساتھ اپنی بیٹی ام الفضل کا عقد کر کے مدینہ بھیج دیا وہ ہمیشہ آپ کا احترام و اکرام کرتا رہا۔(۱)

ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی حنفی نے لکھا ہے: محمد ابن علی ابن موسیٰ علم، تقویٰ، زہد اور جود و سخاوت میں اپنے والد کی سیرت پر عمل کرتے تھے مامون نے آپ کے والد کی شہادت کے بعد آپ کو مدینہ سے بغداد بلالیا اور آپ کا احترام کیا اور جو کچھ آپ کے والد کو عطا کیا کرتا تھا وہ آپ کو بھی عطا کیا اور اپنی بیٹی ام الفضل کو آپ کی زوجیت میں دے دیا۔(۲)

ریان ابن شبیب کا بیان ہے: کہ جب مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کو امام ابوجعفر محمد ابن علیؑ کی زوجیت میں دینا چاہا اور اس کی خبر بنی عباس کے بزرگوں کو ہوئی تو ان کو بہت گراں گذرا اور ان لوگوں کو خوف ہوا کہ کہیں ان کو بھی ولی عہد نہ بنا دیا جائے جیسا کہ پہلے علی ابن موسیٰ کو بنایا جا چکا تھا۔

مامون کے خاندان کے بعض افراد اس تشویش کے اظہار کے لئے مامون کی خدمت میں پہونچے اور کہا: اے امیر المومنین! خدا کی قسم ابن الرضاؑ کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ ترک کر دیجئے اس لئے کہ ہمیں خوف ہے کہیں جو خلافت ہمارے ہاتھ آ گئی ہے وہ واپس نہ چلی جائے آپ کو ہمارے اور بنی ہاشم کے درمیان دیرینہ اختلافات کا علم ہے اور آپ سے پہلے والے خلفاء نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس سے بھی آپ باخبر ہیں آپ نے پہلے جو کچھ علی ابن موسیٰ کے ساتھ کیا اور ان کو ولی عہد بنایا اس کی وجہ سے ہم کو بہت مشکلات کا سامنا ہو چکا ہے جن سے نجات پانے میں خدا نے ہماری مدد کی آپ کو خدا کی قسم اپنی بیٹی کے ساتھ ابن الرضاؑ کی شادی کا ارادہ ترک کر دیجئے اور ہمیں دوبارہ مشکلات میں مبتلا نہ کیجئے۔

(۱) الارشاد ج ۲، ص ۲۸۱

(۲) الارشاد، ج ۲، ص ۲۷۹؛ الفصول المہمہ، ص ۲۴۷

مامون نے ان کے جواب میں کہا: جو اختلافات ہمارے اور آل ابوطالب کے درمیان تھے ان کا سبب تم لوگ خود ہی تھے ابوطالب کی اولاد خلافت کی تم سے زیادہ حقدار ہے اور ان کے ساتھ پہلے کے خلفاء نے جو برا سلوک کیا تو انھوں نے قطع رحم کیا اور میں قطع رحم کے سلسلہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں خدا کی قسم امام رضاؑ کو اپنا ولی عہد بنانے پر مجھے کوئی پچھتاوا نہیں ہے میں نے پہلے ان سے خلافت کی پیش کش کی، لیکن انھوں نے اسے قبول نہیں کیا اور تقدیر یہ تھی کہ وہ مجھ سے پہلے دنیا سے چلے گئے اور خلافت تک نہیں پہونچ سکے۔

میں نے ابوجعفر محمد ابن علیؑ کو اس لئے منتخب کیا کہ وہ اپنی کمسنی کے باوجود علم وفضل کے اعتبار سے تمام اہل علم وفضل سے حیرت انگیز حد تک افضل ہیں میں چاہتا ہوں ان کے فضائل وکمالات لوگوں پر ظاہر ہو جائیں تا کہ ان کی سمجھ میں آجائے کہ ان کے بارے میں ہمارا نظریہ صحیح ہے۔

ان لوگوں نے کہا کہ اگر چہ اس بچہ نے آپ کو حیرت زدہ کر رکھا ہے لیکن یہ بہر حال بچہ ہے اور علم ومعرفت اور فقہ سے بے بہرہ ہے آپ ہمیں مہلت دیں کہ ہم اس کو ادب اور فقہ سکھا دیں اس کے بعد آپ کی جو مرضی ہو کریں۔

مامون نے جواب دیا: وائے ہو تم پر میں اس جوان کو بہتر پہچانتا ہوں یہ جوان ایسے اہل بیتؑ میں سے ہے جن کو خداوند عالم کی طرف سے علوم عطا ہوتے ہیں اور ان پر الہام ہوتا ہے ان کے آباء واجداد ہمیشہ دینی علوم اور ادب میں تمام دوسرے انسانوں سے بے نیاز تھے اگر تم چاہو تو ان کا امتحان لے سکتے ہو۔

ان لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین یہ بہترین پیش کش ہے ہم ان کا امتحان لیں گے کوئی وقت معین کر دیں تا کہ آپ کے سامنے کوئی ایک عالم ان سے فقہ شریعت کے بارے میں سوالات کرے اگر انھوں نے صحیح جواب دیدیا تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

مامون نے کہا: تم جب چاہو آسکتے ہو۔

وہ لوگ دربار سے باہر نکلے اور فیصلہ کیا کہ یحیٰ ابن اکثم کوفی (جو قاضی القضاۃ تھے) امتحان کے لئے بلایا جائے ان لوگوں نے یحیٰ ابن اکثم سے کہا کچھ سخت سوال تیار کر لو تا کہ مامون کے سامنے ابن الرضاؑ کا امتحان لے کر ان کو خاموش کر سکو ان لوگوں نے اسے بہت مال و دولت دینے کا لالچ دیا۔

وہ لوگ روز معینہ یحییٰ ابن اکثم کے ساتھ مامون کے دربار میں پہونچے مامون نے حکم دیا فرش بچھایا جائے اور دو تکیہ لاکر رکھ دیئے جائیں اس وقت امام ابوجعفرؑ جن کی عمر مبارک ۱۷ سال اور چند مہینہ تھی اس بزم میں حاضر ہوئے اور دونوں تکیوں کے درمیان بیٹھ گئے یحییٰ ابن اکثم بھی آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور لوگ اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق کھڑے ہوئے مامون بھی امام ابوجعفرؑ کے پاس بیٹھ گیا۔

یحییٰ ابن اکثم نے مامون سے پوچھا: اے امیر المومنین آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں ابوجعفر سے کچھ سوالات کروں؟

مامون نے کہا: خود ابوجعفرؑ سے اجازت لو۔

یحییٰ نے آپ سے اجازت لے کر سوال کیا اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں شکار کرے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟۔

امام محمد تقیؑ نے اس سے سوال کیا کہ اس نے شکار حرم میں کیا تھا یا حرم کے باہر، محرم عالم تھا یا جاہل، عمداً ایسا کیا تھا یا غلطی سے ایسا ہو گیا تھا، محرم آزاد تھا یا غلام، وہ عمرہ کے احرام میں تھا یا حج کے احرام میں؟

یحییٰ ابن اکثم ان سوالات کا جواب دینے سے حیران رہ گیا اس طرح کہ اس کے چہرہ پر عاجزی کے آثار نمایاں ہوگئے اور حاضرین نے اچھی طرح اسے محسوس کرلیا. اس وقت مامون نے کہا اس نعمت اور توفیق پر خدا کا شکرادا کرتا ہوں اس کے بعد اپنے خاندان والوں کی طرف دیکھا اور کہا دیکھا تم نے میں نے جو کچھ ابوجعفرؑ کے بارے میں کہا تھا وہ حق تھا۔

پھر اس کے بعد امام ابوجعفرؑ سے عرض کیا اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان فقہی مسائل کی فروعات کا جواب آپ خود ہی دیدیں تا کہ ہمارے علم میں اضافہ ہوسکے۔

امامؑ نے فرمایا: اگر شکار حرم کے باہر کیا ہو اور وہ شکار بڑے پرندے کا ہو تو ایک گوسفند کفارہ میں دے. اگر حرم میں مارا ہو تو دو گوسفند دے. اگر شکار جوجہ (چھوٹے پرندہ) کا ہو اور حرم کے باہر مارا ہو تو ایک گوسفند کا بچہ کفارے میں دے جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو. اور اگر جنگلی گدھے کا شکار کیا ہو تو اس کا کفارہ ایک گائے ہے اگر شتر مرغ کا شکار کیا ہو تو اس کا کفارہ ایک اونٹ ذبح کرنا ہے اگر شکار ہرن کا ہو تو اس کا کفارہ ایک گوسفند ہے اگر ان میں سے کسی ایک کا شکار حرم میں کیا ہو تو کفارہ دوگنا

ہو جائے گا اور کعبہ کے پاس ذبح کرنا پڑے گا اگر احرام حج کا ہو تو وہ قربانی کا جانور ساتھ لیکر آئے اور اسے منیٰ میں ذبح کرے حالت احرام میں کفارہ عالم اور جاہل دونوں کے لئے برابر ہے اگر عمداً کیا ہو تو گناہگار بھی اور اگر غلطی سے ہو گیا ہو تو گناہگار نہ ہوگا صرف کفارہ واجب ہوگا۔

جو کفارہ آزاد شخص پر واجب ہے وہ خود اسے دینا پڑے گا لیکن اگر غلام ہے تو اس کا کفارہ اس کے آقا پر لازم ہے۔

اگر شکار کرنے والا نابالغ ہو تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہے۔

حالت احرام میں شکار کرنے والا اگر اپنے عمل پر توبہ کر لے تو آخرت میں اس پر عذاب نہیں ہوگا لیکن اگر توبہ نہ کرے اور اپنے گناہ پر اصرار کرے تو آخرت میں بھی عذاب کا مستحق ہوگا۔

یہ سن کر مامون نے کہا: شاباش ابو جعفر خدا آپ کو جزائے خیر عطا کرے اگر مناسب سمجھیں تو آپ بھی یحییٰ سے کوئی سوال کریں؟

امام ابو جعفرؑ نے یحییٰ ابن اکثم سے فرمایا: اجازت ہے کہ ایک سوال کروں؟

اس نے عرض کیا: پوچھیئے اگر مجھے اس کا جواب معلوم ہوا تو جواب دے دوں گا ورنہ اس کا جواب خود آپ ہی سے معلوم کرلوں گا۔

امامؑ نے فرمایا: مجھے ایسے شخص کے بارے میں بتائیں جس نے دن کی ابتدا میں ایک عورت کی طرف دیکھا تو اس کا دیکھنا حرام تھا دن چڑھ جانے کے بعد اس مرد کے لئے اس عورت کی طرف دیکھنا حلال ہو گیا. ظہر کے وقت اس عورت کی طرف دیکھنا پھر حرام ہو گیا اور عصر کے وقت اس کی طرف دیکھنا حلال ہو گیا غروب آفتاب کے بعد دوبارہ اس عورت پر نظر ڈالنا حرام ہو گیا عشاء کے وقت پھر حلال ہو گیا آدھی رات میں پھر حرام ہو گیا طلوع فجر کے وقت پھر حلال ہو گیا یہ عورت کیسی عورت ہے اور یہ حلیت و حرمت کس طرح پیش آتی ہے؟

یحییٰ ابن اکثم نے عرض کیا: مجھے ان سوالوں کا جواب نہیں معلوم آپ بتا دیجئے تا کہ ہمارے علم میں اضافہ ہو جائے۔

امامؑ نے فرمایا: مذکورہ عورت ایک کنیز ہے جس کی طرف دن کی ابتدا میں ایک نامحرم دیکھتا ہے تو اس کا دیکھنا حرام ہے لیکن دن چڑھے وہ مرد اس کنیز کو اس کے آقا سے خرید لیتا ہے تو اس کی

طرف دیکھنا حلال ہو جاتا ہے ظہر کے وقت اس کو آزاد کر دیتا ہے تو اس کی طرف دیکھنا پھر حرام ہو جاتا ہے عصر کے وقت اس سے شادی کر لیتا ہے اور اس عورت کو دیکھنا حلال ہو جاتا ہے مغرب کے وقت ظہار کی صورت میں اس سے الگ ہو جاتا ہے اور اس کو دیکھنا حرام ہو جاتا ہے عشاء کے وقت کفارہ دیدیتا ہے اور اس کی طرف دیکھنا پھر حلال ہو جاتا ہے آدھی رات میں اسے طلاق دیدیتا ہے اور اس کی طرف دیکھنا حرام ہو جاتا ہے. طلوع فجر کے وقت اسے پھر رجوع کر لیتا ہے اور اس کی طرف دیکھنا حلال ہو جاتا ہے۔

یہ سن کر مامون نے حاضرین کی طرف رخ کر کے کہا: تم میں سے کون اس طرح فقہی مسائل کا جواب دے سکتا ہے؟

ان لوگوں نے عرض کیا ہم میں ایسا کوئی نہیں ہے۔

مامون نے کہا: تم لوگوں نے جو فضل و کمال اور جو علم دیکھا وہ اہلبیتؑ کا خاصہ ہے اور کمسنی ان کو ان کمالات سے محروم نہیں کرتی ہے۔

جب حاضرین امام جوادؑ کے فضائل و کمالات سے آگاہ ہو گئے تو مامون نے امامؑ کے ساتھ اپنی بیٹی ام الفضل کا عقد کر دیا. خطبۂ عقد پڑھا گیا اور حاضرین کے درمیان ہدایا تقسیم کئے گئے۔(۱)

عیون المعجزات سے نقل ہوا ہے کہ جس وقت امام رضاؑ کی شہادت ہوئی امام جوادؑ کی عمر مبارک تقریباً ۷ سال تھی بغداد اور دوسرے شہروں کے شیعوں میں آپ کے جانشین کے سلسلہ میں اختلاف ہو گیا. ریان ابن صلت، صفوان ابن یحیٰ، محمد ابن حکیم، عبدالرحمٰن بن حجاج اور یونس ابن عبدالرحمٰن قابل اعتماد شیعوں کی ایک جماعت کے ساتھ عبدالرحمٰن ابن حجاج کے گھر میں جمع ہوئے اور امام رضاؑ کی رحلت پر گریہ کیا اس وقت یونس ابن عبدالرحمٰن کھڑے ہوئے اور کہا کہ بہتر ہے گریہ و زاری کو ختم کریں اور اس سلسلہ میں مشورہ کریں کہ اب اپنے دینی مسائل میں کس کی طرف رجوع کریں جب تک امام رضاؑ کے فرزند ابوجعفرؑ بڑے ہوں۔

یہ سن کر ریان ابن صلت بگڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا یونس تم بظاہر ایمان کا دعویٰ کرتے ہو لیکن

---

(۱) الارشاد، ج ۲، ص ۲۸۱؛ الفصول المہمہ، ص ۲۴۹؛ بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۷۴؛ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۱۴۳

باطن میں شک وتردید میں مبتلا ہوا اگر امامت خداوند عالم کی جانب سے عطا ہوتی ہے تو ایک دن کا بچہ بھی ایک بوڑھے شخص کی طرح بلکہ اس سے بہتر ہوسکتا ہے اور اگر خدا کی طرف سے نہ ہو تو ہزار سال کی عمر سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اتنی طویل عمر رکھنے والا انسان بھی ایک عام انسان کی طرح ہوگا ہم کو اس طرح سوچنا چاہیئے۔

وہ زمانہ حج کا زمانہ تھا بغداد کے علماء اور فقہاء ایک ساتھ حج پر جانے والے تھے وہ لوگ مدینہ گئے تا کہ امام ابوجعفرؑ سے ملاقات کریں وہ لوگ پہلے امام جعفر صادقؑ کے گھر گئے وہاں کوئی نہیں تھا۔

عبداللہ ابن موسیٰ ان لوگوں سے ملاقات کے لئے آئے ایک شخص نے اٹھ کر ان سے کہا یہ فرزند رسولؐ ہیں جو مسائل پوچھنا چاہتا ہو ان سے پوچھ سکتا ہے لوگوں نے ان سے مسائل پوچھے عبداللہ نے ان کا جواب دیا لیکن تمام جوابات غلط تھے یہ دیکھ کر علماء وفقہاء اور شیعہ پریشان ہو گئے اور واپس جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے وہ لوگ اپنے دلوں میں سوچ رہے تھے کہ اگر ابوجعفر محمد تقیؑ ان سوالوں کا صحیح جواب دے سکتے تو عبداللہ سے یہ غلط جوابات نہ سننا پڑتے۔

اچانک صدر مجلس سے ایک دروازہ کھلا اور موفق داخل ہوئے اور انھوں نے کہا: امام ابوجعفرؑ تشریف لا رہے ہیں۔

حاضرین ان کے استقبال کے لئے بڑھے ان کو سلام کیا اس وقت امام ابوجعفرؑ پیراہن پہنے ہوے اس عالم میں وہاں تشریف لائے کہ آپ کے سر پر عمامہ اور پیروں میں نعلین تھی آپ ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔

لوگوں نے اٹھ کر آپ سے مسائل پوچھے اور ان کا جواب سنا تمام جواب صحیح اور شرعی قوانین کے مطابق تھے وہ لوگ خوش ہوئے اور آپ کے حق میں دعا کی اور عرض کیا کہ آپ کے چچا عبد اللہ نے فلاں فلاں جواب دیئے تھے آپ نے فرمایا، **لا الــه الا اللّــه** چچا یہ بہت سخت ہے کہ قیامت میں آپ کو روک کر کہا جائے جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اس کے بارے میں فتویٰ کیوں دیا جب کہ تم سے اعلم شخص موجود تھا۔(۱)

مختصر سی زندگی دشمنوں کی طرف سے کھڑی کی جانے والی مشکلات اور بعض شیعوں کی طرف

(۱) بحار الانوار، ج۵۰،ص۹۹

سے غفلت برتے جانے کی وجہ سے آپ کو بہت کم موقع ملا لیکن اس کے باوجود آپ کی بہت سی احادیث تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں جن کا مطالعہ آپ کی جلالت علمی کو ثابت کرنے کے لئے مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

آپ نے بہت سے شاگرد اور راویوں کی تربیت فرمائی مندرجہ ذیل افراد آپ کے قابل اعتماد اصحاب میں شمار ہوتے ہیں:

ایوب بن نوح، جعفر بن محمد بن یونس، حسین مسلم بن حسن، مختار بن زیاد عبدی، محمد بن حسین ابن ابی خطاب، شاذان بن خلیل نیشاپوری، نوح بن شعیب بغدادی، محمد بن احمد محمودی،

ابو یحیی جرجانی، ابوالقاسم ادریس قمی، علی بن محمد بن ہارون، اسحاق بن اسماعیل نیشاپوری، احمد بن ابراہیم مراغی، ابوعلی بن بلال، عبداللہ بن محمد حضینی، محمد بن حسن بن شمعون۔(۱)

عبادت اور اخلاق

امام محمد تقیؑ کی عمر مبارک اگر چہ مختصر تھی لیکن اپنے آباء واجداد کی طرف توحید الٰہی اور مبدأ و معاد سے مربوط مسائل کے سلسلہ میں آپ کی معرفت انتہائی عمیق تھی آپ باطنی طور پر کائنات عالم کی حقیقتوں کا مشاہدہ کرتے تھے ان کا ایمان ویقین الفاظ اور ذہنی مفاہیم کی سطح سے کہیں بلند تھا اور یہ بھی امامت کے آثار اور اس کے لوازمات میں سے ہے لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام جواد محمد تقیؑ خشوع، خضوع، عبادت، نماز، دعا اور بہترین اخلاق سے آراستہ تھے اور نیک کاموں کی انجام دہی کے سلسلہ میں اپنے آباء واجداد کی طرح کوشاں رہتے تھے اگر چہ کمسنی کی وجہ سے آپ کی طرف لوگوں کی توجہ نسبتاً کم تھی اور آپ کے سلسلہ میں بہت کم واقعات نقل ہوئے ہیں لیکن پھر بھی کچھ چیزیں ہم تک پہونچی ہیں۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے: جب امام ابوجعفر محمد تقیؑ اپنی زوجہ کے ساتھ بغداد سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو جب آپ کوفہ کے قریب پہونچے لوگوں نے آپ کا استقبال کیا مغرب کے وقت آپ مسیّب کے گھر پہونچے سواری سے اترے مسجد گئے مسجد کے صحن میں ایک درخت تھا جس

(۱) مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۴۱۲

میں پھل بالکل نہیں آتے تھے آپ نے پانی منگا کر اس درخت کے پاس وضو کیا نماز مغرب لوگوں کے ساتھ جماعت سے ادا کی پہلی رکعت میں حمد اور سورۂ اذا جاء نصر اللہ پڑھا اور دوسری رکعت میں حمد اور قل ہو اللہ احد پڑھا دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے قنوت پڑھا تیسری رکعت پڑھ کر تشہد و سلام پڑھا اس کے بعد کچھ دیر بیٹھے ذکر الٰہی کرتے رہے پھر چار رکعت نماز نافلۂ مغرب ادا کی، تعقیبات پڑھیں، دوسجدۂ شکر بجالائے اور مسجد سے باہر تشریف لے گئے جب لوگ اس درخت کے پاس گئے تو دیکھا کہ امام ابوجعفرؑ کے وضو کی برکت سے اس میں پھل آ گئے۔

لوگوں نے اس کے پھل کھائے وہ انتہائی میٹھے اور مزے دار تھے اور ان میں گٹھلی بھی نہیں تھی آپ سے جو مناجاتیں نقل ہوئی ہیں ان میں سے ایک مناجات یہ ہے:

اللّٰهم! ان ظلم عبادك قد تمكن في بلادك حتى أمات العدل و قطع السبل و محق الحق و أبطل الصدق و أخفى البر و أظهر الشر و أخمد التقوىٰ و أزال الهدىٰ و أزاح الخير وأثبت الغير و أنمى الفساد و قوى العناد و بسط الجور و عدى الطور.

اللّٰهم! يا رب! لا يكشف ذالك الا سلطانك و لا يجير منهم الا امتنانك.

اللّٰهم! رب! فابتر الظلم و بت حبال الغشم و أخمد سوق المنكر و أعز من عنه ينزجر و أحصد شأخة أهل الجور و البسهم الحور بعد الكور.

و عجل اللّٰهم اليهم البيات، و أنزل عليهم المثلات، و أمت حياة المنكرات، ليؤمن المخوف و يسكن الملهوف و يشبع الجائع و يحفظ الضائع و يأوىٰ الطريد و يعود الشريد و يغنىٰ الفقير و يجار المستجير و يوقر الكبير و يرحم الصغير و يعز المظلوم و يذل الظالم و يفرج المغموم و تنفرج الغماء و تسكن الدهماء، و يموت الاختلاف و يعلو العلم و يشمل السلم و يجمع الشتات و يقوى الايمان و يتلى القرآن؛ انك أنت الديان المنعم المنان.(۱)

(۱) فادتنا، ج ۷، ص ۲۵؛ (نقل از منہج الدعوات، ۳۲۸)

''بارالہا! تیرے بندوں کا ظلم دنیا میں چھا گیا، عدل کا خاتمہ ہوگیا، راہ چارہ وتدبیر بند ہوگئی، حق مٹ گیا، صداقت کو جھوٹ سے تعبیر کیا جا رہا ہے، نیکیوں پر پردہ ڈالا جا رہا ہے، برائیاں سرعام انجام پا رہی ہیں، تقویٰ ختم ہو رہا ہے، اور ہدایت زائل ہو رہی ہے، خیر کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا گیا، فساد بڑھ رہا ہے، دشمنی میں اضافہ ہو رہا ہے، ظلم کے ہاتھ حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔

معبود! اے میرے پروردگار! اس سے چھٹکارا صرف تیری قدرت اور حکومت کے ذریعہ ہی حاصل ہوسکتا ہے۔

معبود! ظلم وستم کی طنابیں کاٹ دے اور برائیوں کی ترویج کو روک دے، برائیوں سے نفرت کرنے والے کو عزت دے، ظلم و جور کرنے والوں کی جڑیں کاٹ دے اور ان کو ذلت و رسوائی کا لباس پہنا دے، ان پر جلد از جلد عذاب نازل کر، ان کو دوسروں کے لئے درس عبرت قرار دے، برائیوں اور گناہوں کا خاتمہ کردے تاکہ خوفزدہ افراد امن وامان محسوس کریں اور پریشان حال افراد کو راحت مل جائے، بھوکے سیر ہوسکیں، برباد ہو جانے والوں کی حفاظت ہوسکے، بے پناہوں کو پناہ گاہ مل جائے، تیری اطاعت سے سر پھرے لوگ دوبارہ تیرے اطاعت گذار بن جائیں، فقراء غنی ہو جائیں، پناہ مانگنے والوں کو پناہ مل جائے، بڑوں کا احترام ہو، بچوں پر رحم کیا جائے، مظلوم کو عزت ملے، ظالمین رسوا ہوں، غم زدہ افراد کا غم والم دور ہو، مصیبتوں کے بادل چھٹ جائیں، پریشان حال افراد کو سکون مل جائے، اختلافات کا خاتمہ ہو جائے، علم کی ترقی ہو، صلح وسلامتی قائم ہو، آپسی فاصلے کم ہوں، ایمان مستحکم ہو، قرآن کی تلاوت کی جائے، بیشک تو بہترین حاکم، فیصلہ کرنے والا، نعمتیں دینے والا اور احسان کرنے والا ہے''۔

بست وسجستان کے رہنے والے بنی حنیفہ کے ایک شخص کا بیان ہے جس سال امام ابوجعفرؑ معتصم عباسی کے خلافت کے ابتدائی دور میں حج کے لئے تشریف لے گئے میں نے کھانے کے دسترخوان پر آپ سے عرض کیا کہ ہمارا حاکم آپ اہلبیتؑ سے محبت اور عقیدت رکھتا ہے اس کے دفتر میں میرے اوپر کچھ ٹیکس لکھ دیا گیا ہے جس کو ادا کرنے سے میں قاصر ہوں اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس سے کہہ دیں کہ مجھ پر احسان کرے۔

آپ نے کاغذ منگایا اور اس پر اس طرح لکھا:

امابعد: فان موصل کتابی ہذا ذکرعنک مذہباً جمیلاً وان مالک من عملک مااحسنت فیہ فاحسن اخوانک واعلم ان اللّٰہ سائلک عن مثاقیل الذر والخردل.

اس خط کے حامل نے تمہارے بارے میں بہترین مذہب کا تذکرہ کیا ہے تمہارے عمل کی خوبی تمہارے حسن سلوک میں ہے لہٰذا اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اور آگاہ رہو کہ خداوند عالم ذروں اور سرسوں کے دانوں کے برابر چیزوں کے بارے میں بھی سوال کرنے والا ہے۔

اس شخص کا بیان ہے: کہ میں جب سجستان پہونچا وہاں کے حاکم حسین ابن عبداللہ نیشاپوری کو اس خط کی اطلاع ملی تو وہ دو فرسخ میرے استقبال کے لئے آیا میں نے اس کو امامؑ کا خط دیا اس نے اس خط کو چوما آنکھوں سے لگایا اور کہا تیری کیا حاجت ہے؟

میں نے عرض کیا: کہ آپ کے دفتر میں میرے اوپر کچھ ٹیکس لکھ دیا گیا ہے جس کو ادا کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے اس حاکم نے حکم دیا کہ مجھ سے وہ ٹیکس نہ لیا جائے. اور کہا کہ جب تک میری حکومت ہے تجھ سے ٹیکس نہ لیا جائے گا۔

اس کے بعد میرے اہل وعیال کے بارے میں پوچھا میں نے ان کے بارے میں بتایا تو اس نے حکم دیا کہ مجھے میرے اور میرے اہل وعیال کی ضرورت کے مطابق بلکہ اس سے کچھ زیادہ عطا کیا جائے جب تک وہ شخص حاکم رہا مجھ سے کوئی ٹیکس نہیں لیا گیا اور جب تک زندہ رہا میرے ساتھ حسن سلوک کو ترک نہیں کیا۔(۱)

ابو ہاشم کا بیان ہے: ابو جعفرؑ نے مجھے ایک تھیلی میں تین سو دینار عطا کئے اور فرمایا کہ میرے چچا کے فلاں بیٹے کو دے آؤ۔

امامؑ نے فرمایا: کہ وہ تم سے کہے گا مجھے کسی ایسے شخص کے بارے میں بتاؤ جو میرے لئے خریداری کر سکے جب میں نے لیجا کر آپ کے چچا کے بیٹے کو وہ دینار دیئے تو انھوں نے کہا مجھے کسی ایسے شخص کے بارے میں بتاؤ جو میرے لئے گھر کا سامان خرید کر لا سکے۔(۲)

بزنطی کا بیان ہے کہ امام رضاؑ نے اپنے بیٹے ابو جعفرؑ کو خط لکھا: اے ابو جعفرؑ میں نے سنا ہے کہ

(۱) کافی، ج۵، ص۱۱۱

(۲) مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۴۲۲۔

خدمتگذار تم کو چھوٹے دروازہ سے باہر لیجاتے ہیں یہ لوگ بخل کرتے ہیں کہ کہیں تمہارے ذریعہ کسی کو فائدہ نہ پہونچ جائے بیٹا میں تمہیں اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ تمہارا آنا جانا صرف بڑے دروازہ سے ہو جب گھر سے باہر نکلو تو کچھ نہ کچھ پیسے ضرور تمہارے ہمراہ ہوں اور جو تم سے مدد مانگے اسے ضرور کچھ نہ کچھ عطا کرو. اگر تمہارے چچا یا چچا کے بیٹے تم سے مدد کی درخواست کریں تو پچاس دینار سے کم نہ دینا اس سے زیادہ کا تمہیں اختیار ہے اگر تمہاری پھوپھیاں تم سے درخواست کریں تو انھیں پچیس دینار سے کم نہ دینا اس سے زیادہ کا تمہیں اختیار ہے میں چاہتا ہوں خدا تمہارا مرتبہ بلند کرے، عطا کیا کرو اور فقر و تنگدستی سے خوف زدہ نہ ہو۔(۱)

(۱) بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۰۲

دسویں امام

امام علی نقی علیہ السلام

امام علی نقیؑ ۱۵/ذی الحجہ ۲۱۲ھ کو مدینہ سے قریب صریا نامی جگہ پر پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد امام محمد تقیؑ تھے اور مادر گرامی کا نام سمانہ تھا۔

کنیت ابوالحسن اور القاب نقی، ہادی، عالم، فقیہ، امین، موتمن، طیب، متوکل، عسکری اور نجیب تھے آپ کو ابوالحسن ثالث بھی کہا جاتا ہے۔

بعض اقوال کی بنا پر ۳/رجب ۲۵۴ھ کو سامرہ میں شہید ہوئے اور وہیں آپ کو سپرد خاک کیا گیا اس وقت آپ کی عمر مبارک بیالیس سال تھی آپ نے ۸ سال اپنے والد کے ساتھ زندگی بسر کی اور ۳۳ سال خود منصب امامت پر فائز رہے۔(۱)

امامت کی دلیلیں

یہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ ہر امام کی امامت کو مختلف دلائل و براہین سے ثابت کیا جاسکتا ہے منجملہ گذشتہ امام کے ذریعہ اپنے بعد والے امام کے بارے میں وضاحت کے ذریعہ ہم یہاں پر امام علی نقیؑ کی امامت سے متعلق امام محمد تقیؑ کے بعض اقوال کی طرف اشارہ کریں گے۔

---

(۱) کافی، ج۱،ص۴۹۷، الارشاد، ج۲،ص۲۹۷، بحار الانوار، ج۵۰،ص۱۱۷۔۱۱۳؛ الفصول المہمہ ،ص۲۵۹؛ مطالب السؤول، ج۲،ص۱۴۴

اسماعیل ابن مہران کا بیان ہے: پہلی مرتبہ جب امام ابوجعفر محمد تقیؑ بغداد طلب کئے گئے میں آپ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا کہ آپ پر قربان جاؤں، آپ کے اس سفر سے میں خوف زدہ ہوں آپ کے بعد کون امام ہوگا۔

آپ نے میری طرف رخ کر کے فرمایا: جس سے تم ڈر رہے ہو وہ اس سال نہیں ہوگا۔

جب معتصم نے آپ کو بغداد بلایا میں پھر خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کو بغداد لے جایا جارہا ہے آپ کے بعد کون امام ہوگا۔

آپ نے اس طرح گریہ فرمایا: کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

آپ نے فرمایا: اب خطرہ محسوس ہو رہا ہے میرے بعد میرے بیٹے علی امام ہوں گے۔(۱)

خیرانی نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے بیان کیا میرے سپرد جو ذمہ داری تھی اس کے مطابق میں ہمیشہ ابوجعفر امام محمد تقیؑ کے ساتھ رہتا تھا احمد ابن محمد ابن عیسی اشعری ہر رات سحر کے وقت آتا تھا تاکہ امام ابوجعفرؑ کی بیماری کے بارے میں معلوم کرے. ہوتا یہ تھا کہ جب امام ابوجعفرؑ کسی کو میرے والد کے پاس بھیجتے تھے میں اور احمد ابن محمد اٹھ کر چلے جاتے تھے تاکہ وہ دونوں تنہا گفتگو کرسکیں۔

خیرانی کا بیان ہے ایک رات امام ابوجعفرؑ نے کسی کو میرے والد کے پاس بھیجا تو میں اور احمد ابن محمد اٹھ کر چلے گئے میرے والد نے امام ابوجعفرؑ کے نمائندہ کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کی. احمد وہیں ٹہلتا رہا اور ان دونوں کی باتیں سنتا رہا امام کے نمائندہ نے میرے والد سے کہا: تمہارے آقا نے سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ میری موت کا وقت آگیا ہے میرے بعد میرے بیٹے علی امام ہوں گے تمہارے اوپر جو ذمہ داریاں میرے سلسلہ میں تھیں بالکل اسی طرح میرے بیٹے علی کے بارے میں بھی عائد ہوں گی۔

امام کا قاصد پیغام کے بعد باہر چلا گیا احمد ابن عیسیٰ نے واپس آکر میرے والد سے کہا کہ امام کا قاصد کیا پیغام لے کر آیا تھا انھوں نے کہا خیر تھا. احمد نے کہا میں نے سب سن لیا ہے اور اس نے جو کچھ سنا تھا سب بیان کر دیا میرے والد نے کہا تم نے حرام کام کیا ہے تمہیں نہیں معلوم کہ

(۱) الارشاد، ج۲، ص۲۹۸

خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿لا تجسسوا ...﴾؟ اب جب تم نے امامؑ کا پیغام سن لیا ہے تو اس کی حفاظت کرنا شاید ہمیں کبھی اس کی ضرورت پڑے لیکن اس سے پہلے کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔

خیرانی کا بیان ہے: دوسرے دن صبح میرے والد نے امامؑ کے پیغام کو دس جگہ لکھا اور ہر نسخہ امام کے ایک صحابی کے پاس امانت رکھ دیا اور کہا اگر مجھے موت آ جائے تو اس خط کو کھول کر اس پر عمل کرنا۔

میرے والد کا بیان ہے: جب امام ابو جعفرؑ کی شہادت ہوگئی تو میں اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا یہاں تک کہ میں نے سنا کہ قبیلہ کے بزرگ محمد ابن فرج کے پاس اکٹھا ہوئے ہیں اور ان سے امامت کے بارے میں بحث کرنا چاہتے ہیں محمد ابن فرج نے اس موضوع سے مجھے باخبر کیا اور مجھ سے کہا کہ میں بہت جلد اس کے پاس پہونچ جاؤں میں سوار ہو کر محمد ابن فرج کے پاس گیا اور دیکھا بہت سے بزرگ اس کے یہاں جمع ہیں اور باب (امامؑ سے رابطہ کے ذریعہ) کے بارے میں غور فکر اور بحث کر رہے ہیں ان میں اکثر امامت کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا تھے میں نے جن لوگوں کے پاس امامؑ کے پیغام کو لکھ کر رکھا تھا ان سے کہا کہ وہ تحریر نکالیں ان لوگوں نے وہ تحریر پیش کی میں نے حاضرین سے کہا یہ پیغام وہ ہے جسے امام ابو جعفرؑ نے مجھے تم لوگوں تک پہونچانے کا حکم دیا تھا۔

بعض لوگوں نے کہا: کاش ایک اور شخص اس کی گواہی دیدیتا میں نے کہا اتفاق سے خداوند عالم نے اس کا بھی انتظام کر دیا ہے ابو جعفر اشعری نے بھی یہ پیغام سنا ہے وہ گواہی دے سکتا ہے۔

اس سے جا کر پوچھ لو حاضرین نے احمد ابن محمد سے دریافت کیا اس نے گواہی دینے سے انکار کر دیا میں نے اس کو مباہلہ کے لئے چیلنج کر دیا وہ مباہلہ سے ڈر گیا اور کہنے لگا میں نے بھی یہ پیغام سنا تھا مگر یہ ایسی فضیلت ہے جس کے بارے میں میں چاہتا تھا کہ کسی عرب کے پاس ہی رہے لیکن مباہلہ کے چیلنج کے سامنے میں نے گواہی چھپانا ضروری نہیں سمجھا اس کے بعد تمام حاضرین نے امام ابوالحسنؑ کی امامت کو قبول کر لیا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں روایات بہت زیادہ ہیں اگر میں سب کو ذکر کرنا چاہوں تو ایک طویل کتاب تیار ہو جائے گی ابوالحسن امام علی نقیؑ کی

امامت پر اجماع اور اس سلسلہ میں کوئی دوسرا دعویدار نہ ہونے کی وجہ سے مزید روایات اور دلیلوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔(۱)

صقر ابن ابی دلف کا بیان ہے: میں نے ابوجعفر محمد ابن علی سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے بعد امام میرا بیٹا علی امام ہوگا ان کا حکم میرا حکم ان کا قول میرا قول اور ان کی اطاعت میری اطاعت ہوگی ان کے بعد ان کے بیٹے حسن امام ہوں گے۔(۲)

محمد ابن عثمان کوفی کا بیان ہے: میں نے امام ابوجعفرؑ سے عرض کیا اگر نعوذ باللہ آپ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو ہم کس کی طرف رجوع کریں؟

امامؑ نے فرمایا: میرے بیٹے ابوالحسن کی طرف اس کے بعد آپ نے فرمایا: عنقریب حیرت اور سرگردانی کا زمانہ آئے گا۔

میں نے عرض کیا: کہ اس زمانے میں ہم کہاں جائیں گے؟

آپ نے فرمایا: مدینہ۔

میں نے کہا: کس مدینہ میں؟

آپ نے فرمایا: مدینۂ رسولؐ۔ (۳)

امیہ ابن علی قیس کا بیان ہے: میں ابوجعفر ثانیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ کا جانشین کون ہے؟

آپ نے فرمایا: میرا بیٹا علی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: عنقریب حیرت اور سرگردانی کا زمانہ آنے والا ہے۔(۴)

محمد ابن اسماعیل ابن بزیغ بیان کرتے ہیں:

امام ابوجعفرؑ نے فرمایا: امامت میرے بیٹے ابوالحسن کو ملے گی جب کہ وہ ابھی سات سال کے

---

(۱) کافی، ج۱، ص۳۲۴؛ الارشاد، ج۲، ص۳۰۰
(۲) بحارالانوار، ج۵۰، ص۱۸
(۳) اثبات الوصیہ، ص۱۹۳
(۴) اثبات الہداۃ، ج۶، ص۲۰۹

ہیں اس کے بعد فرمایاہاں سات سال بلکہ اس سے بھی کم جیسا کہ جناب عیسیٰ کے بارے میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔(۱)

ہارون ابن فضل کا بیان ہے: میں نے ابوالحسنؑ سے اس روز ملاقات کی جس دن آپ کے والد ابوجعفرؑ کی شہادت ہوئی۔

آپ نے فرمایا: انا للہ و انا الیہ راجعون . میرے والد ابوجعفرؑ کی شہادت ہوگئی ہے آپ سے پوچھا گیا آپ کو کیسے معلوم کہ آپ کے والد کی شہادت ہوگئی؟

فرمایا: خداوند عالم کے سلسلہ میں میرے اندر ایسا خضوع پیدا ہوگیا ہے جو پہلے نہیں تھا۔(۲)

اصفہان کے کچھ لوگ جن میں ابو العباس احمد ابن نصر اور ابوجعفر محمد ابن علویہ بھی ہیں، بیان کرتے ہیں: اصفہان میں عبدالرحمٰن نام کا ایک شخص تھا جو شیعہ تھا اس سے کہا گیا کہ تم نے تمام لوگوں کے درمیان امام علی نقیؑ کی امامت ہی کو کیوں قبول کیا؟

اس نے کہا: کہ میں ان کے بارے میں ایسی چیز کا شاہد ہوں کہ جس سے مجھے ایمان حاصل ہوگیا۔

میں ایک غریب آدمی تھا البتہ گفتگو کرنے میں جری تھا اصفہان والوں نے ایک سال مجھے کچھ دوسرے افراد کے ساتھ انصاف طلب کرنے کے لئے متوکل کے پاس بھیجا ایک دن میں متوکل کے گھر میں تھا کہ اس نے حکم دیا علی ابن محمد ابن رضاؑ کو بلایا جائے۔

میں نے حاضرین میں سے ایک شخص سے پوچھا یہ کون ہے؟ جن کو بلانے کا حکم دیا گیا ہے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے متوکل آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے اس نے بتایا کہ یہ ایک علوی ہے رافضی جس کو امام مانتے ہیں۔

میں نے سوچا میں یہیں رکوں گا تا کہ اپنی آنکھوں سے دیکھوں کہ یہ کون شخص ہے۔

تھوڑی دیر میں امام علی نقیؑ گھوڑے پر سوار وہاں تشریف لائے لوگوں نے آپ کے لئے راستہ چھوڑ دیا اور سب آپ کی طرف دیکھ رہے تھے میں نے جیسے ہی ان کو آتا ہوا دیکھا میرے دل میں ان کی محبت نے جگہ بنالی اور میں نے دعا کی کہ خدا متوکل کا شر آپ سے دور رکھے جب آپ میرے

(۱) اثبات الہداۃ، ج ۶، ص ۲۱۱

(۲) بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۳۸

پاس پہونچے تو مجھ سے فرمایا کہ تیری دعا قبول ہوگئی تیری عمر طولانی ہوگئی اور تجھے کثیر مال واولاد عطا ہوگا۔

اس غیر متوقع خبر سے میرا بدن کانپ گیا لیکن میں نے اپنے ساتھیوں سے کچھ نہ کہا اس کے بعد میں اصفہان واپس آیا میرے پاس بہت زیادہ مال ودولت آ گیا صرف گھر میں ہزار ہزار درہم ہیں اور گھر کے باہر جو اموال ہیں وہ الگ ہیں خداوند عالم نے مجھے دس بیٹے عطا کئے اب میری عمر ستر سال سے کچھ زیادہ ہے میں ان کو اپنا امام سمجھتا ہوں جن کو میرے مستقبل کا حال معلوم تھا اور ان کی دعا میرے بارے میں مستجاب ہوئی تھی۔(۱)

فضائل وکمالات

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تحریر کیا ہے: امام ابو جعفرؑ کے بعد ابو الحسن امام علی نقیؑ امام ہوئے اس لئے کہ آپ میں امامت کے لئے تمام ضروری کمالات پائے جاتے تھے اور آپ اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے بہتر تھے آپ کے علاوہ کوئی اس منصب کے لائق نہیں تھا اور آپ کو اپنے والد کی طرف سے امامت کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔(۲)

ابن شہر آشوب نے آپ کے بارے میں لکھا ہے: آپ کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ پرکشش تھا آپ کی گفتگو سچی تھی چہرہ کی ملاحت اور کمالات میں سب سے بہتر تھے جب خاموش ہوتے تھے تو آپ کی ہیبت اور وقار دوبالا ہو جاتا تھا اور جب گفتگو فرماتے تھے تو نورانیت میں اضافہ ہو جاتا تھا آپ خاندان رسالت وامامت اور مرکز وصایت وخلافت سے متعلق تھے آپ نبوت کے عظیم شجر کی ایک شاخ تھے جس کی فصل تیار ہونے اور اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی فاصلہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔

وہ شجر رسالت کا ایک ایسا پھل تھے جنہیں درخت سے چننے اور انہیں امام ماننے کا وقت قریب تھا۔(۳)

ابو موسیٰ کا بیان ہے: میں نے امام علی نقیؑ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی مخصوص دعا تعلیم فرمادیں جسے میں اپنی مشکلات کے حل کے لئے پڑھ لیا کروں آپ نے فرمایا: میں اکثر اس دعا کو پڑھتا ہوں اور

(۱) بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۴۱

(۲) الارشاد، ج ۲، ص ۲۹۷

(۳) مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۴۳۲

میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ دعا کرنے والے کو اپنی بارگاہ سے مایوس واپس نہ کرے۔

یا عدتی عند العدد، و یا رجائی و المعتمد و یا کھفی والسند، و یا واحد یا أحد، یا قل هو اللّٰه أحد، و أسألک.

اللّٰهم!. بحق من خلقته من خلقک و لم تجعل فی خلقک مثلهم أحداً، أن تصلی علیهم (و أن تفعل بی کیت و کیت).(۱)

سعید حاجب کا بیان ہے: میں نے متوکل کے حکم سے کچھ سپاہیوں کے ساتھ رات میں ابوالحسن امام علی نقیؑ کے گھر پر حملہ کیا اور دیوار کود کر گھر میں داخل ہوا آپ اونی لباس پہنے اور سر پر ٹوپی لگائے نماز میں مصروف تھے میرے اس طرح اندر داخل ہونے سے آپ کے چہرہ پر کسی طرح کا خوف نہیں طاری ہوا۔(۲)

ابن حجر کا بیان ہے: ابوالحسنؑ علم وسخاوت میں اپنے والد کے وارث تھے۔(۳)

ابن صباغ مالکی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ ان کا بیان ہے: ابوالحسن علی ابن محمدؑ کے فضائل و کمالات نے کرامت کی زمین پر خیمہ نصب کر رکھا تھا اس کی رسیاں آسمان کے ستاروں تک پہونچی ہوئی تھی جس فضیلت کا بھی تذکرہ کیا جائے اسے آپ کے ذریعہ زینت حاصل ہو چکی ہوتی تھی جس کرامت کا تذکرہ کیا جاتا اس کے لئے فضیلت کا سبب آپ ہی کی ذات مبارک تھی جو تعریف کی جاتی اس کا خلاصہ اور تفصیل سب آپ ہی کے پاس موجود تھا جو احترام اور اکرام ہوتا اس کے آثار ان کی ذات میں واضح اور آشکار تھے آپ کی یہ خوبی آپ کے ان بہترین صفات اور خصوصیات کی وجہ سے تھی جو آپ کی ذات میں پائے جاتے تھے اور ہر طرح کے عیب ونقص سے اس طرح آپ کی حفاظت کرتے تھے جس طرح اونٹ چرانے والے اپنے اونٹوں کے بچوں کی حفاظت کرتے ہیں آپ کا نفس پاکیزہ اور آپ کا اخلاق پسندیدہ تھا۔

سلیمان ابن ابراہیم قندوزی حنفی نے محمد خواجہ پارسا کی کتاب فصل الخطاب سے نقل کیا ہے ابوالحسن علی ہادیؑ ایک عبادت گذار فقیہ اور امام تھے۔

(۱) بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۱۲۷،
(۲) الفصول المہمہ، ص ۲۶۴
(۳) الصواعق، ج ۱، المحرقہ، ص ۲۰۷

متوکل سے کہا گیا: آپ کے گھر میں اسلحہ اکٹھا ہے اور آپ خلافت پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔
اس نے چند لوگوں کو حکم دیا کہ رات میں آپ کے گھر پر حملہ کریں جب متوکل کے افراد آپ کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ کو اس حال میں پایا کہ جسم مبارک پر بالوں سے بنا ہوا پیراہن تھا۔
اور ایک اونی لباس سر پر اوڑھے ہوئے ریتیلی اور سنگریزوں والی زمین پر بغیر فرش کے رو بقبلہ بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے آپ کے لب ہائے مبارک پر وعد و وعید سے متعلق آیات تھیں. متوکل کے سپاہی اسی حال میں آپ کو متوکل کے پاس لے گئے جب اس نے امامؑ کو اس حال میں دیکھا تو آپ کا احترام کیا اور اپنے پہلو میں بٹھایا امامؑ نے اس سے گفتگو کی متوکل آپ کی باتیں سن کر رونے لگا اور عرض کیا: اے ابوالحسنؑ کیا آپ کے اوپر قرضہ ہے؟
آپ نے فرمایا: میں چار ہزار دینار کا مقروض ہوں۔
متوکل نے حکم دیا: چار ہزار دینار آپ کو دے دیئے جائیں اور اس کے بعد انتہائی احترام کے ساتھ آپ کو رخصت کر دیا گیا۔(۱)
محمد ابن احمد علوی نے اپنے چچا سے نقل کیا ہے: کہ میں ایک دن امام علی نقیؑ کی خدمت میں تھا میں نے عرض کیا متوکل نے میرے حقوق کو بند کر دیئے ہیں اس لئے کہ اس کو معلوم ہو گیا ہے میں آپ سے وابستہ ہوں بہتر ہے اس سلسلہ میں آپ اس سے بات کریں۔
آپ نے فرمایا: انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔
میں رات میں اپنے گھر میں تھا کہ متوکل نے کسی کو میرے گھر بھیجا اس نے دروازہ پر دستک دی اور کہا تجھے متوکل نے بلایا ہے. میں جب متوکل کے پاس گیا اس نے کہا ابو موسیٰ میں اپنی مصروفیات کی بنا پر تجھے بھول گیا تھا تیرے کتنے پیسے میرے ذمہ ہیں؟
میں نے عرض کیا: فلاں مقدار جو ہمیشہ عطا کرتے تھے میں نے ان چیزوں کو اس کے سامنے بیان کیا اس نے حکم دیا کہ مجھے اس سے دوگنا عطا کیا جائے۔

---

(۱) ینابیع المودۃ، ص۴۶۳

میں نے حکم ابن خاقان سے پوچھا کیا علی ابن محمدؑ یہاں آئے تھے یا آپ نے متوکل کے لئے کوئی خط تحریر فرمایا تھا اس نے کہا نہیں۔

میں امامؑ کی خدمت میں پہونچا آپ نے فرمایا: اے ابوموسیٰ اتنے پیسہ سے تم راضی ہو گئے میں نے عرض کیا آپ کے وجود کی برکت سے اے میرے سید و سرداران لوگوں کا بیان ہے کہ آپ نہ متوکل کے پاس گئے اور نہ اس سے کسی چیز کا مطالبہ کیا۔

آپ نے فرمایا: کہ خداوند عالم جانتا ہے کہ ہم اپنی مشکلات کے حل کے لئے اس کے علاوہ کسی اور سے پناہ نہیں مانگتے خدا نے ہماری ایسی عادت ڈلوائی ہے کہ جب ہم دعا کرتے ہیں تو وہ قبول کر لیتا ہے ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم اپنا رویہ بدل دیں تو کہیں خدا بھی ہمارے اوپر اپنے لطف و کرم کا دروازہ نہ بند کردے۔(۱)

آپ کا علم

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ دین سے مربوط تمام علوم امامت کی بنیادی شرط ہیں امامت کے وجود کا سب سے بڑا فلسفہ اور امام کی سب سے بڑی ذمہ داری دینی تعلیمات اور اسلامی احکام کی ترویج اور حفاظت، اس سلسلہ میں ائمہ معصومینؑ میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا علوم دین کے منابع اور مدارک تمام ائمہؑ کے پاس موجود تھے اور وہ سب اس ذمہ داری کو ادا کرنے میں کوشاں تھے اگر احادیث کی کتابوں میں بعض ائمہؑ کی احادیث کم نظر آئیں تو اس کا سبب زمانے کے حالات اور بعض ایسے موانع ہیں جو ظالم و جابر حکام کی طرف سے پیدا کئے جاتے تھے۔

امام علی نقیؑ اپنے آباء و اجداد کی طرح تمام انسانی کمالات کے حامل تھے اور تمام دینی علوم آپ کے پاس موجود تھے آپ بھی اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور ان کی ترویج کی راہ میں کوشاں رہتے تھے لیکن افسوس کہ آپ ایسے ماحول میں زندگی بسر کر رہے تھے اور کچھ ایسی پابندیوں کا سامنا تھا جن کی وجہ سے اپنی ذمہ داری اپنی مرضی کے مطابق انجام نہیں دے سکتے تھے۔

(۱) مناقب آل ابی طالب، ج۴، ص۴۴۲

امام علی نقیؑ کی عمر مبارک تقریباً ۴۲ سال تھی آٹھ سال کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہوئے آپ کی امامت کا زمانہ تقریباً ۳۳ سال تھا اپنی امامت کی ابتدا میں تقریباً بیس سال مدینہ میں زندگی بسر کی اور تاریخ کے مطابق اس زمانے میں بغداد کے حکمراں مدینہ میں اپنے حکام کے ذریعہ آپ کی نگرانی کرتے تھے لہٰذا شیعوں اور آپ کے عقیدتمندوں کو تعلیمات کے حصول میں پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس کے باوجود متوکل نے صرف دور سے نگرانی کرنے پر اکتفا نہیں کی بلکہ مدینہ کے حکام کی شکایت پر آپ کو مدینہ سے بظاہر احترام کے ساتھ بغداد بلوالیا اور وہاں سے آپ کو سامرہ کے محلّہ عسکر، جہاں فوجیوں کی رہائش گاہ تھی منتقل کردیا اس وقت ۲۴۳ھ سے آپ کو خفیہ اور فوجی افراد کی شدید نگرانی میں سخت نظر بند کردیا گیا اور اس طرح شیعوں سے آپ کا رابطہ بالکل ختم ہوگیا یا بہت کم رہ گیا ایسے حالات میں کس کی ہمت ہوسکتی تھی کہ وجوہ شرعیہ لے جاکر آپ کی خدمت میں پہونچاتا یا آپ سے تعلیم حاصل کرتا یہی وجہ ہے کہ آپ سے نقل ہونے والی احادیث کی مقدار زیادہ نہیں ہے۔

لیکن پھر بھی اصول دین، عقائد، اخلاق، موعظہ ونصیحت اور فقہ کے مختلف ابواب میں آپ سے بہت سی احادیث نقل ہوئی ہیں جو احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں ان کے مطالعہ سے آپ کے علمی مراتب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

امام علی نقیؑ نے بہت سے شاگردوں کی تربیت کی جن کے اسمائے گرامی تاریخ، حدیث اور رجال کی کتابوں میں درج ہیں۔

کتاب مناقب کے مؤلف نے آپ کے اصحاب کے نام اس طرح ذکر کئے ہیں:

داؤد ابن زید ابو سلیم زنکان، حسین ابن محمد مدائنی، احمد ابن اسماعیل ابن تقطیر، بشر ابن بشار نیشابوری شاذانی، سلیمان ابن جعفر تروزی، فتح ابن یرند جرجانی، محمد ابن سعید ابن کلثوم، جو متکلم وعلم کلام کے ماہر تھے معاویہ ابن حکیم کوفی، علی ابن محمد ابن محمد بغدادی، ابوالحسن ابن رجا عبرتائی۔(۱)

(۱) مناقب آل ابوطالبؑ ج۴، ص۴۳۴

گیارہویں امام

امام حسن عسکری علیہ السلام

امام حسن عسکریؑ آٹھ ربیع الثانی ۲۳۲ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد امام علی نقیؑ تھے اور والدہ ماجدہ کا نام حدیثہ یا سوسن تھا۔

آپ کی کنیت ابو محمد اور القاب صامت ہادی رفیق ذکی نقی خالص اور عسکری تھے۔

۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو سرمن رأی میں شہید ہوئے اور آپ کا جسد اطہر وہیں آپ کے والد بزرگوار کی قبر مبارک کے پاس دفن کیا گیا۔

اس وقت آپ کی عمر مبارک اٹھائیس سال تھی آپ کی امامت کا زمانہ چھ سال تھا۔(۱)

امامت کی دلیلیں

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ امامت کی دلیلوں کو دو قسموں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ عام دلیلیں جو ہر امام کی امامت کے لئے قائم کی جا سکتی ہیں اور اس قسم کے بارے میں تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

۲۔ خاص دلیلیں جو ہر امام کی امامت پر الگ الگ قائم ہوئی ہیں۔

جیسے وہ احادیث جو ہر امام کے ذریعہ اپنے بعد والے امام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ہم یہاں چند نمونے ذکر کریں گے:

....

(۱) الارشاد، ج۲، ص۳۱۳؛ بحار الانوار، ۵۰، ص۲۳۸۔۲۳۵

عبدالعظیم حسنی بیان کرتے ہیں:

ایک دن میں امام علی ابن محمدؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا: مرحباً اے ابوالقاسم تم ہمارے حقیقی چاہنے والے ہو۔

میں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے اپنا دین پیش کروں اگر آپ کی نظر میں صحیح ہو تو میں موت کے وقت تک اس پر باقی رہوں۔

امامؑ نے مجھ سے فرمایا: بیان کرو اے ابوالقاسم!

میں نے عرض کیا: میں کہتا ہوں خدا ایک ہے اور اس کے جیسا کوئی نہیں ہے یہاں تک کہ میں نے عرض کیا محمدؐ اللہ کے بندے اس کے رسول اور خاتم النبیین ہیں پیغمبر اسلامؐ کے بعد علی ابن ابیطالبؑ ان کے بعد امام حسنؑ ان کے بعد امام حسینؑ ان کے بعد امام علی ابن الحسینؑ ان کے بعد محمد ابن علیؑ ان کے بعد جعفر ابن محمدؑ ان کے بعد موسیٰ ابن جعفرؑ ان کے بعد علی ابن موسیٰؑ ان کے بعد محمد ابن علیؑ اور ان کے بعد آپ امام ہیں۔

علی ابن محمدؑ نے فرمایا: میرے بعد میرا بیٹا حسن امام ہوگا اور لوگ ان کے خلیفہ کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں گے۔

میں نے عرض کیا: کیسا برتاؤ کریں گے؟

آپ نے فرمایا: کہ وہ خود دکھائی نہیں دیں گے ان کا نام لینا حرام ہوگا یہاں تک کہ ظہور کریں اور ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں۔

اس کے بعد امام علی ابن محمدؑ نے فرمایا: اے ابوالقاسم خدا کی قسم یہ وہ دین الٰہی ہے جسے خدا نے اپنے بندوں کے لئے اختیار فرمایا ہے. جو کچھ تم نے بیان کیا اس پر ثابت قدم رہو خدا دنیا و آخرت دونوں میں تمہیں اس عقیدہ پر ثابت قدم رکھے۔(۱)

ابو ہاشم داؤد ابن جعفری کا بیان ہے میں نے ابوالحسن امام علی نقیؑ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: میرا جانشین میرا بیٹا حسن ہوگا لیکن اس کے جانشین کے بارے میں تمہارا رویہ کیسا ہوگا؟

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں ایسا کیوں فرمار ہے ہیں۔

---

(۱) کفایۃ الاثر، ص۲۸۲

آپ نے فرمایا: اس لئے کہ ان کو کوئی نہیں دیکھے گا اور ان کا نام لینا بھی تم لوگوں کے لئے منع ہوگا۔

میں نے عرض کیا: پھر ہم ان کو کیسے یاد کریں گے؟

آپ نے فرمایا: حجت ابن حجت کہہ کر یاد کرنا۔(۱)

صقر ابن ابی دلف کا بیان ہے: جب متوکل نے ہمارے آقا حضرت ابوالحسنؑ کو بغداد بلا لیا، میں آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لئے بغداد گیا۔

متوکل نے میری طرف دیکھ کر کہا: کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟

میں نے عرض کیا: اے استاد میں نیت خیر سے آیا ہوں۔

اس نے کہا: بیٹھ جاؤ۔

مجھے مختلف افکار نے گھیر لیا اور میں سوچنے لگا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی بیکار یہاں آ گیا۔

متوکل نے لوگوں کو اشارہ کیا: کہ باہر چلے جائیں اس کے بعد مجھ سے کہا: تم کیوں یہاں آئے ہو۔

میں نے عرض کیا: میں خیر کے قصد سے آیا تھا۔

اس نے کہا: تم شاید اپنے مولا وآقا کی زیارت کے لئے آئے ہو۔

میں نے عرض کیا: میرا مولا کون ہے؟

اس نے کہا: خاموش رہو تمہارے مولا حق پر ہیں خوف زدہ نہ ہو۔

میں بھی تمہارا ہم خیال ہوں۔

میں نے عرض کیا: الحمدللہ۔

اس نے کہا: تم اپنے مولا سے ملاقات کرنا چاہتے ہو، بیٹھے رہو یہ نامہ بر چلا جائے۔

جب نامہ بر باہر چلا گیا تو اس نے اپنے غلام سے کہا: صقر کا ہاتھ پکڑ اس کمرہ میں لیجاؤ جہاں وہ علوی قید ہے ان دونوں کو تنہا چھوڑ کر واپس آ جانا۔

صقر کا بیان ہے: اس غلام نے مجھے ایک کمرہ میں پہونچا دیا اور خود باہر چلا گیا۔

میں نے امام ابوالحسنؑ کو دیکھا کہ آپ چٹائی پر بیٹھے ہیں اور آپ کے برابر میں ایک قبر کھدی ہوئی ہے۔

---

(۲) کفایۃ الاثر، ص ۲۸۴

میں نے آپ کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔
آپ نے فرمایا: اے صقر یہاں کیوں آئے ہو؟
میں نے عرض کیا: آپ کی خیریت معلوم کرنے اس کے بعد میں نے قبر کی طرف دیکھا اور رونے لگا آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: پریشان نہ ہو مجھے کوئی نقصان نہیں پہونچے گا۔
میں نے الحمد للہ کہا اس کے بعد میں نے عرض کیا مولا پیغمبر اسلاؐم کی ایک حدیث میں نے سنی ہے جس کے معنی میری سمجھ میں نہیں آتے۔
آپ نے پوچھا کون سی حدیث۔
میں نے عرض کیا: پیغمبر اسلاؐم نے فرمایا: "لاتعادو الایام فتعادیکم" دنوں سے دشمنی نہ کرو ورنہ وہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟
آپ نے فرمایا: زمین و آسمان ہمارے وجود کی برکت سے قائم ہیں سبت (سنیچر) پیغمبر اسلاؐم کا نام ہے۔ احد (اتوار) امیر المومنینؑ اور اثنین (پیر) امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں ثلاثاء (منگل) علی ابن الحسینؑ، محمد ابن علیؑ، اور جعفر ابن محمدؑ ہیں۔ اربعاء (بدھ) موسیٰ ابن جعفرؑ، علی ابن موسیٰؑ محمد ابن علی اور میں ہوں خمیس (جمعرات) میرا بیٹا حسنؑ اور جمعہ میرے بیٹے کا بیٹا ہے حق کے طلبگار اس کے گرد جمع ہوں گے اور وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا یہ ہیں ایام کے معنی ان ایام سے دشمنی نہ کرنا ورنہ قیامت میں یہ تمہارے دشمن ہوں گے اس کے بعد آپ نے فرمایا: اب یہاں سے چلے جاؤ اس لئے کہ تم امان میں نہیں ہو۔(۱)
صقر ابن ابی دلف نے بیان کیا ہے: میں نے امام علی ابن محمدؑ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے بعد میرا بیٹا حسن امام ہوگا اور حسن کے بعد ان کا بیٹا قائم آئے گا جو ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔(۲)
- یحییٰ ابن یسار کا بیان ہے: امام ابوالحسن علی ابن محمدؑ نے اپنی شہادت سے چار مہینے پہلے اپنے بیٹے

(۱) کفایۃ الاثر، ص ۲۸۵
(۲) کفایۃ الاثر، ص ۲۸۸

حسن کے لئے وصیت کی اور ارشاد فرمایا: وہ میرے بعد امام ہوں گے اور اپنے کچھ قریبی افراد کو اس پر گواہ بنایا۔(۱)

علی ابن عمر نوفلی کا بیان ہے: میں امام ابوالحسنؑ کے گھر آپ کی خدمت میں تھا کہ آپ کے بیٹے محمد ہمارے پاس سے گذرے۔

میں نے عرض کیا: کہ میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے بعد یہ امام ہوں گے؟

آپ نے فرمایا: نہیں میرے بعد امام حسنؑ تمہارے امام ہوں گے۔(۲)

عبداللہ ابن محمد اصفہانی کا بیان ہے: حضرت ابوالحسنؑ نے مجھ سے فرمایا: کہ میرے بعد تمہارا امام وہ ہوگا جو میرے جنازہ پر نماز پڑھے گا۔(۳)

علی ابن جعفرؑ نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوالحسنؑ کے پاس تھا آپ کے بیٹے محمد کا انتقال ہو گیا آپ نے اپنے بیٹے حسن سے فرمایا حسن خدا کا شکر ادا کر اس لئے کہ خداوند عالم نے امر امامت تمہاری ذات میں قرار دیا ہے۔(۴)

احمد ابن محمد ابن عبداللہ ابن مروان نے کہا ہے: کہ میں ابوجعفر محمد ابن علی نقیؑ کی وفات کے وقت موجود تھا حضرت امام علی نقیؑ وہاں تشریف لائے ان کے لئے کرسی رکھی گئی وہ اس پر بیٹھ گئے آپ کے اہلبیتؑ بھی وہاں جمع تھے ان کے فرزند ابو محمد (امام حسن عسکریؑ) بھی ایک کونے میں کھڑے تھے امام علی نقیؑ نے ابوجعفر کے تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد ابو محمدؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا: بیٹا خدا کا شکر ادا کرو خداوند عالم نے امر امامت تمہاری ذات میں قرار دیا ہے۔(۵)

علی ابن مہز یار سے روایت ہے: میں نے حضرت ابوالحسنؑ سے عرض کیا اگر خدانخواستہ آپ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو ہم کس کی طرف رجوع کریں؟

---

(۱) الارشاد، ج۲، ص۳۱۴

(۲) الارشاد، ج۲، ص۳۱۴

(۳) الارشاد، ج۲، ص۳۱۵

(۴) الارشاد، ج۲، ص۳۱۵

(۵) الارشاد، ج۲، ص۳۱۶

آپ نے فرمایا: میرا عہد میرے بڑے بیٹے حسن کے ذمہ ہوگا۔(۱)

علی ابن عمرو عطار کا بیان ہے: کہ میں امام ابوالحسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب ان کے فرزند ابو جعفر زندہ تھے اور ہم یہ سمجھ رہے تھے یہی اپنے والد کے جانشین ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں ان میں سے کس پر آپ کی خاص نظر ہے۔

امامؑ نے فرمایا: کسی پر بھی خاص نظر نہ رکھو جب تک ہمارا امر تم تک نہ پہونچے علی ابن عمرو کا بیان ہے کہ میں نے بعد میں آپ کے پاس خط لکھا اور عرض کیا کہ آپ کے بعد کون امام ہوگا امام نے میرے جواب میں لکھا کہ میرا بڑا بیٹا اور ابو محمد امام حسن عسکریؑ ابو جعفر (سید محمد) سے بڑے تھے۔(۲)

سعد ابن عبداللہ نے بعض بنی ہاشم منجملہ حسن ابن حسین افطس سے نقل کیا ہے کہ ہم لوگ محمد ابن علی ابن محمدؑ کی وفات کے بعد ابوالحسنؑ کے گھر میں جمع تھے گھر کے آنگن میں ایک فرش بچھایا گیا تھا اور لوگ آپ کے پاس بیٹھے تھے ہمارا گمان تھا کہ وہاں موجود غلاموں اور دوسرے افراد کے علاوہ صرف بنی عباس اور اولاد ابوطالب کے تقریباً ۱۵۰ افراد ہوں گے۔

اس وقت حسن ابن علیؑ جن کا گریبان چاک تھا وہاں تشریف لائے اور اپنے والد کے داہنی طرف کھڑے ہوگئے امام ابوالحسنؑ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: بیٹا خدا کا شکر ادا کرو اس لئے کہ خداوند عالم نے امر امامت تمہاری ذات میں قرار دیا ہے۔

یہ سن کر حسنؑ پر گریہ طاری ہوگیا اور آپ نے کلمۂ استرجاع کہا اس کے بعد آپ نے فرمایا: "الحمد لله رب العالمين و اياه اسأل تمام فهمه علينا انا لله و انا اليه راجعون" ہم نے پوچھا یہ کون ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کے بیٹے حسن ہیں اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۰ سال تھی۔

ہم نے ان کو پہچان لیا اور سمجھ گئے کہ ابوالحسنؑ نے اپنے بعد امامت کے لئے انہیں معین کیا ہے۔(۳)

محمد ابن یحیٰی کا بیان ہے: ابو جعفر (سید محمد) کی وفات کے بعد میں ابوالحسن امام علی نقیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے بیٹے کے انتقال پر تعزیت پیش کی اس وقت ابو محمد امام حسن عسکریؑ آپ کے

(۱) الارشاد، ج۲، ص۳۱۶

(۲) الارشاد، ج۲، ص۳۱۶

(۳) الارشاد، ج۳ص۳۱۷

پاس موجود تھے اور رو رہے تھے امام ابوالحسنؑ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: خدا نے تمہیں ان کی جگہ پر معین کر دیا لہٰذا خداوند عالم کا شکرادا کرو۔(۱)

شاھویہ ابن عبد اللہ کا بیان ہے حضرت ابوالحسنؑ نے مجھے لکھا ابوجعفر کی وفات کے بعد تم میرے جانشین کے بارے میں پوچھنا چاہتے تھے اور تمہیں اس کی فکر تھی تم پریشان نہ ہو اس لئے خداوند عالم نے جس کی ہدایت کر دی ہے اسے گمراہی میں نہیں چھوڑتا تمہارے امام ابومحمد ہوں گے۔

لوگوں کی ضرورت کے تمام علوم ان کے پاس موجود ہیں خدا جس کو چاہتا ہے مقدم یا موخر کرتا ہے۔

﴿ما ننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها﴾(۲)

فضائل و کمالات

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تحریر کیا ہے: امام ابوالحسن علی ابن محمدؑ کے بعد ان کے بیٹے ابومحمد حسن ابن علیؑ امام ہوئے اس لئے کہ تمام فضائل ان کی ذات میں جمع تھے امامت اور قیادت کے لئے ضروری امور جیسے علم، زہد، کمال، عقل، عصمت، شجاعت، کرم، اور کثرت عبادت میں اپنے زمانے کے تمام انسانوں سے افضل تھے۔

اس کے علاوہ آپ کے والد نے بھی اس منصب کے لئے آپ کو معین کیا تھا۔(۳)

حسین ابن محمد اشعری اور محمد ابن یحییٰ وغیرہ کا بیان ہے احمد ابن عبید اللہ ابن خاقان قم میں حکومتی املاک کی حفاظت اور خراج لینے پر مامور تھا اور وہ دشمن اہل بیتؑ تھا ایک دن اس کے سامنے علویوں اور ان کے مذہب کا تذکرہ نکل آیا اس نے کہا کہ میں نے سرمن رأی میں کردار، عظمت، وقار، عفت، بخشش اور جلالت میں تمام اہلبیتؑ اور بنی ہاشم میں حسن ابن علی ابن محمدؑ جیسا کسی اور کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ بوڑھے اور بزرگ افراد، فوج کے کمانڈر اور وزراء بھی ان کو خود مقدم کرتے تھے۔

---

(۱) الارشاد، ج ۲، ص ۳۱۶

(۲) الارشاد، ج ۲، ص ۳۱۹

(۳) الارشاد، ج ۲، ص ۳۱۳

احمد ابن عبید اللہ کا کہنا ہے کہ ایک دن میرے باپ نے ایک عمومی جلسہ کیا میں وہاں کھڑا تھا اچانک دربانوں نے آ کر خبر دی ابومحمد ابن الرضاؑ تشریف لائے ہیں میرے والد نے بلند آواز سے کہا انہیں اندر آنے دو میں نے دربانوں کی اس جسارت پر تعجب کیا کہ کس طرح انھوں نے میرے والد کے سامنے کسی کو کنیت سے یاد کیا اس لئے کہ میرے والد کے سامنے صرف خلیفہ یا ولی عہد کو کنیت سے یاد کیا جاتا تھا اس وقت ایک کمسن بہترین قد و قامت کا مالک خوبصورت جوان مخصوص ہیبت و جلالت کے ساتھ اندر داخل ہوا جب میرے والد نے ان کو دیکھا تو اپنی جگہ سے اٹھ کر چند قدم ان کے استقبال کے لئے آگے بڑھے میں نے کسی اور کے لئے کبھی اپنے والد کا یہ عمل نہیں دیکھا تھا میرے والد نے ان کو آغوش میں لیا ان کے چہرہ کا بوسہ لیا اور اپنی جگہ پر بٹھایا اور ان کے برابر میں بیٹھ کر ان سے گفتگو کرنے لگے گفتگو کے دوران بار بار کہتے تھے میں آپ پر قربان جاؤں۔

میں اپنے باپ کے اس رویہ پر حیرت زدہ تھا تھوڑی دیر میں دربان آیا اور اس نے کہا: موفق ابن متوکل عباسی اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے میرے والد کی رسم یہ تھی کہ جب کبھی موفق آتا تھا تو دربان اور فوج کے کمانڈر دونوں طرف صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے ان کے درمیان سے موفق آتا جاتا تھا اس وقت میرے والد نے حاضرین سے کہا کہ ابومحمد کو صف کے پیچھے سے لیجاؤ تا کہ موفق ان کو نہ دیکھ سکے۔

موفق داخل ہوا میرے والد اس سے گلے ملے اور باہر چلے گئے میں نے اپنے والد کے دربانوں سے پوچھا یہ کون تھا جس کے ساتھ تم لوگوں نے ایسا برتاؤ کیا اور میرے والد نے اس طرح ان کا احترام کیا ان لوگوں نے کہا کہ یہ ایک علوی ہیں جن کا نام حسن ابن علیؑ ہے اور وہ ابن الرضاؑ کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ سن کر میری حیرت اور بڑھ گئی جب میرے والد نے عشاء کی نماز پڑھ لی اور دفتری امور کی انجام دہی کے لئے تنہائی میں بیٹھے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے کہا احمد تمہاری کوئی حاجت ہے میں نے کہا: ہاں اگر آپ اجازت دیں؟

وہ شخص جو صبح آپ کے پاس آیا تھا اور آپ نے اس کا بہت احترام کیا تھا وہ کون تھا میرے والد نے کہا: وہ رافضیوں کے امام حسن ابن علیؑ تھے جو ابن الرضاؑ کے نام سے مشہور ہیں۔

اس کے بعد کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا بیٹا اگر خلافت بنی عباس سے لے لی جائے تو بنی ہاشم میں ان کے علاوہ کسی اور کا حق نہیں ہے اس لئے کہ فضیلت، عفت، کردار، اپنے اوپر کنٹرول، زہد، عبادت اور حسن اخلاق میں ان کے جیسا کوئی اور نہیں ہے کاش تم نے ان کے والد کو دیکھا ہوتا، وہ بہت سخی اور صاحب فضیلت تھے۔

احمد کا بیان ہے کہ مجھے اپنے والد کے اس رویہ سے غصہ آیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ میں ابن الرضاؑ کے بارے میں تحقیق کروں گا اس سلسلہ میں میں نے بنی ہاشم، فوج کے کمانڈروں، اپنی حکومت کے دفاتر میں کام کرنے والوں، قاضیوں، سب سے گفتگو کی سب ان کا احترام کرتے تھے ان کی تعریف کرتے اور ان کو دوسروں سے بہتر سمجھتے تھے لہٰذا اس طرح میں بھی ان کی عظمت و جلالت کا لوہا مان گیا۔(۱)

محمد ابن اسماعیل علوی کا بیان ہے کہ ابو محمد امام حسن عسکریؑ کو علی ابن اوتاشی کے قید خانہ میں قید کیا گیا جو اہلبیتؑ اور اولاد ابو طالب کا سخت دشمن تھا اس سے کہا گیا کہ ان کے ساتھ سخت برتاؤ کرنا مگر کچھ ہی دنوں میں وہ آپ کی عظمت و جلالت کا قائل اور آپ کا عقیدتمند ہو گیا آپ کی تعریف اور احترام کرنے لگا۔(۲)

محمد ابن اسماعیل ابن موسیٰ ابن جعفر کا بیان ہے: کچھ بنی عباس ابو محمد امام حسن عسکریؑ کے زندان بان صالح ابن وصیف کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ قید خانہ میں ابو محمد پر سختی کرو اس نے پوچھا کہ کیا کروں میں نے دو انتہائی خراب لوگوں کو ان پر مامور کیا لیکن تھوڑی ہی مدت میں وہ عبادت، نماز اور روزہ کے اعتبار سے انتہائی اعلیٰ درجہ پر پہونچ گئے۔

اس نے ان دونوں افراد کو بلایا اور ان سے کہا کہ تم کیوں اس قیدی پر سختی نہیں کرتے ان لوگوں نے کہا ہم اس شخص کے بارے میں کیا کہیں جو دن میں روزہ رکھتا ہو اور رات کو عبادت اور نمازوں میں بسر کرتا ہو وہ کسی سے بات نہیں کرتے اور عبادت کے علاوہ ان کی کوئی اور مصروفیت نہیں ہے جب وہ ہماری طرف دیکھتے ہیں تو ہمارے بدن کانپ جاتے ہیں اور ہم پر ایسی کیفیت طاری ہوتی

(۱) الارشاد، ج۲، ص۳۲۱

(۱) الارشاد، ج۲، ص۳۲۹

ہے کہ ہمیں اپنا ہوش نہیں رہتا جب ان لوگوں نے یہ باتیں سنیں تو ناامید ہو کر واپس چلے گئے۔(۱)

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے: میں نے امام ابو محمدؑ کے پاس خط لکھا اور زندگی اور اس کی مشکلات نیز طوق وسلاسل کی اذیتوں کی شکایت کی. امامؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: کہ آج ظہر کی نماز اپنے گھر میں ادا کرو گے اتفاق سے میں اسی روز قید خانہ سے آزاد ہو گیا اور ظہر کی نماز اپنے گھر میں پڑھی۔ میں زندگی کے دوسرے لوازمات کے اعتبار سے بھی مصیبتوں میں مبتلا تھا اور اسی خط میں اس کا تذکرہ کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے شرم لگی جب میں اپنے گھر پہونچا تو آپ نے میرے لئے سو دینار بھی بھیجے اور لکھا کہ جب کوئی ضرورت ہو تو شرمانا نہیں مجھ سے طلب کر لینا انشاءاللہ تمہاری حاجت پوری ہو جائے گی۔(۲)

محمد ابن ابی زعفران نے ابو محمد امام حسن عسکریؑ کی مادر گرامی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ایک دن ابو محمدؑ نے مجھ سے کہا کہ ۲۶۰ھ میں میں سخت مشکلات میں گرفتار ہوں گا مجھے خوف ہے کہ کوئی مصیبت مجھ پر نازل ہوگی۔

میں یہ سن کر پریشان ہوئی اور رونے لگی اس وقت آپ نے فرمایا: اس سے چھٹکارا نہیں ہے جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا لہٰذا بے صبری اور گریہ وزاری نہ کیجئے۔

۲۶۰ھ کے صفر کے مہینہ میں ام ابو محمدؑ پر عجیب اضطراب کی کیفیت طاری ہوئی وہ تھوڑے تھوڑے عرصہ بعد مدینہ سے باہر جاتی تھیں شاید امام حسن عسکریؑ کی کچھ خبر مل سکے آپ کو خبر ملی کہ معتمد نے ابو محمدؑ اور ان کے بھائی جعفر کو گرفتار کر کے قید کر دیا ہے معتمد برابر ان کے زندان بان علی ابن جریر سے ان کے بارے میں پوچھتا رہتا تھا وہ جواب میں کہتا تھا ابو محمدؑ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور راتوں کو نمازیں پڑھتے ہیں۔

ایک دن معتمد نے زندان سے آپ کا حال دریافت کیا تو اس نے پھر وہی بیان کیا۔ معتمد نے زندان بان سے کہا جاؤ اور ابھی جا کر ان کو آزاد کر دو اور ان کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے گھر جائیں میں گیا دیکھا کہ آپ اپنا مخصوص لباس اور جوتا پہنے ہوئے قید خانہ سے نکلنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں جیسے ہی انھوں نے مجھے دیکھا اٹھ کر کھڑے ہو گئے میں نے انھیں آزادی کا مژدہ سنایا۔

(۱) الارشاد، ج۲، ص۳۳۴

(۲) الارشاد، ج۲، ص۳۳۰

آپ قید خانہ سے باہر نکلے اور اپنی سواری پر سوار ہو گئے لیکن اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھے میں نے پوچھا جاتے کیوں نہیں؟

انھوں نے فرمایا: جب تک میرے بھائی جعفر آزاد نہ ہوں گے میں نہیں جاؤں گا جا کر معتمد سے کہہ دو کہ ہم اور جعفر ایک ساتھ گھر سے باہر نکلے تھے لہٰذا اگر ساتھ میں واپس نہ گئے تو مشکل ہو جائے گی زندان بان نے آپ کا پیغام معتمد تک پہونچایا معتمد نے کہا جعفر کو بھی تمہاری وجہ سے آزاد کر دیا جب کہ ان کو خود اپنے نفس اور تم پر ظلم کرنے کی سزا میں قید خانہ بھیجا تھا اس نے جعفر کو بھی آزاد کر دیا اور دونوں ساتھ ساتھ گھر واپس ہو گئے۔(۱)

بیان کیا گیا ہے کہ بہلول نے بچپنے میں امام حسن عسکریؑ کو دیکھا کہ بچوں کا کھیل دیکھ رہے ہیں اور گریہ کر رہے ہیں بہلول نے سوچا ان کے پاس کھلونے نہیں ہیں اسی لئے رو رہے ہیں بہلول آپ کے پاس گئے اور کہا کہ رو ؤمت میں تمہارے لئے کھلونے خرید دوں گا۔

آپ نے فرمایا: ہمیں کھیلنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے۔

بہلول نے عرض کیا: پھر ہمیں کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔

آپ نے فرمایا: علم اور عبادت کے لئے۔

بہلول نے عرض کیا: اس کی دلیل کیا ہے۔

آپ نے فرمایا: خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے. ﴿**أفحسبتم انما خلقنا کم عبثاً و انکم الینا لا ترجعون**﴾ کیا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ بیکار پیدا کئے گئے ہو اور تمہیں پلٹ کر ہماری بارگاہ میں نہیں آنا ہے۔

اس کے بعد بہلول نے آپ سے موعظہ کی درخواست کی آپ نے جواب میں کچھ اشعار پڑھے اور بے ہوش ہو گئے جب آپ کو ہوش آیا بہلول نے عرض کیا آپ تو ابھی بچے ہیں اور آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے پھر کیوں ڈر رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا: میں نے اپنی مادر گرامی کو دیکھا ہے کہ پہلے چھوٹی لکڑیوں کو جلاتی ہیں پھر ان

(۱) الارشاد، ج۲، ص۳۱۳

کے ذریعہ بڑی بڑی لکڑیوں میں آگ لگاتی ہیں میں اس بات سے ڈرتا ہو کہ کہیں جہنم کی چھوٹی لکڑیاں نہ بن جاؤں۔(۱)

محمد ابن علی ابن ابراہیم ابن موسیٰ ابن جعفرؑ بیان کرتے ہیں: ہمارے لئے زندگی میں کچھ مشکلات پیدا ہوگئیں اور زندگی گذارنا سخت ہوگیا. میرے والد نے مجھ سے کہا آؤان (ابومحمد امام حسن عسکریؑ) کے پاس چلیں ان کی سخاوت اور بخشش کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے میں نے اپنے والد سے کہا کیا آپ ان کو پہچانتے ہیں؟

انھوں نے کہا: نہیں. میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں ہے۔

ہم اپنے والد کے ساتھ ان کے گھر کی طرف چلے راستہ میں میرے والد نے مجھ سے کہا: مجھے پانچ سو درہم کی ضرورت ہے دوسو درہم لباس کے لئے دوسو درہم قرض ادا کرنے کے لئے اور سو درہم زندگی کی ضروریات کے لئے میں نے بھی اپنے دل میں سوچا کاش تین سو درہم مجھے بھی دیدیتے، سو درہم سواری کا گدھا خریدنے کے لئے، سو درہم زندگی کی ضروریات مہیا کرنے کے لئے اور سو درہم لباس کے لئے تاکہ اس کے بعد جبل کی طرف چلا جاؤں۔

محمد کا بیان ہے: جب ہم اپنی والد کے ہمراہ آپ کے گھر کے دروازے پر پہونچے تو ایک غلام باہر نکلا اور اس نے کہا کہ علی ابن ابراہیم اور ان کے بیٹے محمد اندر آجائیں۔

جب ہم آپ کی خدمت میں پہونچے اور سلام کیا تو آپ نے میرے والد سے فرمایا: اے علی کیوں اب تک ہمارے پاس نہیں آئے میرے والد نے عرض کیا مجھے شرم لگی کہ اس حالت میں آپ کی خدمت میں آؤں۔

نکلتے وقت آپ کے غلام نے ایک تھیلی میرے والد کودی اور کہا کہ اس میں پانچ سو درہم ہیں دوسو درہم لباس مہیا کرنے کے لئے دوسو درہم قرض ادا کرنے کے لئے اور سو درہم زندگی کی ضروریات مہیا کرنے کے لئے اس کے بعد ایک تھیلی مجھے لاکر دی اور کہا اس میں تین سو درہم ہیں سو درہم گدھا

(۱) نورالابصار، ص۱۸۳؛ الصواعق المحرقہ، ص۲۰۷

خریدنے کے لئے اور دو سو درہم زندگی کی ضروریات مہیا کرنے کے لئے جبل نہ جانا بلکہ سوراء چلے جاؤ۔

محمد نے جبل جانے کا اردہ ترک کر دیا اور سوراء چلے گئے وہیں شادی کی کچھ عرصہ کے بعد ان کے پاس امام حسن عسکریؑ کی طرف سے ایک ہزار دینار پہونچے۔(۱)

آپ کا علم

امام حسن عسکریؑ بھی اپنے آباء واجداد کی طرح تمام دینی علوم اور احکام قوانین کے عالم تھے علوم دین کے منابع آپ کے پاس موجود تھے اس کے علاوہ آپ کو خدا کی طرف سے عصمت کی پشت پناہی بھی حاصل تھی، علوم دین کی نشر و اشاعت اور ترویج کو اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے اور اس عظیم ذمہ داری کی انجام دہی سے کسی بھی حال میں پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔

البتہ تمام ائمہ کے لئے ایک جیسے حالات نہیں تھے ہر امام دینی علوم کی ترویج میں اپنے زمانے کے حالات اور امکانات کے مطابق عمل کرتا تھا افسوس جو علوم امام حسن عسکریؑ سے نقل ہوئے ہیں ان کی مقدار آپ کے آباء واجداد خصوصاً امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے ذریعہ نقل ہونے والے علوم سے بہت کم ہے جس کے دو سبب ہو سکتے ہیں۔

ایک تو آپ کی امامت کا زمانہ بہت کم تھا یعنی آپ کل چھ سال منصب امامت پر فائز رہے دوسرے آپ اپنی امامت کے دور میں ''سرمن رأیٰ'' فوجی چھاونی میں رہے جہاں خلیفہ کے خفیہ اور علانیہ ایجنٹ آپ کی نگرانی کرتے تھے لہٰذا آپ کے اقوال و اعمال اور آپ کے پاس آنے جانے والے افراد کی نقل وحرکت مکمل طور پر دوسروں کے زیر نظر تھی۔

ان وجوہات کی بنا پر آپ سے مروی احادیث کی تعداد آپ کے آباء و اجداد سے مروی احادیث کے برابر نہیں ہے۔

لیکن اس کے باوجود مختلف موضوعات توحید، نبوت، معاد، امامت، اخلاق، موعظہ، نصیحت

(۱) کافی، ج۱ص ۵۰۶

اور فقہ کے مختلف ابواب میں آپ سے بہت سی احادیث نقل ہوئی ہیں جو تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں درج ہیں۔

اس کے علاوہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپ اور دیگر ائمہؑ سے مروی بہت سی احادیث ضائع ہوگئی ہوں اور ہم تک نہ پہونچ سکی ہوں آپ نے اپنے اس مختصر سے چھ سالہ دور امامت میں متعدد شاگردوں اور راویوں کی تربیت کی جن کے اسمائے گرامی تاریخ، حدیث اور رجال کی کتابوں میں درج ہیں۔(۱)

(۱) ایک محقق نے آپ سے مروی احادیث کو مسند الامام العسکری کے نام سے جمع کیا ہے جس میں آپ سے روایت نقل کرنے والوں کے نام درج ہیں جن کی تعداد ایک سو انچاس (۱۴۹) افراد ہے۔

بارہویں امام

حضرت مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف

امام حجت ابن الحسن (عج) نیمۂ شعبان ۲۵۵ھ کو سامرا میں پیدا ہوئے آپ کا اسم گرامی پیغمبر اسلامؐ کا نام نامی (محمد) اور کنیت پیغمبر اسلامؐ کی کنیت (ابوالقاسم) ہے آپ کے والد ماجد امام حسن عسکریؑ اور والدہ ماجدہ جناب نرجس تھیں اپنے والد کی شہادت کے وقت پانچ سال کے تھے لیکن اس کمسنی کے باوجود امامت کے لئے ضروری علم و حکمت کے مالک تھے اور بالکل اسی طرح منصب امامت پر فائز ہوئے جس طرح حضرت یحییٰ کو بچپنے ہی میں امامت ملی اور حضرت عیسیٰ ابن مریم گہوارہ میں نبی قرار پائے۔(۱)

آپ کے القاب حجت، قائم، مہدی، خلف صالح، صاحب الزمان اور صاحب ہیں۔(۲)

جن لوگوں نے بچپنے میں آپ کی زیارت کی ہے

امام حسن عسکریؑ کے کچھ خاص اصحاب نے آپ کے فرزند امام مہدیؑ کو بچپنے میں دیکھا تھا یا آپ کے بارے میں انھیں معلوم ہوگیا تھا جس کے مندرجہ ذیل نمونے یہاں ذکر کئے جا رہے ہیں: امام حسن عسکریؑ کی پھوپھی جناب حکیمہ کا بیان ہے کہ میں امام مہدیؑ کی ولادت کی شب میں امام حسن عسکریؑ

....

(۱) الارشاد، ج ۲، ص ۳۳۹؛ اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۱۴

(۲) اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۱۳

کے گھر میں تھی اور آپ کے بیٹے کی ولادت کے وقت بھی موجود تھی میں نے اس وقت بھی ان کو دیکھا اور اس کے بعد بھی کئی مرتبہ ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔(۱)

فتح مولا زراری کا بیان ہے: میں نے ابوعلی ابن مطہر سے سنا ہے کہ انھوں نے بیان کیا: میں نے امام حسن عسکریؑ کے فرزند کو دیکھا ہے اس کے بعد انھوں نے ان کے قد وقامت کے بارے میں بھی بیان کیا۔(۲)

عمر و اہوازی کا بیان ہے کہ امام ابومحمدؑ نے اپنا بیٹا مجھے دکھایا اور فرمایا یہ میرا فرزند اور تمہارا ولی ہے۔(۳)

ابراہیم ابن محمد نے ابونصر طریف خادم سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا میں نے امام حسن عسکریؑ کے بیٹے کو دیکھا ہے۔(۴)

(امام حسن عسکریؑ کے خادم) نسیم نے بیان کیا: میں نے امام صاحب الزمانؑ کی ولادت کے دو شب بعد آپ کی زیارت کی مجھے چھینک آ گئی آپ نے مجھ سے فرمایا: "یرحمک اللہ" میں یہ سن کر خوش ہو گیا۔(۵)

ابوجعفر عمری کا بیان ہے: جس وقت سید کی ولادت ہوئی ابومحمدؑ نے فرمایا: ابوعمر کو بلاؤ جب وہ وہاں پہونچا تو اس سے کہا کہ دس ہزار رطل روٹی اور دس ہزار رطل گوشت خرید و اور بنی ہاشم میں تقسیم کر دو اور فلاں مقدار میں گوسفند خرید کر میرے بیٹے کا عقیقہ کر دو۔(۶)

خادم ابوغانم کا کہنا ہے امام ابومحمدؑ کے یہاں بیٹا ہوا آپ نے اس کا نام محمد رکھا، تیسرے دن اس کو اصحاب کو دکھایا اور فرمایا یہ میرے بعد امام اور ولی اور میرے جانشین ہوں گے یہ وہی قائم ہیں دنیا والے

(۱) الارشاد، ج۲،ص۳۵۱
(۲) الارشاد، ج۲،ص۳۵۲
(۳) الارشاد، ج۲،ص۳۵۳
(۴) الارشاد، ج۲،ص۳۵۴
(۵) اعلام الوری، ج۲،ص۲۱۷
(۶) بحارالانوار، ج۵۱،ص۵

جن کے انتظار میں ہیں تا کہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں۔(۱)

محمد ابن حسن کرخی بیان کرتے ہیں: میں نے ابو ہارون سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے صاحب الزمان کو دیکھا ہے آپ کی ولادت جمعہ کے دن ۲۵۶ھ میں ہوئی۔(۲)

محمد ابن ابراہیم کرخی کا بیان ہے: امام ابو محمدؑ نے ایک ذبح کیا ہوا گوسفند اپنے ایک صحابی کے پاس بھیجا اور فرمایا یہ میرے فرزند محمد کے عقیقہ کا گوسفند ہے۔(۳)

حسن ابن منذر کا بیان ہے کہ ایک دن حمزہ ابن ابوالفتح آئے اور کہا خوشخبری ہو کل رات ابو محمدؑ کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے آپ نے حکم دیا ہے کہ ہم اس کو ظاہر نہ کریں۔

میں نے پوچھا اس کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا محمد اور کنیت ابو جعفر۔(۴)

حسن ابن حسین علوی کا بیان ہے: میں ''سر من رائی'' میں حضرت ابو محمد حسن ابن علیؑ کی خدمت میں پہونچا اور آپ کے بیٹے قائم کی ولادت کی مبارک باد دی۔(۵)

حضرت ابو محمدؑ کے دوست ابراہیم بیان کرتے ہیں: میرے مولا ابوالحسن نے چار گوسفند میرے پاس بھیجے اور ایک خط میں لکھا کہ ان کو میرے بیٹے مہدی کے لئے عقیقہ کرو خود بھی کھاؤ اور دوسرے شیعوں کو بھی کھلاؤ۔(۶)

امامت کی دلیلیں

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اس سلسلہ میں تحریر کیا ہے کہ اس سے پہلے ان تمام دلیلوں کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے جو پیغمبر اسلامؐ، امیر المومنینؑ اور دوسرے ائمہؑ خاص طور پر آپ کے والد امام حسن عسکریؑ سے اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں آپ کے والد ماجد نے قابل اعتماد اصحاب اور خاص شیعوں

(۱) بحارالانوار، ج۵۱، ص۵

(۲) بحارالانوار، ج۵۱، ص۱۵

(۳) بحارالانوار ج۵۱، ص۱۵

(۴) بحارالانوار ج۵۱ص۱۶

(۵) بحارالانوار ج۵۱ص۱۶

(۶) بحارالانوار، ج۵۱، ص۲۸

کے سامنے اپنے فرزند کی امامت کا اعلان کیا ہے۔(۱)

شیخ مفید ہی نے تحریر کیا ہے کہ امام قائم کی امامت کے سلسلہ میں بیان کی گئی دلیلوں میں سے ایک دلیل، عقل کا یہ حکم لگانا ہے کہ ہر زمانے میں ایک معصوم امام کا ہونا ضروری ہے جو ہر گناہ ہر خطا اور ہر غلطی سے پاک ہو اور تمام علوم میں اپنے زمانے کے تمام افراد سے بہتر ہو اس لئے کہ کوئی بھی زمانہ ایسے امام سے خالی نہیں رہ سکتا جو لوگوں کو بھلائی کی دعوت دیتا ہو، انھیں فساد اور برائیوں سے دور رکھتا ہو، ظالموں کی سرزنش اور جاہلوں کی ہدایت کرتا ہو، حدود الٰہی کو جاری اور احکام پروردگار کو نافذ کرتا ہو، فوج کے سپہ سالاروں کو معین کرتا ہو اور اسلامی مملکت کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہو، نماز جمعہ اور نماز عید کو قائم کرتا ہو۔

یہ بات دلیلوں سے ثابت ہو چکی ہے کہ ایسے انسان کو معصوم ہونا چاہئے اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ پہلے والا امام بعد والے امام کی امامت کا اعلان کرے یا معجزہ کے ذریعہ اس کی امامت ثابت ہو۔

امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے علاوہ کوئی دوسرا مذکورہ شرائط اور خصوصیات کا حامل نہیں تھا، لہٰذا آپ کا امام ہونا ثابت ہے اور اس کے بارے میں دلیلوں کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(۲)

اسحٰق ابن اشعری کا بیان ہے: میں ابو محمد حسن ابن علی عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا فرزند رسولؐ آپ کے بعد امام اور آپ کا جانشین کون ہوگا؟ آپ جلدی سے اٹھ کر اندر گئے اور تھوڑی دیر میں اپنی آغوش میں ایک بچہ لے کر آئے جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا، اس کی عمر تقریباً تین سال تھی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے احمد ابن اسحٰق! میں نے اپنا بیٹا تم کو دکھا دیا اگر تم خدا اور رسولؐ کے نزدیک محترم نہ ہوتے تو میں ہرگز ایسا نہ کرتا۔ میرا یہ بیٹا پیغمبر اسلامؐ کا ہمنام ہے اور اس کی کنیت بھی پیغمبر اسلامؐ کی کنیت ہے یہ وہی شخص ہیں جو ظلم و ستم سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، اے احمد! یہ خضر اور ذوالقرنین کی طرح ہیں یہ پردۂ غیبت میں رہیں گے اور خداوند عالم

(۱) الارشاد، ج ۲، ص ۳۳۹

(۲) الارشاد، ج ۲، ص ۲۴۲

سوائے ان لوگوں کے جن کو وہ خود ایمان پر ثابت قدم رکھے، اور جو ان کی تعجیل فرج کے لئے دعا کریں، کسی اور کو ہلاکت سے نجات نہیں دے گا۔

احمد ابن اسحٰق نے عرض کیا: کیا ان کی کوئی علامت ہے جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے اس وقت بچہ نے فصیح زبان میں کہا "انا بقیة الله فی ارضه و المنتقم من اعدائه"

احمد نے کہا: مجھے اس خبر سے خوشی ہوئی اور میں وہاں سے چلا گیا۔

دوسرے دن پھر واپس آیا اور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ میں اس خبر سے بہت خوش ہوا آپ نے مجھ پر احسان کیا خضر اور ذوالقرنین کی سنت سے مراد کیا ہے، آپ نے فرمایا غیبت، میں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہؐ کیا ان کی غیبت طولانی ہوگی؟

آپ نے فرمایا: ہاں. خدا کی قسم اتنی طولانی ہوگی کہ ان کی امامت کا اعتقاد رکھنے والے اکثر افراد اپنے عقیدہ سے منحرف ہو جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جن کے دلوں کو خداوند عالم نے ہماری ولایت عطا کی ہے، ان کے دلوں میں ایمان کو مستقر کر دیا ہے اور خداوند عالم خود ان کی تائید کرتا ہے۔

اے احمد! ان کی غیبت خدا کے حکم سے ہوگی اور وہ اس کے رازوں میں سے ایک راز ہے میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے اس کو محفوظ کر لو اور اس کو بیگانوں اور نا اہلوں سے پوشیدہ رکھنا خدا کا شکر ادا کرو تا کہ قیامت میں ہمارے ساتھ رہو۔(۱)

محمد ابن علی ابن بلال کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمد حسن ابن علیؑ نے اپنی شہادت سے دو سال پہلے مجھے اپنے جانشین کے بارے میں بتایا اور شہادت سے تین دن پہلے پھر مجھے اپنے جانشین کے بارے میں خبر دی۔(۲)

عمرو اہوازی کہتے ہیں: ابو محمدؑ نے مجھے اپنا بیٹا دکھایا اور فرمایا: یہ میرے بعد تمہارا امام ہوگا۔(۳)

محمد ابن عثمان عمری بیان کرتے ہیں: ابو محمدؑ نے مجھے اپنے گھر میں اپنا بیٹا دکھایا اور فرمایا: یہ میرے بعد تمہارے امام اور میرے جانشین ہوں گے ان کی اطاعت کرنا اور اختلاف نہ کرنا ورنہ اپنے دین

(۱) اعلام الوریٰ، ج۲، ص۲۴۸

(۲) اعلام الوریٰ، ج۲، ص۲۵۰

(۳) اعلام الوریٰ، ج۲، ص۲۵۲

کے معاملہ میں ہلاک ہو جاؤ گے اور یاد رکھنا کہ اس کے بعد ان کو کبھی نہیں دیکھو گے اس کے چند دن بعد ہی ابو محمدؑ کی شہادت ہو گئی۔(۱)

موسیٰ ابن جعفر ابن وہب بغدادی کا بیان ہے: کہ میں نے امام ابو محمد حسن ابن علیؑ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں گویا تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ میرے جانشین کے بارے میں اختلاف کر رہے ہو یاد رکھو جو شخص بھی پیغمبر اسلامؐ کے بعد ائمہ معصومینؑ کی امامت کا اعتقاد رکھے لیکن میرے بیٹے کی امامت کا انکار کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو سارے انبیاء کی نبوت کا اعتقاد رکھے لیکن پیغمبر اسلامؐ کی نبوت کا انکار کر دے، اس لئے کہ ہمارے آخر کی اطاعت ہمارے پہلے کی اطاعت کی طرح ہے اور ہمارے سلسلہ کی آخری فرد کا منکر ہمارے سلسلہ کی پہلی شخصیت کا منکر ہے، آگاہ رہنا! کہ ہمارے بیٹے کے لئے غیبت ہوگی جس میں لوگ آپ کے وجود میں شک کرنے لگیں گے سوائے ان لوگوں کے جن کو خدا محفوظ رکھے۔(۲)

محمد ابن عثمان عمری کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے وہ کہا کرتے تھے کہ ابو محمد حسن ابن علیؑ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا جو آپ کے آباء واجداد سے نقل ہوئی تھی اور جس میں ان لوگوں نے فرمایا تھا، زمین قیامت تک حجت سے خالی نہ رہے گی یا یہ کہ جو اپنے زمانے کے امام کو پہچانے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: یہ بات سچ ہے لوگوں نے پوچھا آپ کے بعد امام کون ہے؟

امامؑ نے فرمایا: میرا بیٹا محمد میرے بعد امام اور حجت ہوگا جو اس کی معرفت کے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ یاد رکھنا میرے بیٹے کے لئے غیبت ہوگی جس میں جاہل افراد حیران و سرگردان اور اہل باطل ہلاک ہو جائیں گے جو لوگ ان کے ظہور کا وقت معین کریں وہ جھوٹے ہیں۔ وہ قیام کرے گا اور میں گویا نجف اشرف میں اس کے سر پر سفید پرچم لہراتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔(۳)

بعض اصحاب نے نقل کیا ہے کہ جب امام ابو محمدؑ کی زوجہ حاملہ ہوئیں تو امامؑ نے ان سے فرمایا:

(۱) اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۵۲

(۲) اعلام الوری، ج ۲، ص ۲۵۲

(۳) اعلام الوری، ج ۲، ص ۳۵۲

عنقریب تمہارے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا وہ میرے بعد قائم ہوگا۔(۱)

صقر ابن ابی دلف کا بیان ہے: میں نے علی ابن محمد ابن علیؑ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے بعد حسن امام ہوں گے اور حسن کے بعد ان کا بیٹا قائم ہے جو ظلم وستم سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔(۲)

دوسری دلیلیں

مذکورہ دلیلوں کے علاوہ بہت سی دوسری احادیث بھی موجود ہیں جن کو آپ کی امامت ثابت کرنے کے لئے بیان کیا جاسکتا ہے ان احادیث کو چند حصوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلی قسم ان احادیث کی ہے جو پیغمبر اسلامؐ سے نقل ہوئی ہیں جس میں آپ نے اپنے بعد آنے والے خلفاء اور حکام کی تعداد بارہ بتائی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے اور ان کے ذریعہ دین اسلام باقی اور قائم رہے گا۔

عامر ابن سعد ابن ابی وقاص کا بیان ہے: میں نے جابر ابن سمرہ کو لکھا جو کچھ تم نے رسول خداؐ سے سنا ہے مجھے اس سے باخبر کرو اس نے جواب میں لکھا جس جمعہ کی شب میں اسلمی کو سنگسار کیا گیا تھا میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: یہ دین قیامت تک قائم رہے گا میرے بارہ خلفاء جو سب کے سب قریش سے ہوں گے ان پر حکومت کریں گے۔(۳)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ:۱۔ یہ دین قیامت تک باقی رہے گا۔۲۔اس مدت میں پیغمبر اسلامؐ کے بارہ خلفاء ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

---

(۱) کفایۃ الاثر، ص۲۹۰

(۲) کفایۃ الاثر ص ۲۸۸

(۳) صحیح مسلم، ص۱۴۵۳. عامر بن سعد بن ابی وقاص، قال: کتبت الی جابر بن سمرة مع غلامی نافع: ان اخبرنی بشیء سمعته من رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم. قال: فکتب الی: انی سمعت رسول الله یوم جمعة عشیة رجم الاسلمی یقول: لایزال الدین قائما الی یوم القیامة، او یکون علیکم اثنا عشر خلیفه کلهم من قریش.

یہ بارہ خلفاء کون ہیں؟ اس بارے میں لوگوں نے بہت سے احتمالات ظاہر کئے ہیں۔ لیکن وہ سارے احتمالات غیر مستند اور غیر قابل قبول ہیں۔

اس سلسلہ میں صرف امامیہ شیعہ فرقہ کا عقیدہ قابل قبول ہے جو پیغمبر اسلامؐ کے بارہ اماموں کی امامت کے قائل ہیں اور وہ سب کے سب قریش اور بنی ہاشم سے ہیں ان میں سے بارہویں امام محمد ابن حسن عسکریؑ ہیں جو زندہ اور نظروں سے غائب ہیں وہ کسی مناسب موقع پر ظہور فرمائیں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

دوسری قسم ان احادیث کی ہے جس میں اماموں کی تعداد بارہ بتائی گئی ہے اور ان میں سے آخری امام کو قائم اور مہدی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

سلمان فارسی بیان کرتے ہیں: میں پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوا امام حسینؑ آپ کے زانوئے مبارک پر بیٹھے تھے اور پیغمبر اسلامؐ آپ کی آنکھوں اور دہن مبارک کا بوسہ لے رہے تھے اور فرما رہے تھ اے حسین! تم سید ابن سید اور ابو السادات ہو۔ تم امام، ابن امام اور ابو الائمہ ہو تم حجت ابن حجت اور نو حجتوں کے باپ ہو جن میں سے آخری قائم ہوگا۔(۱)

تیسری قسم وہ احادیث ہیں جن میں بارہ اماموں کا تذکرہ ان میں سے ہر ایک کے نام کے ساتھ موجود ہے۔

جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں نے پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہؐ! علی ابن ابیطالبؑ کی نسل میں امام کون لوگ ہیں؟

آپ نے فرمایا: حسنؑ وحسینؑ جوانان جنت کے سرداران دونوں کے بعد اپنے زمانے کے سید العابدین علی ابن الحسینؑ ان کے بعد باقر محمد ابن علی۔ اے جابر! تم ان سے ملاقات کرو گے ان کو میرا اسلام کہہ دینا ان کے بعد صادق جعفر ابن محمد ان کے بعد کاظم موسیٰ ابن جعفر ان کے بعد رضا علی ابن موسیٰ ان کے بعد تقی محمد ابن علی ان کے بعد نقی علی ابن محمد ان کے بعد زکی حسن ابن علی عسکری ان

---

(۱) ینابیع المودۃ، ص۳۰۸، سلمان الفارسی، قال: دخلت علی النبیؐ و اذاً الحسین علی فخذه و هو یقبل عینیه و یلثم فاه و یقول: انت سید ابن سید ابو سادة. انت امام ابن امام ابو ائمه انت حجه ابن حجه ابو حجج تسعة من صلبك تاسعهم قائهم.

کے بعد ان کا بیٹا حق کو قائم کرنے والا مہدی امت امام ہوگا جو ظلم وستم سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔(۱)

سہل ابن سعد انصاری کا بیان ہے: میں نے فاطمہ بنت رسولؐ سے دریافت کیا ائمہ کون افراد ہیں؟ آپ نے فرمایا: پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ میرے بعد امام اور خلیفہ تم ہو تم مومنین کے نفوس پر ان سے زیادہ حق رکھتے ہو لہٰذا ان کی بہ نسبت اس امر کے ان سے زیادہ حقدار ہو جب تم ان سے رخصت ہو جاؤ گے تو تمہارا بیٹا حسن اس کا حقدار ہوگا جب حسن شہید ہو جائیں گے تو حسین اس کے حقدار ہو جائیں گے جب ان کی شہادت ہو جائے گی تو ان کے بیٹے علی ابن الحسین امامت و خلافت کے حقدار ہوں گے ان کے بعد موسیٰ ابن جعفر امام ہوں گے ان کی شہادت کے بعد ان کے فرزند محمد ابن علی امام ہوں ان کی شہادت کے بعد جعفر ابن محمد اس کے حقدار ہوں گے ان کے بعد علی ابن موسیٰ امامت اور خلافت کے مستحق قرار پائیں گے ان کے بعد محمد ابن علی اس منصب کے لئے سب سے بہتر ہوں گے ان کے بعد علی ابن محمد امام اور خلیفہ ہوں گے ان کے بعد حسن ابن علی اس کے حقدار ہوں گے اور جب ان کی بھی شہادت ہو جائے گی تو ان کا فرزند قائم، مہدی اس امامت و خلافت کا حقدار ہوگا اس کے ذریعہ مشرق ومغرب فتح ہوں گے۔(۲)

---

(۱) غایۃ المرام، ج۱، ص۱۶۳؛ قال جابر بن عبد الله انصاری: یا رسول الله! و من الأئمة من ولد علی ابن ابی طالب؟ . فقال: الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة ثم سید العابدین فی زمانه علی بن الحسین ثم الباقر محمد بن علی. ستدرکه یا جابر! فاذا ادرکته فاقراه منی السلام . ثم الصادق جعفر بن محمد، ثم الکاظم موسی بن جعفر، ثم الرضا علی بن موسی، ثم التقی محمد بن علی ثم النقی علی بن محمد ثم الزکی الحسن بن علی ثم ابنه القائم بالحق مهدی امتی الذی یملأ الارض قسطاً و عدلا کما ملئت ظلما و جورا.

(۲) غایۃ المرام، ج۱، ص۲۱۶، سهل بن سعد انصاری، قال: سألت فاطمة بنت رسول اللهؐ عن الائمة فقالت: کان رسول اللهؐ یقول لعلی: انت الامام و الخلیفة بعدی و انت اولی بالمؤمنین من انفسهم فاذا مضیت فابنك الحسن اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی الحسن فالحسین اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی الحسین فابنه علی بن الحسین اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی علی فابنه محمد اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی محمد فابنه جعفر اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی جعفر فابنه موسی اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی موسی فابنه علی اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی علی فابنه محمد اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی فاذا مضی محمد فابنه علی اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی علی فابنه الحسن اولی بالمومنین من انفسهم فاذا مضی الحسن فابنه القائم المهدی اولی بالمومنین من انفسهم یفتح الله به مشارق الارض و مغاربها.

چوتھی قسم ان احادیث کی ہے جن میں بیان کیا گیا ہے امام بارہ ہوں گے اور وہ سب معصوم ہوں گے۔

ابو طفیل نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: پیغمبر اسلامؐ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تم میرے اہل بیتؑ کے سلسلہ میں میرے وصی اور میری امت میں میرے جانشین ہو تم سے جنگ مجھ سے جنگ تم سے صلح مجھ سے صلح ہے اے علی تم امام اور ابو الائمہ ہو تمہاری نسل سے گیارہ امام پیدا ہوں گے جو سب کے سب مطہر اور معصوم ہوں گے ان میں سے ایک مہدی ہیں جو دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، وائے ہو ان لوگوں پر جو ان سے دشمنی کریں۔(۱)

پانچویں قسم ان حدیثوں کی ہے جو بیان کرتی ہیں کہ اہل بیتؑ قیامت تک باقی رہیں گے۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: ستارے اہل آسمان کے لئے امان کا سبب ہیں اگر تمام ستارے ختم ہو جائیں تو اہل آسمان بھی فنا ہو جائیں گے، اسی طرح میرے اہل بیتؑ اہل زمین کے لئے امان ہیں اگر اہلبیتؑ نہ رہیں تو اہل زمین نیست و نابود ہو جائیں گے۔(۲)

عبداللہ ابن سلیمان عامری نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ کبھی بھی زمین ایسی حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی جس کو حلال وحرام کی معرفت ہو اور جو خدا کی طرف لوگوں کی ہدایت کرے۔(۳)

ابوحمزہ کا بیان ہے میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: کیا بغیر امام کے زمین باقی رہ سکتی ہے؟

آپ نے فرمایا: نہیں! اگر زمین پر کوئی امام نہ رہے تو وہ فنا ہو جائے گی۔(۴)

---

(۱) غایۃ المرام، ج۱، ص۱۹۳، ابو الطفیل، عن علیؑ قال رسول اللہؐ: انت الوصی علی الاموات من اهل بیتی و الخلیفة علی الاحیاء من امتی. حربك حربی و سلمك سلمی. انت الامام ابو الائمة احد عشر من صلبك ائمة مطهرون معصومون، و منهم المهدی الذی یملأ الأرض قسطا . فلویل لمبغضیهم.

(۲) المستدرک، حاکم نیشابوری، ج۳، ص۱۵۰، عن علی قال: قال رسول اللہؐ النجوم امان لاهل السماء فاذا ذهبت النجوم ذهب اهل السماء . و اهل بیتی امان لاهل الارض فاذا ذهب اهل بیتی ذهب اهل الارض.

(۳) الغیبۃ، نعمانی، ص۶۸، عبد الله بن سلیمان العامری، عن ابی عبد الله انه قال: ما زالت الارض لله فیها حجة یعرف الحلال و الحرام و یدعو الناس الی سبیل الله.

(۴) الغیبۃ، نعمانی، ص۶۹، ابو حمزة، قال: قلت لابی عبد الله : اتبقی الارض بغیر امام؟ فقال: لو بقیت الارض بغیر امام لساخت به.

وشاء کا بیان ہے: میں نے امام رضاؑ سے سوال کیا کیا بغیر امام کے زمین باقی رہ سکتی ہے؟

امامؑ نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: ہم سے روایت کی گئی ہے زمین بغیر امام کے نہیں رہ سکتی سوائے اس صورت کے جب خدا اپنے بندوں پر غضبناک ہو۔

امامؑ نے فرمایا: نہیں زمین بغیر امام کے رہ ہی نہیں سکتی اگر امام نہ ہو تو وہ فنا ہو جائے گی۔(۱)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے ایسے امام کا وجود جو معصوم اور تمام انسانی کمالات کا حامل ہو انسان کی غرض خلقت ہے زمین اور اس پر رہنے والوں کی بقا اسی کے وجود پر موقوف ہے اور بغیر امام کے زمین باقی ہی نہیں رہ سکتی. لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ موجودہ زمانہ بھی امامؑ سے خالی نہیں ہے اگر چہ امام ہماری نظروں سے پوشیدہ اور غیبت میں ہیں۔

یہ بات شیعوں کے اس عقیدہ کی بھی تائید کرتی ہے کہ امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف امام حسن عسکریؑ کے بیٹے ہیں جن کی ولادت ۲۵۵ھ میں ہوئی ہے اور وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ رہ کر اپنی دینی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہیں، جب ظہور کے لئے ماحول سازگار ہوگا تو وہ اہل عالم کی اصلاح کے لئے قیام فرمائیں گے۔

امام قائمؑ کے وجود سے متعلق مسلسل روایات

پیغمبر اسلامؐ کے زمانے سے لیکر امام حسن عسکریؑ کے زمانے تک برابر امام مہدی اور قائم کے بارے میں بیان کیا جاتا رہا اس سلسلہ میں بہت سی احادیث حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں نمونہ کے طور پر بعض کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے:

جابر ابن عبداللہ انصاری نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ مہدی ہماری اولاد میں سے ہیں ان کا نام میرا نام اور ان کی کنیت میری کنیت ہے۔

---

(۱) الغیبۃ نعمانی، ص۶۹، الوشاء، قال: سألت الرضاؑ: هل تبقى الارض بغير امام؟ قال: لا. قلت: انا نروى انها لاتبقى الا ان يسخط الله على العبادة؟ قال: لا؛ اذاً لساخت.

وہ صورت اور سیرت میں مجھ سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں ان کی غیبت ہوگی جس میں لوگ حیرت اور گمراہی میں مبتلا ہو جائیں گے اس کے بعد ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح طلوع فرمائیں گیا ور ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔(۱)

امام حسینؑ نے اپنے والد علی ابن ابیطالبؑ سے نقل کیا ہے: آپ نے فرمایا کہ اے حسین تمہارا نواں فرزند حق کا قائم کرنے والا دین کو ظاہر کرنے اور عدل کو وسعت بخشنے والا ہے۔امام حسینؑ نے عرض کیا: اے امیر المومنین کیا ایسا ضرور ہوگا؟

آپ نے فرمایا: ہاں۔قسم محمدؐ کے حق کی جن کو خدا نے نبی بنا کر تمام انسانوں کے لئے منتخب فرمایا کہ ایسا ان کی غیبت اور لوگوں کی حیرانی اور سرگردانی کے بعد ہوگا ان کی غیبت کے زمانے میں صرف وہی مخلصین دین پر ثابت قدم رہیں گے جن کے دلوں میں یقین پایا جاتا ہے وہی لوگ جن سے خداوند عالم نے ہماری ولایت کا عہد لیا ہے، دین نے ان کے دلوں میں جگہ بنالی ہے اور انھیں خداوند عالم کی تائید حاصل ہوگی۔(۲)

امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کے بعد بعض اعتراض کرنے والوں کے جواب میں فرمایا: کیا تمھیں نہیں معلوم ہے کہ ہم اماموں میں سے ہر ایک کو مجبوراً اپنے زمانے کے طاغوت کے سامنے خاموش رہنا پڑے گا سوائے ''قائمؑ'' کے جن کے پیچھے روح اللہ عیسیٰ ابن مریم نماز پڑھیں گے۔

خداوند عالم ان کی ولادت کو پوشیدہ رکھے گا اور وہ غیبت میں رہیں گے جب وہ ظہور کریں گے تو ان کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہوگی وہ میرے بھائی حسین کی نسل کے نویں فرزند ہوں گے وہ جب

(۱) کمال الدین، ج۱،ص۴۰۳، جابر بن عبد الله انصاری، قال: قال رسول اللهؐ: المهدی من ولدی اسمه اسمی و کنیته کنیتی اشبه الناس بی خلقا و خُلقاً. تکون به غیبة و حیرة تضل فیها الامم ثم یقبل کالشهاب الثاقب. فیملأها عدلاً و قسطاً کما ملئت ظلما و جوراً.

(۲) کمال الدین، ج۱،ص۳۲۱، حسین بن علی، عن ابیه علی ابن ابی طالب قال: التاسع من ولدك . یا حسین! هو القائم بالحق و المظهر للدین و الباسط للعدل . قال الحسین: فقلت له: یا امیر المومنین! و ان ذالك لکائن؟ . فقال: ای و الذی بعث محمداً بالنبوة و اصطفاه علی جمیع البریة! و لکن بعد غیبة و حیرة فلایثبت فیها علی دینه الا المخلصون المباشرون لروح الیقین الذین اخذ الله عزو جل میثاقهم بولایتنا و کتب فی قلوبهم و ایدهم بروح منه.

ظہور کریں گے تو ۴۰ سال سے کم عمر کے جوان ہوں گے اور خداوند عالم ہر چیز پر قادر ہے۔(۱)

حسین ابن علی ابن ابیطالبؑ نے فرمایا ہے اس امت کا قائم میری اولاد میں نواں فرزند ہوگا وہ غیبت میں رہے گا اوران کی میراث ان کی زندگی ہی میں تقسیم ہو جائے گی۔(۲)

سعید ابن جبیر بیان کرتے ہیں: میں نے امام زین العابدینؑ سے سنا ہے کہ قائم میں ایک سنت نوح کی ہے کہ ان کی عمر طولانی ہوگی۔(۳)

محمد ابن مسلم ثقفی کا بیان ہے کہ میں نے ابوجعفر محمد ابن علیؑ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: قائم کو ان کے رعب اور دشمنوں کے خوف سے نصرت ملے گی اور خدا کی طرف سے ان کی تائید ہوگی ان کے لئے زمین سمٹ جائے گی اور اپنے خزانوں کو اگل دے گی، ان کی حکومت مشرق و مغرب پر احاطہ کئے ہوگی، خداوند عالم ان کے دست مبارک سے دین اسلام کو تمام دوسرے ادیان پر غلبہ عطا کرے گا۔ اگر چہ یہ مشرکین کو ناپسند ہوگا۔ وہ زمین کو آباد کریں گے حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔(۴)

صفوان بیان کرتے ہیں: کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: جو تمام اماموں پر ایمان رکھے لیکن مہدی کا انکار کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو تمام انبیاء کی نبوت پر

(۱) کمال الدین، ج۱، ص۳۳۴، عن ابی سعید عقیصا، قال: لما صالح الحسن بن علی معاویة دخل علیه الناس فلامه بعضهم علی بیعته فقال: اما علمتم انه ما منا احد الا و یقع فی عنقه بیعة لطاغیة زمانه الا القائم الذی یصلی روح الله عیسی بن مریم خلفه، فان الله یخفی ولادته و یغیب شخصه لئلا یکون لاحد فی عنقه بیعة اذا خرج. ذالك التاسع من ولد اخی الحسین ابن سیدة النساء یطیل الله عمره فی غیبة ثم یظهره بقدرته فی صورة شباب دون اربعین سنه و ذالك یعلم ان الله علی کل شیء قدیر.

(۲) کمال الدین، ج۱، ص۳۳۴، عبد الله بن شریك عن رجل من همدان، قال: سمعت الحسین بن علی ابن ابی طالبؑ یقول: قائم هذه الامة هو التاسع من ولدی و هو صاحب الغیبة. هو الذین یقسم میراثه وهو حی.

(۳) کمال الدین، ج۱، ص۴۳۹، سعید بن جبیر قال: سمعت زین العابدین علی بن الحسین یقول: فی القائم سنة من نوح و هو طول العمر.

(۴) کمال الدین، ج۱، ص۴۳۹، محمد بن مسلم ثقفی قال: سمعت محمد بن علی یقول: القائم منا منصور بالرعب، مؤید بالنصر، تطوی له الارض و تظهر له الکنوز و یبلغ سلطانه المشرق و المغرب و یظهر الله عزو جل به دینه علی الدین کله و لو کره المشرکون فلایبقی فی الارض خراب الا وعمر و ینزل روح الله عیسی بن مریم فیصلی خلفه.

ایمان رکھتا ہو لیکن حضرت محمدؐ کی نبوت کا انکار کرتا ہو پوچھا گیا: اے فرزند رسولؐ مہدی کس کی نسل سے ہوں گے؟

آپ نے فرمایا: ساتویں امام کی نسل میں پانچویں فرزند ہوں گے وہ خود تمہاری نظروں سے پوشیدہ رہیں گے اور ان کا نام لینا تمہارے لئے جائز نہیں ہوگا۔(۱)

یونس ابن عبدالرحمٰن کا بیان ہے: میں نے امام موسیٰ ابن جعفرؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ قائم ہیں آپ نے فرمایا: میں حق کا قائم کرنے والا ہوں لیکن جو قائم زمین کو خدا کے دشمنوں سے پاک کرے گا اور اس کو عدل و انصاف سے بھرے گا اس کی غیبت طولانی ہوگی اس لئے کہ ان کی جان کو خطرہ ہوگا کچھ لوگ اپنے عقیدہ سے منحرف ہو جائیں گے اور کچھ لوگ ثابت قدم رہیں گے خوش نصیب ہیں ہمارے وہ شیعہ جو غیبت کے زمانے میں ہم سے وابستہ رہیں گے اور ہماری محبت اور ہمارے دشمنوں سے برأت اور دشمنی پر قائم رہیں گے وہ ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں وہ ہماری امامت سے راضی اور ہم ان کے شیعہ ہونے سے خوش ہیں خوش نصیب ہیں وہ لوگ خدا کی قسم وہ لوگ قیامت میں ہمارے ساتھ ہوں گے۔(۲)

ریان ابن صلت کا بیان ہے: میں نے امام رضاؑ سے عرض کیا کہ آپ صاحب الامر ہیں؟

آپ نے فرمایا: میں صاحب الامر ہوں لیکن جو صاحب الامر ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھرے گا وہ میں نہیں ہوں میں اس کمزور جسم کے ساتھ وہ کیسے ہوسکتا ہوں قائم وہ شخص ہے جو بڑھاپے کی عمر میں ایک طاقتور جوان کی صورت میں ظہور کرے گا، اس طرح کہ اس کے

(۱) کمال الدین، ج۲، ص۲: صفوان بن مهران عن الصادقؑ جعفر بن محمد انه قال: من اقر بجميع الائمه و جحد المهدى كان كمن اقر بجميع الانبياء و حجد محمداً نبوته. فقيل له: يا ابن رسول الله! فمن المهدى من ولدك؟ . قال: الخامس من ولد السابع يغيب عنكم شخصه و لايحل لكم تسميته.

(۲) کمال الدین، ج۲، ص۳۰: يونس بن عبد الرحمان، قال: دخلت على موسى بن جعفر فقلت له: يا ابن رسول الله! انت القائم بالحق؟. فقال: انا القائم بالحق و لكن الاقائم الذى يطهر الارض من اعداء الله يملأها عدلاً كما ملئت جورا و ظلما، هو الخامس من ولدى. له غيبة يطول امدها خوفا على نفسه يرتد فيها اقوام و يثبت فيها آخرون. ثم قال: طوبى شيعتنا المتمسكين بحبلنا فى غيبة قائمنا الثابتين على موالاتنا و البرائة من اعدائنا! اولئك منا ونحن منهم فقد رضوا بنا ائمة و رضينا بهم شيعةً فطوبى لهم ثم طوبى لهم! هم . و الله! معنا فى درجاتنا يوم القيامة.

اندر اتنی طاقت ہوگی کہ بڑے سے بڑے درخت کو اکھاڑ کر پھینک دے اور اگر پہاڑوں کے درمیان چیخ دے تو پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں موسیٰ کا عصا اور سلیمان کی انگوٹھی اس کے پاس ہوگی وہ میری نسل میں چوتھا فرزند ہوگا خدوند عالم ان کو نظروں سے غائب کردے گا اس کے بعد پھر ظاہر کرے گا اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔(۱)

عبد العظیم حسنی فرماتے ہیں: میں محمد ابن علی ابن موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں 'قائم' کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا مہدی ''قائم'' ہی ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور ہے؟ آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو القاسم! قائم ہم میں سے مہدی ہی ہیں ہمیں جن کی غیبت کے زمانے میں ان کا انتظار کرنا چاہئے اور ظہور کے زمانے میں ان کی اطاعت کرنا چاہئے وہ میری نسل میں تیسرے فرزند ہوں گے اس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو نبی بنا کر بھیجا اور ہم کو اپنی امامت کے لئے مخصوص قرار دیا اگر دنیا کا صرف ایک دن بھی باقی رہے تو خداوند عالم اس کو اتنا طولانی کردے گا کہ امام مہدی کا ظہور ہو جائے اور وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں خدا ایک ہی رات میں اصلاح کردے گا جس طرح امر موسیٰ کی اصلاح بھی ایک شب میں ہوئی موسیٰ آگ لینے گئے لیکن جب واپس آئے تو نبی تھے اس کے بعد آپ نے فرمایا: شیعوں کا سب سے افضل عمل انتظار فرج ہے۔(۲)

(۱) کمال الدین ج ۲ ص ۴۸: ریان بن صلت، قال: قلت للرضاؑ: انت صاحب الامر؟. فقال: انا صاحب الامر و لکن لست بالذی املاها عدلا کما ملئت جورا، و کیف اکون ذالک علی ما تری من ضعف بدنی، و لکن القائم هو الذی اذا اخرج کان فی سن الشیوخ و منظر الشبان قوی فی بدنه حتی لو مد یده الی اعظم شجرة علی وجه الارض لقلعها، و لو صاح بین الجبال لتدکدکت صخورها، یکون معه عصا موسی و خاتم سلیمان. ذالک الرابع من ولدی یغیبه الله فی سره ماشاء الله، ثم یظهره فیملا به الارض قسطا و عدلا کما ملئت جورا و ظلما.

(۲) کمال الدین، ج ۲، ص ۴۹: عبد العظیم بن عبد الله بن علی بن الحسن بن زید بن الحسن بن علی ابن ابی طالب الحسنی قال: دخلت علی سیدی محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی ابن الحسین ابن علی بن ابی طالبؑ و انا ارید ان اساله عن القائم ما هو المهدی او غیره، فابتدئنی فقال لی: یا ابا القاسم! ان القائم منا هو المهدی الذی یجب ان ینتظر فی غیبته و یطاع فی ظهوره و هو الثالث من ولدی. و الذی بعث محمداً بالنبوة و خصنا بالامامة! انه لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطول الله ذالک الیوم حتی یخرج فیه، فیملأ الارض قسطاً و عدلا کما ملئت جورا و ظلما و ان الله تبارك و تعالی لیصلح امره فی الیلة کما اصلح امر کلیمه موسی، اذا ذهب یقتبس ناراً فرجع و هو رسول نبی. ثم قالؑ: أفضل اعمال شیعتنا انتظار الفرج.

صقر ابن ابو دلف کا بیان ہے: میں نے امام علی ابن محمد ابن علیؑ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے بعد میرا بیٹا حسن امام ہے اور حسن کے بعد ان کا بیٹا، وہی "قائم" ہے جو ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔(۱)

احمد ابن اسحٰق اشعری کا بیان ہے: میں ابو محمد حسن ابن علیؑ کی خدمت میں پہونچا میرا ارادہ تھا کہ آپ کے جانشین کے بارے میں پوچھوں گا آپ نے مجھ سے فرمایا: اے احمد ابن اسحاق! خداوند تبارک وتعالی قیامت تک کسی بھی وقت زمین کو اپنی حجت سے خالی نہیں رکھے گا حجت کے وجود کی برکت ہے کہ اہل زمین سے بلائیں دور ہوتی ہیں بارش ہوتی ہے اور زمین سے برکتیں نکلتی ہیں، میں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ آپ کے بعد امام اور آپ کا جانشین کون ہے؟

آپ جلدی سے گھر کے اندر گئے اور تھوڑی دیر بعد گھر سے باہر نکلے آپ کی آغوش میں ایک بچہ تھا جس کا چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور اس کی عمر تقریباً تین سال تھی امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: اگر تم ہمارے نزدیک محترم نہ ہوتے تو تمہیں اپنا بیٹا ہرگز نہ دکھاتا ان کا نام اور کنیت دونوں رسولؐ کے نام اور کنیت پر ہیں یہ وہی شخص ہیں جو ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔(۲)

مذکورہ احادیث اور ان جیسی دسیوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ برابر بارہویں امام مہدی اور قائم کے بارے میں آگاہ فرماتے رہے تاکہ لوگوں کے ذہن ان کو قبول کرنے کے لئے تیار رہیں اور حقیقت میں ہوا بھی وہی جو ان ذوات مقدسہ نے بیان کیا تھا معلوم

---

(۱) کمال الدین، ج۲، ص۵۵، صقر بن ابی دلف، قال: سمعت الامام علی بن محمد بن علی الرضاؑ یقول: ان الامام بعدی الحسن ابنی و بعد الحسن ابنه القائم الذی یملا الارض قسطا و عدلا کما ملئت جورا و ظلما.

(۲) کمال الدین، ج۲، ص۵۵، احمد بن اسحاق الاشعری، قال: دخلت علی ابی محمد الحسن بن علیؑ و انا ارید ان اسأله عن الخلف من بعده، فقال لی مبتدئاً: یا احمد بن اسحاق! ان الله تبارك و تعالی، لم یخل الارض منذ خلق آدم و لا یخلیها الی ان تقوم الساعة من حجة الله علی خلقه به یدفع البلاء من اهل الارض، و به ینزل الغیث، ثم خرج و علی عاتقه غلام کان وجهه کقمر لیلة البدر و من ابناء ثلاث سنین، فقال: یا احمد بن اسحاق! لو لا کرامتك علی الله عز و جل و علی حججه ما عرضت علیك ابنی هذا. انه سمی رسول الله و کنیه. و الذی یملأ الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا.

ہوتا ہے کہ یہ منصوبہ پیغمبر اسلامؐ نے بنایا تھا اور آپ ہی نے اس پر عمل شروع کیا تھا جو بعد میں ائمہ معصومینؑ کے ذریعہ چلتا رہا۔

غیبت کے بارے میں پیشین گوئیاں

جیسا کہ گذشتہ احادیث میں بیان کیا گیا کہ پیغمبر اسلامؐ کے زمانے سے گیارہویں امام کے زمانے تک برابر شیعوں کے درمیان بارہویں امام کی غیبت کا تذکرہ ہوتا رہا پیغمبر اسلامؐ اور دیگر ائمہ اس سے آگاہ فرماتے رہے، غیبت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی ایک خصوصیت شمار ہوتی تھی مذکورہ احادیث کے علاوہ دوسری احادیث میں بھی آپ کی غیبت کا تذکرہ موجود ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے بشارت دینے کے لئے مبعوث فرمایا کہ میری اولاد میں قائم اپنے عہد کے مطابق نگاہوں سے غائب رہے گا اس طرح کہ اکثر لوگ کہنے لگیں گے کہ خدا کو آل محمدؐ کی ضرورت نہیں ہے اور کچھ لوگ ان کی ولادت میں شک کرنے لگیں گے لہٰذا جو شخص بھی ان کی غیبت کے زمانے میں رہے اسے چاہئے کہ اپنے دین کی حفاظت میں کوشاں رہے اور شیطانی وسوسوں کو اپنے پاس نہ آنے دے کہیں شیطان انھیں میرے مذہب سے گمراہ کر کے میرے دین سے خارج نہ کردے۔ جس طرح پہلے تمہارے ماں باپ (آدم وحوا) کو جنت سے نکال دیا خداوند عالم نے شیطان کو کافروں پر حکومت عطا کی ہے۔(۱)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اگر اپنے امام کی غیبت کے بارے میں سننا تو انکار نہ کرنا۔(۲)

اس کے علاوہ ایسی دسیوں احادیث بھی موجود ہیں۔

طبرسی نے تحریر کیا ہے ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی غیبت کی روایات خود آپ کی ولادت

---

(۱) اثبات الہداۃ ج۶ ص۳۸۶. قال رسول اللهؐ والذی بعثنی بالحق بشیرا لیغیبن القائم من ولدی بعهد معهود الیه منی حتی یقول اکثر الناس: ما لله فی آل محمد حاجة! و یشك آخرون فی ولادته. فمن ادرك زمانه فلیمسك بدینه و لایجعل للشیطان علیه سبیلا بشکه، فزیله عن ملتی و یخرجه من دینی. فقد اخرج ابویکم من الجنة من قبل، و ان الله جعل الشیاطین اولیاء للذین لایؤمنون.

(۲) اثبات الہداۃ، ج۶، ص۳۵۰. محمد بن مسلم، قال: سمعت ابا عبد اللهؑ یقول: ان بلغکم عن صاحبکم غیبة فلاتنکروها.

بلکہ آپ کے آباء اواجداد کی ولادت سے پہلے ہی بیان ہو چکی تھیں اور شیعہ محدثین نے ان کو اپنی ان اصول اور کتابوں میں درج کرلیا تھا جو امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں مرتب کی گئیں تھیں۔

ایک قابل اعتماد محدث اور مصنف حسن ابن محبوب زرّاد ہیں: انھوں نے زمانۂ غیبت سے تقریباً سوسال سے بھی زیادہ پہلے غیبت سے مربوط احادیث کو اپنی کتاب مشیخہ میں درج کر کے

انھیں محفوظ کرلیا تھا اور جیسا کہ احادیث میں پیشین گوئی تھی یہ غیبت واقع بھی ہوئی۔(۱)

محمد ابن ابراہیم ابن جعفر نعمانی جن کی ولادت غیبت صغری کے زمانے میں ہوئی اور کتاب الغیبہ لکھتے وقت امام زمانہ کی عمر مبارک ۸۰ سال سے کچھ زیادہ ہو چکی تھی اگر اس وقت آپ کی غیبت نہ ہوئی ہوتی تو غیبت کا موضوع خود شیعوں کے عقیدۂ غیبت کے باطل ہونے کی دلیل بن جاتا لیکن خداوند عالم نے غیبت کے ذریعہ ائمہ معصومینؑ کے اقوال کو صحیح ثابت کردیا۔(۲)

حسن ابن محبوب کے علاوہ ائمہ معصومینؑ کے دوسرے اصحاب نے بھی امام مہدی کی ولادت سے پہلے آپ کی غیبت کے بارے میں کتابیں تالیف فرمائی ہیں نمونہ کے طور پر ان میں سے بعض کتابوں کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔

۱۔علی ابن حسن ابن محمد طائی طاطری نے جو امام موسیٰ کاظمؑ کے اصحاب میں سے تھے غیبت کے موضوع پر کتاب لکھی ہے وہ ایک فقیہ اور موثق انسان تھے۔(۳)

۲۔ علی ابن عمر اعرج کوفی امام موسیٰ ابن جعفرؑ کے صحابی تھے آپ نے غیبت کے سلسلہ میں ایک کتاب تحریر فرمائی ہے۔(۴)

۳۔ابراہیم ابن صالح انماطی امام موسیٰ کاظمؑ کے صحابی تھے آپ نے بھی غیبت کے بارے میں کتاب لکھی ہے۔(۵)

---

(۱)اعلام الوری ج۲ص۲۵۷

(۲)الغیبہ نعمانی،ص۶

(۳)رجال نجاشی ص۱۹۳ رجال شیخ طوسی ص۳۵۷

(۴)رجال نجاشی ص۱۹۴

(۵)رجال نجاشی ص۲۸ فہرست شیخ طوسی ص۷۵

۴۔ حسن ابن علی ابن ابی حمزہ جو امام رضاؑ کے زمانے میں تھے غیبت کے بارے میں کتاب لکھی ہے۔(۱)

۵۔ عباس ابن ہشام ناشری اسدی جو امام رضاؑ کے صحابی تھے انھوں نے بھی غیبت کے بارے میں کتاب لکھی ہے۔(۲)

۶۔ علی ابن حسن ابن فضال امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے صحابی تھے انھوں نے بھی غیبت کے بارے میں کتاب لکھی ہے۔(۳)

۷۔ فضل ابن شاذان نیشاپوری نے بھی غیبت کے بارے میں کتاب لکھی ہے یہ امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے صحابی تھے۔(۴)

گذشتہ مطالب میں تین اور باتوں کا اضافہ کرنے سے غیبت کے زمانے میں بارہویں امام کا وجود یقینی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔

الف: دلیل عقلی جو پہلے بیان کی جا چکی ہے اور کثیر تعداد میں معصومینؑ سے مروی احادیث کی روشنی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ نوع انسانی کی بقاء کے لئے امام اور حجت کا وجود ضروری ہے اور زمین کبھی بھی حجت کے وجود سے خالی نہ رہے گی۔

ب: بہت سی متواتر احادیث میں ائمہ معصومینؑ کی تعداد بارہ بتائی گئی ہے۔

ج: احادیث اور تاریخ کی روشنی میں گیارہ امام تشریف لا چکے ہیں اور دنیا میں کچھ عرصہ زندگی بسر کرنے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، لہٰذا جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے بارہویں امام، امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہی ہیں جو غیبت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

---

(۱) رجال نجاشی ص ۲۸، فہرست شیخ طوسی ص ۷۵

(۲) رجال نجاشی ص ۲۵۱، فہرست شیخ طوسی ص ۱۴۷

(۳) رجال نجاشی، ص ۱۹۵

(۴) رجال نجاشی، ص ۲۳۵

فضائل وکمالات

امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف بچپنے ہی سے غیبت میں رہے اور براہ راست لوگوں کے ساتھ زندگی بسر نہیں کی لہٰذا آپ کے ذاتی کمالات، اخلاقیات اور تعلیمات، عبادات سیر وسلوک وغیرہ کو لوگ نہیں دیکھ سکے جو ہمارے لئے بیان کرتے لیکن امام کی شرائط کے ذیل میں بیان کئے گئے مطالب کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام مہدیؑ میں بھی تمام انسانی کمالات بالکل اسی طرح موجود ہیں جس طرح دوسرے ائمہؑ میں تھے وہ بھی ہر قسم کے گناہ، غلطی اور خطا سے معصوم ہیں اور ان تمام علوم کے حامل ہیں جو امامت کے لئے ضروری ہوتے ہیں آپ بھی انہیں منابع سے علوم حاصل کرتے تھے جن سے دوسرے ائمہ حاصل کرتے تھے۔

عبادت، سماجی مسائل، اخلاقیات وغیرہ میں آپ کی سیرت بالکل وہی ہے جو پیغمبر اسلامؐ اور دوسرے ائمہ کی سیرت تھی اگر چہ اس کی تفصیلات بیان نہیں ہوئی ہیں آپ کے ظہور کے زمانے میں وہ تمام کمالات ظاہر ہوں گے بعض احادیث میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: ہمارے مہدی کے دل میں کتاب خدا اور سنت پیغمبرؐ کا علم اسی طرح پیدا ہوگا جس طرح ایک بہترین زرخیز زمین پر گھاس اگتی ہے تم میں سے جس کو ان کے ظہور کا زمانہ نصیب ہو ان سے کہے سلام ہو آپ پر اے رحمت ونبوت کے اہلبیتؑ اور اے علم کے معدن اور رسالت کے مرکز سلام ہو آپ پر اے بقیۃ اللہ فی الارض۔(۱)

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: جب ہمارے قائم کا قیام ہوگا تو وہ اپنا ہاتھ لوگوں کے سر پر رکھیں گے اس کے ذریعہ ان کے حواس بجا اور ان کی عقل وفکر کو کامل ہو جائے گی۔(۲)

---

(۱) بحارالانوار ج۵۲ ص۳۱۷، قال ابو جعفرؑ: ان العلم بکتاب الله، عزو جل، و سنة نبيهؐ ينبت في قلب مهدينا كما ينبت الزرع على احسن نباته. فمن بقي منكم حتى يراه فليقل حين يراه: السلام عليكم يا اهل بيت الرحمة و النبوة، و معدن العلم و موضع الرسالة! السلام عليك يا بقية الله في ارضه!.

(۲) بحارالانوار ج۵۲ ص۳۲۸، عن ابی جعفر الباقرؑ قال: اذا قام قائمنا وضع يده على رؤوس العباد فجمع بها عقولهم و كملت بها احلامهم.

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: علم ستائیس حصوں پر تقسیم ہوتا ہے جو کچھ تمام انبیاء اور پیغمبر لے کر آئے اور جو تمام لوگوں کو معلوم ہے وہ دو حصوں سے زیادہ نہیں ہے جب ہمارے قائم کا ظہور ہوگا اس کے ۲۵ حصے اور ظاہر ہوں گے. اور وہ ان تمام علوم کو لوگوں کے درمیان نشر کریں گے لہٰذا اس وقت علم کے پورے ستائیس حصے موجود ہوں گے۔(۱)

البتہ اس حدیث سے یہ تصور ہرگز نہ ہو کہ امام مہدیؑ علوم و کمالات کے اعتبار سے پیغمبر اسلامؐ اور دوسرے ائمہؑ سے افضل ہوں گے ایسا نہیں ہے بلکہ وہ تمام ذوات مقدسہ یکساں علوم و کمالات کی حامل ہیں پیغمبر اسلامؐ اور دوسرے ائمہ کے پاس بھی وہ تمام علوم موجود تھے لیکن زمانے کے حالات اور لوگوں کی عقل و سمجھ اس زمانے میں ان علوم کی متحمل نہیں تھی۔

غیبت صغریٰ اور کبریٰ

شیعوں کے عقیدہ کے مطابق بارہویں امام کی دو غیبتیں ہیں غیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ۔

غیبت صغریٰ ۲۵۵ھ میں آپ کی ولادت باسعادت سے شروع ہوئی اور ۳۲۹ھ تک باقی رہی اس مدت میں اگرچہ آپ عام افراد کی نظروں سے پوشیدہ تھے لیکن بعض خاص افراد کے ذریعہ اپنے شیعوں سے رابطہ رکھتے تھے اور ان کی حاجتوں اور ضرورتوں کو پورا کرتے تھے ان کے دینی مسائل کا جواب دیتے تھے وہ مخصوص افراد جو واسطہ بنتے تھے انتہائی معتمد اور موثق افراد ہوتے تھے ان کو نائب کہا جاتا تھا آپ کے چار نائب تھے جو ایک ایک کر کے نیابت کے لئے منصوب کئے جاتے رہے۔

سب سے پہلے عثمان ابن سعید تھے وہ امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے معتمد صحابی تھے اور ان افراد میں سے تھے جنہیں امام حسن عسکریؑ نے اپنا بیٹا دکھایا تھا اور ان سے فرمایا تھا اس کے بعد تم ان کو نہ دیکھ پاؤ گے غیبت کے زمانے میں عثمان ابن سعید کی اطاعت کرنا اس لئے کہ اس دور میں یہ تمہارے امام کے جانشین ہوں گے۔(۲)

---

(۱) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۳۶، عن ابی عبد اللہؑ قال: العلم سبعة و عشرون حرفا، فجميع ما جائت به الرسل، حرفان، فلم يعرف الناس حتى اليوم غير الحرفين. فاذا قام قائمنا اخرج الخمسة و العشرين حرفا فبثها فى الناس و ضم اليها الحرفين حتى يبثها سبعة و عشرين حرفا.

(۲) بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۳۴۶

دوسرے محمد ابن عثمان وہ اپنے والد عثمان ابن سعید کے بعد امام کی طرف سے وکیل معین ہوئے۔ عثمان ابن سعید نے اپنی رحلت کے وقت فرمایا: میرے بعد میرا بیٹا محمد میرا جانشین اور تمہارے امام کا نائب ہے۔(۱)

اس کے بعد امام زمانہ(عج) نے توقیع کے ذریعہ ان کی نیابت کی تائید کی۔(۲)

تیسرے نائب حسین ابن روح تھے محمد ابن عثمان نے اپنی وفات کے وقت ان کو اپنے جانشین اور امام زمانہ کے نائب کے طور پر پہچوایا اور اپنے اصحاب سے فرمایا مجھے امام زمانہؑ کی طرف سے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ حسین ابن روح کو نائب معین کروں تم لوگ اپنے کاموں میں ان کی طرف رجوع کرنا۔(۳)

چوتھے نائب علی ابن محمد سمری تھے وہ شیعوں کی ایک جانی پہچانی اور قابل اعتماد شخصیت تھے حسین ابن روح نے اپنی وفات سے پہلے ان کو اپنی جگہ پر امام کا نائب معین کیا تھا۔(۴)

علی ابن محمد سمری امام زمانہؑ کے آخری نائب تھے ان کا انتقال ۳۲۹ ھ میں ہوا انھوں نے اپنے انتقال سے پہلے امام کی طرف سے آیا ہوا خط لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنایا اس خط میں لکھا تھا چھ دن میں تمہیں موت آجائے گی اپنے تمام کاموں کو پورا کرلو لیکن اپنے لئے کوئی جانشین معین نہ کرنا.اس وقت سے مکمل غیبت کی ابتدا ہو رہی ہے جب تک ایک طویل عرصہ گذر جائے گا اور دلوں میں قساوت پیدا ہو جائے گی اور زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی اور خداوند عالم کی اجازت کے بغیر میں ظاہر نہیں ہوں گا اس کے بعد جو بھی مجھے دیکھنے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے لہٰذا تم اسے جھوٹا سمجھنا۔(۵)

غیبت صغریٰ اور نیابت خاصہ کا زمانہ تقریباً ۷۴ سال رہا اس مدت میں شیعہ امام کے نائبین کے ذریعہ اپنے امام سے رابطہ رکھتے تھے اور اپنے دینی مشکلات کے بارے میں سوال کرتے تھے اور ان کے جواب ان خطوط اور توقیعات کے ذریعہ حاصل کرتے تھے جو امام زمانہؑ کے ذریعہ بھیجی جاتی تھی

(۱) رجال مامقانی، ج۱، ص۳۰
(۲) بحارالانوار، ج۵۱، ص۳۴۹
(۳) بحارالانوار، ج۵۱، ص۳۵۵
(۴) بحارالانوار، ج۵۱، ص۳۶۰
(۵) بحارالانوار، ج۵۱، ص۳۶۱-۳۶۰

اس زمانے میں آپ کے شیعہ اسی ذریعہ سے آپ کے احکامات سے باخبر ہوتے تھے۔

اس سلسلہ میں آپ کے بہت سے معجزات وکرامات اور پیشین گوئیاں بھی نقل ہوئی ہیں جن کے بارے میں تفصیلی بحث کے لئے زیادہ وقت درکار ہے غیبت صغریٰ کا مقصد غیبت کبریٰ کے لئے شیعوں کو ذہنی طور تیار کرنا تھا۔

غیبت کبریٰ امام زمانہؑ کے آخری نائب علی ابن محمد سمری کی وفات کے وقت ۳۲۹ھ کے دور سے شروع ہوئی اور آپ کے ظہور تک باقی رہے گی. پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ نے پہلے ہی سے ان دونوں غیبتوں کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔

اسحٰق ابن عمار کا بیان ہے: میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا قائم کی دو غیبتیں ہوں گی ایک غیبت کبریٰ (طولانی) دوسری غیبت صغریٰ (مختصر) غیبت صغری میں بعض خاص شیعہ آپ کی قیام گاہ سے باخبر ہوں گے غیبت کبریٰ میں سوائے خاص اور قریبی چاہنے والوں کے کوئی بھی آپ کی قیام گاہ سے واقف نہیں ہوگا۔(۱)

امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی قیام گاہ کہاں ہے؟ یہ معلوم نہیں ہے ممکن ہے آپ اسی دنیا میں لوگوں کے درمیان اس طرح رہتے ہوں کہ کوئی آپ کو پہچانتا نہ ہو۔

غیبت کیوں؟

ممکن ہے کوئی یہ سوال کرے کہ امام زمانہؑ کیوں غائب ہیں کیا آپ تمام دوسرے انسانوں کی طرح اسی دنیا میں کہیں زندگی بسر کر کے شریعت کے احکام وقوانین کی نشر واشاعت اور امت اسلامی کی رہبری اور قیادت نہیں کر سکتے تھے فی الحال اسی طرح زندگی بسر کرکے اور اس کے بعد جب ایک عالمی انقلاب کے حالات فراہم ہو جاتے اور خداوند عالم انھیں اجازت دیتا تو قیام فرما کر ظالم و جابر حکام کی حکومت کا تختہ پلٹ دیتے اور عادل اسلامی حکومت قائم کر لیتے۔

---

(۱) اثبات الہداۃ، ج ۷، ص ۶۹، اسحاق بن عمار، قال: سمعت ابا عبد اللہؑ یقول: للقائم غیبتان: احدھما طویلة و الاخری قصیرة، فالاولی یعلم بمکانه فیها خاصة من شیعته و اما الاخری فلایعلم بمکانه فیها الا خاصة موالیه فی دینه.

اس سوال کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ فکر اچھی ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہو سکتا البتہ عمل کیوں نہیں ہو سکتا اس کی وضاحت کے لئے چند نکات کی طرف توجہ ضروری ہے۔

۱۔ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی ذمہ داریاں اور آپ کا طریقۂ کار دوسرے ائمہ معصومینؑ کی ذمہ داریوں اور طریقہ کار سے مختلف ہے دیگر ائمۂ معصومینؑ کے لئے ایک ایسی اسلامی حکومت کے لئے قیام کرنا ضروری نہیں تھا جس میں مکمل طور پر دین الٰہی پر عمل کیا جاتا ہو اس سلسلہ میں ان کے اوپر یہ ذمہ داری عائد نہیں ہوتی تھی کہ کمزور اور مستضعفین افراد کا حق دلانے کے لئے اپنے زمانے کے ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف کھل کر جنگ کا اعلان کر دیں جس کے نتیجہ میں مکمل طور پر عدالت قائم ہو سکے جب کہ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے اوپر یہ عظیم ذمہ داری عائد ہے اور یہ ان کی ایک خصوصیت ہے پیغمبر اسلامؐ اور ائمۂ معصومینؑ نے آپ کے بارے میں اسی طرح فرمایا ہے۔ تمام ائمۂ معصومینؑ مکمل اسلامی حکومت کا نفاذ چاہتے تھے لیکن اس کے لئے حالات فراہم نہیں تھے۔

۲۔ امام زمانہؑ کی حکومت عالمی مذہبی اور اسلامی ہوگی جو صرف کسی ایک ملک یا کسی ایک براعظم پر یا کسی خاص قوم یا کسی خاص زبان والوں سے مخصوص نہیں ہوگی ایسی حکومت کا قیام انتہائی دشوار ہے اور جس کے لئے دو اعتبار سے دنیا کا آمادہ ہونا ضروری ہے:

الف: فوجی اعتبار سے اتنا مضبوط ہونا کہ دنیا والوں کی ساری فوجی طاقت اس کے سامنے ہیچ نظر آئے۔

ب: دنیا کے اکثر افراد کا ایسی حکومت کے قیام کے لئے اور اس کی راہ میں جہاد اور جذبۂ قربانی کے لئے ذہنی طور پر آمادہ ہونا۔

۳۔ عقلی اور نقلی دونوں دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے امام اور حجت کا وجود نوع انسانی کی بقاء کے لئے انتہائی ضروری ہے اور زمین کبھی بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔

۴۔ متواتر احادیث کی روشنی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ائمۂ معصومینؑ کی تعداد بارہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی ان میں سے گیارہ افراد آ چکے ہیں اور دنیا میں مختصر سی زندگی بسر کر کے جا چکے ہیں لہٰذا بارہویں امامؑ جو حق کو قائم کرنے والے اور مہدی موعود ہیں ان کو قیامت تک باقی رہنا چاہئے۔

۵۔ پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ نے اپنی زندگی میں بار بار مہدی اور ان کے قیام کے بارے میں بتایا ہے ان ذوات مقدسہ نے فرمایا ہے جب پوری دنیا میں ظلم وستم پھیل جائے گا تو وہ قیام کریں

گے، اپنے اصحاب کے جہاد اور جذبۂ قربانی کے ذریعہ ظلم وستم کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں گے اور عدل وانصاف کی حکومت قائم کریں گے۔

مذکورہ مطالب پر غور کرنے کے بعد کیا ایسا محسوس ہوتا ہے؟ کہ امام زمانہؑ اس دنیا میں ایک عام انسان کی طرح زندگی بسر کر سکتے تھے اور حتی الامکان اپنی امامت کی ذمہ داریوں کو ادا کر سکتے تھے اور ایسی صورت میں دنیا کس صورت حال سے دوچار ہوتی؟

اس صورت میں امام زمانہؑ کو ہمیشہ دو طرح کے افراد سے سابقہ پڑتا ایک معاشرہ کے محروم، مستضعف اور مظلوم افراد جو ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور افسوس کی بات یہ ہے کہ دنیا میں اکثریت ایسے ہی افراد کی ہے اور وہ سب کے سب اپنی مشکلات کے حل کا انتظار کر رہے ہیں ایسے افراد جب مہدی موعودؑ کو اپنے درمیان دیکھتے تو بار باران سے دنیا کی اصلاح کے لئے قیام کرنے پر اصرار کرتے. اس صورت میں اگر امام زمانہؑ ان کی بات مان لیتے اور جنگ کے لئے تیار ہو جاتے تو آپ کو کامیابی نہ ملتی اس لئے کہ ابھی قیام کے حالات فراہم نہیں ہوئے تھے لہٰذا آخر کار آپ شہید ہو جاتے اور زمین حجت خدا سے خالی ہو جاتی۔

اور اگر آپ ان کمزور اور مستضعف افراد کی بات نہ مانتے تو وہ مایوس ہو کر آپ سے دور ہو جاتے لہٰذا ایسے حالات میں آپ کی غیبت کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

دوسرے افراد جن سے امامؑ کا سابقہ پڑتا وہ دنیا کے ظالم و جابر طاغوتی حکمراں ہیں جو پوری دنیا کے مختلف علاقوں میں طرح طرح کے مظالم ڈھا کر اپنی حکومت کی بقا کا انتظام کرتے ہیں اور اگر ان کو کسی چھوٹے سے چھوٹے خطرہ کا احتمال بھی ہوتا ہے تو اسے اپنے سامنے سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایسے افراد کو جب یہ معلوم ہوتا کہ مہدی موعودؑ کمزور اور مستضعف افراد کا حق دلانے کے لئے ظلم وستم کے خلاف قیام کریں گے اور وہ آپ کو اپنے درمیان اس دنیا میں موجود دیکھتے خاص طور پر اتنی طویل عمر رکھنے کی صورت میں تو ان کو اپنے لئے خطرہ کا یقین ہو جاتا اور وہ آپ کو شہید کرنے میں کسی طرح کے پس وپیش میں مبتلا نہ ہوتے اور اس طرح زمین حجت خدا سے خالی ہو جاتی۔

لہٰذا ان حالات کو سامنے رکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے امام زمانہؑ کی غیبت ضروری تھی۔

امام غائب کے آثار اور فائدے

امامؑ کے وجود کی ضرورت سے متعلق بحث میں امام کی چند ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے وہ ذمہ داریاں یہ ہیں۔

۱۔ دینی علوم اور ان سے متعلق احکام وقوانین کی حفاظت۔

۲۔ لوگوں کے درمیان اسلامی تعلیمات کی ترویج۔

۳۔ اسلامی حکومت کا قیام اور اس کی دیکھ بھال اسلامی حکومت سے متعلق سیاسی، سماجی، اقتصادی امور کا قیام، معاشرہ میں اسلامی قضاوت کا نفاذ اور لوگوں کی مشکلات کو حل کرنا۔

ان ذمہ داریوں پر نظر ڈالنے کے بعد یہ سوال کیا جا سکتا ہے اگر امام کا وجود مذکورہ بالا ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے تو امام غائب کے ذریعہ یہ ذمہ داریاں کیسے پوری ہوتی ہیں اگر امام غائب پر یہ ذمہ داریاں عائد نہیں ہوتیں تو ان کے وجود کا کیا فائدہ؟

مذکورہ سوال کا جواب ہم اس طرح دیں گے: پہلی ذمہ داری یعنی دینی علوم کی حفاظت میں امام غائب اور امام حاضر کے درمیان کوئی فرق نہیں پایا جاتا. امام غائب بھی احکام وقوانین شریعت کے محافظ ہوتے ہیں اور ان کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے بعد ہمیشہ دین سے متعلق تمام علوم بغیر کسی کمی زیادتی کے ائمۂ معصومینؑ کے پاس محفوظ رہے اور آج بھی امام زمانہؑ کے پاس موجود ہیں۔

البتہ دوسری اور تیسری ذمہ داری میں اگر چہ عام لوگ امام غائب سے براہ راست فائدہ نہیں اٹھا سکتے لیکن اس سلسلہ میں امامؑ کی کوئی تقصیر یا کوتاہی نہیں ہے بلکہ یہ لوگوں کی ایسی تقصیر ہے کہ آپ کے قیام اور آپ کے ذریعہ اسلامی حکومت کے قائم کرنے کے لئے ماحول فراہم نہیں کرتے۔

اس کے علاوہ ایسی کوئی دلیل بھی موجود نہیں ہے کہ دین سے متعلق علمی اور ثقافتی مسائل اور لوگوں کی مشکلات حل کرنے میں امام زمانہؑ کا کوئی کردار نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ بعض اوقات جب ضرورت محسوس کرتے ہوں تو علمی مسائل کے حل کرنے میں براہ راست یا کسی واسطہ سے لوگوں سے رابطہ قائم کرتے ہوں اور مشکل اوقات میں امت اسلامی کی مدد کرتے ہوں اور بغیر اپنے کو ظاہر کئے

ہوئے ضروری رہنمائی فرماتے ہوں ایسے امور کا انکار نہیں کیا جا سکتا. مذکورہ فوائد کے علاوہ دو اور اہم فائدوں کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔

پہلا: فائدہ نوع انسانی کی بقا اور اس دنیا کو آباد رکھنا ہے جس کو ثابت کرنے کے لئے دو طرح کی دلیلیں قائم کی جا سکتی ہیں نقلی دلیلیں اور عقلی دلیلیں۔

نقلی دلیلیں بہت سی احادیث میں امام اور حجت کو نوع انسانی کی بقاء کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے اور امام اور حجت کے نہ ہونے کی صورت میں زمین کی تباہی اور نسل انسانی کے خاتمہ کی بات کہی گئی ہے اس طرح کی بعض احادیث کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے لہٰذا انھیں دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عقلی دلیلیں علم کلام عقائد اور فلسفہ کی کتابوں میں ہر زمانے میں تمام انسانی کمالات کے حامل شخص کے وجود کی ضرورت پر دلیلیں قائم کی گئی ہیں جن سے وجود امام اور وجود حجت کی ضرورت ثابت ہوتی ہے اس دلیل کی وضاحت کے لئے چند مقدمات کی ضرورت ہے جو اپنے موضوع سے مربوط کتابوں میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں ان مختصر اوراق میں ان کے تذکرہ کی گنجائش نہیں ہے ہم یہاں پر ان کے بعض ضروری نتائج کے ذکر پر اکتفا کر رہے ہیں جن کا صحیح ہونا ثابت ہو چکا ہے۔

ا۔ انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے ایک بدن جو مادہ سے بنتا ہے اور دوسرے روح ملکوتی جو مجرد ہوتی ہے ان دونوں چیزوں کے مجموعہ کا نام انسان ہے اس کے وجود کے دو مرتبہ ہوتے ہیں اعلیٰ ترین مرتبہ ایک مجرد اور ملکوتی جوہر ہوتا ہے ادنیٰ مرتبہ مادی اور جسمانی ہوتا ہے اسی لئے اس کے لئے حرکت اور کمال کا حصول ممکن ہوتا ہے۔

۲۔ انسان اپنی ذات میں دو میں سے کسی ایک راستہ پر چل سکتا ہے ایک انسانیت کی صراط مستقیم جس میں انسانی صفات و کمالات کو اپنی ذات میں پروان چڑھا کر خداوند عالم کی بارگاہ تک رسائی کی کوشش ہوتی ہے اور دوسرے حیوانی صفات کو اجاگر کر کے درندہ صفتی کی خوفناک وادی میں گر جانے کا راستہ .انسان دونوں راستوں کے انتخاب میں آزاد ہے چاہے خدا تک رسائی کا راستہ منتخب کرے یا حیوانیت اور درندگی کے ذریعہ اس سے دور ہو جانے کا۔

۳۔ انسان اور اس کائنات کی خلقت بے مقصد اور بے کار نہیں ہوئی ہے بلکہ اس کا مقصد انسانی

کمالات کا حصول اور اس کے ذریعہ خدا کی بارگاہ تک رسائی ہے جس کے نتیجہ میں دنیا و آخرت دونوں جگہ سعادت نصیب ہونے والی ہے۔

۴۔ انسان صراط مستقیم تک رسائی اور حقیقی سعادت و کمال کی طرف سفر کرنے پر قادر نہیں ہے بلکہ اس کو اس سلسلہ میں دوسرے انسانوں، انبیاء و اولیاء کی رہنمائی کی ضرورت ہے خداوند عالم کے لطف و کرم کا تقاضا ہے کہ انسان کو دنیا و آخرت دونوں جگہ خوش بخت اور سعادت مند بنانے کے لئے اپنے انبیاء کے ذریعہ کوئی جامع اور مرتب منصوبہ پیش کرے۔

دین سے متعلق احکام و قوانین اس منصوبہ کو بیان کرنے کے لئے نازل کئے گئے ہیں اور انسانیت کی صراط مستقیم اور خدا تک رسائی کا ذریعہ بھی یہی ہے۔

عقائد حقہ، اخلاق حسنہ، اعمال صالحہ، نفس انسانی کے کمال کے اسباب ہیں جس کے ذریعہ انسان آخرت میں سعادت منداور خوش بخت ہوسکتا ہے اس کے برخلاف باطل عقائد بداخلاقی اور گناہوں کا ارتکاب انسان کی گمراہی اور ہلاکت کے اسباب ہیں۔

۵۔ انسان کے سفر کا راستہ صرف اعتباری اور فرضی نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقی راستہ ہے نفس انسانی کا جوہر ایک حقیقی اور واقعی راستہ پر سفر کرتا ہے اگر اس کا سفر کمالات کے سرچشمہ کی طرف ہوتا ہے تو وہ ایک انسان کامل بن جاتا ہے ورنہ انسانیت سے دور ہوکر حیوانیت کی تاریک وادی میں چلا جاتا ہے۔

مذکورہ مطالب کی روشنی میں اس بات کو پیش نظر رکھ کر کہ انسان کی خلقت کا مقصد خداوند عالم کی بارگاہ تک رسائی اور کمالات نفسانی کا حصول ہے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمیشہ انسانوں کے درمیان کوئی تمام انسانی کمالات کا حامل انسان کامل ہونا چاہئے جو صرف دین کی صراط مستقیم پر چلے اور اس کی ذات میں تمام عقائد حقہ، اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ بالفعل موجود ہوں اور اس کے ذریعہ خلقت انسانی کا مقصد پورا ہوسکے ایسا انسان کامل ہمیشہ کمال کی راہ میں قدم آگے بڑھاتا ہے اور خداوند عالم کے لطف و کرم اور اپنے اوپر اس کی طرف سے کئے گئے احسانات سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے۔اور دوسرے انسان جو اس راہ پر چلنا چاہتے ہیں ان کو اپنی قوت جاذبہ کے ذریعے کھینچ کر بلندیوں کی طرف لے جاتا ہے اور امام کی ملکوتی اور مقدس روح پر خداوند عالم کے احسانات اور

اس کے عطا کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے اور وہ اس کے ذریعہ اپنی پیروی کرنے والوں کو فائدہ پہونچاتا رہتا ہے۔

ایسا منفرد اور صاحب امتیاز انسان خلقت انسانی کا مقصد، امام، رہبر، انسانیت کا قافلہ سالار اور حجت خدا ہوگا اس کا وجود نوع انسانی کی بقاء اور اس کی ترقی کا سبب ہوگا، اس کے نہ ہونے کی صورت میں انسانیت کا خاتمہ ہو جائے گا اور زمین اپنی تمام آبادیوں سمیت فنا ہو جائے گی۔

اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام کے وجود کا سب سے اہم فائدہ نوع انسانی کی بقاء ہے اس فائدہ کے حصول کے لئے غیبت امام یا حضور امام میں کوئی فرق نہیں ہے. بعض احادیث میں امام غائب کو بادلوں کے پیچھے چھپے ہوئے سورج سے تشبیہ دی گئی ہے۔

سلیمان کا بیان ہے میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ امام غائب کے وجود سے لوگ کیسے فاۂ اٹھائیں گے؟

آپ نے فرمایا: جس طرح لوگ بادلوں کے پیچھے چھپے ہوئے سورج سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔(۱)

اس حدیث کی وضاحت میں یہ کہا جاسکتا ہے جس طرح علوم طبیعی اور فلکیات میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سورج منظومۂ شمسی کا مرکز ہے اور اس کی قوت جاذبہ زمین کی محافظ ہے اور اس کو زمین پر گرنے سے روکے رکھتی ہے زمین اس کے گرد گھومتی رہتی ہے اور اس سے رات دن اور مختلف موسم پیدا ہوتے ہیں سورج کی روشنی زمین کو منور کئے رہتی ہے اور اس کی گرمی پر انسانوں اور حیوانوں اور پیڑ پودوں کی بقا کا دارومدار ہے اور اس کے اس طرح فائدہ پہونچانے میں اس کے طلوع ہونے یا رات کو ڈوب جانے یا بادلوں کے پیچھے غائب ہو جانے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

دوسرا اہم فائدہ انسانوں کے اندر امید کی کرن اور انتظار فرج کا جذبہ پیدا کر کے ان کو امام مہدیؑ کے عظیم اصلاحاتی منصوبوں میں شریک ہونے کے لئے تیار کرنا ہے امام زمانہؑ کا اصلاحی منصوبہ ہے کہ دنیا کی ظالم و جابر حکومتوں کو ختم کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ظلم وستم کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں، ایک عالمی اسلامی حکومت قائم کریں، عدل وانصاف کا بول بالا ہو، اسی طرح کفر وشرک کو

---

(۱) بحارالانوار، ج۵۲، ص۹۲، قال سلیمان: فقلت لجعفر الصادقؑ: کیف ینتفع الناس بالحجة الغائبلمستور؟. قال: کما ینفعون بالشمس اذا سترها السحاب۔

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مکمل طور پر نابود کر کے دین اسلام کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کرنا ہے تا کہ اسلام کے احکام وقوانین کے صحیح نفاذ کے ذریعہ غریبی، مفلسی، فقر اور استضعاف کی جڑیں ختم ہوسکیں۔

اور یہ واضح ہے کہ ایسا اہم منصوبہ بغیر ہر قسم کی مکمل تیاری کے پورا نہیں ہوسکتا، خاص طور پر کوئی بڑی فتح اور کامیابی جنگ و جہاد کے ذریعہ ہی حاصل ہوتی ہے. صرف معجزہ کے ذریعہ ایسا نہیں ہوتا لہٰذا دنیا کے موجودہ ظالم و جابر حکمرانوں کے حالات اور علم وصنعت کی حیرت انگیز ترقی خصوصاً فوجی ضروریات اور اجتماعی ہلاکتوں کی اسلحہ سازی کی ترقی کو دیکھ کر امام زمانہؑ پر حقیقی ایمان رکھنے والوں اور آپ کے ذریعہ عالمی اصلاحات کی تمنا رکھنے والوں کو چاہیئے کہ اپنے کو ایسی عظیم جنگ کے لئے تیار کریں۔

سب سے پہلے خود کو ایسا بنائیں جیسا امام زمانہؑ پوری دنیا کو بنانا چاہتے ہیں۔

دوسرے پوری دنیا کے افکار واذہان کو ایک واحد اسلامی حکومت کے قیام اور اسے قبول کرنے کے لئے تیار کریں اور تیسرے فوجی ٹکنالوجی اور جنگی تیاریوں کے سلسلہ میں اپنے اندر پائی جانے والی کمزوریوں کو دور کریں بلکہ اس مسئلہ میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔

یہ ہیں اس انتظار فرج کے معنی جو مذکورہ احادیث میں وارد ہوا ہے اور اس کو امام غائب کے وجود کا ایک فائدہ شمار کیا جاسکتا ہے۔

اہل سنت کی کتابوں میں امام مہدیؑ سے متعلق احادیث

امام مہدی سے متعلق احادیث صرف شیعوں کی کتابوں سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ بہت سے علماء اہل سنت نے ان احادیث کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے نمونے کے طور پر ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

علی ابن ابی طالبؑ نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہ جائے تو خداوند عالم ہمارے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔(۱)

(۱) صحیح ابی داؤد، ج ۲، کتاب المہدی؛ فصول المہمۃ ص ۲۷۵: علیؑ عن النبیؐ قال: لو لم یبق من الدهر الا یوم واحد لبعث الله رجلا من اهل بیتی یملاها عدلا کما ملئت جورا.

ام سلمہ کا بیان ہے. میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا ہے مہدی میری عترت سے ہیں اور وہ جناب فاطمہ زہراسلام اللہ علیہا کی اولاد میں ہوں گے۔(۱)

علی ابن ابی طالبؑ نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ مہدی میرے اہلبیتؑ میں سے ہوں گے خداوند عالم ان کے قیام کے حالات ایک رات میں فراہم کردے گا۔(۲)

ایسی متعدد احادیث موجود ہیں: ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی موعود کا عقیدہ صرف شیعوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ ایک اسلامی عقیدہ ہے جو پیغمبر اسلامؐ کی تعلیمات کے ذریعہ وجود میں آیا ہے اور اہل سنت بھی اس کے قائل ہیں اس فرق کے ساتھ کہ شیعوں کی نظر میں امام مہدی اولاد پیغمبر اسلامؐ اولاد فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور اولاد امام حسینؑ کی ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں جو امام حسن عسکریؑ کے براہ راست فرزند ہیں آپ کی ولادت ۲۵۵ھ میں ہوچکی ہے آپ زندہ ہیں غیبت میں زندگی بسر کر رہے ہیں آپ کا قیام آخری زمانہ میں اس وقت ہوگا جب دنیا اس کے لئے آمادہ ہوچکی ہوگی۔

لیکن اہل سنت کے نزدیک مہدی موعودؑ کوئی جانی پہچانی شخصیت نہیں ہیں بلکہ وہ صرف اتنا جانتے ہیں وہ علیؑ و فاطمہؑ کی نسل سے ہوں گے اور آخری زمانہ میں قیام کر کے ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے لہٰذا ان کا عقیدہ ہے کہ آخری زمانے میں ان کی ولادت ہوگی اور وہ دنیا کی اصلاح کے لئے قیام فرمائیں گے۔

ان کا یہ عقیدہ اپنی کتابوں میں موجود احادیث کی روشنی میں پیدا ہوا ہے جن میں امام زمانہؑ کی ولادت اور آپ کے امام عسکریؑ کے بیٹا ہونے اور آپ کی غیبت صغریٰ یا کبریٰ کا تذکرہ نہیں ہے اگرچہ ان باتوں کا انکار بھی نہیں کیا گیا ہے لہٰذا اس عقیدہ اور شیعوں کے عقیدہ میں اس سلسلہ میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔

آخر میں اس بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اگرچہ اہل سنت کی کتابوں میں امام مہدیؑ کی ولادت کا تذکرہ نہیں ہے لیکن ان کے بعض علماء نے امام حسن عسکریؑ کے بیٹے کی ولادت کا اعتراف کیا ہے اور اس کو اپنی احادیث کی کتابوں میں تحریر کیا ہے۔

---

(۱) صحیح ابی داؤود، ج ۲، کتاب المھدی؛ صحیح ابن ماجہ ج ۲، باب خروج المھدی: ام سلمة، قالت: سمعت رسول اللهؐ يقول: المهدی من عترتی من ولد فاطمة.

(۲) صحیح ابن ماجہ، ج ۲، باب خروج المھدی، ص ۱۳۶۷

محمد ابن طلحہ شافعی نے کتاب مطالب السئول میں محمد ابن یوسف نے کتاب کفایۃ الطالب میں ابن صباغ مالکی نے الفصول المہمہ میں یوسف ابن فراوغی نے تذکرہ خواص الامہ میں شبلنجی نے نور الابصار میں ابن حجر نے الصواعق المحرقہ میں محمد ابن بغدادی نے سبائک الذہب میں ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں شعرانی نے الیواقیت و الجواہر میں خواجہ پارس نے فصل الخطاب میں ابوالفلاح حنبلی نے شذرات الذہب میں محمد ابن علی حمری نے تاریخ منصوری میں امام عسکریؑ کے فرزند کی ولادت کا تذکرہ کیا ہے۔

اس کے علاوہ دوسرے علماء بھی ہیں جن کی کتابوں میں یہ تذکرہ موجود ہے۔

امام مہدیؑ اور طول عمر

امام مہدیؑ کی زندگی سے متعلق موضوعات میں ایک مسئلہ آپ کی طول عمر کا ہے آپ کی حیات مبارک کا آغاز ۲۵۵ھ میں آپ کی ولادت سے ہوا اور آج تک باقی ہے اور ظہور کے زمانے تک اور اس کے بعد آپ کی وفات یا شہادت تک باقی رہے گی اور یہ ایک طویل اور غیر معمولی عمر ہے جس کی مثال موجودہ زمانے میں نہیں ملتی ہے شاید اتنی طویل عمر کو قبول کرنا بعض افراد کے لئے مشکل ہو اسی لئے اس سلسلہ میں بحث و گفتگو کی ضرورت ہے لیکن افسوس ہے کہ ہمارے تخصص اور صلاحیت کی حدود سے باہر ہے۔

جوانی، بڑھاپے اور طول عمر کے اسباب و عوامل کی تحقیق کے لئے ایک دقیق اور تفصیلی بحث کی ضرورت ہے جو ان علوم کے ماہرین کی جماعت کے ذریعہ ہونی چاہئے۔

ان علوم کے ماہر علماء کی کوششوں کے ذریعہ انسان کی طول عمر کے اسباب اور عوامل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور ان معلومات کے ذریعہ سلامتی، طول عمر اور جوانی کی نعمت سے مالا مال رہا جاسکتا ہے۔

انسان کی طول عمر کے راز سے پردہ اٹھانا صرف مہدی موعودؑ کا عقیدہ رکھنے والوں کے لئے ہی مفید نہیں ہے بلکہ یہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے فائدہ مند ہے اس امید کے ساتھ کہ دنیا کے سارے افراد ان علوم سے فائدہ اٹھائیں. یہاں پر چند نکات کا تذکرہ ضروری ہے۔

۱۔ انسانی تاریخ پر نظر ڈالنے اور دنیا کے حالات پر نظر کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ تمام

انسانوں کی درمیانی عمر ہمیشہ ایک جیسی نہیں تھی بلکہ الگ الگ زمانوں اور الگ الگ علاقوں میں عمر کی مقدار الگ الگ ہوتی رہی ہے اس فرق کے اسباب مختلف علاقوں میں رائج غذائیں حفظان صحت کے امور کی رعایت دوسروں تک سرایت کرنے والی بیماریوں پر پابندی الگ الگ آب و ہوا اور علم طب کی ترقی وغیرہ ہیں۔

۲۔ کچھ لوگ اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے زیادہ عمر پاتے ہیں اور کبھی کبھی سو سو سال تک زندہ رہتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بعض افراد ۱۵۰ سال تک زندہ رہتے ہیں بعض اقوال کی رو سے بعض افراد نے دوسو سال یا اس سے بھی زیادہ عمر پائی ہے البتہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ابھی تک کسی بھی دانشمند نے انسان کی عمر کے لئے کوئی حد معین نہیں کی ہے جس سے زیادہ کا امکان ہی نہ ہو. چاہے وہ امکان بہت کم ہی پایا جاتا ہو۔

۳۔ خداوند عالم اپنے امور اگرچہ اسباب وعلل کے راستہ سے ہی جاری کرتا ہے لیکن اس کی قدرت انھیں ظاہری اسباب وعوامل میں محدود نہیں ہے بلکہ اس کے امور کچھ ایسی علتوں کی بنیاد پر بھی انجام پاتے ہیں جن سے ہم واقف نہیں ہیں جس کی ایک مثال معجزہ ہے۔

اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے اگر کسی خاص انسان کا وجود اور اس کی حیات کا طویل مدت تک باقی رہنا ضروری ہو تو خداوند عالم اس بات پر قادر ہے کہ اس کی طول عمر کے طبیعی بلکہ غیر طبیعی اسباب بھی فراہم کردے لہٰذا کسی استثنائی شخصیت کی کئی سو سال بلکہ کئی ہزار سال کی عمر کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

۴۔ بڑھاپے اور موت کے اسباب بھی ہمارے لئے واضح نہیں ہیں کوئی ایسی خاص دلیل نہیں ہے کہ تمام انسان بغیر کسی استثناء کے اس معین وقت پر بوڑھے ہو جائیں گے اور ان کی جسمانی طاقت ختم ہو جائے گی۔

۵۔ تاریخ میں ایسے بہت سے افراد موجود ہیں جنہوں نے کئی سو سال بلکہ کئی ہزار سال کی عمر پائی ہے البتہ اتنی طویل عمر کا ثابت کرنا یقینی اور حتمی دلائل پر موقوف ہے لیکن پھر بھی اس کے امکان کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

تاریخ میں طویل عمر رکھنے والے افراد میں ایک حضرت نوحؑ ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید

میں ہے کہ نوسو پچاس سال اپنی قوم کو خدا کی عبادت کی طرف بلایا اور اس مدت میں ہمیشہ اکثر افراد کی مخالفت کا سامنا رہا یہاں تک کہ طوفان اور شدید بارش کے ذریعہ تمام کافر ہلاک ہو گئے اور آپ کی پیروی کرنے والے خاص افراد کشتی پر سوار ہو کر ہلاکت سے نجات پا گئے۔(۱)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ نے نوسو پچاس سال تبلیغ کی البتہ یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ کو کتنی عمر میں مبعوث بہ رسالت کیا گیا اور طوفان کے بعد کتنے دن تک زندہ رہے لیکن اتنا بہر حال طے ہے کہ آپ کی عمر ایک ہزار سال سے زیادہ تھی۔

لہٰذا قرآن جو ایک یقینی اور غیر قابل انکار سند اور دلیل ہے اس سے معلوم ہوتا کہ ایک ہزار سال سے زیادہ عمر ہو سکتی ہے اگر اتنی عمر کو قبول کر لیا گیا تو اس سے زیادہ کے امکان کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

امام زمانہؑ کے ظہور کا وقت

امام زمانہؑ کے ظہور اور آپ کے قیام کے لئے کوئی خاص وقت معین نہیں کیا گیا ہے بلکہ ائمۂ معصومینؑ نے متعدد احادیث میں وقت معین کرنے والوں کو جھوٹا قرار دیا ہے۔

فضیل کا بیان ہے: میں نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا امام مہدیؑ کے ظہور کا کوئی وقت معین ہے؟

آپ نے تین مرتبہ فرمایا: ظہور کا وقت معین کرنے والے جھوٹے ہیں۔(۲)

محمد ابن مسلم کا بیان ہے: امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جو امام مہدیؑ کے ظہور کا وقت معین کرے اس کو جھٹلانے سے نہ ڈرو اس لئے کہ ہم ان کے ظہور کا کوئی وقت معین نہیں کرتے۔(۳)

---

(۱) عنکبوت:۱۳﴿و لقد ارسلنا نوحا الی قومه فلبث فیهم الف سنة الا خمسین عاما فأخذهم الطوفانو هم ظالمون فأنجیناه و اصحاب السفینة و جعلناها آیة للعالمین﴾.

(۲) بحارالانوار، ج۵۲،ص۱۰۳. عن الفضیل، قال سألت ابا جعفرؑ: هل لهذا الامر وقت ؟ فقال: کذب الوقاتون! کذب الوقاتون! کذب الوقاتون!.

(۳) بحارالانوار، ج۵۲،ص۱۰۴-۱۱۷: محمد بن مسلم، عن ابی عبد اللهؑ قال: من وقت لك من الناس شیئاً، فلا تهابن ان تکذبه، فلسنا نوقت لأحد.

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ اور ائمۂ معصومینؑ نے امام مہدیؑ کے ظہور کا کوئی وقت معین نہیں کیا ہے اس طرح سے ان ذوات مقدسہ نے اس سلسلہ میں ہر طرح کے سوء استفادہ کا دروازہ بند کر دیا ہے لہٰذا اگر کوئی امام یا غیر امام کی طرف نسبت دیکر آپ کے ظہور کا وقت معین کرے ہماری ذمہ داری ہے کہ اسے جھٹلائیں۔

امام مہدیؑ کے ظہور کی علامتیں اور شرائط

امام مہدیؑ کے ظہور کی کچھ علامتیں حدیث کی کتابوں میں ذکر ہوئی ہیں لیکن ان میں اکثر حدیثیں ضعیف ہیں اور ان کی سند معتبر نہیں ہے۔

لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام زمانہؑ کے ظہور کی بنیادی اور سب سے اہم شرط دنیا کا اس عالمی انقلاب کے لئے آمادہ ہونا ہے جب ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب امامؑ کے ظہور کا وقت نزدیک ہو رہا ہے اس کی وضاحت کے لئے چند باتوں کی طرف توجہ ضروری ہے. لہٰذا ان کے بارے میں مختصر اشارہ کیا جا رہا ہے۔

امام زمانہؑ کی حکومت کے منصوبے اور خصوصیات

امام مہدیؑ کی حکومت کوئی معمولی اور عام حکومت نہیں ہوگی بلکہ جیسا کہ احادیث میں ذکر ہوا ہے آپ کی حکومت سب سے منفرد اور مخصوص صفات کی حامل ہوگی:

۱۔ آپ کی حکومت ایک مکمل دینی اور اسلامی حکومت ہوگی اس زمانے میں مکمل طور پر اسلام کی حکمرانی ہوگی اور آسمانی احکام و قوانین معاشرہ میں رائج ہوں گے اور زندگی کے تمام امور میں ان سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

۲۔ امام زمانہؑ کی حکومت ایک عالمی حکومت ہوگی اس زمانے میں علاقہ، ملک، نسل اور قوم وقبیلہ کی فتنہ انگیز سرحدیں ڈھادی جائیں گی اور پوری دنیا پر صرف ایک حکومت ہوگی جس میں پوری دنیا کے لوگ شریک ہوں گے۔

۳۔ دنیا سے کفر وشرک کا خاتمہ ہو جائے گا اور دنیا کے تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ اور حکمرانی ہوگی

اور دوسرے آسمانی ادیان کا اتباع کرنے والے آپس میں صلح و مہربانی کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔

۴۔ دنیا کی ظالم و جابر طاغوتی اور استعماری حکومتوں کا خاتمہ ہو جائے گا ہمیشہ کے لئے ظلم و ستم کی جڑیں اکھڑ جائیں گی اور دنیا کے کونے کونے میں عدل و انصاف کی حکومت ہوگی۔

دنیا کی موجودہ صورت حال

اس دنیا میں جہاں اتنی بڑی تعداد کافر اور مشرک کی ہے اور ان کے ذریعہ اقتدار میں لائے ہوئے طاغوتی حکمرانوں کی حکومت ہے اور دنیا کی جدید ترٹکنالوجی خاص طور پر حیرت انگیز اجتماعی ہلاکتوں کے اسلحہ جات ان کے قبضہ میں ہیں اور گویا انسانوں کی حکومت دنیا کے مغرور حکمرانوں کے ہاتھوں میں ہے جو اپنی پوری قدرت آزادی اور استقلال کی خواہاں امتوں کو کچلنے میں صرف کر رہے ہیں۔

کامیابی کے شرائط

دنیا کے انقلابات اور تحریکوں کی کامیابی کی ایک اہم شرط اس کے تمام اسباب و عوامل کی فراہمی ہے جن کے بغیر کوئی بھی تحریک کامیاب نہیں ہوسکتی اور اسے شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے امام زمانہؑ کا عالمی انقلاب بھی اس عام قانون سے الگ اور مستثنیٰ نہیں ہے البتہ اس بات کی طرف بھی توجہ ضروری ہے کہ اگر چہ اس عالمی انقلاب میں امام زمانہؑ اور آپ کے اصحاب و انصار کو خداوند عالم کی تائید حاصل ہوگی لیکن جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ آپ کو کامیابی کے لئے جنگ و جہاد کرنا پڑے گا اور اس کے لئے بہت خون بہے گا اتنی بڑی کامیابی صرف معجزہ کے ذریعہ حاصل نہیں ہوگی۔

بشیر کا بیان ہے: میں نے امام ابو جعفرؑ کی خدمت میں عرض کیا لوگ کہتے ہیں جب ہمارے مہدی کا قیام ہوگا تو ان کے تمام امور خود بخود درست ہو جائیں گے اور حجامت میں بہنے والے خون کے برابر بھی خون نہیں بہے گا۔

امامؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ایسا نہیں ہے اگر ایسا ممکن ہوتا تو پیغمبر اسلامؐ کے لئے ایسا ہو جاتا جبکہ میدان جنگ میں پیغمبر اسلامؐ کے دندان مبارک شکستہ ہوئے اور ان سے خون بہا آپ کی پیشانی

مبارک مجروح ہوئی خدا کی قسم صاحب الامر کا قیام اور کامیابی بغیر میدان جنگ میں خون اور پسینہ بہائے ممکن نہ ہوگی اس کے بعد آپ نے اپنی پیشانی مبارک پر ہاتھ پھیرا۔(۱)

امام زمانہؑ کے عالمی قیام، آپ کے عظیم منصوبوں، دنیا میں جنگی اسلحوں کی نئی نئی حیرت انگیز ایجادات اور عالمی استعمار کے اقتدار اور قبضہ کی ہوس کو دیکھتے ہوئے دنیا کی موجودہ صورت حال پر غور کرنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے حالات میں کسی عالمی انقلاب کو بغیر جنگ و جہاد کے کامیابی حاصل نہیں ہوگی بلکہ اس عظیم کامیابی کے حصول کے لئے ایک ہمہ جہت تیاری کی ضرورت ہے.اس کے بغیر نہ امام کا ظہور ہوگا اور نہ ان کے لئے کامیابی کے اسباب فراہم ہوں گے۔

امام زمانہؑ کے عالمی انقلاب کے لئے حالات اور شرائط مہیا کرنے کی ذمہ داری تمام مسلمانوں خصوصاً آپ کی امامت کا عقیدہ رکھنے والے اور آپ کا انتظار کرنے والے افراد کی ہے ان لوگوں پر اپنی اس ذمہ داری کو انجام دینے کے لئے چند ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

۱۔ اپنے نفس کے تزکیہ اور تہذیب نیز اخلاقی کمالات کے حصول کی کوشش کریں اور گناہوں سے خصوصاً ظلم وستم سے دور رہیں عدل وانصاف کی رعایت کریں اور اسلام کے احکام وقوانین کی عملی پابندی کرنے کی کوشش کریں اور اپنے کو ویسا بنائیں جیسا بنانے کے لئے امام زمانہؑ قیام کریں گے۔

۲۔ دنیا کے نئے نئے ترقی یافتہ وسائل سے فائدہ اٹھا کر ایسی زندگی تمام شعبوں عقائد، اخلاق، سیاست، اقتصاد، ثقافت اور سماج غرض کہ ہر جگہ اسلامی احکام وقوانین کو رواج دیں اور دنیا کے اذہان اس کو قبول کرنے کے لئے تیار کریں۔

۳۔ جدید ٹکنالوجی خصوصاً فوجی اسلحہ جات بنانے میں اس طرح کوشش کریں کہ ہماری گذشتہ کوتاہیوں کی تلافی ہوسکے اور آج کے تیز رفتار ترقی کے ماحول کے ساتھ چل سکیں بلکہ اس سے بھی آگے نکل جائیں۔

(۱) بحارالانوار، ج۵۲، ص۳۵۸: عن بشير النبال، انه قال: لما قلت لابي جعفرؑ: انهم يقولون ان المهدی لو قام لاستقامت له الامور عفوا و لا يهريق محجمة دم. فقال: كلا! و الذی نفسی بيده! لو استقامت لاحد عفواً لاستقامت لرسول اللهؐ حين ادميت رباعيته و شج فی وجهه! كلا! و الذی نفسی بيده! حتى نمسح نحن و انتم العرق و العلق. ثم مسح جبهته۔

۴۔اپنی فوجی طاقت کو مضبوط بنائیں اور اپنی فوج کو جدید ترقی یافتہ ہتھیاروں سے لیس کریں اوراس طرح دنیا کو اپنی فوجی طاقت دکھا کر ان سے اس طاقت کا لوہا منوالیں تاکہ ان کے اندر اسلام اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت پیدا نہ ہوسکے۔

۵۔نمونے کے طور پر ایک فیصد ہی صحیح اسلامی حکومت قائم کرنے کی کوشش کریں۔اپنی سیاسی، سماجی، اقتصادی، اور ثقافتی مشکلات کو حل کریں غربت، افلاس، ظلم وستم اور پارٹی بازی کے خلاف جہاد کریں عدل وانصاف قائم کریں اور دنیا کو عملی طور پر یہ دکھادیں کہ اسلامی احکام وقوانین کے صحیح نفاذ کے ذریعہ اس طرح دنیا کے نظام کو چلایا جاسکتا ہے۔

یہ وہی انتظار فرج ہے جو ہماری ذمہ داری قرار دیا گیا ہے اور جس کی تاکید کی گئی ہے اگر امام مہدیؑ کے وجود اور آپ کے قیام کا عقیدہ رکھنے والے تمام مسلمان اس طرح کا کردار ادا کریں تو آہستہ آہستہ امام مہدیؑ کے ظہور کا ماحول فراہم ہوسکتا ہے اور اس کو ظہور کی ایک علامت قرار دیا جاسکتا ہے۔